ہے اور تکذیب اس طرح لازم آئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے حضرت مریمؑ کی براءت اور نزاہت ظاہر ہو چکی ہے اب اس کے بعد کسی پر تہمت لگانا براءت اور نزاہت کا صاف انکار کرنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونیکی تردید

اور نیز ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور فخر کہتے تھے تحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح کو یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ کو جو رسول کہلاتا تھا اللہ کا۔ ان پر لعنت کی اول تو ان کا کہنا دلیل ہے عداوت کی اور انبیاء کرام کی عداوت بلاشبہ کفر ہے اور پھر اس کفر پر فخر کرنا کفر بالائے کفر ہے پس ان تمام وجوہ مذکورہ کی بناء پر ہم نے یہود پر لعنتیں اور مصیبتیں نازل کیں اور ذلت اور مسکنت کی مہر ان پر لگائی۔

ف یہود عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ نہیں مانتے تھے مگر اس مقام پر اُن کا رسول اللہ کہنا بطور تمسخر تھا جیسے فرعون نے کہا تھا اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ اور جیسے کفار مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بطور تمسخر اس طرح خطاب کیا کرتے تھے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ اس طرح یہود نہایت فخر سے طنزاً کہا کرتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو جو خدا کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے تھے قتل کر ڈالا اب آئندہ آیت میں اُن کے دعوائے قتل و صلب کی تکذیب فرماتے ہیں اور یہود بے بہود کا یہ دعویٰ اور ان کا یہ قول کہ ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے اس لیے کہ یہود نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا ولیکن ان کے لیے ایک دوسرا[۱] شخص حضرت عیسیٰ کے مشابہ اور ہمشکل بنا دیا گیا اور اسی ہمشکل کو انہوں نے عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا مطلب یہ ہے کہ بظاہر جو قتل اور

[۱] اشارہ اس طرف ہے کہ شُبِّهَ کا نائب فاعل ضمیر مستتر ہے کہ جو شخص مقتول و مصلوب کی طرف راجع ہے اس لیے کہ یہ الفاظ یعنی وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا - وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی شخص کو قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں اس لیے شُبِّهَ کی اسناد شخص مقتول و مصلوب کی طرف نہایت درست ہوئی چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے (حاشیہ جمل علی الجلالین ص ۵۳۳ ج ۱) اور امام قرطبیؒ فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اے القی شبهه علی غیره کما تقدم فی آل عمران (تفسیر قرطبی ص ۹ ج ۶) اور مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ لطائف و معارف کے ذیل میں آئیگی ۱۲۔

صلب پیش آیا ہے اس کا عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق ایک دوسرے شخص سے ہے جو من جانب اللہ اُن کے ہمشکل بنا دیا گیا تھا اور تحقیق جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے بارہ میں اختلاف کیا البتہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ کی طرف سے شک اور شبہ میں پڑے ہوئے ہیں ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے اصل حال کا کوئی علم نہیں صرف اٹکل کی پیروی کر رہے ہیں خود اُن کو بھی حضرت عیسیٰ کے قتل کیے جانے اور سولی پر چڑھائے جانے کا یقین نہیں اس لیے کہ علماء یہود و نصاریٰ کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت حواری تو سب بھاگ گئے تھے اور یہودی جو گرفتار کرنے کے لیے گئے تھے وہ حضرت مسیح کو پہچانتے نہ تھے پس مسیح کی صحیح خبر نہ ان کو اور نہ ان کو سب شک میں ہیں یقین کسی کو بھی نہیں بلکہ جس وقت انہوں نے اپنی دانست میں عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اسی وقت سے شک میں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عروج آسمانی و رفع جسمانی

اور خوب سمجھ لو کہ یقیناً انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ البتہ اور یقینی اور قطعی بات یہ ہے کہ جس وقت وہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے قتل اور صلب کا ارادہ ہی کر رہے تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ صحیح سالم بذریعہ فرشتہ اپنی طرف اٹھا لیا یعنی آسمان پر اٹھا لیا تاکہ اُن کے قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہو جائے یہود حضرت عیسیٰؑ کے قتل کے درپے تھے اللہ تعالیٰ نے قتل کے مقابلہ میں رفع کو ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ قتل و صلب واقع نہیں ہوا بلکہ قتل اور صلب کے بدلہ میں رفع الی السماء واقع ہوا یہود کا دعوائے قتل یعنی اِنَّا قَتَلْنَا کہنے سے حضرت مسیح کی موت کو ثابت کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ سے اس کے بالمقابل ان کی حیات کو ثابت کیا پس معلوم ہوا کہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ میں رفع جسمانی مراد ہے اس لیے کہ یہود حضرت مسیح کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید اور ابطال کے لیے بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ فرمایا یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے ان کو قتل کر دیا یا صلیب پر چڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح سالم آسمان پر اٹھا لیا گذشتہ آیت میں جس چیز کے قتل اور صلب کی نفی کی گئی تھی اس آیت یعنی بل رفعہ اللہ الیہ میں اسی چیز کا رفع الی السماء یعنی اوپر اٹھایا جانا بیان فرمایا مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ لطائف و معارف کے ذیل میں آئیگی

نکتہ اوّل حق جل شانہٗ نے اس آیت میں یہود کے ملعون ہونے کے اسباب بیان کیے ہیں جن میں ایک سبب یہ ذکر فرمایا وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور ایک سبب یہ بیان فرمایا وَقَوْلِهِمْ

اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ یعنی یہود کا حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں صرف یہ کہنا کہ ہم نے اُن کو قتل کر ڈالا ان کی لعنت کا سبب بن گیا معلوم ہوا کہ اُن سے سوائے اس قول کے کوئی ناشائستہ فعل سرزد نہیں ہوا ورنہ اگر اُن سے کوئی اور فعل سرزد ہوا ہوتا مثلاً پکڑنا یا سر پر کانٹوں کا تاج رکھنا اور منہ پر تھوکنا اور منہ پر طمانچے مارنا تو اسباب لعنت میں ان ناشائستہ امور کو ضرور ذکر کیا جاتا اور صرف اس زبانی قول کے ذکر پر اکتفاء نہ کیا جاتا ایسے موقعہ میں صرف دعوائے قتل کو تو نقل کرنا اور جو جرائم و ذمائم اس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہوں اُن سے سکوت کرنا سمجھ میں نہیں آتا یہود چونکہ قتل انبیاء کے دعوے میں صادق تھے اس لیے حق تعالیٰ نے اس بارہ میں اُن کی کوئی تردید نہیں کی اور نہ اس معاملہ میں کسی شک اور اشتباہ کا ذکر فرمایا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں اُن کے دعوائے قتل کو وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ کے عنوان سے ذکر کیا اور پھر شدّ و مد سے اُن کے قول کی تردید کی اور اُن کے لیے شک اور اشتباہ کو بیان کیا

نکتہ دوم نیز اس آیت میں حضرت مسیحؑ کے دعوائے قتل کو ذکر کر کے بل رفعہ اللہ فرمایا اور گذشتہ آیت میں انبیاء سابقین کے قتل کو بیان کر کے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ نہیں فرمایا حالانکہ قتل کے بعد انبیاء کرام کی ارواح طیبہ بلاشبہ آسمان پر اٹھائی گئیں معلوم ہوا کہ صرف حضرت عیسیٰؑ جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے۔

نکتہ سوم ابتداء میں قتل اور صلب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور فرداً فرداً ہر ایک کی نفی کی مگر چونکہ یہود کا اصل مقصود قتل تھا اس لیے اخیر کلام میں فقط قتل کی نفی کا اعادہ فرما کر رفع الی السماء کو ثابت کیا اور اس طرح فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (عقیدۃ الاسلام ص۱۸۶ و ص۱۷۱)۔

اور اُن کے آسمان پر اٹھائے جانے کو مستبعد نہ سمجھو اس لیے کہ ہے اللہ غالب اور حکمت والا اس کی قدرت کے اعتبار سے آسمان اور زمین سب برابر ہیں اور اس کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں اس نے اپنی کسی حکمت کی بناء پر کسی شخص کو حضرت عیسیٰؑ کے ہمشکل بنا کر ان کی جگہ قتل کرا دیا اور حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور آسمان میں ان کو دشمنوں سے محفوظ کر دیا رہا یہ امر کہ کیا خدا زمین پر حفاظت نہیں کر سکتا حفاظت کے لیے رفع الی السماء کا طریقہ کیوں اختیار کیا اس میں کیا حکمت ہے سو اس کا علم سوائے خداوند علیم و حکیم کے کسی کو نہیں یہ سوال تو ہر طریقہ حفاظت میں جاری ہو سکتا ہے کیا کوئی یہ بتلا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ اور ابراہیم علیہ السلام کو عراق سے شام لے جانے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ اس پر قادر نہ تھا کہ ان کو اپنے وطن عزیز ہی میں رہنے دیتا اور وہیں اُن کی حفاظت فرماتا اس طرح کے ہزاروں سؤال ہو سکتے ہیں جس کا

جواب حافظ شیرازی نے دیا ہے ؎

حدیث از مطرب ومی گو ورازِ دہر کمتر جو ٭ کہ کس نہ کشود ونہ کشاید بحکمت ایں معمارا

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ

اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اس پر یقین لاویں گے اس کی

مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ

موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا

شَهِيْدًا ۚ ﴿۱۵۹﴾

بتانے والا

نزول عیسیٰ علیہ السلام

یعنی انکے نزول جسمانی اور آمد ثانی کی خبر بہجت اثر

قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا

یہاں تک اللہ تعالیٰ نے یہود کے قبائح اور فضائح کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ یہود حضرت مسیحؑ کے ساتھ جس ذلّت وخواری کا ارادہ رکھتے تھے اس میں وہ سراسر ناکام رہے بجائے ذلّت وخواری کے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے مثال عزت و رفعت عطا فرمائی کہ ان کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھا لیا اب آیندہ آیات میں حضرت عیسیٰؑ کی ایک اور بڑی عزت کی خبر دیتے ہیں جو ان کو قیامت کے قریب حاصل ہوگی یعنی ان کے نزول جسمانی اور آمد ثانی کی خبر دیتے ہیں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب خاص شان کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰ پر حضرت عیسیٰ کے مرنے سے[1] پہلے

[1] اشارہ اس طرف ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے جیسا کہ آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وَمَا قَتَلُوْهُ اور وَمَا صَلَبُوْهُ اور مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں تمام ضمائر حضرت عیسیٰؑ ہی کی طرف راجع ہیں اور عبداللہ بن عباسؓ سے بھی باقی اگلے صفحہ پر

ایمان نہ لے آئے یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام ابھی آسمان میں زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب جب یہود میں مسیح دجال ظاہر ہوگا اس وقت عیسی بن مریم آسمان سے اتریں گے اور اترنے کے بعد مسیح دجال کو قتل کریں گے اس وقت یہود و نصاریٰ حضرت عیسٰی کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آئیں گے اور سب پر صحیح حقیقت واضح ہو جائے گی کہ عیسٰی علیہ السلام خدا اور خدا کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ کے برگزیدہ بندہ اور رسول برحق ہیں اور زندہ ہیں مرے نہیں اور یہود جو یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا وہ بالکل غلط تھا وہ تو خدا کے پاس زندہ تھے یہ دیکھ کر یہود تو اپنی دشمنی اور عداوت سے تائب ہو جائیں گے اور نصاریٰ عقیدۂ ابنیت سے تائب ہو جائیں گے اور سب اہل کتاب اسبات پر ایمان لے آئیں گے کہ قرآن اور حدیث نے جو حضرت عیسےٰؑ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی اور قیامت کے قریب آسمان سے زندہ نازل ہونے کی خبر دی تھی وہ بالکل حق اور صدق تھی۔

ف اس آیت میں قبل موتہ کا لفظ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ عیسٰی علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں جیسا کہ حسن بصریؒ سے مرسلا روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ (تفسیر ابن کثیر وتفسیر در منثور ص۳۶ ج۲)	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق عیسےٰ علیہ السلام ابھی تک مرے نہیں اور وہ قیامت کے قریب تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں۔

نازل ہونے کے بعد جب سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے تب اس کے بعد ان کی وفات ہوگی حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ آیت یعنی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ باعتبار مضمون کے دوسری آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے مشابہ ہے یعنی جس طرح وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں نزول عیسٰی علیہ السلام کو قیامت کی علامت بتلایا ہے اسی طرح وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ میں نزول عیسٰی علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے (تفسیر ابن کثیر ص۵۸۳ ج۱)

اور قیامت کے دن عیسٰی علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے یعنی قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام یہود و نصاریٰ دونوں کے برخلاف گواہی دیں گے یہود کی نسبت یہ کہیں گے کہ انہوں نے میری تکذیب کی اور نصاریٰ کے نسبت یہ کہیں گے کہ انہوں نے میرے حکم کے خلاف مجھے خدا اور خدا کا بیٹا بنایا اور شرک میں مبتلا ہوئے حالانکہ میں نے ان سے صاف صاف کہدیا تھا کہ میں خدا

باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ بہٖ اور قبل موتہٖ کی دونوں ضمیریں عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور اس کو امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر نے اختیار کیا ہے (فتح الباری ص۳۵۷ ج ۶)

کا بندہ اور رسول ہوں صرف خدا کی عبادت کرو اور بحق رسالت میری اطاعت کرو یہی سیدھا راستہ ہے مگر انہوں نے میری نصیحت نہیں سنی اے خداوند عالم میں ان سے بری ہوں اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اقوالِ مفسرین

اس آیت یعنی وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ الخ کی تفسیر میں صحابہ و تابعین و علماء مفسرین کے دو قول ہیں (ایک قول) تو یہ ہے کہ لَيُؤْمِنَنَّ کی ضمیر تو کتابی کی طرف راجع ہے اور بہ اور قبل موتہ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ زمانہ آئندہ میں جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہے گا کہ جو حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لے آئے پس اس آیت میں اہل کتاب سے اس زمانہ کے اہل کتاب مراد ہوں گے جو حضرت عیسیٰؑ کے نزول من السماء کے وقت موجود ہوں گے ۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ بہ اور قبل موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں چنانچہ حافظ عسقلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں

وبھذا اجزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح ومن طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسی واللہ انہ الآن لحی ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون ونقلہ اکثر اھل العلم ورجحہ ابن جریر وغیرہ (فتح الباری ص۳۵۷ ج۶)	اور ابن عباسؓ نے اسی کا جزم اور یقین کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے ابن عباس سے باسناد صحیح اس کو روایت کیا ہے اور حسن بصری سے مروی ہے کہ قبل موتہ سے قبل موت عیسی مراد ہے حسن بصری فرماتے ہیں خدا کی قسم عیسی علیہ السلام ابھی زندہ ہیں جب آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور یہی تفسیر اکثر اہل علم

سے منقول ہے اور اس کو امام ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر ص۱۴ ج۶ میں فرماتے ہیں کہ قتادہ اور ابو مالک سے بھی یہی منقول ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف راجع ہے ۔

نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ اور قبل موتہ کی ضمیریں عیسی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں ۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول

صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا لہ من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابوھریرۃ واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے درآنحالیکہ وہ فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور لڑائی کو ختم کر دیں گے اور مال کو پانی کی طرح بہا دیں گے یہاں تک کہ کوئی مال کا قبول کرنے والا نہ ملے گا اور اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا پھر اس حدیث کو بیان کرکے ابوہریرہ یہ کہتے کہ اگر قرآن سے اس حدیث کے مضمون کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وھذا مصیر من ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ الی ان الضمیر فی قولہ بہ وموتہ یعود علی عیسی علیہ السلام ای الا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی (فتح الباری ص۳۵۷ ج۶)

روایت حدیث کے بعد ابوہریرہ کا اس آیت کو حدیث کی تصدیق کے لیے پڑھنا اس امر کی دلیل ہے کہ آیت میں بہ اور موتہ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں یعنی ہر شخص زمانہ آیندہ میں حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ بہ کی ضمیر تو عیسی السّلام کی طرف راجع ہے لیکن قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور ابی بن کعب کی قرأت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنُنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ اس معنی کی مؤید ہے اس لیے کہ اس قرأت میں بجائے قبل موتہ کے قبل موتہم بصیغۂ جمع آیا ہے جو صراحۃً اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ قبل موتہم کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے لہذا اسی طرف دوسری قرأت میں بھی قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہونی چاہیے تاکہ دونوں قرأتیں متفق ہو جائیں حافظ عسقلانی نے فتح الباری

لہ اصل عبارت اس طرح ہے ورجح جماعۃ ھذا المذھب بقراءۃ ابی بن کعب الا
باقی اگلے صفحہ پر

ہیں فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب کی قرأت کی بناء پر اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع کی جائے انتہی۔ اس قول کی بناء پر آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت اور ان کی عبدیت پر ایمان نہ لے آتا ہو یعنی جب وہ قریب المرگ ہوتا ہے اور علامات موت اس پر ظاہر ہوتی ہیں تو اس وقت اس پر حقیقت حال منکشف ہوجاتی ہے اور اس وقت حضرت عیسیٰ پر صحیح ایمان لے آتا ہے کہ بے شک وہ خدا کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق تھے معاذ اللہ نہ وہ مفتری اور کذاب تھے اور نہ خدا اور خدا کا بیٹا تھے مگر اس وقت کا ایمان بے سود اور بے فائدہ ہے کما قال تعالیٰ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ. یہودی کے پاس جب ملائکۃ الموت آتے ہیں تو اس کے منہ اور سرین پر دُرّے مارتے ہیں کہ اے عدو اللہ تیرے پاس عیسیٰؑ روح اللہ آئے اور تونے ان کی تکذیب کی اور ان کے قتل کے درپے ہوا اس وقت یہودی ایمان لے آتا ہے کہ بے شک عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول برحق تھے اور نصرانی کو ملائکۃ الموت یہ کہتے ہیں کہ اے عدو اللہ تیرے پاس اللہ کے بندے اور رسول عیسیٰ بن مریم آئے تو تونے اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا اس وقت وہ ایمان لے آتا ہے کہ بے شک عیسیٰ بن مریم خدا کے بندہ اور رسول برحق تھے خدا نہ تھے

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہودی یا نصرانی اپنی حیات سے بالکل ناامید ہوجاتا ہے اور اس کی جان نکلنے لگتی ہے تو وہ اس وقت حضرت عیسیٰؑ کے عبد اللہ اور رسول ہونے پر ایمان لے آتا ہے خواہ آگ میں جل کر مرے یا پہاڑ سے گر کر یا اور کسی طرح سے غرض جان کندنی کے وقت ہر ایک کتابی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آتا ہے اور مقصود اس خبر دینے سے یہود و نصاریٰ کو شرم دلانا ہے کہ اے یہود و نصاریٰ جب تم مروگے تو مرتے وقت چار و ناچار حضرت عیسیٰؑ پر قرآن کی تعلیم کے مطابق ایمان لانا ہی پڑے گا تو بہتر یہی ہے کہ پہلے ہی ایمان لے آؤ تاکہ تمہیں اس ایمان سے فائدہ پہنچ جائے ورنہ مرتے وقت کا ایمان بے کار ہے۔

اس قول کی بناء پر آیت میں اہل کتاب سے ہر زمانہ کے تمام اہل کتاب مراد ہوں گے بخلاف پہلے قول کے کہ اس کے مطابق آیت میں اہل کتاب سے وہی اہل کتاب مراد ہوں گے جو حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے زمانہ میں موجود ہوں گے۔

لیؤمنن بہ بالضم قبل موتہم الخ (فتح الباری ص۳۵۵ ج ۶)

ترجیح ارجح و تصحیح اصح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں پہلا ہی قول ارجح اور اصح ہے اور احادیث نزول عیسیٰ جو حد تواتر کو پہنچتی ہیں وہ اسی کی مؤید ہیں اور اسی قول کو امام ابن جریرؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے راجح اور مختار قرار دیا ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا دار و مدار ابی ابن کعب کی قرأت شاذّہ پر ہے جو کسی صحیح یا حسن سند سے ثابت نہیں بلکہ اس کی سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں واللہ اعلم

تطبیق و توفیق

جاننا چاہیئے کہ دو قرائتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں ابی ابن کعبؓ کی قرارت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی عبدیت اور رسالت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے اور قرارت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آیندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ضرور ایمان لے آئیں گے ان دونوں قرارتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں ہر ایک قرارت بمنزلہ مستقل آیت کے ہے قرارت متواترہ میں حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور نزول کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو وہ نزول کے بعد حضرت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے صحیح ایمان لائیں گے اور ابی بن کعبؓ کی قرارت شاذّہ میں حضرت مسیح کی نہ حیات کا ذکر ہے اور نہ نزول کا اور نہ موت اور وفات کا ذکر ہے صرف اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو کہ اہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ میں دو قرارتیں ہیں ایک قرارت غلبت بصیغۂ ماضی معروف ہے اور ایک قرأت بصیغۂ ماضی مجہول اور ہر قرارت میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ و تابعین سے یہ قرارت شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیحؑ کے بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بھی قائل ہیں چنانچہ تفسیر در منثور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور محمد ابن الحنفیہ سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مریں گے وہ لوگ اپنی موت سے پہلے حضرت مسیحؑ پر صحیح ایمان لاتے رہیں گے اور جو اہل کتاب حضرت مسیحؑ کے زمانۂ نزول کو پائیں گے وہ تمام کے تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ضرور ایمان لے آئیں گے لہذا ابی بن کعب کی قراءت نزول عیسیٰ سے پہلے مرنے والے اہل کتاب کے حق میں ہے اور قرارت متواترہ اُن اہل کتاب کے حق میں ہے جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے حضرت مسیح پر ایمان لائیں گے دونوں میں کوئی تعارض نہیں

(درمنثور[1] ص۲۴۱ ج ۲) اور (عقیدۃ الاسلام ص ۲۰۹ طبع جدید)

پھر یہ کہ جو اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ روایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ تعالیٰ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ عن محمد بن علی بن ابی طالب وھو ابن الحنفیۃ قال لیس من اھل الکتاب احد الا اتتہ الملائکۃ یضربون وجھہ ودبرہ ثم یقال یا عدو اللہ ان عیسیٰ روح اللہ وکلمتہ کذبت علی اللہ وزعمت انہ اللہ ان عیسے لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یھودی ولا نصرانی الا آمن بہ انتھیٰ

(تفسیر درمنثور ص۲۴۱ ج ۲)

امام عبداللہ بن حمید اور امام ابن منذر نے شہر بن حوشب سے روایت کیا کہ محمد بن حنفیہؒ (حضرت علی کے صاحبزادے) آیت وان من اھل الکتاب الخ کی اس طرح تفسیر فرماتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی شخص اہل کتاب میں سے مگر آتے ہیں فرشتے اس کی موت کی وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے پر اور سرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن بے شک عیسیٰ اللہ کی خاص روح ہیں اور اسکا کلمہ ہیں تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور یہ گمان کیا کہ عیسیٰ خود خدا ہیں خوب سمجھ لے تحقیق بلا شبہ عیسیٰ ابھی نہیں مرے ہیں بلکہ زندہ ہیں اور تحقیق وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی ایسا نہ رہے گا جو حضرت مسیح پر ایمان نہ لے آئے۔

امام ابن جریر اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب موت انسان کے سر پر آجاتی ہے تو حق اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی اسی طرح کتابی پر مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کے بارہ میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کے بندہ اور رسول برحق تھے معاذ اللہ خدا اور خدا کے بیٹے نہ تھے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ وہ مقتول ومصلوب ہوئے جیسا کہ یہود کہتے ہیں بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔

---

[1] وہ روایت یہ ہے۔ اخرج ابن المنذر عن شہر بن حوشب قال قال الحجاج یا شہر آیۃ من کتاب اللہ ما قرأتھا الا اعترض فی نفسی منھا شیئ قال اللہ ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ وانی اوتی بالاساری فاضرب اعناقھم ولا اسمعھم یقولون فقلت رفعت الیک علی غیر وجھھا ان النصرانی اذا اخرجت روحہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انہ اللہ او ابن اللہ او ثالث ثلاثۃ عبد اللہ وروحہ فیؤمن حین لا ینفعہ ایمانہ وان الیھودی اذا اخرجت نفسہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ودبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انک قتلتہ عبد اللہ وروحہ فیؤمن بہ حین لا ینفعہ الایمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت بہ احیاؤھم کما آمنت بہ موتاھم فقال من این اخذتھا فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتھا من معدنھا قال شہر وایم اللہ ما حدثنیہ الا ام سلمۃ ولکنی احببت ان اغیظہ (تفسیر درمنثور)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

سو یہود کے گناہ سے ہم نے حرام کیں ان پر

طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ

کتنی پاک چیزیں جو ان کو حلال تھیں اور اس سے کہ اٹکتے تھے اللہ کی راہ سے

اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝۱۶۰ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا

بہت اور ان کے سود لینے پر اور ان کو اس

عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ

سے منع ہو چکا ہے اور لوگوں کے مال کھانے پر ناحق

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا

اور تیار کی ہے ہم نے منکروں کے واسطے دکھ کی مار

اَلِيْمًا ۝۱۶۱ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ

لیکن جو ثابت ہیں علم پر ان میں اور

الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

ایمان والے سو مانتے ہیں جو اترا تجھ پر اور جو اترا تجھ سے

مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ

پہلے اور آفرین نماز پر قائم رہنے والوں کو اور دینے والے زکوٰۃ کے

الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ

اور یقین رکھنے والے اللہ پر اور پچھلے دن پر ایسوں کو

سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۶۲

ہم دیں گے بڑا ثواب

تتمۂ ذمائم یہود

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبٰتٍ ... الٰی ... سَنُؤْتِیْھِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا

گزشتہ آیات میں یہود کی نافرمانیوں اور سرکشیوں کو بیان فرمایا اب ان آیات میں بھی ان کی اور چند نافرمانیوں اور سرکشیوں کا ذکر کرتے ہیں مثلاً سود کھانا اور رشوت لینا اور خدا کی راہ سے روکنا اور لوگوں کا مال ناحق اپنے تصرف میں لانا اور ان شرارتوں کے علاوہ اُن بعض عقوبتوں اور سزاؤں کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جو دنیا میں انپر نازل ہوئیں منجملہ ان سزاؤں کے ایک سزا یہ تھی کہ بہت سی حلال چیزیں اُن کی نافرمانیوں کی سزا میں انپر حرام کر دیگئیں جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت میں اسکی تفصیل ہے وَعَلَی الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ شُحُوْمَھُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُھُوْرُھُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْمَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِبَغْیِھِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ یعنی ان پر ان حلال چیزوں کے حرام ہونے کی علت وہی ان کی سرکشی اور ظلم اور زیادتی اور سود خواری اور رشوت ستانی وغیرہ وغیرہ ہے رہا یہ امر کہ یہ چیزیں کس زمانہ میں اور کس نبی کے عہد میں یہود پر حرام کی گئیں سو کتب تفسیر میں اسکی تصریح نہیں غالباً یہ چیزیں حضرت موسیٰؑ کے بعد مختلف زمانوں میں حرام ہوئیں جیسے جیسے یہود کی شرارت بڑھتی گئی حرام ہوتی گئیں واللہ اعلم پس خلاصۂ کلام یہ کہ یہودیوں کے عظیم ظلم اور زیادتی کی وجہ سے جسکی کچھ تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور کچھ آئندہ آتی ہے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال کی گئیں تھیں یعنی جب یہود کے ظلم و زیادتی اور عناد اور سرکشی کی کوئی حد نہ رہی تو خدا تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ جو چیزیں پاک اور حلال تھیں وہ ان پر حرام کر دیں تاکہ رزق کا دائرہ تنگ ہو جائے اور ان کی سرکشی ٹوٹے اور بسبب ان کے روکنے کے خدا کی راہ سے بہتوں کو یعنی ہم نے ان پر پاک چیزوں کو ان کے ظلم کے سبب سے حرام کیا اور نیز اس لیے بھی حرام کیا کہ وہ بہتوں کو خدا کی راہ سے روکتے تھے اور بسبب اُن کے سود لینے کے حالانکہ اُن کو اس کی ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھا لیتے تھے ان وجوہ کی بنا پر ہم نے حلال چیزیں ان پر حرام کر دیں یہ تو دنیا کی سزا تھی اور آخرت میں ہم نے اُن کے لیے جو ان میں سے کافر ہیں درد ناک عذاب تیار کیا ہے پس عام حالت تو اہل کتاب کی یہی ہے جو بیان کی گئی لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ اور مضبوط ہیں جیسے عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے رفقاء جن کی ان بشارتوں پر نظر ہے کہ جو انبیاء سابقین نے نبی آخر الزمانؐ کے ظہور کی دی ہیں سو یہ لوگ اور دیگر مسلمان ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو آپ کی طرف اتاری گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور خاص کر وہ لوگ کہ جو نماز کو قائم رکھتے ہیں وہ قابل صد آفرین ہیں اور وہ لوگ

جو زکوۃ دیتے ہیں وہ بھی اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اترا ہے اور آپ سے پہلے نبیوں پر جو اترا ہے اور وہ لوگ کہ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر یعنی اللہ کی وحدانیت اور قیامت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور مبداء اور معاد کو مانتے ہیں یہ بھی اس چیز پر جو آپ پر اور پچھلے پیغمبروں پر اتری ہے ایمان لاتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم ضرور اجر عظیم عطا کریں گے جو ان کے وہم و گمان سے کہیں بالا ہوگا۔

ف (۱) وَالْمُقِيمِيْنَ الصَّلٰوةَ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ قواعد نحویہ کے مطابق والمقیمون چاہیئے تھا کیونکہ معطوف علیہ مرفوع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب چند مرفوعات کا بطور عطف ذکر ہوتا ہے اور ان میں سے ایک چیز سب سے اشرف ہوتی ہے تو اہل عرب اس کو اپنے کلام میں بطور مدح یا بطور اختصاص منصوب لاتے ہیں جو اَمْدَحُ یا اَخُصُّ مقدر کا معمول ہوتا ہے جس سے ان کا مقصد اس چیز کی شرافت اور فضیلت اور خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے اسی قاعدہ کے مطابق اس جگہ وَالْمُقِيمِيْنَ منصوب لایا گیا اور مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں میں اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہیں اگرچہ وہ اوصاف سب کے سب نہایت عمدہ ہیں مگر نماز ان میں سے خصوصیت سے قابل ذکر ہے اور اس وجہ سے شاہ عبدالقادرؒ نے وَالْمُقِيمِيْنَ الصَّلٰوةَ کا ترجمہ اس طرح فرمایا: اور آفرین نماز قائم رکھنے والوں کو: اور شاہ ولی اللہ نے اس طرح ترجمہ فرمایا: و مدح می کنم برپا دارندگان نماز را۔ باپ اور بیٹے کے ترجموں میں اشارہ اس طرف ہے کہ وَالْمُقِيمِيْنَ الصَّلٰوةَ منصوب علی المدح والاختصاص ہے۔

ف (۲) وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰو وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت موسویہ میں بھی سود حرام تھا۔

لطائف و معارف

حق جل شانہ نے ان آیات میں یہود کے قبائح اور فضائح کو بیان کیا اور خاص طور پر ان کے اس قول کی تردید اور تکذیب کی کہ ہم نے عیسی علیہ السلام کو قتل کر دیا کہ ان کا یہ قول بالکل غلط ہے وہ نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو بے مثال عزت و رفعت عطا کی کہ ان کو آسمان پر اٹھا لیا کما قال تعالیٰ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور اس کے علاوہ حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسی علیہ السلام کی ایک دوسری پیش آنے والی عظیم الشان عزت و شوکت کی خبر دی کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت ان کی شان و شوکت و جاہ و جلال کو دیکھ کر اہل کتاب میں

سے ہر شخص حضرت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لے آئے گا پھر قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ان پر گواہی دیں گے

اب ہم اس اجمال کے بعد مضامین مذکورہ بالا کی قدرے تفصیل اور تشریح کرنا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کے لیے موجب ہدایت وطمانینت ہو۔

اس سلسلہ میں مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے دلائل وبراہین سے اس امر کو واضح کر دیا جائے کہ عیسیٰ علیہ السّلام قطعاً مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ حق تعالیٰ نے خبر دی ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور حق تعالیٰ نے جو خبر دی ہے وہی حق اور صدق ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔

(۱) عقیدۂ قتل وصلب کا ابطال

قَالَ تَعَالٰى مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ

نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مقتول ومصلوب ہوئے اور تین دن قبر میں مردہ رہ کر زندہ ہوگئے اور اٹھ کر آسمان پر چڑھ گئے۔

نصاریٰ کا یہ مسئلہ سراسر خلاف عقل ہے اس لیے کہ قتل اور صلب اور موت سب مخلوق کیلئے ہے نہ کہ خالق کے لیے اور اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح بن مریمؑ نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب بلکہ صحیح وسالم اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور یہود بے بہبود کی جو جماعت ان کے قتل کے ارادہ سے اُن کے مکان میں داخل ہوئی تھی انہی میں کا ایک شخص بحکم خداوندی حضرت مسیحؑ کی ہم شکل بنا دیا گیا دشمنوں نے اسی کو مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا۔

قرآن کریم اس دعوے کی نہایت شد ومد سے تردید کرتا ہے کہ انہوں نے مسیح کو قتل کیا یا صلیب پر چڑھایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔

اور قرآن یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور اہل کتاب کو اصل حقیقت کا علم ہی نہیں یہ لوگ شک اور اختلاف کی وادی تیہ میں سرگرداں ہیں۔

یہ قرآن کریم کی شہادت ہے جو سب سے بڑی شہادت ہے اور نصاریٰ کے متعدد فرقے بھی اسی کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے دیکھو نوید جاوید ص۳۷۲ تا ص۳۹۴ کلیسا نمبر (۸) اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کا مصلوب ہونا اپنی محرّف انجیلوں سے اور مؤرّخین کے اقوال سے ثابت کرتے ہیں اور علاوہ محرف ہونے کے اناجیل کے بیانات اس درجہ مختلف اور متعارض ہیں کہ بیان سے باہر ہیں جیسا کہ نوید جاوید از ص۳۸۵ تا ص۳۹۲ میں ان اختلافات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

قرآن پاک یہ کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ ان کے پاس اس واقعۂ قتل کا کوئی عینی شاہد موجود ہے اس لیے کہ تاریخی حیثیت سے یہ امر مسلّم ہے کہ جب یہود حضرت مسیح کو گرفتار کرنے کے لیے گئے تو وہ رات کا وقت تھا اور گرفتاری کے وقت مصلوبی سے پہلے ہی تمام حواری حضرت مسیح کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے واقعہ کے وقت کوئی حواری حاضر نہ تھا تو پھر متی اور لوقا اور مرقس اور یوحنا اور پولوس کس بات کی شہادت دیتے ہیں کیا کسی انگریزی عدالت میں ایسے شخص کی شہادت قبول کی جا سکتی ہے جو واقعہ کے وقت موجود نہ ہو بلکہ یہ کہے کہ میں خود تو موجود نہ تھا ہاں کسی سے سنا ہے کہ فلاں آدمی کو سولی پر چڑھایا گیا اور جس سے سنا ہے اس کا نام بھی معلوم نہیں اس لیے کسی انجیل میں کسی حواری نے کسی سند متصل کے ساتھ یہ روایت نہیں کیا کہ فلاں شخص نے اپنی آنکھ سے دیکھ کر یہ واقعہ بیان کیا۔

غرض[سلہ] یہ کہ گرفتاری کے وقت حضرت مسیح کو ان کے تمام شاگرد تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے جیسا کہ انجیل متی باب ۲۶ درس ۵۶ میں ہے۔

سب نے بے وفائی کی حالانکہ پہلے وفا کا بڑا دم بھرتے تھے نیز اگر نامردی اور بے وفائی کی وجہ سے ایسی پریشانی کے وقت میں حضرت مسیحؑ کے ساتھ گرفتار ہونا یا جان دینا مشکل تھا تو کیا حضرت مسیحؑ کے لیے رات کو جاگتے رہنا بھی مشکل تھا مگر حواری بے فکری کے ساتھ سوتے رہے حالانکہ حضرت مسیحؑ نے ان کو تاکید کی تھی کہ میرا دل مرنے تک بہت غمگین ہے تم یہاں میرے ساتھ جاگتے رہو دیکھو انجیل متی باب ۲۶ درس (۳۸) پھر اس حکم کے بعد حضرت ذرا دور جا کر سر بسجود دعا میں مشغول ہو گئے (۴۰) پھر شاگردوں کے پاس آ کر انہیں سوتے پایا اور پطرس (حواری سے خاص طور پر یہ) کہا کیوں تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے (۴۱) جاگو اور دعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو دیکھو انجیل متی باب ۲۶ از درس ۳۸ تا درس ۴۶

افسوس کہ حضرت مسیح نے بار بار شکایت کی کہ تم اب بھی سوتے ہو اور آرام کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ اگر حواریین کو مسیح سے کچھ بھی محبت ہوتی تو ایسے وقت میں کبھی ان کو نیند نہ آتی دنیا داروں کا یہ حال ہے کہ اگر اُن کے کسی عزیز اور دوست پر کوئی پریشانی آجاتی ہے تو گھبرا اٹھتے ہیں اور آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔

سلہ دیکھو ازالۃ الشکوک ص۱۵۰ ج ۱ مصنفہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی رح

اور یہوداہ نے تو یہ ستم کیا کہ تیس ۳۰ درہم رشوت لے کر اپنے خداوند یسوع مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ گرفتار کرا دیا جیسا کہ انجیل متی باب ۲۶ آیت ۱۴ میں ہے اور انجیل مرقس باب ۱۴ درس ۱۰-۱۱ میں ہے اور انجیل لوقا باب ۲۲ درس ۳ میں مذکور ہے اور پطرس جو کہ نصاریٰ کے نزدیک اعظم الحواریین ہے اُس نے تو قسم کھا کر کہدیا کہ میں اس شخص (مسیح) کو جانتا ہی نہیں جیسا کہ ولیم میور نے اپنی تاریخ کے پہلے باب کے تیرھویں دفعہ میں لکھا ہے کہ مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک (یعنی مسیح کے مصلوب ہونے تک) اس کی تعلیم کی حقیقت اور مطلب کو بالکل نہیں سمجھا تھا اور اُن کا سُست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امید میں لگا تھا اس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے اور پطرس نے جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا منقول از ازالۃ الشکوک ص ۱۷۹ ج ۱۔

غرض یہ کہ یہ تو حواریین کا حال ہوا کہ حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت سب بھاگ گئے تھے ان میں سے کوئی موجود نہ تھا جو گواہی دے سکے اور اپنا عینی مشاہدہ بیان کرسکے حتیٰ کہ حضرت مسیحؑ کی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ بھی اس وقت موجود نہ تھیں جب اُن کے لخت جگر کو پھانسی دی جا رہی تھی اس وقت اگر شاگرد بھاگ گئے تھے تو والدہ کو تو ضرور بالضرور موجود رہنا چاہیئے تھا

باقی رہے یہود بے بہود جن کو نصاریٰ گواہی میں پیش کرتے ہیں علاوہ ازیں کہ وہ ایک ظالم حاکم کے پولیس کے چند بے دین سپاہی چپراسی تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو قتل کر آئے جن کا حال یہ تھا کہ وہ حضرت مسیح کو پہچانتے ہی نہ تھے اور اشتباہ میں پڑے ہوئے تھے اسلیے کہ اگر یہود کو اشتباہ نہ تھا تو حضرت مسیح کے ایک شاگرد کو تیس ۳۰ درہم رشوت دینے کی کیا ضرورت تھی تیس روپیہ رشوت کے اسی لیے دیئے کہ وہ اُن کو بتا سکے کہ مسیح یہ ہیں چنانچہ یہود جب وہاں پہنچے تو یسوع نے اُن سے کہا کہ کسے ڈھونڈتے ہو انہوں نے جواب دیا یسوع ناصری کو یسوع نے اُن سے کہا کہ میں ہی ہوں اور یہ کہتے ہی سب زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے بار بار ایسا ہی ہوا دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۸ درس ۵

پس اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے حاضرین میں سے ایک شخص کو حضرت مسیح کا ہم صورت اور ہمشکل بنا دیا جس کو یہود نے مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا اس طرح اللہ نے ان کو اشتباہ میں ڈال دیا اور ایک فرشتہ حضرت مسیح کی مدد کے لیے آسمان سے نازل ہوا جو اُن کو اٹھا کر آسمان پر لے گیا (دیکھو دلیل خامس و سادس از کتاب الفارق ص ۲۸۷)

وعدۂ خداوندی

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے پہلے ہی وعدہ کر لیا تھا کہ وہ تیری بابت فرشتوں کو حکم دیگا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے دیکھو انجیل متی باب ۴ درس ۶ اور

انجیل لوقا باب ۴ درس دہم میں اس طرح ہے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ تیری حفاظت کریں (۱۱) اور یہ بھی کہ وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر کی ٹھیس لگے - اھ

حضرت مسیحؑ کی پیشین گوئی

حق تعالیٰ نے حضرت مسیح سے وعدہ فرمایا کہ تم دشمنوں سے گھبرانا نہیں اللہ تمہاری حفاظت کے لیے فرشتوں کو حکم دے گا حضرت مسیح کو حق تعالیٰ کے وعدہ پر یقین واثق تھا اس لیے حضرت مسیح نے حادثہ صلیب سے چند دن پہلے ہی یہ پیشین گوئی فرمادی تھی کہ میں صرف چند روز تمہارے ساتھ ہوں پھر میں عنقریب اپنے خدا کے پاس چلا جاؤں گا اور لوگ مجھے ڈھونڈیں گے مگر نہیں پائیں گے اور جہاں میں ہوں وہاں نہیں آسکیں گے دیکھو انجیل یوحنا باب ۷ درس ۳۳ اور یہی مضمون انجیل یوحنا کے باب ہشتم از درس ۱۲ تا درس ۲۴ میں مذکور ہے اور اسی کے قریب قریب انجیل یوحنا باب ۱۶ درس ۵ میں مذکور ہے اور انجیل متی کے باب ۲۳ درس ۳۹ میں ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے ہرگز نہ دیکھو گے

معلوم ہوا کہ کوئی حضرت مسیح کے پکڑنے پر قادر نہ ہوگا اور کوئی ڈھونڈنے والا ان کو ہرگز نہ پاسکے گا اور نہ کوئی ان کو دیکھ سکے گا پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت مسیح کو ڈھونڈ کر پالیا اور پکڑ کر ان کو سولی پر چڑھا دیا پس وہ لوگ حضرت مسیح کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں

حضرت مسیح تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں میں جاتا ہوں وہاں کوئی نہیں آسکتا اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضرت مسیح نے غلط کہا جہاں حضرت مسیح گئے وہاں اُن کے دشمن یہود بھی پہنچ گئے اور ڈھونڈ کر ان کو پالیا پس نصاریٰ تو اس عقیدۂ صلب سے حضرت مسیح کے اس قول کی تکذیب کر رہے ہیں اور اہل اسلام حضرت مسیح کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے سچ فرمایا کہ کوئی ڈھونڈنے والا ان کو نہیں پاسکا اور جہاں یعنی آسمان پر وہ تشریف لے گئے وہاں کوئی نہیں جاسکتا اور نہ کوئی ان کو دیکھ سکا دیکھو الفارق ص ۲۸۹ دلیل رابع عشر اور دیکھو الجواب الفسیح لما لفقہ عبد المسیح ص ۷۲؎

حضرت مسیح علیہ السلام کی دُعا

(۱) چار انجیلوں سے یہ ثابت ہے کہ جب حضرت مسیح کو یہ محسوس ہوا کہ یہود میرے قتل پر آمادہ ہیں تو سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ موت کا یہ پیالا مجھ سے ٹل جائے اور آنسو بہا بہا کر خدا سے دعائیں اور التجائیں کیں اور خدا ترسی کی وجہ سے ان کی دعا سنی گئی جیسا کہ پولوس کے خط عبرانیوں کے نام کے پانچویں باب اور ساتویں درس میں اس کی تصریح ہے دیکھو دلیل اوّل از کتاب الفارق ص ۲۸۶۔

پس جب اُن کی دعا قبول ہوئی تو پھر گرفتاری کے کیا معنی۔

(۲) نیز زبور باب ششم کے درس ہشتم میں ہے

۸ مجھ سے دور ہوائے سارے بدکردارو کہ خداوند نے میرے رونے کی آواز سنی

۹ خداوند نے میری فریاد سنی ہے خداوند میری دعا قبول کرے گا۔

۱۰ میرے سارے دشمن شرمندہ ہو جائیں گے اور نہایت کپکپی میں پڑیں گے وہ پھریں گے اور ناگہانی خجالت کھینچیں گے انتہی

علماء نصاریٰ کے نزدیک یہ زبور حضرت مسیح کے حق میں ہے جس میں صراحۃً یہ مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا قبول ہوگی اور ان کے دشمن ناکام اور شرمندہ ہو کر واپس ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ دشمن حضرت مسیحؑ کے قتل وصلب پر قادر نہ ہوں گے حتیٰ کہ ان کے قریب بھی نہ جاسکیں گے۔

(۳) نیز زبور باب ۱۰۹ ایک سو نو اور درس چھبیس ۲۶ میں ہے

۲۶ اے خداوند میرے خدا میری کمک کر اپنے رحمت کے مطابق مجھے نجات دے

۲۷ تاکہ وہ جانیں کہ یہ تیرا ہاتھ ہے کہ تو نے اے خداوند یہ کیا ہے۔

۲۸ وہ لعنت کریں پر تو برکت دے جب وہ اٹھیں تو شرمندہ ہوں پر تیرا بندہ شادمان ہو

۲۹ میرے دشمن خجالت کی پوشاک سے ملبس ہوں اور اپنی شرمندگی کے چادر سے آپ کو چھپا لیں۔

۳۰ میں اپنے منہ سے خداوند کی بہت ہی ستائش کروں گا میں بہتوں کے بیچ اس کی حمد گاؤں گا۔ اھ

یہ زبور بھی باتفاق علماء نصاریٰ حضرت مسیح کے حق میں ہے جس میں حضرت مسیح نے اپنی نجات اور دشمنوں کی خجالت کی دعا کی ہے۔

نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت مسیح نے ایک مایوس انسان کی طرح خدا کا شکوہ کرتے کرتے جان دے دی اس لیے کہ ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہوئے جان دیدینا صریح مایوسی اور شکوۂ خداوندی ہے اور یہ قطعاً ناممکن اور محال ہے کہ پیغمبر خدا تعالیٰ سے مایوس ہو کر اس کا شکوہ کرنے لگے اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔

علماء نصاریٰ کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ پر جب موت کا وقت آیا تو غایت درجہ شاداں و فرحاں تھے کہ اب خداوند ذوالجلال سے لقاء کا وقت آیا اور کوئی بھی ان میں سے موت سے نہیں گھبرایا۔

اور نصاریٰ کے اعتقاد میں تو حضرت مسیح خدا تھے تو بجائے اس کے کہ بندے (یہود)

خدا سے ڈرتے معاملہ برعکس تھا کہ خدا بندوں سے ڈر رہا تھا معلوم ہوا کہ جزع فزع کرنے والا شخص مصلوب حضرت مسیح کے علاوہ کوئی اور شخص تھا جو حضرت عیسیٰؑ کے شبہ میں قتل کیا گیا اس لیے کہ موت سے گھبرانا معمولی شخص کا کام ہے موت کے متعلق تو اولیاء کا یہ حال ہوتا ہے

خرم آنروز کزیں منزل ویراں بروم | راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

اور حضرات انبیاء کرام کی شان تو اولیاء اللہ سے کہیں بلند ہے دیکھو دلیل تاسع از کتاب الفارق ص ۲۸۸ ۔

حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ محض ایک خواب کی بناء پر انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ اپنے باپ کے ساتھ اپنے آپ کو ذبح کرانے کے لیے مذبح کی جانب روانہ ہوئے

فرشتہ کا حضرت مسیح کی مدد کیلئے نمودار ہونا

حضرت مسیح جب دعا کر چکے تو خدا تعالےٰ کی جانب سے ایک فرشتہ ان کی تائید اور اعانت کے لیے آیا جیسا کہ انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۳۹ میں ہے اور آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اُسے تقویت دیتا تھا اھ

یعنی آسمان سے فرشتہ نازل ہوا کہ حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھا لے جائے ورنہ اگر حضرت مسیح یہود کے ہاتھ سے قتل ہوگئے تو پھر اس فرشتہ نے حضرت مسیح کی کیا مدد کی اور اس کے آنے سے کیا فائدہ ہوا کیا وہ فرشتہ محض قتل کا تماشہ دیکھنے آیا تھا۔

حضرت مسیح کا لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا

اس کے بعد حضرت مسیح لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے جیسا کہ انجیل یوحنا باب ۱۲ درس ۳۷ میں ہے یسوع یہ باتیں کہہ کر چلا گیا اور اپنے آپ کو اس نے چھپا لیا۔ اھ

اور انجیل یوحنا کے باب ۲۰ آیت ۲۰ میں ہے یسوع آیا اور بیچ میں کھڑا ہوا بولا تم پر سلام الخ اور اس کے بعد کتاب الاعمال باب ۱ آیت ۹ میں ہے اور وہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے آسمان پر جاتے دیکھا پھر آئے گا ناظرین غور کریں کیا انجیل کے ان بیانات سے قرآن کریم کے اس قول وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی صراحتہً تصدیق اور تائید نہیں ہوتی ۔

دعوائے صلب وقتل خلاف عقل بھی ہے

نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ حضرت مسیح مصلوب ہوئے خلاف عقل بھی ہے اس لیے کہ نصاریٰ کے نزدیک جب حضرت مسیح خدا ہیں اور یہود اُن کے بندے ہیں تو خدا کا اپنے بندوں کے ہاتھ سے مقہور و مجبور ہونا اور صلیب پر لٹکایا جانا سراسر خلاف عقل ہے جس دین میں معاذ اللہ خدا بندوں کے ہاتھ سے سولی دیا جاسکے وہ دین نصاریٰ ہی کو مبارک ہو۔

تواتر اور شہرت میں فرق

نصاریٰ کا یہ زعم ہے کہ واقعۂ صلیب تواتر سے ثابت ہے سو یہ زعم زعم فاسد ہے اس لیے کہ تواتر اس کو کہتے ہیں کہ عین واقعہ کے وقت چشم دید شہادت دینے والے اتنے کثیر تعداد میں ہوں کہ عادۃً اُن کا متفق ہو کر جھوٹ بنالینا محال ہو اور جب عین واقعہ کا کوئی عینی گواہ ہی نہ ہو تو زمانہ مابعد کی شہرت محض افواہ کا درجہ رکھتی ہے اُسکو تواتر نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ ہندوؤں میں یہ مشہور ہے کہ راون کے دس سر تھے اور رہنومان جی نے پہاڑ اٹھا لیا تھا تو اس قسم کی بے سروپا خبروں کو متواتر نہیں کہا جاسکتا۔ رہا نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام تین دن قبر میں رہنے کے بعد زندہ ہوگئے اور قبر سے اُٹھ کھڑے ہوئے نصاریٰ کے پاس اس کا کوئی شاہد عینی موجود نہیں نہ حواریین میں سے نہ عوام سے نہ عورتوں میں سے اور نہ یہود میں سے اور نہ چپراسیوں میں سے اور نہ پہرہ داروں میں سے کوئی بھی اس کا گواہ نہیں کہ میں نے حضرت مسیح کو قبر سے اٹھتے دیکھا ہے اور مریم کی جو روایت نقل کی جاتی ہے اس میں فقط اتنا ہے کہ مریم نے قبر کے پاس دور سے کچھ فرشتے اور کچھ آدمی دیکھے باقی حضرت مسیح کو قبر سے اٹھتے ہوئے دیکھنا مریم نے بھی بیان نہیں کیا دیکھو الفارق ص۲۹ دلیل سادس عشر

اسی مضمون کی ایک دوسری آیت

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔

حق تعالیٰ نے جب سورۂ مائدہ میں حضرت عیسیٰؑ پر اپنے انعامات کا ذکر کیا تو ان میں ایک بڑا انعام یہ شمار کیا ہے کہ عیسیٰؑ یاد کرو اس وقت کو کہ بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا تھا کہ وہ تمہارے پاس آنے پر بھی قادر نہ ہوئے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل عیسیٰ علیہ السلام کو گزند نہیں پہنچا سکے۔

جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ہے اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔

پس جس طرح ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دشمنوں سے بالکلیہ محفوظ رہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہود سے بالکلیہ محفوظ رہے۔

لطیفہ ایک پادری صاحب ایک مجلس میں تشریف لائے اور لوگوں کو دین مسیحی کی تبلیغ

کرنے لگے اثنائے گفتگو میں یہ بیان کیا کہ خداوند یسوع نے لوگوں کے لیے تمام رنج اٹھائے اور سولی پر چڑھا اور مدفون ہوا اور تین دن جہنم میں رہا تو مجلس میں ایک ظریف الطبع مسیحی بھی تھا سن کر کہنے لگا کہ باپ بڑا ہی سخت دل تھا کہ بیٹے کو طرح طرح کی ایذاؤں میں مبتلا کیا اور تین روز تک جہنم میں پڑا رہنے دیا پادری صاحب نے خفا ہو کر اس کو مجلس سے نکال دیا مجلس سے باہر آنے کے بعد وہ مسیحی اس مہمل عقیدہ سے تائب ہوا اور مسلمان ہوگیا۔

اطلاع علامہ شیخ عبدالرحمٰن آفندی نے اپنی کتاب الفارق بزبان عربی میں از ص ۲۸۰ تا ص ۲۹۱ اخبار تاریخیہ اور ادلۂ عقلیہ سے دعوائے صلب کی مفصل تردید فرمائی ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت کریں اور شیخ ابوالفضل مالکی مسعودی نے منتخب التنجیل میں باب ہفتم اور باب ہشتم میں ص ۹۷ تا ص ۱۲۳ اس پر کلام کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا کوئی شبیہ اور مثیل مقتول و مصلوب ہوا ہے حضرات اہل علم اصل کتاب کو دیکھیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ واقعۂ قتل کے وقت حواریین اور اصحاب عیسیٰ علیہ السلام میں سے موقعہ پر کوئی موجود نہ تھا صرف پولیس کے چند یہودی موجود تھے جو حضرت مسیح کو پہچانتے بھی نہ تھے اُن کو خود معلوم نہ تھا کہ مسیح کون ہے اور ہم کس کو گرفتار کر رہے ہیں اُن کو خود یقین نہ تھا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کیا ہے نشان دہی کے مطابق ایک شخص کو مسیح سمجھ کر قتل کیا پس کیا پولیس کے ایسے چند بے خبر چپراسیوں کی خبر کو خبر متواتر کہا جا سکتا ہے اور کیا اہل عقل کے نزدیک ایسی خبر سے کوئی جزم اور یقین حاصل ہو سکتا ہے عجب نہیں کہ کسی منافق نے یہود سے رشوت لے کر انجیلوں میں قتل و صلب کی فرضی داستان شامل کر دی ہو تاکہ لوگ نصاریٰ کے دین کا مذاق اڑائیں نصاریٰ کے نزدیک جب رشوت لے کر خدا کو گرفتار کرا دینا ممکن ہے تو رشوت لے کر بائبل میں کوئی الحاق کر دینا کیا مشکل ہے (دیکھو منتخب التنجیل ص ۱۰۵)

(۲) وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

ائمۂ تفسیر نے اس آیت کی دو طرح تفسیر فرمائی ایک تو یہ کہ لفظ لھم کو شُبِّہ کا نائب

۱؎ قال الامام الرازی قولہ شبہ مسند الی ماذا؟ فیہ وجھان (الاول) انہ مسند الی الجار والمجرور وھو کقولک خیل الیہ کانہ قیل وقع لھم الشبہ (الثانی) ان یسند الی ضمیر المقتول لان قولہ وما قتلوہ یدل علی انہ وقع القتل علی غیرہ فصار ذلک الغیر مذکورا بھذا الطریق فحسن اسناد شبہ الیہ تفسیر کبیر ص ۳۵ ج ۳ وکذا فی البحر المحیط ص ۳۹ ج ۳ وروح المعانی ص ۱۰ ج ۵ وتفسیر غرائب القرآن للنیسابوری ص ۱۷ ج ۶)

فاعل قرار دیا جائے اور مطلب یہ ہو کہ یہود جب گرفتاری کے لیے اندر گھسے تو وہاں عیسیٰ علیہ السّلام کو نہ پایا یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہود کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا گیا جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے اس کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے "ولیکن مشتبہ شد برایشان" اور شاہ رفیع الدینؒ نے اس طرح ترجمہ کیا اور لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے۔ اھ

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ بعض متکلمین یہ فرماتے ہیں کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو نہ پایا تو انہوں نے کسی اور شخص کو قتل کر کے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا دوسری تفسیر یہ ہے کہ شُبِّہَ کی ضمیر مقتول و مصلوب کی طرف راجع کی جائے جو لفظ اِنَّا قَتَلْنَا، اور وَمَا قَتَلُوْهُ سے سمجھا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرا شخص حضرت عیسیٰؑ کا شبیہ اور مثیل بنا دیا گیا جس طرح حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کے عصا کو اژدہا کے مشابہ بنا دیا اسی طرح خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دیا چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں "ولیکن وہی صورت بن گئی اُن کے آگے"۔ یعنی من جانب اللہ ایک شخص کو حضرت عیسیٰؑ کا ہم صورت اور ہم شکل بنا دیا گیا تاکہ لوگ اس کو عیسیٰؑ سمجھ کر قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔

یہ دوسرا ترجمہ پہلے ترجمہ کے مغایر نہیں بلکہ اسی شبہ اور اشتباہ کی توضیح اور تفسیر ہے کہ شبہ میں دوسرے شخص کو عیسیٰؑ سمجھ کر سولی دیدی اور اُن کو ایسا ہی معلوم ہوا کہ ہم عیسیٰ کو سولی دے رہے یعنی اس صورت و شباہت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور حاضرین میں سے ایک شخص پر اُن کی شباہت ڈالدی گئی لوگوں نے اس ہم شکل کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا اور یہ اُن کے شبہ اور اشتباہ کا سبب بنا اور اسی وجہ سے وہ اختلاف میں پڑ گئے۔

تفسیر دیگر

اور بعض علماء تفسیر اس طرف گئے ہیں کہ شُبِّہَ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو دشمنوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیئے گئے مگر اُن کی شبیہ اور اُن کی مثال ان کے سامنے کر دی گئی دیکھو حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص۱۷۱۔

جیسا کہ حدیث میں ہے رأیت الجنۃ والنار ممثلتین فی قبلۃ الجدار دیکھو حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص۱۷۹۔

یا یوں کہو کہ مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اُن کے لیے مشتبہ بنا دیئے گئے حتیٰ کہ وہ عیسیٰ علیہ السّلام کو نہ پہچان سکے اور اس اشتباہ میں دوسرے کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔

غرض یہ کہ ظاہر قرآن سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو قتل اور صلب سے محفوظ رہے اور اُن کے شُبہ اور اشتباہ میں کسی دوسرے شخص کو ان کے ہمشکل سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا اور یہی حق ہے اور چاروں انجیلیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

(۱) اس لیے کہ چاروں انجیلوں سے یہ ثابت ہے کہ شخص مصلوب نے اس وقت یہود سے پانی مانگا تو یہود نے اس کو ایک نہایت کڑوا سرکہ لاکر دیا جس کو وہ نہ پی سکا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصلوب حضرت مسیح نہ تھے اس لیے کہ حضرت مسیح تو چالیس دن ورات کا صوم وصال رکھتے تھے اُن کو اپنے دشمنوں سے ذلت اور نیازمندی کے ساتھ پانی مانگنے کی کیا حاجت تھی معلوم ہوا کہ جس پانی مانگنے والے کو سولی دیدی گئی وہ عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تھا جو اُن کے ہم صورت اور ہمشکل ہونے کی وجہ سے سولی چڑھایا گیا دیکھو دلیل ثامن از کتاب الفارق ص ۲۸۷۔

(۲) نیز توراۃ سے یہ امر ثابت ہے کہ شریر نیک کا فدیہ ہوتا ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ شخص مصلوب حضرت مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تھا ورنہ لازم آئے گا کہ معاذ اللہ حضرت مسیح اشرار میں سے ہوں دیکھو دلیل ثامن عشر از فارق ص ۲۹۰۔

۳۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے درمیان نشوونما پائی حضرت مسیح دن رات اُن کو وعظ کہتے اور اُن سے مناظرے کرتے اور وہ آپ کی فصاحت وبلاغت اور حکمت وموعظت سے تعجب کرتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہود حضرت مسیح کو خوب جانتے پہچانتے تھے مگر صلیب کے وقت ان کو نہ پہچان سکے پس جس ذات کو تینتیس ۳۳ سال سے دیکھ رہے ہوں اس کو نہ پہچاننا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ من جانب اللہ کوئی اشتباہ پیش آیا ہے کما قال تعالیٰ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ حضرات اہل علم الاجوبۃ الفاخرۃ از ص ۷۶ تا ص ۸۲ ملاحظہ کریں۔

تنبیہ: سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص پر حضرت عیسیٰؑ کی شباہت ڈالی گئی وہ یہودی تھا جیسا کہ وہب بن منبہ سے منقول ہے اور اسی کو امام ابن جریرؒ نے اختیار کیا یا منافق عیسائی تھا یا حضرت عیسیٰ کا مخلص حواری تھا حافظ عماد الدین ابن کثیر فرماتے ہیں کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں باسناد صحیح عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ جس شخص پر میری شباہت ڈالی جائیگی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۵۷۴ ج ۱ اور تفسیر قرطبی ص ۱۰۰ ج ۴ سورۃ آل عمران اور اسی طرح مجاہد اور قتادہ اور سدی سے تفسیر ابن جریر ص ۱۱ ج ۶ میں مذکور ہے کہ جس پر حضرت عیسیٰ کی شباہت ڈالی گئی وہ اُن کے حواریین میں سے تھا

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ کے مطیع اور فرمانبرداروں میں سے تھا اور ابن عباسؓ کی مفصل روایت تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے جس کو ہم ہدیۂ ناظرین

کرتے ہیں۔

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد
بن سنان حدثنا ابو معاویة
عن الاعمش عن المنهال بن
عمرو عن سعید بن جبیر عن
ابن عباس قال لما اراد اللہ ان
یرفع عیسیٰ الی السماء خرج علی
اصحابہ وفی البیت اثنا عشر
رجلا من الحواریین یعنی فخرج
علیهم من عین فی البیت ورأسه
یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر
بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن
بی ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی
فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب
من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیه
فقام الشاب فقال انا فقال هو انت ذاک فالقی
علیه شبه عیسیٰ ورفع عیسیٰ من
روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء
الطلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم
صلبوه فکفر به بعضهم اثنی عشر
مرة بعد ان آمن به وافترقوا
ثلاث فرق فقالت فرقة کان اللہ
فینا ما شاء ثم صعد الی السماء وهؤلاء
الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا
ابن اللہ ما شاء ثم رفعه اللہ
الیه وهؤلاء النسطوریة وقالت
فرقة کان فینا عبد اللہ و
رسوله ما شاء اللہ ثم رفعه

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن
عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حق تعالیٰ
نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ
فرمایا تو گھر میں ایک چشمہ تھا وہاں جاکر حضرت
عیسےٰ نے غسل فرمایا اور غسل فرماکر باہر مجلس
میں تشریف لائے جہاں بارہ حواری موجود
تھے (غالباً یہ غسل آسمان پر جانے کے لیے
تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو
کرتے ہیں) حواریوں کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا
کہ بلاشبہ تم میں سے ایک شخص مجھ پر
ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ میرا کفر (انکار)
کرے گا بعد ازاں یہ فرمایا کہ تم میں سے
کون شخص اس پر راضی ہے کہ اس پر میری
شباہت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ
قتل ہو اور پھر وہ جنت میں میرا رفیق
بنے یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہو گیا
اور اپنے آپ کو اس جاں نثاری اور فدائیت
کے لیے پیش کیا عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا
بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے
اسی سابق کلام کا اعادہ فرمایا پھر وہی نوجوان
کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں
(نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی)
عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص
ہے اس کے فوراً بعد ہی اس نوجوان پر
عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی
اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے ایک روشندان

الله الیہ وھؤلاء المسلمون فتظاھرت الکافرتان علی المسلمۃ فقتلوھا فلم یزل الاسلام طامسا حتی بعث اللہ محمدا صلے اللہ علیہ وسلم وھذا اسناد صحیح الی ابن عباس وروٰہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ بنحوہ وکذا ذکرہ غیر واحد من السلف انہ قال لھم ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی وھو رفیقی فی الجنۃ۔ انتھی۔ تفسیر ابن کثیر ص۵۷۴ ج ۱۔ اور اسیا ھی قرطبی ص۱۰۰ج۴۔ تفسیر آل عمران میں ہے

سے آسمان پر اٹھا لیے گئے بعد ازاں یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السّلام کے پکڑنے کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اسی شبیہ کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا اور ایک شخص نے بارہ مرتبہ عیسیٰ کا انکار کیا بعد ازاں لوگوں میں تین فرقے ہو گئے ایک فرقہ نے تو یہ کہا کہ اللہ ہمارے درمیان میں جب تک چاہا رہا پھر وہ آسمان پر چڑھ گیا اس فرقہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں دوسرے فرقہ نے یہ کہا کہ اللہ کا بیٹا ہمارے درمیان تھا جب تک چاہا رہا پھر اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اس فرقہ کو نسطوریہ کہتے ہیں تیسرے فرقہ نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے برگزیدہ بندہ اور رسول تھے جب تک خدا نے چاہا ہمارے درمیان رہے پھر اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا یہ لوگ مسلمان تھے اول کے دو کافر فرقوں نے اس مسلمان فرقہ پر چڑھائی کر کے اس کو قتل کر دیا اس دن سے اسلام یعنی حق بے نام و نشان ہو گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا (جنہوں نے آکر دنیا کو صحیح حقیقت سے آگاہ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن عباس تک روایت کی سند نہایت صحیح ہے اور اسی طرح نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور اسی طرح بہت سے سلف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہ فرمایا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلہ میں قتل ہو تو وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا انتھی

بہرحال جس پر بھی حضرت عیسیٰ کی شباہت ڈالی گئی خواہ وہ یہودی تھا یا حواری اسبات پر تمام روایات متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام قتل اور صلب سے بالکل محفوظ رہے اور یہود نے کسی اور شخص کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔

جس نے یہود و نصاریٰ سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا اور ان کے باہمی اختلاف کا سبب بن گیا وہ اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیت اور اس کی حکمت تھی کما قال اللہ تعالیٰ وَلٰکِنۡ

شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ

مسیلمۂ قادیان کا ہذیان

یہود اور نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو سولی دے کر مار دیا گیا بعد میں ان میں اختلاف ہوگیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہوئے یا نہیں سو یہود کا قول یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہوئے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہوئے اور آسمان پر چلے گئے ۔

اور اس چودھویں صدی کا مسیلمۂ پنجاب یعنی متنبیِ قادیان یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام قتل تو نہیں ہوئے مگر ہاں وہ سولی ضرور دیئے گئے جب وہ بے ہوش ہوگئے تو یہود نے اُن کو مردہ سمجھ کر قبر میں دفن کر دیا جب قبر میں اُن کو ہوش آیا تو وہ قبر سے خفیہ طور پر نکل کر چلے گئے اور ریاست کشمیر کے مشہور شہر سری نگر میں جاکر قیام کیا اور خفیہ طور پر اپنے زخموں کا علاج کراتے رہے اور ستاسی[1] سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور وہیں محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہی ان کا مزار ہے یہ سب مرزائے قادیان کی بکواس ہے جس پر کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں دیوانہ گفت ابلہ باور کرد۔ کا مصداق ہے مرزائے قادیان کے قول کی بنا پر آیت اس طرح ہونی چاہیئے تھی وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلٰی كَشْمِیْرَ

حق جل شانہٗ نے ان آیات میں یہود و نصاریٰ دونوں ہی کا رد فرمایا اور اگرچہ دونوں کے رد کے لیے صرف وَمَا قَتَلُوْهُ کافی تھا مگر علام الغیوب نے اس کے ساتھ وَمَا صَلَبُوْهُ بھی بڑھا دیا یعنی دشمن حضرت مسیح کو سولی پر بھی نہیں چڑھا سکے جس سے یہود و نصاریٰ کا نہایت بلیغ طریقہ سے رد ہوگیا یعنی قتل تو درکنار ان کو تو سولی بھی نہیں دی گئی جس کے وہ مدعی ہیں اور جس کو سولی دی گئی وہ حضرت مسیح کا شبیہ اور مثیل تھا۔

اور یہود و نصاریٰ کے رد کے ساتھ قادیانی فرقہ کا بھی رد ہوگیا جو اس بارہ میں اُن کا مقلد تھا اور حق تعالیٰ نے قتل اور صلب کی علیحدہ علیحدہ نفی فرمادی تاکہ ان کی حیات اور سلامتی اور محفوظیت میں کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہے ۔

قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام قتل اور صلب سے بالکل محفوظ رہے اور قادیان کے دہقان یہ کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم صلیب سے نجات پاکر خفیہ طور پر کشمیر چلے آئے شاید مرزا صاحب کے نزدیک اس زمانہ میں کشمیر بیت المقدس سے زیادہ متبرک ہوگا حیرت کا مقام ہے کہ قرآن کریم نے جس زمین کے متعلق اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا فرمایا ہو اور جو زمین انبیاء بنی

[1] دیکھو حل القرآن ص۱۷۱ دیکھو عقیدۃ الاسلام ص۱۸۵ ص۱۹۰ ص۱۹۳ ۔

اسرائیل کا مولد و مسکن ہو اور جس زمین میں ان کا قبلہ یعنی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس مبارک زمین کو چھوڑ کر سرزمین کشمیر کی طرف ہجرت فرمائیں جہاں اس وقت سوائے شرک اور بت پرستی کے خدا پرستی کا نام ونشان نہ ہو اور پھر ہجرت فرمانے کے بعد حضرت عیسیٰ اپنی تمام زندگی خاموشی اور گمنامی میں گذار دیں اور کشمیر پہنچ کر کسی کو توحید کی دعوت نہ دیں اور نہ کسی کو قیامت سے ڈرائیں اور نہ کسی کو خدا کی عبادت کی تعلیم وتلقین فرمائیں اسی طرح خاموشی میں زندگی بسر کر کے شہر سری نگر میں انتقال فرما جائیں اور محلہ خان یار میں اسی طرح دفن ہو جائیں کہ سوائے مرزا قادیان کے روئے زمین پر کسی کو اس کا علم نہ ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۳- وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ

حق جل شانہٗ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ کے قتل اور صلب کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہیں یہ قرآن کریم کی شہادت ہے جو سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت ہے۔

نصاریٰ کے متعدد فرقے اس کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ تواریخ میں مذکور ہے اور پادری سیل نے بھی اپنے ترجمہ میں سورۂ آل عمران میں ان بعض فرقوں کا ذکر کیا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوئے اور یہ بتلایا ہے کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم سے بہت مدت پہلے عیسائیوں کے بہت سے فرقوں کا یہی اعتقاد تھا کہ عیسیٰ ؑ مقتول و مصلوب نہیں ہوئے چنانچہ فرقہ بے سی لی ڈین اور فرقہ سیرنہ تھیں اور فرقہ کارپاکریشن۔ جو سب کے سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے ہیں ان سب کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ ؑ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ایک دوسرا شخص جو آپ کے ہمشکل تھا وہ صلیب دیا گیا (ختم ہوا خلاصہ کلام جارج سیل کا)

معلوم ہوا کہ واقعۂ صلیب نصاریٰ کے نزدیک متفق علیہ نہیں بلکہ نصاریٰ کے بہت سے قدیم فرقوں کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ مقتول و مصلوب نہیں ہوتے جیسا کہ قرآن کریم نے خبر دی ہے۔

مولانا سید ابو منصور امام فن مناظرہ نوید جاوید صـ ۳۸۲ میں لکھتے ہیں اور قرآن مجید کے اس ترجمہ میں جس پر عیسائی علماء نے اپنے طور کا حاشیہ لکھا اور پر بیٹر بین مشن پریس الہ آباد میں ۱۸۴۴ء کو چھاپا۔

ترجمہ آل عمران آیت ۵۳ کے حاشیہ صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے کہ زمانۂ اسلام سے آگے عیسائیوں میں باسیلیدی ایک فرقہ تھا جو خیال کرتے تھے کہ آپ مسیح آپ مصلوب نہ ہوا پر شمعون قرینی (جو صلیب اٹھا کر چل رہا تھا اس کے عوض پکڑا گیا اور مصلوب بھی ہوا پھر سرا نہ تھی اور کار پوک راتی اور دوسیتی تین فرقے تھے جو زمانۂ اسلام سے پیشتر یہی خیال رکھتے تھے انتہی و تم کلامہ (نوید

جاوید صـ۳۸۲) ۔
گناستی فرقہ کے عیسائیوں کا یہ قول تھا کہ دنیا مادہ سے پیدا ہوئی اور مادہ کے لیے شرارت اور معصیت ضرور ہے اور مسیح مادہ سے پیدا نہیں ہوا تھا اس لیے مصلوب نہیں ہو سکا کیونکہ اس کا جسم نہ تھا انتہیٰ چنانچہ تعلیم الایمان چھاپہ لدھیانہ ۱۸۶۹ء صفحہ ۲۳۶ میں لکھتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ایک فرقہ نے یہ گمان کیا کہ مسیح کا حقیقی جسم نہ تھا اور نہ وہ پیدا ہوا نہ اس نے دکھ اٹھایا پر اس کا جسم ایک مجازی طور پر تھا جیسا کہ فرشتے اکثر اوقات انسانیت کو اختیار کر لیتے تھے یا جیسا کہ روح کبوتر کی مانند اتری تھی چنانچہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی تعلیم کو اختیار کر کے اپنے تابعین کو تلقین کیا کہ مسیح خود نہیں مارا گیا انتہی اور دیکھو رومن تواریخ کلیسا چھاپہ مرزا پور ۱۸۵۶ء صفحہ ۹۶ دین حق کی تحقیق مصنفہ پادری اسمتھ صاحب وغیرہ مطبوعہ الٰہ آباد ارفن پریس ۱۸۶۶ء صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح کا احوال کہ کس طرح وہ ہنڈولے میں بولا مٹی کی چڑیاں بنائیں اور یہودیوں کو بندر بنایا اور یہ کہ وہ نہیں مارا گیا بلکہ دوسرا اس کے عوض مصلوب ہوا یہ باتیں اُس نے (یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے ناصریوں کے قصے سے نکالیں جن کو دو تین شخصوں نے مسیح کے پانچ یا چار سو برس بعد بنایا تھا انتہی، اور برناباس کی انجیل میں مسیح نے اپنی مصلوبی کا بطلان صاف بیان کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ دنیا ہی میں یہودا کی موت کے سبب میری تضحیک ہو جائے اور ہر شخص یہ گمان کرلے کہ میں صلیب پر کھینچا گیا پر یہ ساری ہتک اور ہنسائی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے تک رہے گی جب وہ دنیا میں آئے گا تو ہر ایک ایمان دار کو اس غلطی سے آگاہ کر دے گا اور یہ دھوکا لوگوں کے دل سے اٹھا دے گا انتہی ترجمہ قرآن شریف مصنفہ سیل صاحب صفحہ ۴۳ - انتہی دیکھو (نوید جاوید صـ۳۸۳) اور دیکھو دلیل ثانی عشر از کتاب الفارق صـ۲۸۹

پس ان عبارات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ اسلام سے پیشتر نصاریٰ کے متعدد فرقے اسی بات کے قائل تھے جو قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ۔

اسی بناء پر بہت سے محققین علماءِ نصاریٰ اس طرف گئے ہیں کہ عقیدۂ صلیب اور کفارہ اور الوہیت یہ سب پولوس کی اختراع ہے حواریین اور متقدمین نصاریٰ اس کے قائل نہ تھے دیکھو (الدلیل الحادی عشر من کتاب الفارق صـ۲۸۸)

شک اور اختلاف کے متعلق حضرت مسیح کی پیشین گوئی

انجیل مرقس و متی و لوقا و یوحنا اور ان کی تفاسیر میں یہ مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام جب حواریین کے ساتھ جبل زیتون کی طرف گئے تو شاگردوں سے یہ فرمایا ۔
کلکم تشکون بی فی ھذا اللیل (تم سب اس رات میرے بارہ میں شک کرو گے)

ناظرین غور فرمائیں کہ چاروں انجیلوں میں حضرت مسیح کا یہ لفظ کلمہ تشکون ہی قرآن کریم کے اس ارشاد وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ کے حرف بحرف اور لفظ بلفظ مطابق ہے دیکھو دلیل عاشر از کتاب الفارق ص۲۸۰ اور الجواب الفسیح لما لفقہ عبد المسیح ص۲۷ اور اجوبۂ فاخرہ از ص۷۹ تا ص۸۲

۴- وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

اور یہودیوں نے بالیقین حضرت عیسیٰ کو نہیں قتل کیا بلکہ یقینی بات یہ ہے کہ جس زندہ شخصیت کو وہ قتل کرکے اس کی حیات کو ختم کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ اور صحیح سالم اپنی طرف اٹھا لیا تاکہ قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہو جائے اس لیے کہ قتل وصلب تو جب ہی ممکن ہے کہ وہ جسم ان کے اندر موجود رہے اور جب خدا تعالیٰ نے اس جسم ہی کو اپنی طرف اٹھا لیا تو قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہوا معلوم ہوا کہ آیت میں رفع سے اسی جسم کا رفع مراد ہے جس کو قتل کرنا چاہتے تھے آیت میں نہ روح کا کوئی تذکرہ ہے اور نہ روح کے قتل وصلب کا کوئی مسئلہ ہے جس کی طرف رفعہ کی ضمیر راجع ہو سکے لفظ بَلْ کلام عرب میں اضراب اور ابطال کے لیے آتا ہے یعنی مضمون سابق کی نفی کرکے اس کے منافی اور مقابل مضمون کو ثابت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ رفع قتل کے جب ہی منافی ہو سکتا ہے جب رفع سے جسم کا زندہ اور صحیح سالم اٹھانا مراد لیا جائے ورنہ رفع روح یا رفع روحانی بمعنی بلندی رتبہ قتل کے منافی نہیں جو شخص بھی خدا کی راہ میں مارا جاتا ہے اس کا مرتبہ ضرور بلند ہوگا پس رفع کے معنی بلندی رتبہ کے لینا کسی طرح بھی قتل کے منافی نہیں اور لفظ بَلْ یہ بتلا رہا ہے کہ یہاں رفع سراسر قتل کے منافی ہے لہٰذا قطعاً ثابت ہو گیا کہ رَفَعَهُ میں رفع سے حضرت عیسیٰ کا جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے

نیز یہودی جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے اللہ نے اوّلاً جسم کے قتل اور صلب کی نفی فرمائی اور وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ فرمایا اور پھر اسی جسم کے لیے رفع ثابت فرمایا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ معلوم ہوا کہ جس جسم کا قتل اور صلب چاہتے تھے اسی جسم کو اللہ نے اپنی طرف صحیح سالم اٹھا لیا اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلب جسم ہی کا ہوتا ہے نہ کہ روح کا اس لیے کہ روح کا قتل اور صلب ناممکن ہے معلوم ہوا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں جسم ہی کا رفع مراد ہے۔

نیز رفع کے اصل معنی اٹھانے اور بلند کرنے اور اوپر لے جانے کے ہیں اس میں نہ جسم کی خصوصیت ہے اور نہ روح کی رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق کوئی جسمانی شئی ہوگی تو اس جگہ یقیناً رفع جسمانی مراد ہوگا کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اٹھایا ہم نے

تم پر کوہ طور اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ ہی نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستون کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ یاد کرو اس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسمٰعیل ان کی ساتھ تھے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر اٹھایا ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کا نام بلند کیا اور وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔

اس قسم کے مواضع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے اس لیے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے اور ایک حدیث میں ہے اذا تواضع العبد رفعه الله الی السماء السابعة رواه الخرائطی فی مکارم الاخلاق (بندہ جب اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان تک اٹھا لیتے ہیں) اس حدیث میں قرینہ کی بناء پر رفع معنوی مراد لیا گیا ہے اس لیے کہ ظاہر ہے کہ تواضع سے انسان جسمانی طور پر آسمان پر نہیں اٹھا لیا جاتا اور قرینہ کی بناء پر اگر کسی لفظ کے معنی مجازی ہی مراد لیے جائیں تو اس سے لازم نہیں آتا کہ جب کبھی یہ لفظ بولا جاتے گا تو معنی مجازی ہی مراد ہوں گے یہ تو بالکل ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ لفظ اسد کے معنی شیر کے نہیں بلکہ بہادر آدمی کے ہیں اور مثال میں یہ مقولہ پیش کرے رایت اسدًا یرمی (میں نے ایک شیر کو تیر چلاتے دیکھا) تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ لفظ اسد کے حقیقی معنی شیر کے نہیں اور یہ لفظ ہمیشہ بہادر ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اسی طرح اگر لفظ رفع کسی جگہ کسی قرینہ کی بناء پر رفع درجات کے معنی میں مستعمل ہو جاتے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ رفع کبھی رفع جسمانی کے لیے مستعمل نہیں ہوتا مزید تفصیل کے لیے اس ناچیز کا رسالہ (کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ) مطالعہ کریں۔

ایک شبہ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں خدا کی طرف اٹھانا مذکور ہے آسمان کا کوئی ذکر نہیں۔

ازالہ شبہ جواب یہ ہے کہ خدا کی طرف اٹھانے کے معنی ہی یہ ہیں آسمان کی طرف اس کو اٹھایا گیا اس لیے کہ خدا کے لیے بے چون وچگون فوقیت اور علو ثابت ہے۔

نیز خود مرزائے قادیان نے رفعہ اللہ کے معنی آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے کیے ہیں لکھتا ہے قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد اُن کی روح آسمان کی

طرف اٹھائی گئی (ازالۃ الاوہام ص ۲۶۴/۱۰۹ ط ۱/۲)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ رفع سے تو آسمان پر ہی اٹھایا جانا مراد ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر روح کا اٹھایا جانا مراد ہے یا جسم مع الروح کا اور ہم یہ پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں رفع جسم مراد ہے۔

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (یعنی پاک روحیں خدا کی طرف صعود کرتی ہیں اور عمل صالح ان کا رفع کرتا ہے) ازالہ ص ۴۴۰/۱۸۳ ط ۱/۲)

اس جگہ بھی مرزا صاحب نے پاک روحوں کے صعود سے آسمان ہی کی طرف جانا مراد لیا ہے

مرزائے قادیان کا ھذیان

مرزائے قادیان یہ کہتا ہے کہ رفع کے معنی عزت کے موت دینا ہے یا مرنے کے بعد روحانی طور پر بہشت میں داخل ہونا مراد ہے

جواب

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور بلند کرنے کے ہیں جیسا کہ تمام لغت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور "عزت کے موت" یہ رفع کے معنی نہیں یہ مرزا صاحب کی گھڑت ہے نیز احادیث میں نزول عیسیٰ علیہ السّلام کی خبر دی گئی ہے اور اس نزول کو بمقابلہ اُن کے مرفوع ہونے کے بیان کیا گیا ہے جیسا کہ سیاق احادیث سے ظاہر ہے پس جب دونوں لفظ اس حیثیت سے متقابل ٹھہرے تو یقیناً جو ایک لفظ کے معنی ہوں گے دوسرے لفظ میں اس کا مقابل مراد ہوگا پس اگر رفع سے مع الجسم آسمان پر اٹھایا جانا مراد لیا جائے تو نزول سے مع الجسم زمین پر اترنا مراد ہوگا جس میں نہ تقابل فوت ہوا اور نہ کوئی خرابی لازم آئی اور اگر بقول منکرین رفع جسمانی رفع سے عزت کی موت مراد لی جائے تو نزول سے بقرینۂ مقابلہ ذلت کے پیدائش مراد لینی چاہیئے پس معنی حدیث نزول کے یہ ہوں گے کہ معاذ اللہ پھر عیسیٰ علیہ السّلام ذلت کے ساتھ پیدا ہوں گے اور اگر یہاں یہ معنی مراد نہ لیے جائیں تو مقابلہ فوت ہو جائے گا پس ثابت ہوا کہ رفع سے عزت کی موت کے معنی مراد لینا صحیح نہیں نیز بعض روایات میں ینزل من السماء کا لفظ آیا ہے اور صحیح مسلم میں ہے فینزل بین مھرودتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین پس بقول منکرین نزول من السماء کی حدیث کے معنی یہ ہوں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے پیدا ہوں گے اور دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے اور دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے اول تو یہ مطلب مہمل ہے پھر افسوس کہ مدعی مسیحیت میں یہ صفت بھی نہیں پائی جاتی اور اپنے کو اس کا مصداق بنانا صریح جھوٹ ہے۔

(۵) وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

اس آیت کی تفسیر میں ہم دو قول نقل کر چکے ہیں جمہور کے نزدیک جو قول راجح ہے اس بناء پر اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے جو احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے اور تمام امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ اخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور جس طرح ان علامات قیامت پر ایمان لانا فرض ہے جو قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہیں اسی طرح نزول عیسیٰ پر بھی ایمان لانا فرض ہے اس لیے کہ نزول عیسیٰ علیہ السّلام بھی قرآن سے اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے انشاء اللہ تعالیٰ اگر حق تعالیٰ کی توفیق ہوئی تو مسئلہ نزول کے متعلق احادیث کو وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی تفسیر میں ہدیۂ ناظرین کریں گے وما توفیقی الا باللہ

ناچیز نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھ دیا ہے جس کا نام القول المحکم فی نزول سیدنا عیسیٰ بن مریم ناظرین اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں۔

نزول عیسیٰ علیہ السّلام کی حکمت

کتب سابقہ میں دو مسیح کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی تھی ایک مسیح ہدایت کی اور ایک مسیح ضلالت کی مسیح ہدایت کے مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں اور مسیح ضلالت کا مصداق دجّال اکبر ہے جو قوم یہود سے ہوگا اور بنی اسرائیل ان دو شخصیتوں کے منتظر تھے کہ کب ان کا ظہور ہوتا ہے جس وقت مسیح ہدایت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا تو یہود نے ان کو مسیح ضلالت سمجھا اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور اپنے زعم میں اُن کو قتل کر ڈالا اور نصاریٰ نے مسیح ہدایت کو مانا تو سہی مگر اُن کی تعظیم میں غلو کیا اور نبوت ورسالت کے مرتبہ سے بڑھا کر اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا مان لیا اخیر زمانہ میں جب مسیح دجال ظاہر ہوگا تو یہود اس کو مسیح ہدایت سمجھ کر اس کا اتباع کریں گے اس وقت مسیح ہدایت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے نازل ہوں گے تاکہ اہل کتاب کے دونوں گروہ یہود اور نصاریٰ کی غلطی واضح ہو جائے یہود پر تو یہ واضح ہو جائے کہ جس مسیح ہدایت کو تم نے اپنے زعم میں قتل کر دیا تھا وہ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور اب زندہ آسمان سے نازل ہو رہا ہے تاکہ مسیح ضلالت یعنی دجال کو قتل کرے اور تم جس مسیح کے قتل کے مدعی تھے تم اس کو قتل نہیں کر سکے تھے بلکہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اُس کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور اب وہ زندہ آسمان سے یہودیوں کے سردار مسیح دجال کے قتل کے لیے نازل ہو رہا ہے تاکہ یہود جب مسیح ہدایت کے ہاتھ سے مسیح ضلالت کا قتل دیکھیں تو اپنی گمراہی سے تائب ہو جائیں اور نصاریٰ پر یہ واضح ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السّلام اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق تھے معاذ اللہ خدا اور خدا کے بیٹے نہ تھے دیکھو الجواب الصحیح ص ۳۴۱ ج ۱ وص ۱۸۱ ج ۱ للحافظ ابن تیمیہ

و فتح الباری ص۳۵۷ ج ۶ - باب نزول عیسیٰ علیہ السّلام -

اور اس بارہ میں ناچیز کا مستقل رسالہ ہے جس کا نام لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ہے جو چھپ چکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

عقیدۂ قتل وصلب میں یہود ونصاریٰ کا فرق

یہود فخر کے ساتھ کہتے ہیں اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ اور اس قتل کو حضرت مسیح کے لیے موجب لعنت سمجھتے ہیں اور نصاریٰ یہود کی طرح قتل اور صلب کے تو قائل ہیں مگر اس قتل اور صلب کو کفارۃ الذنوب سمجھتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اصل قتل اور صلب ہی کی نفی فرما دی کہ سرے ہی سے نہ قتل ہوا اور نہ صلب تاکہ جب اصل واقعہ ہی کی تردید کردی جائے تو یہود ونصاریٰ کی یہ ذہنی اور خیالی تفریعات خود بخود ختم ہو جائیں گی اس لیے کہ قتل کو موجب لعنت سمجھنا یا موجب کفارہ سمجھنا یہ سب یہود و نصاریٰ کے ذہنی خیالات اور فکری اختراعات ہیں جو سب کے سب وقوع قتل وصلب پر موقوف ہیں پس جب اصل ہی کی نفی ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ قتل کا سارا قصہ محض ایک افسانہ ہے تو اُس فرضی افسانہ پر جو ذہنی تفریعات لگائی گئی ہیں وہ خود بخود ختم ہو جائینگی اس لیے کہ کاذب اور غلط پر جو تفریع قائم کی جائیگی وہ بھی کاذب اور غلط ہی ہو گی۔

قرآن کریم نے قتل وصلب کے بارہ میں تو یہود اور نصاریٰ دونوں ہی کی تردید کی مگر رفع الی السماء کے بارہ میں نصاریٰ کی تصدیق کی اور قتل وصلب کے نفی سے نصاریٰ کا مسئلہ کفارہ بھی ختم ہو گیا جس کا بہت سے علماء نصاریٰ کو بھی اقرار ہے کہ یہ مسئلۂ کفارہ پولوس کی ایجاد اور اختراع ہے اور بہت سے علماء یہود اس بات کے معترف ہیں کہ پولوس نے قتل وصلب کا مسئلہ علماء یہود کے حکم سے یہودیت کی حمایت میں اختراع کیا اور منافقانہ طور پہ اسکو دین نصاریٰ کا ایک بنیادی عقیدہ بنا دیا دیکھو عقیدۃ الاسلام از ص۱۶۱ تا ص۱۶۶۔

آیت نساء اور آیت آل عمران کے سیاق میں فرق

سورۂ نساء کی آیات کا سیاق اہل کتاب کی تردید میں ہے اس لیے ان آیات میں نہایت تاکید کے ساتھ قتل وصلب کی نفی کی گئی اور رفع الی السماء کو ثابت کیا اور حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر اہل کتاب کے ایمان لانے کو نہایت تاکید کے ساتھ بیان کیا بخلاف آل عمران کی آیتوں کے ان کا تمام سیاق حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تسلی کے لیے ہے سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی تسلی کے لیے توفی اور رفع اور تطہیر اور غلبۂ متبعین عیسیٰ وغیرہ وغیرہ کا ذکر فرمایا تاکہ یہود کے مکر وفریب سے قلب پر جو خوف وہراس تھا وہ یکلخت دور ہو جائے اور یہ تمام امور جب ہی باعث تسلی ہو سکتے ہیں

کہ جب عیسیٰ علیہ السّلام زندہ اور صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے جائیں اگر سورۂ آل عمران میں توفی سے وفات بمعنی موت مراد ہوتی تو اس سے حضرت عیسیٰ کی تو تسلی نہ ہوتی بلکہ یہود کو تسلی اور بشارت ہو جاتی کہ تم بے فکر رہو کہ قتل سے جو تمہارا مقصود ہے وہ ضرور حاصل ہو جائے گا دیکھو عقیدۃ الاسلام ص۱۶۹۔

پس آل عمران میں توفی کا ذکر حضرت عیسیٰ کی تسلی کے لیے ہے کہ اے عیسیٰ میں تم کو پورا پورا لے لوں گا۔

اور آیات نساء کا سیاق تسلی کے لیے نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کے قول کی تردید کے لیے اس لیے ہے کہ سورۂ نساء میں قتل اور صلب کی نفی کی اور رفع الی السماء کو ثابت کیا اور توفی سے کوئی تعرض نہ کیا نیز آل عمران میں حضرت عیسی کی تسلی کے لیے رفع الی السماء کا وعدہ فرمایا کما قال تعالیٰ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ اور سورۂ نساء میں سابق وعدۂ رفع الی السماء کے ایفاء کا ذکر ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کہ اللہ نے رفع کا وعدہ پورا کر دیا۔

اور سورۂ مائدہ کے اخیر میں فقط توفی کا ذکر فرمایا وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ اس لیے کہ سورۂ مائدہ میں بنی اسرائیل کے خلاف حضرت عیسیٰ کی شہادت کا ذکر ہے اس لیے وہاں فقط توفی کا ذکر فرمایا کہ توفی کے بعد کا حال مجھ کو معلوم نہیں کہ جس کی میں گواہی دے سکوں اور اس جگہ قتل اور صلب کی نفی کا کوئی ذکر نہیں فرمایا صرف توفی کا ذکر فرمایا کہ جو مانع شہادت تھی اس لیے سیاق شہادت میں صرف مانع شہادت کو ذکر فرمایا دیکھو عقیدۃ الاسلام ص۱۹۱۔

خلاصۂ کلام یہ کہ سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات میں امور ذیل کا بغیر کسی ابہام کے نہایت واضح الفاظ میں یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السّلام قتل اور صلب سے بالکلیہ محفوظ رہے اور اسی جسم عنصری کے ساتھ صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھائے گئے عہد صحابہ و تابعین سے لے کر چودہ صدی کے علماء مفسرین نے ان آیات کا یہی مطلب بیان کیا ہے جو ہم نے ہدیۂ ناظرین کیا ہے اس کے خلاف جو تفسیر ہے وہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے

تنبیہ اس مقام پر تین چیزیں ہیں اوّل حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا دشمنوں کے قتل اور صلب سے بالکلیہ محفوظ رہنا دوم مسیح علیہ السّلام کا زندہ مع جسم کے آسمان پر اٹھایا جانا سوم اُن کا دوبارہ دنیا میں آسمان سے نازل ہونا امر اول اور امر دوم کا نہایت صراحت اور وضاحت کے ساتھ آیات قرآنیہ میں بیان ہوا ہے اور امر سوم کا قرآن کریم کی متعدد آیات میں اجمالاً بیان ہوا ہے مگر احادیث صحیحہ اور صریحہ جو حد تواتر کو پہنچی ہیں ان میں حضرت عیسی بن مریم کا نزول اس درجہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ مذکور ہے کہ ان میں ذرہ برابر کسی تاویل اور تحریف کی گنجائش نہیں۔

www.ahlehaq.org

حیاتِ عیسیٰ ونزولِ عیسیٰ علیہ السّلام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے

جاننا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر قیامت کے قریب آسمان سے دنیا میں نازل ہونے کا عقیدہ تمام اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

اور صحابہ و تابعین کے وقت سے لے کر آج تک تمام علماء امت اس پر متفق چلے آئے ہیں اس اجماعی عقیدہ کا انکار سب سے پہلے سرسید علی گڈھی نے کیا اور پھر اس کی تقلید میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا اور وفات مسیح کو اپنی صداقت کا معیار قرار دیا۔

حالانکہ بفرض محال اگر تھوڑی دیر کے لیے حضرت مسیح کی وفات کو مان بھی لیا جائے تو اس سے مرزائے قادیان کی نبوت کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔

مان لو کہ ایک بادشاہ مرگیا اور اس کا تخت بھی خالی ہے اور بادشاہت کا سلسلہ بھی بند نہیں ہوا تو کیا اس سے کسی بھنگی یا چمار کی بادشاہت ثابت ہو سکتی ہے جس میں نہ کسی قسم کی قابلیت ہے اور نہ کوئی لیاقت بلکہ اس میں وہ تمام باتیں موجود ہیں جو منصب بادشاہی کے بالکل مباین اور مخالف ہیں

کس نیاید بزیر سایۂ بوم ❊ ور ہما از جہاں شود معدوم

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جب کسی مرزائی شخص سے بحث کا موقع آجائے تو یہ کہدے کہ حیات اور وفات کی بحث کو علماء پر چھوڑو مرزا صاحب میں اوصاف نبوت کو ثابت کرو خود مرزا کو اپنے مراق اور خرابی حافظ کا اقرار ہے کیا معاذ اللہ خبطی اور مراقی بھی نبی ہو سکتا ہے اور علماء اسلام نے کتابوں میں مرزا کے جھوٹ نقل کیے ہیں کیا جھوٹا بھی نبی ہو سکتا ہے۔

دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزائے قادیان کا یہی عقیدہ تھا چنانچہ مرزا صاحب اپنی الہامی کتاب میں لکھتے ہیں۔

اور جب مسیح علیہ السّلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا براہین احمدیہ ص۴۹۸ و ص۴۹۹ مصنفہ مرزا صاحب اور مرزائے قادیان لکھتا ہے اس بات پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عیسیٰ جب نازل ہوگا تو امت محمدیہ میں داخل ہوگا (ازالۃ الاوہام ص۵۶۹ ج۲ سطر ۶)

www.ahlehaq.org

إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ

ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو

وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ

اور نبیوں کو اس کے بعد اور وحی بھیجی ابراھیم کو

وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ

اور اسمعیل کو اور اسحٰق اور یعقوب کو اور اس کی اولاد کو

وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ

اور عیسیٰ کو اور ایوب کو اور یونس کو اور ہارون کو

وَسُلَيۡمَٰنَۚ وَءَاتَيۡنَا دَاوُۥدَ زَبُورٗا ﴿١٦٣﴾ وَ

اور سلیمان کو اور ہم نے دی داؤد کو زبور اور

رُسُلٗا قَدۡ قَصَصۡنَٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِن قَبۡلُ وَرُسُلٗا

کتنے رسول جن کا احوال سنایا ہم نے تجھ کو آگے اور کتنے رسول

لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكۡلِيمٗا ﴿١٦٤﴾

جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر

رُّسُلٗا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ

کتنے رسول خوشی اور ڈر سنانے والے تا نہ رہے لوگوں کو

عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا

اللہ پر الزام کی جگہ رسولوں کے بعد اور اللہ ہے زبردست حکمت

حَكِيمٗا ﴿١٦٥﴾ لَّٰكِنِ ٱللَّهُ يَشۡهَدُ بِمَآ أَنزَلَ إِلَيۡكَ

والا لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ کو نازل کیا کہ یہ

www.ahlehaq.org

أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ بس ہے

شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ

حق ظاہر کرنے والا جو لوگ منکر ہوئے اور انکے اللہ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ إِنَّ

راہ سے وہ دور پڑے ہیں بھول کر جو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

لوگ منکر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ إِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

اور نہ اُن کو ملاوے راہ مگر راہ دوزخ کی پڑے رہیں

فِيْهَآ أَبَدًا ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

اس میں ہمیشہ اور یہ اللہ پر آسان ہے

جواب از شبۂ اہلِ کتاب

قَالَ تَعَالٰى إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ .... الٰی ..... وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ہ
(ربط) گذشتہ رکوع میں اہل کتاب کی شناعتوں اور قباحتوں کو بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب کا وہ سوال جو يَسْـَٔلُكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ میں منقول ہوا وہ سراسر جہل اور عناد پر مبنی ہے جس کا اجمالی اور الزامی جواب تو فَقَدْ سَأَلُوْا مُوْسٰٓى أَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ کے ذریعہ دیدیا گیا اب اصل سوال کا تحقیقی اور تفصیلی جواب ارشاد فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب کا یہ کہنا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو حضرت موسٰی علیہ السّلام کی طرح آپ پر بھی دفعۃً کوئی کتاب آسمان سے نازل کی جائے یہود کا یہ سوال سراسر جاہلانہ اور معاندانہ ہے اس لیے کہ اثبات نبوت کے لیے یہ سوال کہ توریت کی طرح آپ پر کوئی کتاب دفعۃً نازل کی جائے محض لغو اور مہمل ہے

www.ahlehaq.org

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے نبی گذر چکے ہیں جن کی نبوت اہل کتاب کے نزدیک مسلّم ہے حالانکہ یہ حضرات کوئی آسمانی نوشتہ لے کر نہیں آئے تھے معلوم ہوا کہ نبوت کا ثبوت آسمانی نوشتہ کے نزول پر موقوف نہیں نبوت کی تصدیق کے لیے معجزہ کا صادر ہو جانا کافی ہے خواہ کوئی معجزہ ہو۔ ثبوت مدعا کے لیے یہ کافی ہے کہ کسی دلیل سے مدعا ثابت ہو جائے۔ خصم کو یہ اختیار نہیں کہ کسی خاص دلیل اور کسی خاص گواہ کا مطالبہ کرے اور نہ مستدل اور مدعی پر یہ ضروری ہے کہ خصم کی یہ خواہش پوری کرے خصوصًا جب کہ اثبات دعوی کے لیے متعدد دلائل پیش ہو چکے ہوں پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت صدہا دلائل نبوت یعنی سینکڑوں معجزوں سے ثابت ہو چکی تو بغیر اس کے کہ ان میں کوئی خرابی نکالی جائے ایک خاص معجزہ اور من مانی دلیل کی درخواست کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ صرف عناد اور جھگڑا مقصود ہے طلب حق مقصود نہیں چنانچہ فرماتے ہیں (اے نبی) تحقیق ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور اُن پیغمبروں کی طرف جو نوح کے بعد ہوئے اور جس طرح ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب میں جو نبی گذرے اور عیسی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی اور جس طرح ہم نے داوٗد کو بتدریج زبور دی یعنی جیسے ہم نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہم کو نبی بنایا ویسا ہی تم کو بھی نبی بنایا آپ کی نبوت اور اُن کی نبوت میں کوئی فرق نہیں لوگوں کو ان حضرات کی نبوت کا علم مختلف معجزات سے ہوا موسیٰ علیہ السّلام کی طرح پوری لکھی ہوئی کتاب یکدم ان میں سے کسی پر نازل نہیں ہوئی تمام نبیوں میں صرف موسیٰ علیہ السّلام ایک ایسے نبی گذرے ہیں جن کو ساری کتاب ایک دفعہ ملی تھی ان کے سوا جتنے پیغمبر ہیں ان پر حسب ضرورت وقتاً فوقتاً وحی نازل ہوتی رہی پس جس طرح وحی کا تھوڑا تھوڑا اترنا اور لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل نہ ہونا ان حضرات کی نبوت میں خلل انداز نہیں تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کیسے خلل انداز ہو سکتا ہے غرض یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجنے میں خدا تعالیٰ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرنے میں اختیار کیا اور حضرت داوٗد علیہ السّلام کو جو زبور عطا کی سو وہ بھی اسی کیفیت سے اتری ہے جس کیفیت سے قرآن اترا ہے یعنی زبور بتدریج نازل ہوئی اور علماء اہل کتاب زبور کو منزل من اللہ مانتے ہیں چونکہ مقصود ان آیات سے یہود کے اس شبہ کا جواب دینا ہے کہ تصدیق نبوت کے لیے یکدم لکھی ہوئی کتاب کا نازل ہونا ضروری نہیں اس لیے سلسلۂ کلام میں موسیٰ علیہ السّلام کا ذکر نہیں فرمایا اور کتنے ہی رسول جن کا حال اس سے پہلے ہم نے مکّی سورتوں میں آپ سے بیان کر چکے ہیں اور کتنے ہی رسول ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا ان سب کو اللہ نے پیغمبر بنایا

www.ahlehaq.org

اور حسب ضرورت تھوڑی تھوڑی وحی ان پر نازل کی مگر بلاواسطہ فرشتہ کے ان میں سے کسی سے بھی اللہ نے کلام نہیں کیا اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ فرشتہ کے کلام کیا یہ خاص اُن کی خصوصیت تھی تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ سوائے موسیٰ علیہ السّلام کے جن سے خدا نے بلاواسطہ فرشتہ کے کلام نہیں کیا وہ نبی نہ ہوں اسی طرح اگر کسی نبی کو موسیٰ علیہ السّلام کی طرح یکبارگی کتاب نہ ملے تو کیا اس کی نبوت میں کوئی خلل آجائے گا۔

تمام نبیوں پر وحی فرشتہ کے ذریعہ آئی ہے مگر موسیٰ علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا کی کہ خدا نے اُن سے پس پردہ کلام کیا اور فرشتہ کا واسطہ درمیان میں نہ رکھا یہ ان پر خدا تعالیٰ کی خاص عنایت تھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس میں یہ خصوصیت نہ پائی جائے وہ نبی ہی نہیں اسی طرح لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل ہونا موسیٰ علیہ السّلام کی خاص خصوصیت تھی نبوت کی شرط نہیں حق تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر نبی کو کسی خاص فضیلت اور کسی خاص معجزہ سے سرفراز فرماتے ہیں کسی میں کوئی فضیلت رکھی اور کسی میں کوئی موسیٰ علیہ السّلام کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام سنایا مگر اپنے دیدار سے محروم رکھا اور ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اپنے کلام سے اور اپنے دیدار پُر انوار سے مشرف فرمایا (ھذا کلہ توضیح کلام الامام الرازی فی التفسیر الکبیر ص ۳۵۴ ج ۳ وہو نفیس ولطیف جدا)

خلاصۂ کلام یہ کہ موسیٰ علیہ السّلام کی نبوت اس پر موقوف نہیں کہ ان پر لکھی ہوئی کتاب (توریت) یکدم نازل ہوئی تھی بلکہ اگر بالفرض ان پر کوئی نوشتۂ خداوندی بھی نازل نہ ہوتا تو اُن کا صاحب وحی اور صاحب کلام الٰہی اور صاحب معجزات ہونا یہ اُن کے دعوائے نبوت کی تصدیق کے لیے کافی تھا نیز موسیٰ علیہ السّلام کا یہ فرمانا کہ توریت کتاب الٰہی ہے یہ موسیٰ علیہ السّلام کا ایک دعویٰ ہے اس کی تصدیق خود ان کی تصدیق نبوت پر موقوف ہے پس ثابت ہو گیا کہ یہود کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح لکھی کتاب یکدم آپ پر بھی نازل ہونی چاہئیے بالکل مہمل اور لایعنی ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول اس لیے بھیجے ہیں تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام رکھنے کی کوئی جگہ نہ رہے یعنی رسولوں کے بھیجنے سے ہماری محض یہ غرض ہے کہ لوگوں کو احکام خداوندی سے آگاہ کریں اور فرمانبرداروں کو انعام خداوندی کی خوشخبری سنائیں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈرائیں تاکہ قیامت کے دن لوگ خدا کے سامنے یہ عذر نہ کر سکیں کہ ہمیں آپ کے احکام اور مرضی، نامرضی کا علم نہ تھا اگر ہمارے پاس آپ کے پیغمبر آتے تو ہم ضرور ان کا حکم مانتے کما قال تعالیٰ لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ آیت بھی یہود

کے اسی سابق سؤال کا دوسرا جواب ہے اور مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام کے بھیجنے سے مقصود فرمانبرداروں کو بشارت دینا اور نافرمانوں کو ڈرانا ہے خواہ ایک دم کتاب نازل کی جائے یا پارہ پارہ کرکے نازل کی جائے مقصود ہر حال میں حاصل ہے بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں فائدہ زیادہ ہے اس لیے کہ انسان یکبارگی تمام احکام نازل ہونے سے گھبراتا ہے اور تھوڑے تھوڑے احکام پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے پس یکدم کتاب نازل کرنے کی درخواست کرنا سراسر لغو اور بیجا ہے اور ہے اللہ غالب اور حکمت والا اُسے یکدم کتاب کا نازل کرنا دشوار نہیں لیکن اس کی حکمت اس امر کو مقتضی ہوئی کہ یہود کی اس معاندانہ اور مہمل درخواست کو پورا نہ کیا جائے اور نہایت حکیمانہ طریق سے اس شبہ کا قلع قمع کر دیا جائے

خلاصۂ کلام[1]

حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق وغیرہم کی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں یہود اپنے عناد اور ہٹ دھرمی سے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت نہ دیں تو نہ دیں لیکن واقع میں آپ اللہ کے سچے نبی ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے آپ کی نبوت و رسالت کی بذریعہ اس کتاب کے جو اس نے آپ کی طرف اتاری یعنی یہ قرآن آپ کی نبوت کی گواہی دیتا ہے اس لیے کہ اس کا اعجاز اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ نے اس قرآن کو اپنے خاص علم کے ساتھ اتارا ہے جو علوم اور معارف اس کتاب میں ودیعت رکھے ہیں وہ کسی کتاب میں نہیں اس کے علوم و معارف ادراکِ بشری سے کہیں بالا اور برتر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کے عجائب و غرائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے یہ قرآن منبع ہدایت ہے جس قدر ہدایت لوگوں کو قرآن سے ہوئی وہ اور کسی کتاب سے نہیں ہوئی اور فرشتے بھی آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہیں جنگ بدر اور جنگ حنین اور دیگر مواضع میں بحکم خداوندی فرشتے آپ کی تائید کے لیے نازل ہوتے اور بالفرض کوئی بھی آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے تو خدا تعالیٰ آپ کی نبوت و رسالت کا کافی گواہ ہے اللہ کی گواہی کے بعد کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں مطلب یہ ہے کہ یہود باوجود شبہ رفع ہو جانے کے پھر بھی آپ کی نبوت کی

---

[1] خلاصۂ کلام سے جو عبارت ہے وہ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَشْہَدُ کے استدراک کی توضیح و تشریح کے لیے ہے کما قال الامام الرازیؒ وغیرہ لما انزل انا اوحینا الیک قالوا نحن لا نشہد لک بذلک لکن اللہ یشہد الخ (تفسیر کبیر ص ۳۵۵ ج ۳ والبحر المحیط ص ۳۹۹ ج ۳) وقال شیخ الاسلام ابو السعود ھو استدراک عما یفہم مما قبلہ کانہم لما تعنتوا علیہ بما سبق من السؤال واحتج علیہم بقولہ انا اوحینا الیک الخ قیل انہم لا یشہدون بذلک لکن یشہد بما انزل الیک۔

شہادت نہ دیں تو پرواہ نہ کیجئے خدا تعالیٰ آپ کی نبوت کی شہادت دیتا ہے اور خدا کی شہادت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو دلائل نبوت یعنی معجزات عطا کیے اور یہ کتاب مستطاب یعنی قرآن آپ پر اتارا جس کا اعجاز اور اس کی بے نظیر فصاحت و بلاغت اور اس کا اخبار غیبیہ پر مشتمل ہونا اس امر کی کافی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور وہ آپ کے نبی ہونے کی شہادت دیتا ہے بے شک جن لوگوں نے شبہ دور ہو جانے کے بعد بھی آپ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کی بشارتوں اور صفتوں کو چھپایا اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکا یقیناً وہ راہ راست سے بہت دور جا پڑے تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور حق کو دبایا اور حق قبول کرنے والوں کو ستایا تو نہیں ہے خدا تعالیٰ ایسا کہ ایسوں کو معاف کر دے اور نہ وہ ایسا ہے کہ ان کو کوئی راہ دکھاوے یا چلا دے مگر جہنم کی راہ انہیں سیدھا جہنم میں پہنچائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کسی وقت بھی کوئی راہ اس سے نکلنے کی نہ ہوگی یہود اس خیال خام میں نہ رہیں کہ چند روز کے بعد جہنم سے باہر آجائیں گے اور یہ امر اللہ پر بہت ہی آسان ہے یعنی اہل عناد کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دینا اللہ پر آسان ہے اس امر کے لیے اسے کسی سامان اور اہتمام کی ضرورت نہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ

اے لوگو تم پاس رسول آچکا ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مانو

فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي

کہ بھلا ہو تمہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا ہے جو کچھ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

آسمان اور زمین میں اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمت والا

خطاب عام برائے قبول دعوت حق

قَالَ تَعَالَىٰ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ... الی..... وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

(ربط) نبوت محمدیہ کے متعلق یہود کے تمام شکوک اور شبہات کا کافی اور شافی جواب دینے کے بعد تمام

بنی آدم کو حق کی دعوت دیتے ہیں کہ دین محمدی میں داخل ہو جاؤ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں اللہ کی طرف سے حق کو لیکر آئے ہیں اسکو قبول کر واسی میں تمہاری بھلائی اور بہتری ہے اور اگر نہیں قبول کرتے تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں وہ آسمان وزمین کا مالک ہے تمام فرشتے اور شجر وحجر سب اسکی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اُسے تمہاری تسبیح وتحمید کی کوئی حاجت نہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے اللہ کے سچے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دین حق لے کر آچکے ہیں جس سے مقصود تمہاری تربیت ہے اور حق تو جس طرح بھی پہنچے اس کے قبول میں تامل نہ کرنا چاہیئے تھوڑا تھوڑا اور چاہے یکدم اور پھر مزید برآں یہ کہ وہ رسول برحق۔ حق اور صداقت کو لے کر خود تمہارے پاس پہنچ گیا چاہیئے تو یہ تھا کہ تم خود حق کی تلاش میں نکلتے لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ پیغمبر خدا تو حق لے کر تمہارے پاس پہنچ گیا اور تم ہو کہ اس میں خدشے نکال رہے ہو کہ یہ دین حق تھوڑا تھوڑا ہو کر کیوں نازل ہو رہا ہے یکدم کتابی شکل میں کیوں نازل نہیں ہو جاتا پس عقل اور دانائی کا مقتضی یہ ہے کہ اس حق اور اس رسول برحق پر تم فوراً ایمان لے آؤ ایمان لانا ہی تمہارے لیے بہتر ہوگا اور اگر آپ کی نبوت ورسالت کو نہیں مانو گے تو اللہ کو تمہارے ایمان کی کوئی حاجت نہیں تحقیق اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ایمان لانے میں تمہارا ہی نفع ہے اُس کا کوئی فائدہ نہیں اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا اسے تمہارے ایمان اور کفر کی سب خبر ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا

اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت بولو

عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ‌ ؕ اِنَّمَا الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ

اللہ کے حق میں مگر بات تحقیق مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا

مَرۡيَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ‌ ۚ اَلۡقٰٮهَاۤ اِلٰى مَرۡيَمَ وَ

رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام جو ڈال دیا مریم کی طرف اور

رُوۡحٌ مِّنۡهُ‌ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ‌ ۚ وَلَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَةٌ‌

روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور مت بتاؤ اسکو تین

اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ

یہ بات چھوڑو کہ بھلا ہو تمہارا اللہ جو ہے سو ایک معبود ہے اس لائق نہیں

اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

کہ اس کی اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے

الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ ع ۲۳ ۳

اور اللہ بس ہے کام بنانے والا مسیح ہرگز برا نہ

الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ

مانے اس سے کہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتے

الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ

نزدیک والے اور جو کوئی کنیاوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿١٧٢﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سو وہ جمع کرے ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ ایمان

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ

لاتے ہیں اور عمل کیے نیک سو ان کو پورا دے گا ان کا ثواب اور بڑھتی دے گا

فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا

اپنے فضل سے اور جو کنیائے اور تکبر کیا سو ان کو مارے گا

فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ڏ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ

دکھ کی مار اور نہ پاویں گے اپنے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

واسطے اللہ کے سوائے کوئی حمایتی اور نہ مددگار اے لوگو

www.ahlehaq.org

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ

تم پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اتاری ہم نے

نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا

تم پر روشنی واضح سو جو یقین لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط

بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّ

پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر میں اور فضل میں اور

يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ؕ

پہنچا دے گا اپنی طرف سیدھی راہ

خطاب خاص باہل کتاب باعتاب نصیحت مآب

قال تعالیٰ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ..... الیٰ .... صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

(ربط) گزشتہ آیات میں یہود کے شبہات اور معاندانہ سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے اور ان کے قبائح وفضائح سب کے سامنے کھول دیئے جنہیں وہ چھپاتے تھے پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوگئی تو اس کے بعد ایک خطاب عام فرمایا اور تمام بنی آدم کو دین حق اور رسالت محمدیہ کی تصدیق کی دعوت دی اب خطاب عام کے بعد پھر اہل کتاب کو خطاب خاص فرماتے ہیں اور گو عنوان عام ہے مگر اصل مقصود بالخطاب نصاریٰ ہیں جس میں ان کو اس کی نصیحت ہے کہ اپنے عقائد فاسدہ سے باز آکر خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اگر انحراف کریں گے تو انہیں بہت سخت عذاب ہوگا اور چونکہ ان کے عقائد فاسدہ کا اصل سبب یہ تھا کہ اُن کی طبیعت میں غلو یعنی مبالغہ پسندی تھی جس کے معتقد ہوئے اس کو حد سے بڑھا دیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ورسالت سے بڑھا کر الوہیت کا درجہ دے دیا اس لیے حق تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی غلو اور مبالغہ کے ترک کا حکم دیا جو ان کی گمراہی کا اصل سبب تھا اور خاص طور پر اہل کتاب کو مخاطب بنایا کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو کیونکہ یہ ایسی پاکیزہ اور عمدہ بات ہے کہ کسی کو اس کے تسلیم کرنے میں تردد نہیں ہو سکتا اور یہی بلاغت کا کمال ہے اور اسی کو حسن استدلال کہتے ہیں کہ اولاً ایک مقدمہ مسلمہ پیش کر دیا جائے تاکہ مخاطب اس کا انکار

نہ کر سکے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے اہل کتاب اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو یعنی حد سے آگے نہ بڑھو اور حد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہ کرو اور اللہ کی نسبت سوائے حق کے کوئی لفظ نہ کہو تمہارا حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنا خدا تعالیٰ کی تنقیص ہے اور خدا کے ذمہ جھوٹ لگانا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو اپنا بیٹا بنایا ہے اہل کتاب کے دو گروہ تھے ایک یہود اور ایک نصاریٰ یہود نے حضرت مسیح کی تنقیص کی اور اُن کی شان کو گھٹایا اور اُن کے قتل کے درپے ہوئے اور ان کی والدہ مطہرہ کو متہم کیا غرض یہ کہ یہود حضرت عیسیٰؑ کی تحقیر میں حد سے گذر گئے اور نصاریٰ اُن کی تعظیم میں حد سے گذر گئے اور اُن کی تعظیم میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا اس آیت میں اہل کتاب سے خاص طور پر نصاریٰ مراد ہیں گزشتہ رکوع میں یہود کی غلطی بیان فرمائی اب اس کے بعد خاص طور پر نصاریٰ کو نصیحت فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق غلط عقیدہ نہ رکھیں اور نصاریٰ کے اکثر فرقے خدا کی ذات میں باامتیاز حقیقی تین اقنوم کے قائل ہوئے اور اس کا نام تثلیث رکھا اور پھر تماشہ یہ کہ یہ کہا کہ تین ایک ہیں اور ایک تین میں ہے اور یہ نصاریٰ کا بنیادی عقیدہ ہے اور نجات کی سیڑھی ہے اور اس کو وہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے نام سے موسوم کرتے ہیں نصاریٰ کے کل چار فرقے تھے یعقوبیہ، ملکانیہ، نسطوریہ، مرقوسیہ ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ مسیح کو خدا کہتے تھے اور نسطوریہ خدا کا بیٹا اور مرقوسیہ ان کو تین کا تیسرا قرار دیتے تھے یعنی اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا تین اقنوم ہیں یعنی خدا باپ اور بیٹے اور روح القدس سے مرکب ہے ان میں سے ایک اقنوم عیسیٰ ہے تو عیسیٰ تین خدا میں سے ایک خدا ہے گویا کہ عیسائی مذہب میں الوہیت کے تین رکن ہیں جن سے خدائی قائم ہے۔

حق جل شانہٗ نے اس آیت میں ان چاروں فرقوں کی تردید فرمائی ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے اہل کتاب دین میں غلو اور مبالغہ نہ کرو یعنی حد سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں دین میں نہیں ہیں اُن کو اپنی طرف سے دین میں نہ داخل کرو اپنی طرف سے دین میں کسی بات کو داخل کرنا درحقیقت اللہ پر جھوٹ بولنا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے حالانکہ اللہ نے اس کا حکم نہیں دیا لفظ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ سے گمراہی کا مبداء اور منشا بیان فرمایا کہ ہر گمراہی کا اصل سبب دین میں غلو اور مبالغہ ہے اور لفظ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ سے گمراہی کا منتہی اور اس کا انجام بیان فرمایا کہ غلو اور مبالغہ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دین میں وہ باتیں داخل ہو جاتی ہیں جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور بغیر حکم خداوندی کسی چیز کو دین کہنا اور موجب ثواب وعقاب بتانا یہ اللہ پر جھوٹ بولنے کے مرادف ہے وقال تعالےٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے

نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے خدا تعالیٰ شرکت اور حلول سب سے پاک اور منزہ ہے خدا نے ہرگز نہیں کہا کہ مسیح میرا بیٹا ہے جز این نیست کہ مسیح یعنی عیسیٰ بن مریم خدا کے پیغمبر ہیں وہ خدا کے بیٹے نہیں بلکہ وہ مریم کے بیٹے ہیں اور ظاہر ہے کہ عورت کا مولود معبود اور معبود کا بیٹا نہیں ہوسکتا حضرت عیسیٰ صرف پیغمبر خدا ہیں خدا سے انکا کوئی نسب اور رشتہ نہیں اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اللہ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں مسیح کو خدا کا کلمہ اس لیے کہا کہ وہ محض کلمۂ کن سے پیدا ہوئے ان کی پیدائش عام لوگوں کی طرح کسی مادہ منویہ سے نہیں ہوئی اور چونکہ اُن کی ولادت، روح الامین کے نفخۂ روحانیہ سے ہوئی اور روحانیت ان پر خاص طور پر غالب تھی اس لیے اُن کو روحٌ مِّنۡهُ فرمایا۔

اس جگہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسٰی کے چار وصف بیان فرمائے

پہلا وصف یہ ہے کہ وہ ابن مریم ہیں یعنی بحکم خداوندی بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں معاذ اللہ حرام فعل کی بناء پر نہیں جیساکہ یہود کہتے ہیں اور معاذ اللہ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے جیساکہ نصاریٰ کہتے ہیں ۔

دوسرا وصف رسول اللہ ہے یعنی وہ خدا کے رسول تھے اس میں یہود کا بھی رد ہے اور نصاریٰ کا بھی یہود اُن کو خدا کا رسول نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ اُن کو جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے اور نصاریٰ اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے کہ خدا نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا اور انسانی صورت میں ظاہر ہوا جیساکہ ہنود اپنے اوتاروں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں لفظ رسول اللہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کا رد فرمایا

تیسرا وصف یہ کہ وہ اللہ کا کلمہ تھے یعنی صرف کلمۂ کن سے بلا توسط اسباب پیدا ہوئے اگرچہ تمام لوگوں کی خلقت اللہ ہی کے کلمہ سے ہوتی ہے مگر چونکہ بظاہر اور لوگوں میں کچھ اسباب ظاہری کا بھی لگاؤ ہوتا ہے اور حضرت مسیح کی ولادت میں یہ بھی نہ تھا اس لیے ان پر کلمۃ اللہ کا اطلاق زیادہ موزوں ہوا اس صفت میں اشارہ اس طرف تھا کہ دشمن آپ کے قتل پر قادر نہ ہوں گے اس لیے کہ کوئی شخص اللہ کے کلمہ کو پست نہیں کرسکتا اللہ کا کلمہ اوپر ہی کو چڑھے گا کما قال تعالیٰ اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ ۔

چوتھا وصف رُوۡحٌ مِّنۡهُ ہے یعنی حضرت عیسٰی اللہ کی طرف سے ایک پاکیزہ اور لطیف روح ہیں جو روح الامین کے پھونک مارنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے صورت آپ کی اگرچہ بشری ہے مگر فطرت اور اندرونی حقیقت ملکی اور جبریلی ہے

رستہ از جملہ ہوا و قال و قیل ٭ نقش آدم لیک معنی جبرئیل

اور عجب نہیں کہ اسی بنا پر آپ کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہو کہ جس طرح کلمہ کے الفاظ اور حروف میں ایک لطیف معنی مستور ہوتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح کی صورت بشریہ میں ایک نہایت لطیف شئی یعنی حقیقت ملکیہ اور معنیٔ جبرئیلی مستور اور مخفی تھے

فرو ہشتہ بر عارض دلفریب ٭ نقابیست ہر سطر من زیں کتیب

چو در پردہ معشوق و در میغ ماہ ٭ معانی است در زیر حرف سیاہ

اور اس وصف میں اشارہ اس طرف تھا کہ جب آپ کی فطرت ملکی اور روحانی ہے تو ملائکہ اور روحانیین کی طرح آپ کے لیے عمر بھر میں ایک مرتبہ عروج الی السماء اور نزول ضرور پیش آئے گا۔ کما قال تعالیٰ۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فرشتے اور روح جبرئیل آسمان پر جاتے ہیں

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فرشتے اور روح (جبرئیل) آسمان سے اترتے ہیں

پس جس طرح روح الامین کے لیے عُروج اور نزول ثابت ہے اسی طرح جناب مسیح علیہ السلام جو خدا کی ایک خاص روح ہیں اور روح الامین کے پھونک مارنے سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اُن کے لیے بھی ضرور عروج الی السماء اور نزول الی الارض ہوگا اور چونکہ حضرت مسیح کو سراپا روح قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ سراپا من جانب اللہ ایک روح ہیں اور یہ نہیں کہا گیا فیہ روح (یعنی اس میں روح ہے) اس لیے یہود اُن کے قتل پر قادر نہ ہوئے اس لیے کہ قتل جسم کا ممکن ہے روح کا قتل ممکن نہیں پس جس کو خدا تعالیٰ روحٌ منہ کہے اُسے کون قتل کر سکتا ہے۔

اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو روحٌ منہ فرمایا اور روح کا خاصہ یہ ہے کہ جس شئی سے روح کا اتصال ہو جاتا ہے وہ شئی زندہ ہو جاتی ہے اس لیے آپ کو احیاء موتےٰ کا معجزہ عطا کیا گیا حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پھیرنے پر مردہ زندہ ہو جاتا تھا اس لیے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کی خاص روح تھے جس سے خدا کی یہ روح ملتی وہ شئی باذن اللہ زندہ ہو جاتی۔

خلاصہ کلام یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ اور رسول برحق تھے اور ان صفات فاضلہ مذکورہ کے ساتھ موصوف تھے معاذ اللہ خدا اور خدا کا بیٹا نہ تھے پس اے اہل کتاب تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر صحیح ایمان لاؤ کہ اللہ ایک ہے نہ اس کے بیوی ہے اور نہ اولاد ہے اور حضرت عیسیٰ اللہ کے رسول ہیں اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں یعنی یہ خیال نہ کرو کہ خدائی تین چیزوں کا مجموعہ ہے جیسا کہ بعض نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ خدا تین ہیں باپ، بیٹا، روح القدس اور انہی تین چیزوں کو نصاریٰ اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں پس اے اہل کتاب تم باز آجاؤ تین خدا کہنے سے یعنی

تثلیث اور اتحاد اور حلول کے عقیدہ سے توبہ کرو یہی تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں بہتر ہوگا کیونکہ جز این نیست کہ اللہ ہی تمہارا ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی دوسرا اور تیسرا معبود نہیں اور جو شخص تین خدا کا قائل ہے وہ توحید کا منکر ہے اور وہ نادان الوہیت میں جمہوریت کا قائل ہے اور توحید کا قائل ہو جانا اور تثلیث سے باز آجانا اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے دنیا کی بہتری تو یہ ہے کہ لوگ تم کو بے عقل نہ کہیں گے اور آخرت کا فائدہ یہ ہے کہ عذاب سے نجات پاؤ گے۔

عقیدۂ تثلیث کے ابطال کے بعد عقیدۂ ابنیت کو باطل فرماتے ہیں اللہ منزہ ہے اس سے کہ اس کے لیے کوئی فرزند ہو کیونکہ ولد- والد کا جزء ہوتا ہے اور باپ سے حادث (پیدا) ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ تجزی اور حدوث سے پاک ہے نیز ولادت خلاصہ حیوان کا ہے جس سے خدا تعالیٰ منزہ ہے نیز جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسکی ملک ہے جنمیں حضرت عیسیٰؑ بھی داخل ہیں اور غلام کی طرح بیٹا باپ کا مملوک نہیں نیز بیٹا باپ کے مماثل اور مشابہ ہوتا ہے اور خدا کا کوئی مثل نہیں نیز باپ ایک درجہ میں اولاد کا محتاج ہوتا ہے اس لیے کہ اولاد اس لیے ہوتی ہے کہ زندگی میں باپ کی مددگار ہو اور مرنے کے بعد باپ کے قائم مقام ہو اور اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک اور منزہ ہے اور اللہ کافی کارساز ہے اسے اپنی کارسازی میں اولاد کی امداد کی حاجت نہیں پس وہ جب اپنی تدبیر اور کارسازی میں اکیلا کافی ہے تو دوسرے اور تیسرے معبود ماننے کی کیا ضرورت اور بے ضرورت اور فالتو چیز کو معبود بنانا اور خدائی میں اس کو شریک سمجھانا بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے۔

نصاریٰ کا ایک شبہ اور اسکا جواب

الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح کے باطل کرنے کے بعد نصاریٰ کے ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ ہم تو دین میں غلو نہیں کرتے لیکن اے مسلمانو تم حضرت عیسیٰ کی تنقیص کرتے ہو کہ اُن کو تم خدا کا بندہ بتاتے ہو حالانکہ اُن سے خدائی افعال سرزد ہوتے تھے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مادر زاد اندھوں کو اچھا کرتے تھے ایسی برگزیدہ ذات کو خدا کا بندہ کہنا یہ ان کی تنقیص اور تحقیر ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح بن مریم ہرگز اللہ کا بندہ ہونے سے عار نہیں کرتے بلکہ وہ خدا کی بندگی کو اعلےٰ درجہ کی عزت اور رفعت سمجھتے تھے تم خود مقر ہو کہ حضرت مسیح رات بھر زیتون کی پہاڑی پر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ ذوق و شوق کے ساتھ خدا کی عبادت وہی کرے گا جو خدا کا بندہ ہونے پر فخر کرے گا معبود کسی کی عبادت نہیں کیا کرتا اور نہ مقرب فرشتے خدا کی بندگی سے عار کرتے ہیں حالانکہ فرشتے نورانیت اور روحانیت میں حضرت مسیح سے بڑھے ہوئے ہیں فرشتے بغیر ماں باپ کے محض نور سے بلا اسباب ظاہری کے محض کلمہ کن سے پیدا ہوئے اور ظہور خوارق اور عالم غیب کے علم و ادراک میں اور آسمان و زمین کے عروج و نزول میں حضرت مسیح سے بڑھ کر ہیں فرشتوں کا اصل مسکن آسمان ہے اور حضرت

مسیح اصل باشندہ زمین کے ہیں جو بہ نسبت آسمانوں کے بہت پست ہے مگر باایں ہمہ فرشتے خدا اور خدا کے بیٹے نہیں دن رات اللہ کی تسبیح و تحمید و تہلیل و تمجید میں لگے رہتے ہیں

نجران کے عیسائیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد آپ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا رتبہ گھٹاتے ہیں کہ آپ اُن کو خدا کا بندہ بتلاتے ہیں اس سے توان کی کسرشان ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ عیسےٰؑ کو خود خدا کا بندہ بننے سے عار نہیں ہے اور یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ مسیح کو خدا کا بندہ بننے سے عار ہے اور نہ ملائکہ مقربین کو اس سے عار ہے یہ تمہاری اور مشرکوں کی حماقت اور نادانی ہے کہ تم مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہو اور مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں خدا کا بندہ بننا کسی طرح بھی موجب عار نہیں بلکہ موجب صد فخر اور باعث صد شکر ہے اور حضرت مسیح اور ملائکہ مقربین کو یہ خوب معلوم ہے کہ جو شخص اللہ کی بندگی سے عار کرے اور تکبر کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حساب کے لیے مستنکفین اور غیر مستنکفین سب کو جمع کرے گا جس دن سوائے بندگی کے کوئی چیز نفع نہ دے گی پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیئے اور اس کی عبودیت اور عبادت سے استنکاف اور استکبار نہیں کیا پس اللہ ایسے لوگوں کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور بلکہ انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا یعنی جس قدر ثواب کے وہ مستحق ہیں وہ اس سے زیادہ دے گا اور جن لوگوں نے اس کی بندگی کو موجب عار سمجھا اور تکبر کیا سوان کو دردناک عذاب دے گا جو خدا کی بندگی سے عار کرنے والوں کی ذلت و رسوائی کا ذریعہ ہوگا اور نہ پاویں گے یہ لوگ اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار جو ان کو ذلت سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

خاتمۂ کلام بر خطاب عام

جس طرح یہود کے خطاب کے بعد عام لوگوں کو مخاطب بنایا اسی طرح اب نصاریٰ کے خطاب خاص کے بعد عام لوگوں سے خطاب فرماتے ہیں اے لوگو! تحقیق آچکی تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک روشن دلیل یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات[۱]

آفتاب آمد دلیل آفتاب ٭ گر دلیلے باید از وے رومتاب

اور اتارا ہم نے آپ کی طرف ایک واضح روشنی کو تاکہ تم کو حق اور باطل کا فرق نظر آتے پس لوگوں پر اللہ کی حجت قائم ہوگئی اور کسی کے لیے حق قبول نہ کرنے میں کوئی عذر باقی نہیں

[۱] یعنی برہان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات مراد ہے جیسا کہ سفیان ثوریؒ سے منقول ہے (تفسیر قرطبی ص ۲۷ ج ۶)

رہا پس جو لوگ ایمان لائے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر اور اس کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خدا کی برہان اور اس کے نور مبین کو اپنے لیے مشعل راہ بنایا سو اللہ اُن کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریگا رحمت سے مراد جنت اور ثواب عظیم ہے اور فضل سے وہ نعمت مراد ہے کہ جو وہم وگمان سے کہیں زائد ہو اور اُن کو سیدھے راستہ پر چلا کر اپنے تک پہنچا دے گا خدا تعالیٰ کی عطا کردہ برہان اور اس کے نازل کردہ نور مبین ہی کی روشنی میں آخرت کی راہ طے ہوسکتی ہے۔

اِبطالِ اُلوہیتِ عیسیٰ علیہ السلام

تمام تاریخوں اور ناقابل تردید روایتوں اور انجیل کی بے شمار آیتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن آدم اور انسان مجسم تھے حضرت مریمؑ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اُن کا جسم انسانوں ہی کا سا تھا انسانوں کی طرح اعضاء رکھتے تھے انسانوں ہی کی طرح کھانے پینے کے محتاج تھے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے سوتے اور جاگتے تھے چلتے اور پھرتے تھے غرض یہ کہ انسانیت کے تمام لوازم ان میں موجود تھے پس ایسے وجود کو کیسے خدا مان لیا جائے اور کس طرح اس کے لیے خدائی صفات ثابت کر دی جائیں۔

(۱) خدا تو اس ذات پاک کا نام ہے کہ جو خود بخود موجود ہو اور تمام صفات کمال وجلال کے ساتھ متصف ہو اور تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہو قادر مطلق ہو عاجز نہ ہو۔

اے نصاریٰ بے چارے خدا را یہ تو بتلاؤ کہ کیا خدا کو بھی مجبوری لاحق ہوسکتی ہے اور کیا سولی پر چلا کر دم دے دینا خدا کی شان کے شایان ہے انجیل لوقا باب ہشتم آیت ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ میں ہے۔

"پھر ایک دن ایسا ہوا کہ وہ (مسیح) اور اس کے شاگرد کشتی پر چڑھے اور اس نے ان سے کہا کہ آؤ جھیل کے پار چلیں پس وہ روانہ ہوئے مگر جب کشتی چلی جاتی تھی تو وہ سو گیا اور جھیل پر بڑی آندھی آئی اور کشتی پانی سے بھری جاتی تھی اور وہ خطرے میں تھے انہوں نے پاس آکر اُسے جگایا اور کہا کہ صاحب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں"

(۲) پس مسیح اگر خدا ہوتا تو اس قدر بے خبر نہیں ہوسکتا اور نہ اس پر نیند طاری ہوسکتی تھی۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ	اللہ وہ ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایسا زندہ ہے جس پر موت نہیں وارد ہوسکتی وہ تمام کائنات کے وجود کو

(سورۂ بقرہ) قائم رکھنے والا اور تھامنے والا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔

سب کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کو بشری عوارض لاحق تھے اور کوئی خدائی صفت ان میں موجود نہ تھی پس کس طرح اُن کو ازلی اور ابدی اور غیر مخلوق اور خدا تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو باوجود صاحب جسم و صاحب لحم و دم ہونے کے خدا اور خالق عالم ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ رب معبود کا کچھ حصہ تو قدیم اور ازلی ہے اور کچھ حصہ مخلوق اور حادث ہے اس لیے کہ جسم اور لحم اور دم بلاشبہ مخلوق اور حادث ہے اور بقول نصاریٰ اندر کی روح قدیم ہے

(۴) نیز نصاری ایک طرف تو حضرت عیسیٰ کو ساری دنیا کا خالق مانتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ دنیا کا ایک جز تھے تو نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کا یہ جز خالق بھی ہے اور مخلوق بھی ہے۔

(۵) نیز انجیل سے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام اپنے بال بھی کٹواتے تھے اور ناخن ترشواتے تھے جو زمین میں گر کر لاشئ بن جاتے تھے تو نصاریٰ کے مذہب پر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خالق ازلی کے بعض اجزاء کا کٹ جانا اور کٹ کر زمین میں مل جانا اور پھر اُن کا فنا ہو جانا سب جائز ہے۔

(۶) نیز نصاری کے نزدیک یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے پیدا ہونے کے بعد بتدریج نشو و نما پایا اور اُن کے طول و عرض میں زیادتی ہوئی حتّیٰ کہ جوان ہوتے اور پیدائش سے لے کر اخیر عمر تک قسم قسم کے تغیرات بشریہ اُن کو لاحق ہوتے رہے۔

تو حضرات نصاری بتائیں کہ معاذ اللہ کیا خدا بھی بتدریج نشو و نما پاتا ہے اور بشری تغیّرات اس کو لاحق ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ اس کے طول و عرض میں زیادتی ہوتی ہے (الجواب الفسیح لما لفقہ عبد المسیح صلا)

(۷) نیز نصاری حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بھی مانتے ہیں اور قدیم اور ازلی بھی مانتے ہیں حالانکہ یہ امر بدیہی ہے کہ والد اور ولد کا وجود ساتھ نہیں ہوتا بلکہ ولد کا وجود والد کے وجود سے مؤخر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شئے وجود میں مؤخر ہوگی وہ کسی طرح قدیم اور ازلی نہیں ہو سکتی بلاشبہ وہ حادث اور مخلوق ہوگی (الجواب الفسیح ص۲۰)

(۸) نیز عیسیٰ علیہ السّلام اگر خدا ہوتے تو یہودیوں سے خائف نہ ہوتے اور نہ اُن سے چھپنے کی کوشش کرتے اور نہ موت کا پیالہ ٹلنے کی خدا سے دعا مانگتے دشمنوں سے ڈرنا اور دعا مانگنا بندہ کا کام ہے خدا تعالیٰ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی سے کچھ مانگتا ہے۔

(۹) نیز ابتداء ولادت سے لے کر اخیر عمر تک بچپن اور جوانی وغیرہ وغیرہ کے مراحل سے گزرنا یہ بھی تردید الوہیت کے لیے کافی ہے کیونکہ اس قسم کے بے شمار تغیرات بلاشبہ الوہیت کے

منافی ہیں۔

(۱۰) نیز نصاریٰ جب اُن کی موت کا عقیدہ رکھتے ہیں تو عقیدۂ موت کے بعد تو تردید الوہیت کیلئے کسی دلیل کی حاجت ہی نہیں رہتی کیونکہ باتفاق عقلاء خدا کا حیٌّ لایموت ہونا ضروری ہے خدا تعالیٰ دکھ اور بیماری اور موت سے پاک ہے۔

نصاریٰ کے چند شبہات اور انکے جوابات

نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی ان آیات میں حضرت مسیح کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ یعنی اللہ کی روح اور اللہ کا کلمہ کہا گیا ہے اور خدا کی روح خدا سے کمتر نہیں معلوم ہوا کہ حضرت مسیح مرتبۂ الوہیت میں تھے اور علی ہذا لفظ کلمۃ اللہ میں مرتبۂ الوہیت کی طرف اشارہ ہے قرآن کریم میں کسی نبی کو اللہ کی روح اور اللہ کا کلمہ نہیں کہا گیا قرآن کریم نے ان دو صفتوں سے حضرت مسیح کو تمام پیغمبروں پر فوقیت دی ہے اس سے اشارہ ان کے مرتبۂ الوہیت کی طرف ہے حضرت مسیح کلمۃ خدا تھے اسی سے سارا جہاں پیدا ہوا اس لحاظ سے لفظ کلمۃ اللہ میں حضرت مسیح کی الوہیت کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کل کائنات کے مبداء ہیں۔

پہلی بات کا جواب (۱) روحٌ منہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک پاکیزہ روح ہیں جن کو حق تعالیٰ نے بغیر باپ کے محض نفخ جبریل علیہ السّلام سے پیدا کیا جیسے جبریل امین کو روح الامین کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ پاک روح ہیں جو محض نور سے پیدا کی گئیں اور روح منہ میں روح کی نسبت اور اضافت اللہ کی طرف محض تشریف و تکریم کے لیے ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں بیت اور ناقہ کی اضافت اللہ کی طرف محض تشریف کے لیے ہے روح کے معنی خدا کے نہیں قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کے نفس ناطقہ پر من روحہ اور من روحی کا اطلاق فرمایا ہے کما قال تعالیٰ ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وقال تعالیٰ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔

(۲) نیز جو چیز بطور خرق عادت عجیب و غریب طریقہ سے ظہور میں آئے تو خاص طور پر اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں جیسے هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ میں صالح علیہ السّلام کی ناقہ کو خدا تعالیٰ کی طرف اس لیے مضاف کیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اونٹنی خلاف عادت الٰہیہ محض اللہ کی قدرت سے پتھر سے نکلی ہے اور اس کے لیے کوئی مادّہ اور نر نہ تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اس لیے روح اللہ کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے بلا سبب ظاہری کے پیدا ہوتے نہ کہ اس وجہ

سے کہ معاذ اللہ وہ خدا ہیں یا خدا کی روح ہیں۔

(۳) نیز لفظ روح۔ رحمت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور قرآن کریم میں روح کا اطلاق وحی خداوندی پر آیا ہے کما قال تعالیٰ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا اس لیے کہ وحی خداوندی رحمت عظمیٰ ہے اور لوگوں کی روحانی حیات کا ذریعہ ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجودِ باجوُد لوگوں کے لیئے ابرِ رحمت اور آب حیات تھا اس لیے اُن کو روح اللہ کہا گیا۔

(۴) نیز انجیل میں جا بجا ہر سچے واعظ پر روح اللہ اور روح الحق کا اطلاق آیا ہے چنانچہ انجیل یوحنا میں ہے اے دوستو ہر روح پر ایمان نہ لاؤ بلکہ ان کا امتحان کرو جو روح اللہ کی طرف سے ہو اس پر ایمان لاؤ پس اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ پر روح اللہ کا اطلاق بالکل درست ہے کہ وہ بلاشبہ سچے واعظ تھے۔

(۵) نیز عہد عتیق میں روح اللہ کا اطلاق ہر اس نفس ناطقہ پر بھی آیا ہے جو کامل الادراک ہو اور منبع حسنات اور مصدر امور غریبہ ہو جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۴۱ درس ۳۸ میں بادشاہ مصر کا قول یوسف علیہ السلام کے حق میں یوں منقول ہے اور فرعون نے اپنے نوکروں سے کہا کیا تم ایسا جیسا یہ مرد ہے کہ جس میں خدا کی روح ہے پا سکتے ہو۔

اور کتاب دانیال میں شاہ بابل کا قول دانیال علیہ السلام کے حق میں اس طرح منقول ہے کہ خدا کی مقدس روح تیرے اندر ہے۔

پس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نفس ناطقہ کامل الادراک اور منبع حسنات و برکات تھا اس لیے ان کو روح اللہ کہا گیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس قسم کے اطلاقات سے الوہیت ثابت کرنا کمال ابلہی اور غایت سفاہت ہے ہاں اس قسم کے اطلاقات سے ایک قسم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے سو اس میں بحمدہٖ تعالیٰ اہل اسلام کو کوئی کلام نہیں عہد عتیق اور عہد جدید میں روح اللہ کا اطلاق بکثرت خدا کے برگزیدہ بندوں پر آیا ہے کیا نصاریٰ ان سب کو خدا اور خدا کا بیٹا ماننے کیلئے تیار ہیں تفصیل کے لیے ازالۃ الشکوک حصہ اول از صفحہ ۲۸ تا صفحہ ۴۰ دیکھیے۔

دوسری بات کا جواب

لفظ کلمہ۔ کلام عرب میں کہیں بھی بمعنی ذات خدا یا بمعنی اقنوم علم مستعمل نہیں ہوا قرآن کریم میں جہاں کہیں لفظ کلمہ یا کلمات خدا تعالیٰ کی طرف مضاف ہے مثلاً کَلِمَۃُ اللّٰہِ وَکَلِمَۃُ رَبِّکَ، وَکَلِمَاتُ رَبِّہَا وغیرہ وغیرہ بمعنی کلامِ خدا یا حکمِ خدا مستعمل ہوا ہے کما قال تعالیٰ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ وغیرہ وغیرہ ان

تمام مواضع میں لفظ کلمہ یا کلمات خدا تعالیٰ کی طرف اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہے اور سب جگہ خدا کی باتیں اور خدا کے احکام کے معنی میں مستعمل ہوا ہے لفظ کلمہ یا کلمات جو خدا کی طرف مضاف ہو تمام قرآن میں کہیں بھی بمعنی ذات خدا یا اقنوم علم کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا۔

اور عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں میں بکثرت لفظ کلمۃ اللہ اور کلمۃ الرب بمعنی کلام خدا یا حکم خدا آیا ہے چنانچہ زبور ۳۳- درس ۶ میں ہے بکلمۃ الرب تثبت السموات وبروح فیہ جمیع جنودھا اور فارسی نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے آسمانہا بکلام خداوند وتمامی عساکر آنہا بنفس دہانش ساختہ شدہ اند- اور ہندی نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں ہے خداوند کے کلام سے آسمان بنے اور اُن کے سارے لشکر اُس کے منہ کے دم سے اور اخبار الایام کے پہلی کتاب کے سترھویں باب تیسرے درس میں ہے فلما کان فی تلک اللیلۃ حلت کلمۃ اللہ علی ناثان النبی۔اھ اور اردو نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں ہے اور اسی رات ایسا ہوا کہ خدا کا کلام ناتن کو پہنچا۔

اسی طرح قرآن کریم میں کلمہ کا اطلاق حضرت مسیح پر اس لیے کیا گیا کہ وہ بغیر باپ کے بحکم خداوندی کلمۂ کن سے پیدا ہوئے جس سے مقصود حضرت مسیح کی ایک فضیلت اور بزرگی کو ظاہر کرنا ہے تاکہ یہود بے بہبود کا رد ہو جائے۔

غرض یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کلمۃ اللہ یا روح اللہ کا لفظ اُن کی خصوصیت اور فضیلت ثابت کرنے کے لیے آیا ہے نہ کہ اُن کی الوہیت بتلانے کے لیے اس لیے کہ سارا قرآن الوہیت مسیح کے انکار اور ردّ سے بھرا پڑا ہے اور الوہیت کے ماننے والوں کو کافر بتاتا ہے اس قسم کے الفاظ سے حضرت مسیح کی الوہیت نکالنا پرلے درجہ کی نادانی ہے حضرت مسیح کو "حقیقۃ" کلام خداوندی یا حکم خداوندی کہنا عقلاً محال ہے اس لئے کہ کلمۂ خداوندی کی نسبت یہ کہنا کہ معاذ اللہ یہ کلمۂ خداوندی حقیقۃ" ایک کنواری کے پیٹ سے متولد ہوا اور پھر وہ کلمۂ خداوندی اور کلام الٰہی اور حکم یزدانی دشمنوں کے جبر و قہر سے صلیب پر لٹکایا گیا الیٰ آخرہ کیا یہ دیوانہ کی بڑ نہیں سب کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ذات محدود اور شخص تھے جو ایک کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوئے لہذا ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ تمام کائنات کے مبدأ تھے سراسر حماقت ہے۔

عقیدۂ ابنیت

نزول قرآن کے وقت نصاریٰ کے مختلف فرقے تھے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ عین خدا ہیں اور خدا ہی بشکل مسیح دنیا میں اتر آیا ہے۔

اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ مسیح ابن اللہ ہے یعنی خدا کا بیٹا ہے۔

اور تیسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وحدت کا راز تین میں پوشیدہ ہے
باپ ، بیٹا ۔ روح القدس اور بعضے روح القدس کی جگہ حضرت مریم کو اقنوم ثالث کہتے ہیں
قرآن کریم نے تینوں جماعتوں کو جدا جدا بھی مخاطب کیا ہے اور یکجا بھی اور دلائل اور براہین سے یہ واضح کر دیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام مریم کے بطن سے پیدا شدہ خدا کے برگزیدہ انسان اور رسول برحق تھے اس کے برخلاف یہود و نصاری حضرت مسیح کے بارہ میں جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ باطل محض ہے یہود بے بہود کا عقیدہ یہ ہے معاذ اللہ حضرت مسیح شعبدہ باز اور مفتری تھے اور نصاری کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے ہیں یا تین میں تیسرے ہیں قرآن کریم نے یہود کی تفریط اور نصاری کی افراط دونوں کا رد کیا اور واضح اعلان کر دیا کہ حضرت مسیح نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے تھے بلکہ خدا کے برگزیدہ رسول برحق تھے اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ حضرت مسیح کی پیدائش سے پہلے بلکہ ازل سے خدا ہے خدا کی خدائی حضرت مسیح پر موقوف نہیں ۔
اور توریت اور انجیل میں جہاں کہیں کسی کو بیٹا یا فرزند کہا گیا ہے وہاں یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ یہ لوگ حقیقۃً خدا کے بیٹے ہیں بلکہ اس سے خدا کے مقبول اور خاص برگزیدہ بندے مراد ہیں توریت و انجیل میں ابن اللہ کا اطلاق انبیاء و مرسلین اور تمام عباد صالحین پر آیا ہے اس میں حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں جس سے ان کی الوہیت پر استدلال کیا جا سکے دیکھو نوید جاوید ص۱۴۳ مصنفہ مولانا سید ابو المنصور امام فن مناظرہ ۔

عقیدۂ تثلیث (ثالوث)

حضرت عیسٰی علیہ السلام حق جل شانہٗ کے رسول برحق تھے اور توحید خالص کے منادی تھے حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریین اور اولین اصحاب سب کے سب توحید اور تسبیح و تقدیس کا عقیدہ رکھتے تھے توریت و انجیل میں اس عقیدہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں اور نہ کسی نبی نے اس کی تعلیم دی عقیدۂ ثالوث (تثلیث) پولوس رسول کے عہد سے دین مسیحی میں داخل ہوا اور رفتہ رفتہ الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح اور تثلیث کلیسا کا مقبول عقیدہ بن گیا عقیدۂ تثلیث کا جب ظہور اور آغاز ہوا تو علماء نصاری میں اس کے رد و قبول پر بڑی بحثیں ہوئیں اور مختلف فرقے پیدا ہوگئے فرقہ آریوس یہ کہتا تھا کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور حضرت مسیح تمام کائنات سے افضل اور برتر ہیں اور فرقہ سابیلین یہ کہتا تھا کہ خدا تعالی ذات واحد ہے اور اب اور ابن اور روح القدس یہ اسی ذات واحد کی مختلف صورتیں ہیں جن کا مختلف حیثیتوں سے ذات واحد پر اطلاق کیا جاتا ہے بعد میں کلیسا کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء اور قسطنطنیہ کی کونسل منعقدہ ۳۸۱ء نے ثالوث

(تثلیث) کو مسیحی عقیدہ کی بنیاد تسلیم کر لیا اور یہ اعلان کر دیا کہ اَب اور ابن اور روح القدس یہ تین جدا جدا اور مستقل اقنوم ہیں اور یہی حق ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا نام عقیدۂ امانت رکھا جس کا متن روح المعانی اور الجواب الفسیح میں مذکور ہے اور دوسرے فرقوں کے متعلق فتویٰ صادر کر دیا کہ جو تثلیث کا عقیدہ نہ رکھے وہ ملحد اور بے دین ہے اور عقیدۂ توحید کو بدعت قرار دیا اب عام طور پر نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے کہ خدا تین اقنوم (اصل) ہیں باپ بیٹا روح القدس اور ان ہی تین اقانیم کے مجموعی حقیقت کا نام خدا ہے اور اس توحید حقیقی میں تثلیث مضمر ہے اور اس کی تفصیل اس طرح کرتے ہیں کہ خدا تین اقنوم ہیں اقنوم اول باپ ہے جس سے دوسرا اقنوم بیٹا پیدا ہوا اور دوسرے اقنوم سے تیسرا اقنوم پیدا ہوا رہا یہ امر کہ اقنوم اوّل سے اقنوم ثانی اور اقنوم ثانی سے اقنوم ثالث کس طرح پیدا ہوا اور توحید کس طرح تثلیث بن جاتی ہے اور تثلیث کس طرح توحید ہو جاتی ہے اس کی تشریح اور توضیح و تلویح میں نصاریٰ کے عجیب وغریب مباحث ہیں جو اُن کی عقل و ادراک سے بھی خارج ہیں عجیب عجیب بولیاں بولتے ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ دوسرا اقنوم پہلے اقنوم کی طرح ازلی نہیں البتہ اس عالم ناسوت سے غیر معلوم مدت پہلے اقنوم اول سے پیدا ہوا ہے جس کا درجہ باپ کے درجہ سے کم اور اس کے بعد ہے

بعض یہ کہتے ہیں کہ خدا کے دو ہی اقنوم ہیں باپ اور بیٹا اور روح القدس مخلوق خداوندی ہے منجملہ فرشتوں کے ایک فرشتہ ہے جس کا مرتبہ تمام فرشتوں سے بلند ہے اور بعض فرقے یہ کہتے ہیں کہ خدا کا تیسرا اقنوم مریم علیہا السّلام ہیں یہ فرقہ روح القدس کو اقنوم ثالث نہیں مانتا بلکہ بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو اقنوم ثالث مانتا ہے نصاریٰ کے بہت سے فرقے روح القدس کو خدا نہیں مانتے اور نصاریٰ کے بعض فرقے یہ کہتے کہ اب اور ابن اور روح القدس یہ تین علیحدہ علیحدہ اقنوم نہیں بلکہ ذات واحد کی تین بنیادی صفات علم وحکمت اور قدرت اور حفظ وضبط کی طرف اشارہ ہے نصاریٰ کے اکثر فرقے ذات خداوندی میں توحید اور تثلیث کو حقیقی مانتے ہیں اور اقانیم ثلٰثہ یعنی اقنوم اَب اور اقنوم ابن اور اقنوم روح القدس میں امتیاز اور فرق حقیقی مانتے ہیں چنانچہ مفتاح الاسرار کی فصل اول باب دوم کے آخر میں نسخۂ مطبوعہ ۱۸۵۰ء عیسوی میں ہے ہرچند خدا کی ذات میں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے درمیان حقیقی امتیاز ہے پھر ذات کی وحدانیت زائل نہیں ہوتی اور تثلیث کی تعلیم سے ذات کو نقصان اور قصور نہیں پہنچتا بلکہ حقیقت میں صرف ایک خدائے واحد حقیقی ہے۔

اور تیرھویں صدی عیسوی کے متعدد فرقوں نے یہ صاف طور پر کہدیا کہ عقیدۂ تثلیث عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے اور ناقابل تسلیم ہے مگر قومی عصبیت نے ان کو اسلامی عقیدہ قبول کرنے سے باز رکھا۔

اہل اسلام کا مسیحین کے ساتھ نزاع اس صورت میں کہ جب تین اقنوم خارج میں حقیقۃً

علیحدہ علیحدہ مانیں اور تینوں کو واجب الوجود مانیں اوران کے درمیان امتیاز حقیقی جانیں اور اگر امتیاز حقیقی کے قائل نہ ہوں یا توحید کو مجازی یا توحید اور تثلیث دونوں کو مجازی کہیں اور اقانیم سے محض صفات مراد لیں علیحدہ علیحدہ اور جُدا جُدا تین مستقل ذاتیں نہ مانیں تو پھر نصاریٰ کے ساتھ اہل اسلام کا یہ نزاع نہ ہوگا کوئی اور نزاع ہوگا مگر عام طور پر نصاریٰ اقانیم ثلاثہ کو محض صفات الٰہیہ نہیں مانتے بلکہ تین شخصیتیں باعتبار وجود اور تشخص کے علیحدہ علیحدہ جدا اور ممتاز مانتے ہیں اور صفات کا وجود موصوف سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

ابطال تثلیث

نصاریٰ کا یہ عقیدہ کہ تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں سراسر خلاف عقل ہے فرقہ یونی ٹیرین جو عیسائی فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے اب اس کے بھی لاکھوں آدمی یورپ میں موجود ہیں وہ تثلیث کا منکر ہے اور بہت سے علماء نصاریٰ وفرنگ نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے توریت اور انجیل میں کسی جگہ بھی لفظ تثلیث موجود نہیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور نہ کسی حواری نے کسی عیسائی کو یہ تعلیم دی کہ تم تثلیث کا عقیدہ رکھو بغیر اس کے نجات ممکن نہیں تفصیل کے لیے دیکھو نوید جاوید کلیسا ششم سکرمنٹ (۱) از ص۳۴۴ تا ص۳۵۵ مصنفہ امام فن مناظرہ مولانا سیّد ابو المنصور رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱) اور بلاشبہ یہ عقیدہ صریح البطلان ہے اور بداہۃً خلاف عقل ہے توحید کا تثلیث کے ساتھ جمع ہونا ایسا ہی محال ہے جیساکہ توحید کا تربیع اور تخمیس اور تسدیس کے ساتھ جمع ہونا محال ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ وحدت حقیقی تین کے ساتھ تو جمع ہوسکے اور چار یا پانچ یا چھ کے ساتھ جمع نہ ہوسکے وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اجتماع ضدین باجماع عقلاء محال اور ناممکن ہے زوجیت اور فردیت اور وحدت اور کثرت کا ایک ذات میں جمع ہونا عقلاء عالم کے نزدیک ایک بدیہی محال ہے جس سے عقل کوسوں دور بھاگتی ہے اور اس حماقت کا سننا بھی گوارا نہیں کرتی مختصر یہ کہ نصاریٰ یہ بتلائیں کہ یہ تینوں اقانیم اپنے وجود اور تشخص میں ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہیں یا نہیں اگر یہ کہیں کہ تینوں کا تشخص اور وجود علیحدہ علیحدہ ہے تو پھر یہ تین اشخاص ہوئے توحید کہاں رہی ایک کہنا غلط ہوا اور اگر یہ کہیں کہ تینوں کا وجود ایک ہے تو پھر تین کہنا غلط ہوا اور تثلیث ختم ہوئی۔

(۲) نیز تینوں کا مجموعہ مل کر خدائے مستقل ہے یا جداگانہ ہر ایک مستقل خدا ہے پہلی صورت میں کوئی بھی خدا نہ رہا نہ حضرت مسیح اور نہ روح القدس بلکہ خود خدا بھی خدا نہ رہا اس لیے کہ

خدا تو تینوں کا مجموعہ ہے جداگانہ کوئی بھی مستقل خدا نہیں اور دوسری صورت میں جب ہر ایک جداگانہ مستقل خدا۔ تو توحید کہاں رہی۔

(۳) نیز ایک تین کا ثلث یعنی تہائی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی شئ اپنے ثُلُث (تہائی) کا عین نہیں ہو سکتی۔

(۴) نیز تین کل ہیں اور ایک تین کا جزء ہے اور کل اور جزء کا ایک ہونا عقلاً محال ہے اس لیے کہ کل اور جزء کیسے ایک ہو سکتے ہیں۔

(۵) نیز جب تین ایک کا عین ہوگا تو لازم آئے گا کہ ایک اپنے نفس کا بھی ثُلث ہو اور تین اپنا ثلث ہو اور کسی شئے کا خود اپنا ثُلث ہونا بداھتہً محال ہے

(۶) نیز ایک تین کا جزء ہونے کی وجہ سے مقدم اور تین بوجہ کل ہونے کے مؤخر ہے اس لیے کہ جزء کل سے مقدم ہوتا ہے اور کل جزء سے مؤخر ہوتا ہے۔

پس اگر ایک اور تین ایک ہوں تو مقدم کا عین مؤخر ہونا اور مؤخر کا عین مقدم ہونا لازم آئے گا جو بداھتہً محال ہے۔

(۷) بلکہ شئ کا خود اپنے نفس پر مقدم ہونا لازم آئے گا جو بداھتہً محال ہے۔

(۸) نیز تمام اعداد حقیقت میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور جدا ہیں لہذا شئ واحد کا حقیقۃً ایک ہونا اور تین ہونا عقلاً محال ہے۔

(۹) نیز مسیحیین کے نزدیک جب خدا تین اقنوموں کا مجموعہ ہوا اور ہر اقنوم واجب الوجود ہوا تو مجموعہ اپنے وجود خارجی میں ان تین اجزاء یعنی تین اقنوموں کا محتاج ہوگا اور مجموعہ معلول ہوگا اور اقانیم ثلثہ اسکی علت ہوں گے اور جو کسی علت کا محتاج ہو وہ واجب الوجود نہیں ہو سکتا اس لیے کہ معلول علت سے مؤخر ہوتا ہے وہ ممکن اور حادث ہوتا ہے۔

(۱۰) نیز حضرت مسیح کو جب خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے تو باپ کو بیٹے پر ضرور تقدم زمانی ہوتا ہے اور بیٹے کو تأخر زمانی اور بیٹا اپنے وجود میں باپ کا محتاج بھی ہوتا ہے اور مؤخر اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔

خلاصۂ کلام | یہ کہ عقیدۂ تثلیث سراسر خلاف عقل ہے نصاریٰ کے اولین و آخرین میں کوئی شخص ایک دلیل عقلی بھی توحید فے التثلیث اور تثلیث کے لیے نہیں پیش کر سکتا اور بلاشبہ عقیدۂ تثلیث عقیدۂ شرک ہے اور توحید اور تثلیث کے اجتماع کا عقیدہ رکھنا اجتماع نقیضین کا عقیدہ رکھنا ہے اس وجہ سے امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ہم نے دنیا میں نصاریٰ کے مذہب سے زیادہ کوئی مذہب رکیک اور عقل سے بعید نہیں دیکھا اس وجہ سے جارج سیل نے اپنے ترجمۂ قرآن مطبوعہ ۱۸۳۶ء میں عیسائیوں کو وصیت کی ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ایسے

مسئلے نہ بیان کرو جو خلافِ عقل ہوں کلیسا میں یہ طاقت نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ لے الخ دیکھو ازالۃ الشکوک ص۲۶ ج ۱۔

حکایت کسی زمانہ میں ایک پادری صاحب نے چین کے علاقہ میں جاکر بڑی کوشش سے تین آدمیوں کو عیسائی بنایا اور طوطے کی طرح اُن کو یہ مسئلہ یاد کرایا اور وہ بھی تین تین ٹکے روز یا تین تین روپیہ مہینہ کی لالچ سے مسئلہ تثلیث کو طوطے کی طرح ٹی ٹی کرتے رہے اتفاقاً ایک مدت کے بعد پادری صاحب کا ایک دوست وہاں آگیا اور پھر اثنائے تذکرہ میں اُسنے پوچھا کہ تم نے اتنی مدت میں کتنے شخصوں کو عیسائی بنایا پادری صاحب نے کہا عیسیٰ خداوند کے مسیح کے فضل سے تین شخص مسیحی جماعت میں داخل ہوتے ہیں اور مسیح کے وفادار سپاہی اور خدمت گزار ہیں وہ سن کر ان کی ملاقات کا مشتاق ہوا پادری صاحب نے اول ایک کو بلایا اور اپنے دوست کو بتلانے کے لیے یہ مسئلہ اس سے پوچھا اُس شاگرد نے کہا کہ آپ نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ خدا تین ہیں ایک جو آسمان پر رہتا ہے دوسرا وہ جو بی بی مریم کنواری کے پیٹ میں نو مہینہ رہ کے پیدا ہوا تھا تیسرا وہ جو اس دوسرے خدا پر تیس برس کی عمر میں کبوتر کی شکل ہو کے اترا تھا پادری صاحب خفا ہوئے اور فرمانے لگے یہ نامعقول ہے دوسرے کو جو اس سے زیادہ عاقل تھا آواز دی وہ فوراً حاضر ہوا اُس سے پوچھا اس نے کہا کہ آپ نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ خدا تین تھے ایک تو سولی پاکر مرگیا اور دو ابھی تک جیتے ہیں پادری صاحب اس پر بھی چیں بر جبیں ہوئے اور تیسرے کو جو اُن میں فرد کامل تھا بلایا اور اس سے پوچھا اس نے کہا کہ جیسا آپ نے سکھایا ہے ویسا ہی مجھے خوب یاد ہے کہ تین ہیں ایک اور ایک ہیں تین اور تینوں ایک تھے اور جب ایک خدا پنطوس پلاطوس کی حکومت میں سولی پاکر مرگیا تو تینوں مرگئے اور اب کوئی خدا باقی نہیں رہا پادری صاحب بہت لال سرخ ہوئے اور اسی وقت تینوں کو اپنے سامنے سے نکلوا دیا (منقول از۔ ازالۃ الشکوک ص۲۵ ج ۱۔ والفارق)

بے شک یہ عقیدہ ایسا ہی ہے جاہل تو کیا عاقل بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے تفصیل اگر درکار ہو تو نوید جاوید کلیسا ششم سکرمنٹ نمبر ۳ مصنفہ مولانا سید ابو منصور رحمہ اللہ تعالیٰ ص۳۵۵ تا ص۳۶۹ دیکھیں۔)

ذکر عقیدۂ امانت سراپا خیانت

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تعلیم خالص توحید اور تفرید کی تھی حضرت عیسیٰ کے رفع الے

السماء کے بعد عرصہ اکیاسی سال تک لوگ توحید پر قائم رہے پھر رفتہ رفتہ نصاریٰ میں مختلف فرقے ہوگئے پھر ایک یہودی شخص جس کا نام پولوس تھا وہ فریب سے عیسائی مذہب میں داخل ہوا اور ظاہراً عیسائی بن کر اس نے عیسائی مذہب میں طرح طرح کی خرابیاں ڈالیں منجملہ ان کے یہ مسئلہ تثلیث ہے رفتہ رفتہ یہ عقیدہ نصاریٰ میں شائع ہوگیا نصاریٰ میں جب عقیدۂ تثلیث شائع ہوا تو آریوس نے جو اسکندریہ کے قسیسین میں سے تھا اس عقیدۂ باطلہ کی تردید کی اور تثلیث کو دین مسیحی میں بدعت قرار دیا اور علی الاعلان حضرت مسیح کی الوہیت سے انکار کیا اور یہ تعلیم دی کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام خدا کے مخلوق اور برگزیدہ بندے ہیں آریوس کا یہ عقیدہ جب لوگوں میں شائع ہوا تو اہل تثلیث کو اس کی فکر دامن گیر ہوئی بالآخر ۳۲۵ء میں شہر نائیس میں قسطنطین شاہِ روم کے سامنے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی آریوس نے اپنے عقیدۂ توحید کی شرح اور تفصیل کی بہت سے پادریوں نے اس کی حمایت کی مگر مجلس کی اکثریت نے عقیدۂ تثلیث کی حمایت کی اور آریوس کی تعلیم کو باطل ٹھہرایا عقیدۂ تثلیث جب مجلس کی اکثریت سے طے ہوگیا تو بادشاہ نے سرکاری طور پر حکم جاری کر دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا اس کا مال و متاع ضبط کیا جائے گا اور اس شخص کو جلا وطن کیا جائے گا تب اکثر لوگوں نے بادشاہ کے خوف سے عقیدۂ تثلیث کو قبول کیا اس وقت سے تثلیث کا سلسلہ چلا اور اس عقیدہ تثلیث پر جو متفقہ تحریر تیار کی گئی اس کا نام امانت رکھا گیا اس عقیدۂ امانت کے متن کو شیخ ابوالفضل مالکی مسعودی نے منتخب التجیل ص۵۶ میں ذکر کیا ہے اس عقیدۂ امانت کے ابطال کے لیے ایک مستقل باب (یعنی باب چہارم منعقد کیا ہے جس میں تفصیل کے ساتھ) اس کی خرابیوں اور قباحتوں کو بیان کیا ہے اور علیٰ ہذا علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی ص۲۳ ج ۶ میں تفسیر پارۂ ششم تحت تفسیر قولہ تعالیٰ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اور پھر اُن کے صاحبزادہ سید نعمان آلوسی نے الجواب الفسیح لما لفقہ عبدالمسیح از ص۱۶ تا ص۲۱ میں اس کو ذکر کیا ہے اور پھر اس عقیدۂ امانت سراپا خیانت کی خیانتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور علامہ قرافی مالکی نے الاجوبۃ الفاخرہ ص۱۵۸ مطبوعہ برحاشیۂ الفارق میں اس عقیدۂ امانت کے متن کو مختصر تردید کے ساتھ ذکر کیا ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں مگر باوجود اس کے کہ شاہی حکم سے عقیدۂ تثلیث ملک میں شائع کیا گیا بہت سے لوگوں نے جو آریوس کے معتقد تھے انہوں نے اس عقیدۂ تثلیث کو تسلیم نہیں کیا اور آریوس کے مرنے کے بعد بھی اس پر مباحثے ہوتے رہے اور سلسلۂ اختلاف جاری رہا اور بہت سے لوگ آریوس ہی کی تعلیم کے قائل اور معتقد رہے اور کئی قرنوں تک یہ اعتقاد جاری رہا اور فرقۂ آریوسیہ کی طرح یونی ٹیرین فرقہ کے لوگ بھی تثلیث سے انکار کرتے ہیں اور الوہیت صرف خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں تاریخی حیثیت سے اگر ان اختلافات

کی تفصیل درکار ہے تو نوید جاوید سکر منٹ نمبر ۳ مصنفہ مولانا سید ابو المنصورؒ از ص۲۵۵ تا ص۲۶۰ کی مراجعت کریں۔

متن عقیدۂ امانت سراپا خیانت

اب ہم ناظرین کے سامنے نصاریٰ کے عقیدۂ امانت کا متن پیش کرتے ہیں جو ان کے نزدیک قانون نجات اور مدار ایمان ہے پھر ان کے اس مزعوم عقیدۂ امانت کی خیانت کو ظاہر کریں گے تاکہ اس امانت کی حقیقت منکشف ہو جائے وہو ہٰذا

نؤمن باللّٰہ تعالیٰ الواحد الاب صانع کل شیٔ مالک کل شیٔ صانع مایری ومالا یری وبالرب الواحد یسوع المسیح ابن اللّٰہ تعالیٰ الواحد بکر الخلائق کلھا الذی ولد من ابیہ قبل العوالم کلھا ولیس بمصنوع الٰہ حق من جوھر ابیہ الذی بیدہ اتقنت العوالم وخلق کل شیٔ الذی من اجلنا معاشر الناس ومن اجل خلاصنا نزل من السماء وتجسد من روح القدس ومریم وصار انسانا وحبل بہ وولد من مریم البتول وایجع وصلب ایام فیلاطس ودفن وقام فی الیوم الثالث کما ھو مکتوب وصعد الی السماء وجلس عن یمین ابیہ وھو مستعد للمجیٔ تارۃ اخریٰ للقضاء بین الاموات والاحیاء ونؤمن بروح القدس الواحد روح الحق الذی یخرج

ہم ایمان لاتے ہیں ایک اللہ پر جو باپ ہے اور ہر چیز کا بنانے والا اور مالک ہے اور مرئی اور غیر مرئی یعنی جو چیزیں نظر آتی ہیں اور جو نظر نہیں آتیں ان سب چیزوں کا وہ صانع ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں ایک پروردگار یسوع مسیح پر جو خدائے واحد کا بیٹا ہے اور ساری مخلوق میں سب سے اول باپ سے پیدا ہوا وہ مصنوع نہیں وہ خدائے برحق ہے جو خدائے برحق سے نکلا ہے اور باپ کے جوہر سے ہے وہ جس کے ہاتھوں سے تمام جہانوں نے پختگی اور استحکام پایا اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اے دنیا کے لوگو! وہ ہماری ہی خلاصی اور چھٹکارے کے لیے آسمان سے اترا اور روح القدس اور مریم سے متجسد ہو کر انسان بن گیا اور روح القدس سے اس کا حمل قرار پایا اور مریم بتول کے بطن سے پیدا ہوا اور دکھ اور درد اٹھائے اور پیلاطوس کے ایام حکومت میں سولی پر لٹکایا گیا اور پھر مرکر قبر میں دفن ہوا

من ابيه وبعمودية واحدة لغفران الخطايا والجماعة واحدة قدسية كاطولكية ولجياة الدائمة الى ابد الآبدين . انتهى كذا فى روح المعانى للآلوسى ص۲۴ ج ۶ ومنتخب التجخيل ص۵۶ باب چهارم للشيخ ابى الفضل المسعودى المالكى رح والاجوبة الفاخرة المطبوع على هامش كتاب الفارق ص۱۵۸ سؤال بستم للشيخ القرافى المالكى رح

(عقیدۂ امانت کا ترجمہ ختم ہوا)

اور پھر تیسرے روز مُردوں میں سے جی اٹھا جیسا کہ نوشتوں میں تھا پھر آسمان پر چڑھ گیا اور باپ کے دائیں جانب جا کر بیٹھ گیا اور وہ دوبارہ آنے کے لیے تیار ہے تاکہ مردوں اور زندوں کے درمیان فیصلہ کرے اور ہم روح القدس پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ایک ہے اور روح حق ہے اور باپ سے نکلی ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ ایک بپتسمہ گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کاطولیکی جماعت پاک اور مقدس جماعت ہے (جس نے یہ عقیدہ امانت ایجاد کیا ہے) اور ہم ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پر ایمان لاتے ہیں جو ابد الآباد تک رہے گی۔

کشف حقیقت از عقیدۂ امانت سراپا خیانت

یہ وہ عقیدۂ امانت ہے جس پر سوائے فرقۂ آریوسیہ اور یونی ٹیرین کے نصاریٰ کے اکثر فرقے متفق ہیں فرقۂ یعقوبیہ اور ملکانیہ اور نسطوریہ ان سب کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ بغیر اس ایمان کے کوئی عبادت اور کوئی قربت بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں حالانکہ کسی انجیل میں اس اعتقاد اور ایمان کا کہیں نام ونشان بھی نہیں اور نہ یہ حضرت مسیحؑ سے مروی ہے اور نہ حضرت مسیح کے تلامذہ اور حواریین سے منقول ہے بلکہ چوتھی صدی عیسوی میں نصاریٰ کی ایک خاص جماعت کی مرتب کردہ عبارت ہے جو شاہی حکم اور اقتدار سے نافذ ہوئی ہے اس کو دین اور ایمان کیسے کہا جاسکتا ہے عقیدہ وہ چیز بن سکتی ہے جو آسمانی کتابوں اور انبیاء کرام کی شریعتوں سے صریحی اور قطعی طور پر ثابت ہو

علاوہ ازیں یہ عقیدۂ امانت بہت سی خلاف عقل باتوں پر مشتمل ہے اور متعارض اور متناقض باتوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں بعض سے بعض کی تردید ہوتی ہے۔

(۱) عقیدۂ امانت کے شروع اور اول ہی میں اس کا صریح اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام کائنات کا خالق اور مالک اور ضابطہ ہے جس میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ

اور روح القدس بھی داخل ہیں پھر دوسری سطر میں اس کے برخلاف مسیح بن مریم کی الوہیت اور وحدانیت اور خالقیت پر ایمان لانے کا ذکر ہے کہ ہم مسیح پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام اشیاء کا خالق ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خدائے واحد کے ساتھ ایک دوسرا خدا بھی ہے جو پہلے خدا کا فرزند ہے جو اپنے باپ سے پیدا ہوا ہے اور باپ کی طرح بیٹا بھی تمام کائنات کا خالق ہے یہ سارا کلام صریح کفر اور شرک ہے اور پہلے کلام کی ضد اور نقیض ہے گویا کہ باپ اور بیٹا ہر ایک عالم کا خالق ہے۔

(۲) نیز جب حضرت عیسیٰ کو تمام عالم کا خالق مانا گیا تو ضروری ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا وجود سارے عالم پر مقدم ہو کیونکہ خالق مخلوق سے مقدم ہوتا ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ حضرت مسیحؑ تو حضرت آدمؑ کے ہزارہا سال بعد مریمؑ سے پیدا ہوتے نصاریٰ بتلائیں کہ مؤخر الوجود اپنے سے مقدم الوجود کے لیے کیسے خالق ہو گیا۔

(۳) پھر نصاریٰ یہ بھی کہتے ہیں وہ بیٹا تمام مخلوقات سے پہلے اپنے باپ سے پیدا ہوا یہ امر بھی مشاہدہ کے خلاف ہے اس لیے کہ حضرت مسیح معاذ اللہ خدا تعالیٰ سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ پیدائش عالم کے ہزارہا سال بعد مریم بتول کے بطن سے پیدا ہوتے۔

(۴) پھر نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ وہ بیٹا باپ کے اصل جوہر سے پیدا ہوا جس کا مطلب یہ ہوا کہ باپ اور بیٹے کی حقیقت ایک ہے اور یہ بیٹا ذات و صفات میں اپنے باپ کے مشابہ اور مساوی ہے کیا یہ صریح شرک نہیں جس کے مٹانے کے لیے تمام انبیاء کرام مبعوث ہوتے۔

(۵) نیز انجیل میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو یہ فرمایا کہ مجھے قیامت کا علم نہیں کہ کب ہوگی قیامت کے وقت کو سوائے باپ کے کوئی نہیں جانتا۔ اھ

پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کا اصل جوہر اور اصل حقیقت وہی ہوتی جو خدا تعالیٰ کی ہے تو خدا تعالیٰ کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ضرور قیامت کا علم ہوتا معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا نہ تھے بلکہ انسان حق تھے اور انسان حق یعنی داؤد کے بیٹے تھے اور تمام انبیاء کرام انسان اور بشر تھے اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے خدا نہ تھے اور نہ خدا کے ساتھ متحد تھے۔ انبیاء کرام سے جب کبھی قیامت کے متعلق دریافت کیا گیا تو سب نے یہی کہا کہ جو حضرت مسیح نے فرمایا کہ قیامت کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں

(۶) نیز اس نادان کو یہ علم نہیں کہ جسم انسانی لحم اور شحم اور دم اور معدہ اور امعاء سے مرکب ہے جن سے خداوند قدوس پاک اور منزہ ہے پس ایک ابن آدم اور ابن مریم کا اصل جوہر خداوند قدوس کے اصل جوہر کے ساتھ کیسے متحد ہو سکتا ہے۔

(۷) نیز تمام عقلاء عالم کا اس پر اتفاق ہے کہ حادث اور قدیم کی حقیقت جدا جدا ہے پس خداوند قدیم اور ایک شیر خوار بچہ کی حقیقت ایک کیسے ہو سکتی ہے جسم اور روح کی حقیقت ایک نہیں تو قدیم اور حادث کی حقیقت ایک کیسے ہو سکتی ہے

(۸) نیز اگر ایک الٰہ حق سے دوسرا الٰہ حق پیدا ہو سکتا ہے تو دوسرے الٰہ سے تیسرا الٰہ اور تیسرے الٰہ سے چوتھے الٰہ کا اور چوتھے الٰہ سے پانچویں الٰہ کا پیدا ہونا بھی ممکن ہوگا (بلکہ) پہلے ہی خدا سے بے شمار خداؤں کا پیدا ہونا ممکن ہوگا اس لیے کہ جس انسان سے ایک بیٹے کا پیدا ہونا ممکن ہے اسی سے دس بیٹوں کا پیدا ہونا بھی بلا شبہ ممکن ہے اور خداوند قدوس کی صفات کمال تو غیر محدود اور غیر متناہی ہیں تو اگر بفرض محال بقول نصاریٰ ولادت خداوند قدوس کی صفت بن سکتی ہے تو پھر وہ غیر متناہی ہونی چاہیئے ایک محدود بیٹے پر اس کو ختم کر دینا مناسب نہیں۔

(۹) نیز عقیدۂ امانت میں یہ کہنا کہ مسیح کے ہاتھ سے ہر چیز پیدا ہوئی اس سے لازم آتا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ بھی ان کی مخلوق ہوں بلکہ ان کے آباء واجداد بھی اُن کی مخلوق ہوں کیونکہ ہر چیز میں وہ بھی داخل ہیں اور مولود کو اپنی والدہ اور اپنے آباء واجداد کا خالق کہنا دیوانہ کا کام ہے۔

(۱۰) نیز نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ باپ کی طرح بیٹے نے بھی تمام کائنات کو پیدا کیا گویا کہ کائنات کے دو خالق ہوگئے ایک باپ اور ایک بیٹا اگر باپ تمام کائنات کا خالق ہے تو بیٹے کے لیے کیا باقی رہا اور اگر بیٹا خالق کائنات ہے تو باپ کے لیے کیا باقی رہا۔

(۱۱) نیز عقیدۂ امانت میں یہ کہنا کہ وہ خدا آسمان سے نازل ہوا اور مجسم ہو کر کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا تاکہ عالم کی خلاصی اور نجات کا سبب بنے سو یہ امر بھی سراسر غیر معقول ہے اور ذرّہ برابر قابل قبول نہیں اول تو یہ کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ خدا تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ بندہ مسیح بن مریم پر صریح بہتان اور افتراء ہے اور الوہیت اور نبوت کی تحقیر و تذلیل کی ایک عجیب و غریب من گھڑت داستان ہے جس کو کوئی ادنے عقل والا بھی ماننے کے لیے تیار نہیں اور اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول اور تجسم عالم کی خلاصی اور نجات کے لیے ہوا تھا تو علماء نصرانیت اور عقلاء مسیحیت یہ بتلائیں کہ تمہارے زعم کے مطابق حضرت مسیح نے جو مصیبت اور ذلت تمہاری خلاصی اور نجات کے لیے اختیار فرمائی وہ تمہاری کس مصیبت اور ذلت سے نجات دینے کے لیے اختیار فرمائی اگر یہ کہیں کہ یسوع مسیح نے ہم کو دنیا کی تکالیف اور مصائب و آلام اور امراض و اسقام اور موت سے نجات دلائی تو مشاہدہ اس کی تکذیب کرے گا کوئی فرد بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ جو طلب معاش میں سرگرداں اور حیران نہ ہو اور رنج و غم اور بیماری اور موت سے نجات پا گیا ہو اور اگر یہ کہیں کہ نفس و شیطان کے پنجہ سے ہم کو نجات دلائی تو یہ بھی مشاہدہ کے خلاف ہے نصاریٰ کی جس مجلس میں چاہیے چلے جاؤ اور آنکھ سے دیکھ لو نفس اور شیطان نے نصاریٰ کا کس طرح کھیل اور تماشہ بنا رکھا ہے نصاریٰ سے بڑھ کر کوئی قوم نفس و شیطان کی اسیر نہیں اور اگر یہ کہیں کہ خلاصی اور نجات سے ہماری مراد یہ ہے کہ دار دنیا میں احکام خداوندی کی بجا آوری اور پابندی سے خلاص اور آزاد ہو گئے اور نماز اور روزہ ہم پر ضروری اور فرض نہیں

رہا اور ہم جو چاہیں کریں خدا کا ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں تو حضرت مسیح اور ان کے حواریین کے اقوال اس کی تکذیب کریں گے جو خدا تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کے متعلق اُن سے اناجیل میں منقول ہیں اور اگر یہ کہیں کہ خلاصی اور نجات سے ہماری مراد یہ ہے کہ دار آخرت کے احکام سے خلاص ہوگئے اور نجات پا گئے یعنی دنیا میں چاہیں چوری کریں یا زنا اور بدکاری اور شراب خوری کریں اور رقص و سرود کی محفلیں کریں غرض یہ کہ جو چاہیں نفس وشیطان کے مطابق کام کریں آخرت میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا یسوع مسیح ہمارا نجات دہندہ ہے اُس نے صلیب کی تکلیف اور مصیبت جھیل کر ہم کو قیامت کے مؤاخذہ اور حساب اور عذاب اور عقاب سے نجات دلا دی ہے سو اگر نصاریٰ کے نزدیک خلاصی اور نجات سے یہ معنی مراد ہیں تو یہ معنی تمام انبیاء کرام کی تعلیم اور حضرت مسیح کی تعلیم کے بالکل خلاف ہیں اور توریت اور انجیل اسکی تکذیب کرتی ہے انجیل میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کے دن اہل یمین سے یہ کہیں گے کہ جاؤ نعیم مقیم کی طرف اور اہل شمال کو اوّلاً توبیخ اور سرزنش کریں گے کہ تم نے یہ کیا اور یہ کیا جاؤ اس کی سزا بھگتو اور اس عذاب کی طرف جاؤ جو تمہارے لیے پہلے سے تیار کیا گیا ہے۔ پس اے نصارائے حیاریٰ جب تم کو اپنی دنیا اور آخرت کا حال معلوم ہوگیا تو خدارا یہ بتلاؤ کہ تمہارے زعم کے مطابق جس خدا نے آسمان سے اتر کر تمہاری نجات اور خلاصی کے لیے صلیبی موت کا مزہ چکھا اُسنے کس مصیبت سے تم کو نجات دلائی اور جس کا نام تم نے مخلّص عالم اور نجات دہندۂ جہاں رکھا یہ بتلاؤ کہ اس نے تم کو دنیا اور آخرت کی کس مصیبت اور بلاء سے نجات اور خلاصی بخشی اور تم کو دنیا اور آخرت کی کن پریشانیوں سے بے فکر بنادیا اور کیا تم اس مفروضہ صلیبی موت کے ذریعہ نفس اور شیطان کے چنگل سے نجات پا گئے ہو۔

(۱۲) پھر یہ کہ عقیدۂ امانت میں یہ ذکر ہے کہ عیسٰی علیہ السّلام دوبارہ آکر زندوں اور مردوں کے درمیان فیصلہ کریں گے تو عرض یہ ہے کہ جو ذات نصاریٰ کے نزدیک اس قدر عاجز اور لاچار اور بے بس کہ اپنے چند دشمنوں کو بھی جو اس کی مخلوق ہیں ان کو بھی دفع نہ کر سکی وہ دوبارہ نازل ہونے کے بعد سارے عالم کا کس طرح فیصلہ کر سکے گی ممکن ہے کہ پہلی مرتبہ کی طرح دوسری مرتبہ بھی حضرت مسیح پر اُن کے دشمن غالب آجائیں اور نصاریٰ کے پاس اس کی کیا کفالت ہے کہ حضرت مسیح کے دوبارہ آمد کے بعد پہلی مرتبہ کی طرح ذلت اور اہانت کا ماجرا پیش نہیں آسکتا۔

(۱۳) نیز اس عقیدۂ امانت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسیح مریم عذراء اور روحُ القدس سے مجسم ہوئے تو اس سے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسیح روح القدس کے بیٹے ہوں جیسا کہ وہ مریم کے بیٹے ہیں نہ کہ خدا کے بیٹے اس لیے کہ حضرت مسیح کو جب روح القدس سے تجسد اور تجسم حاصل ہوا تو وہ ابن روح القدس ہوئے نہ کہ ابن اللہ۔

(۱۴) پھر یہ کہ اس عقیدۂ امانت کے اخیر میں یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں روح القدس پر جو کہ روح

حق ہے اور باپ سے نکلی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت مسیح کی طرح روح القدس بھی باپ سے نکلے ہیں اور یہ بھی خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مسیح کے بھائی ہیں اس لیے کہ جب مسیح کی طرح روح القدس بھی باپ سے نکلے تو وہ بھی اسی باپ کے بیٹے ہوئے جس باپ کے حضرت مسیح بیٹے ہیں اور ایک باپ کے دو بیٹے آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں تو اس اعتبار سے حضرت مسیح روح القدس کے بھائی ہوئے اور اس اعتبار سے کہ حضرت مسیح، روح القدس سے متجسم اور متجسد ہوئے ہیں (جیساکہ ابھی گذرا) حضرت مسیح روح القدس کے بیٹے ہوئے اور ایک ہی ذات کا ایک ہی ذات کے حق میں بیٹا اور بھائی بننا عقلا محال ہے۔

(۱۵) نیز عیسائیوں کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ بیٹا باپ سے متولد ہوا اور ان دونوں سے روح القدس متولد ہوئے (دیکھو استفسار صـ۲۴) جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسیح بن مریم تو خدا کے بیٹے ہیں اور روح القدس خدا کے پوتے ہیں کیونکہ بیٹے کا بیٹا پوتا ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ نصاریٰ کا یہ بنیادی عقیدہ ہے جس کے بغیر ان کے نزدیک نجات ممکن نہیں ناظرین کرام نے دیکھ لیا کہ یہ عقیدہ، عقیدۂ امانت نہیں بلکہ درحقیقت عقیدۂ خیانت ہے کہ جو از اول تا آخر جہالتوں اور حماقتوں اور متناقض اور متضاد باتوں کا مجموعہ ہے اور تمام انبیاء کرام کی تعلیمات وتلقینات اور حضرت مسیح اور حواریین کی تصریحات کے صریح خلاف ہے اس لیے کہ تمام کتب سماویہ اور توریت اور زبور اور انجیل توحید کی تعلیم سے بھری پڑی ہیں۔

پھر یہ کہ عقیدۂ امانت عجب گورکھ دھندہ ہے جس کا اول اور آخر متناقض اور متضاد ہے اس لیے کہ اس عقیدہ کے ابتداء میں اس بات کا اعتراف ہے کہ مسیح مولود اور مخلوق ہیں اور اللہ ہی ہر نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی چیز کا خالق ہے جس میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ بھی داخل ہیں پھر اس ایمان اور اقرار کے بعد چند جملوں کے بعد یہ کہدیا کہ ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح خدا ہے اور تمام اشیاء کا خالق ہے تو کیا یہ دونوں ایمان ایک دوسرے کی ضد اور نقیض نہیں تو جس عقیدہ میں اس درجہ اختلاف اور تناقض ہو وہ کبھی حق نہیں ہو سکتا وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

نیز نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدائے معبود بھی کہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مولود بھی تھے مریم کے پیٹ میں حمل رہے اور پھر اس سے متولد ہوئے نصاریٰ بتلائیں کہ کیا ایک فرزند مولود بھی خدائے معبود ہو سکتا ہے ایک ذات میں مولودیت اور معبودیت کا اجتماع عقلاً ناممکن اور محال ہے مگر خیال یہ آتا ہے کہ نصاریٰ سے کیا کہیں ان کے نزدیک تو خدا مر کر اور قبر میں دفن ہونے کے باوجود بھی خدا ہو سکتا ہے اور موت اور دفن ان کے نزدیک الوہیت کے منافی نہیں تو شکم مادر سے ولادت ان کے نزدیک کہاں سے الوہیت کے منافی ہوگی نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات ولا حول

ولا قوۃ الا باللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون

خاتمۂ کلام بر معذرت واستدعاء دعاء مغفرت

حق جل شانہ کا ارشاد ہے لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ اس لیے اس ناچیز نے اس مقام پر احقاق حق کے ساتھ ابطال باطل یعنی تردید تثلیث وغیرہ پر مفصل کلام کیا تاکہ حضرات اہل علم تتبع اور استقراء کی مشقت سے بچ جائیں اور اس ناچیز کو دعاء مغفرت سے نوازیں بحمدہ تعالیٰ جو کچھ لکھا ہے وہ مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل ہے تطویل نہیں بلکہ رد نصرانیت میں سلف اور خلف کی تحقیق کا عطر اور لب لباب ہے۔

فالحمد للہ الذی ھدانا لھذا
وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ

حکم پوچھتے ہیں تجھ سے تو کہہ کہ اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا اگر ایک

امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ

مرد مر گیا کہ اس کو بیٹا نہیں اور اس کو ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا

مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ

جو چھوڑ مرا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ رہے اس کو بیٹا پھر اگر

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ

بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی جو کچھ چھوڑ مرا اور اگر کئی

كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

شخص ہیں اس ناتے کے مرد اور عورتیں تو مرد کو دو برابر حصہ عورت کا، بیان کرتا

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ

ہے اللہ تمہارے واسطے کہ نہ بھٹکو اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾ ع

ہر چیز سے واقف ہے ۔

خاتمۂ سورت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَسْتَفْتُوْنَكَ ط .... الیٰ .... وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(ربط) اس سورت کے اول میں میراث کے احکام بیان کیے گئے اب اسی پر اس سورت کو ختم فرماتے ہیں اس لیے کہ میراث کے احکام سخت دشوار ہیں جن میں بڑے بڑے عقلاء کی عقلیں حیران ہیں اللہ کی ہدایت نے اور اس کے نازل کردہ نور مبین نے ان دقیق احکام کو واضح اور روشن کیا اور خدا کی برہان یعنی محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لوگوں پر حجت پوری ہوئی ۔

شروع سورت میں بھی کلالہ کی میراث کا ذکر گذر چکا ہے اسکے بعد بعض صحابہ نے اسکے متعلق زیادہ تفصیل پوچھنی چاہی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی شروع سورت میں جو کلالہ کی میراث میں آیت گذر چکی ہے اس لیے کہ وہ جاڑوں میں نازل ہوئی اسکو آیۃ الشتاء کہتے ہیں اور اس آیت کو بوجہ اسکے کہ گرمیوں میں نازل ہوئی آیۃ الصیف کہتے ہیں ۔

اور لفظ کلالہ کا اطلاق وارث اور مورث دونوں پر ہوتا ہے پس آیت میں کلالہ سے یا تو وہ میت مراد ہے کہ جس کے وارث اس کے ماں باپ اور اولاد نہ ہوں یا وہ وارث مراد ہے کہ جو میت کے نہ ماں باپ میں سے ہو اور نہ اس کی اور اولاد میں سے ہو

صحیحین میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر میری عیادت کو آئے اس وقت میں اپنے ہوش میں نہ تھا آپ نے وضوء کیا اور اپنے وضوء کا بچا ہوا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھ کو ہوش آگیا تو دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں کلالہ ہوں میری میراث کیسے تقسیم ہو گی اس پر یہ آیت نازل ہوئی کلالہ کی میراث کے بارہ میں لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں یعنی جس شخص کے اصول وفروع ماں باپ اور اولاد نہ ہوں اس کی میراث کا کیا حکم ہے آپ جواب میں فرمادیجئے کہ اللہ تم کو کلالہ کے بارہ میں یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو نہ بیٹا نہ بیٹی اور نہ پوتا اور نہ پوتی اور علی ہذا نہ ماں باپ ہوں اور اس کے ایک عینی یا علاتی بہن ہو تو اس بہن کو اس کے ترکہ میں سے نصف حصہ ملے گا اس آیت میں بہن سے سگی یا علاتی بہن مراد ہے کیونکہ اخیافی بہن کا حکم شروع سورت میں گذر چکا ہے اور اگر وہ شخص جس کا اوپر ذکر ہوا وہ تو زندہ ہو اور اس کی بہن مذکورہ مرجائے تو یہ بھائی اپنی بہن کے کل ترکہ کا وارث ہوگا بشرطیکہ اس بہن کے کوئی اولاد نہ ہو نہ والدین ہوں یعنی اگر کوئی عورت مرجائے اور اس کے اولاد نہ ہو اور نہ والدین

ہوں اور صرف ایک سگا بھائی یا ایک علاتی بھائی چھوڑے تو وہ بھائی اپنی اس بہن کے کل مال کا وارث ہوگا لیکن اخیافی بھائی کا یہ حکم نہیں اس کا صرف چھٹا حصہ ہے جیساکہ شروع سورت میں گذر چکا یہ تو ایک بہن کا بیان تھا اب اگر شخص مذکورہ مرجائے اور ویسی ہی اس کی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو ان کا حصہ اس مال کا دوتہائی ہے اور دو سے زیادہ بہنوں کا بھی یہی حکم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے باپ اور لڑکا نہ ہو اور وہ دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا علاتی بہنیں چھوڑے تو ان سب کا حصہ میت کے ترکہ میں سے دو تہائی ہے اور اگر ایسا میت جس کے نہ اولاد ہے اور نہ والدین خواہ وہ میت مذکر ہو یا مؤنث وہ مرنے کے بعد چند وارث چھوڑے جو ملے جلے مرد و عورت ہوں یعنی بھائی اور بہنیں ملے جلے ہوں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے بشرطیکہ وہ سب عینی یا سب علاتی ہوں اور اگر عینی اور علاتی مخلوط ہوں تو ان کا حکم دوسرا ہے جو کتب فرائض میں مذکور ہے اب اللہ تعالیٰ ان احکام کی حکمت بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان احکام اور فرائض کو اس لیے بیان کرتا ہے کہ لاعلمی کی بناء پر تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور کسی کو حق سے کم یا زائد نہ دیدو اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے تم کو چاہیے کہ اس کے حکم کے پابند رہو اور اپنی ناقص رائے سے اس میں دخل نہ دو کیونکہ تمہیں خود اپنی ہی مصلحتوں کا علم نہیں دنیا کی مصلحتوں کو کیا جانو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں یہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرائض کے متعلق شروع سورۃ نساء میں جو آیتیں نازل فرمائیں ان میں سے پہلی آیت اولاد اور ماں باپ کی میراث کے بارہ میں ہے اور دوسری آیت شوہر اور بیوی اور اخیافی بھائی بہنوں کی میراث کے بارہ میں ہے اور جس آیت پر اللہ نے سورۃ نساء کو ختم فرمایا وہ حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کی میراث کے بارہ میں ہے اور خاتمہ سورۃ انفال کی آیت ذوی الارحام کے بارہ میں ہے (تفسیر کبیر ص ۳۶ ج ۳)

اس سورت کا آغاز خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کے بیان سے ہوا اور اختتام کمال علم کے بیان پر ہوا اور کمال قدرت اور کمال علم ہی سے اللہ کی ربوبیت اور الوہیت اور جلال اور عزت ثابت ہوتی ہے پس بندوں کا فرض ہے کہ اس علیم و قدیر کے احکام کی بے چون وچرا تعمیل کریں اور دل وجان سے اس کے اوامر اور نواہی کے پابند رہیں (تفسیر کبیر) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج بوقت چاشت ۲۳ رمضان المبارک یوم دوشنبہ ۱۳۸۲ھ جامعہ اشرفیہ لاہور میں سورۃ نساء کی تفسیر اختتام کو پہنچی ان شاء اللہ تعالیٰ اب اس کے بعد سورۃ مائدہ کی تفسیر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست اور دعا ہے کہ اپنے فضل ورحمت سے اس تفسیر کو اس فقیر کے ہاتھ مکمل فرمائے آمین۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع

العلیم وتب علینا انك انت التواب الرحیم وآخر دعوانا ان الحمدُ
للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد
وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الرّاحمین

آیاتھا ۱۲۰ ۵ : سورۃ المائدۃ مدنیۃ : ۱۱۲ رکوعاتھا ۱۶

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس ۱۲۰ آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

تفسیر سورۂ مائدہ

اس سورت کو مائدہ کہتے ہیں اس لیے کہ اسمیں اس مائدہ (خوان) کا ذکر ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السّلام پر نازل ہوا تھا اور اس سورت کا نام سورۃ العقود بھی ہے اور یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی اس میں ایک سو بیسؔ یا ایکسو بائیس یا ایک سو تیئیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع ہیں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ سورۂ مائدہ اُن سورتوں میں سے ہے جو اخیر میں نازل ہوئیں جو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جو حرام پاؤ اس کو حرام جانو بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ سورت سب سے اخیر میں نازل ہوئی اس کے بعد کوئی سورت نازل نہیں ہوئی مگر اکثر مفسرین کے نزدیک اس کے بعد اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل ہوئی جس میں آپؐ کی وفات کی خبر دی گئی واللہ اعلم۔

(ربط) گزشتہ سورت (سورۂ نساء) میں حق تعالیٰ نے مختلف عقود اور عہود کو بیان کیا مثلاً عقدِ نکاح اور عقدِ مہر اور عقدِ حلف اور عقدِ امان اور عقدِ امانت اور عقدِ ودیعت وغیرہ وغیرہ کو ذکر فرمایا پھر اخیر سورت میں فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ الخ میں یہود کی بدعہدیوں کو ذکر کیا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے احکام کو وفاءِ عقود کے حکم سے شروع فرمایا۔ وفاءِ عہد کا حکم دیا اور عہد شکنی سے منع فرمایا نیز گزشتہ سورۃ میں یہود و نصاریٰ کی قبائح و شنائع کا بیان تھا اور اُن کے عقائد فاسدہ کا ابطال تھا اور اس سورت کا اکثر حصہ بھی یہود و نصاریٰ کے محاجہ پر مشتمل ہے گویا کہ سورت مائدہ سورت نساء کا تتمہ اور تکملہ ہے پہلی سورت یعنی سورۂ نساء کا آغاز خطاب عام یعنی يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے ہوا اور اس سورت یعنی سورۂ مائدہ کا آغاز خطاب خاص یعنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۵

اے ایمان والو پورا کرو قرار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تاکید اکید در بارۂ ایفاء عقود و عہود خواہ متعلق بحقوق عباد باشند یا بحقوق معبود

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ

اے ایمان والو ایمان کا مقتضٰی یہ ہے کہ پورا کرو اُن عہدوں کو جو تم نے التزام احکام کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے باندھے ہیں خواہ وہ براہ راست خدا تعالیٰ سے متعلق ہوں یا بندوں سے متعلق ہوں یا دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے متعلق ہوں اس لیے کہ ایمان درحقیقت ایک معاہدۂ التزام ہے کہ میں دل وجان سے اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام کو صحیح اور صادق سمجھ کر اُن کو واجب الالتزام اور لازم العمل تسلیم کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ دل وجان سے اُن احکام کی تعمیل کروں گا پس یہ عہد التزام ایمان کی حقیقت ہے جس میں تمام احکام آگئے اور یہ ایمان درحقیقت عہد الست کی تجدید ہے جس میں حق ربوبیت ادا کرنے کا عہد لیا گیا تھا اسی طرح ایمان جملہ حقوق ادا کرنے کا ایک مضبوط عہد اور اقرار ہے اس لیے حکم یہ دیتے ہیں کہ اے ایمان والو تم نے ایمان لا کر التزام احکام کا اجمالی طور پر جو عہد اور پیمان کیا ہے اُس کو پورا کرو پھر اس حکم اجمالی کے بعد خاص خاص عہدوں اور خاص خاص حکموں کے پورا کرنے کی تاکید فرماتے ہیں عقود جمع عقد کی ہے جس کے معنی گرہ لگانے کے ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر خوب باندھ دیا جائے اس جگہ عقود سے تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ مراد ہیں جن میں اللہ نے بندوں کو باندھ دیا ہے اور بندہ ان میں جکڑا ہوا ہے بندہ پر اُن کی پابندی اور التزام ضروری ہے پس یہ معلوم ہوگیا کہ ایمان درحقیقت التزام اطاعت کا اجمالی معاہدہ ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں حلف وفاداری کہتے ہیں یہ اجمالی معاہدہ تو ایک امر بسیط ہے لیکن تمام احکام شرعیہ اس معاہدہ کی دفعات ہیں اسی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان میں کمی زیادتی نہیں اس لیے کہ ایمان درحقیقت التزام طاعت خداوندی کے معاہدہ کا نام ہے جو ایک امر بسیط ہے اس میں فی حد ذاتہٖ تجزّی اور تبعّض اور کمی اور زیادتی جاری نہیں ہوتی جیسے عقد نکاح حقوق زوجیت کے التزام کا ایک اجمالی معاہدہ ہے اور وہ ایک امر بسیط ہے جس میں کمی اور زیادتی نہیں ایجاب اور قبول سے پورا ہو جاتا ہے اور نان نفقہ اور سکنی وغیرہ یہ تمام امور عقد نکاح کے اجزاء ترکیبیہ نہیں بلکہ اس کے دفعات اور لوازم ہیں اسی طرح اعمال صالحہ۔ عقد ایمان کے لوازم اور اس کی دفعات ہیں جن کی بجا آوری لازم اور ضروری ہے معاہدہ ایمان کے اجزاء ترکیبیہ نہیں حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں یعنی جب آدمی مسلمان

ہوا تو سب حکم اللہ کے قبول کرنے ٹھہر چکا اب آگے حکم فرماتے ہیں کہ اُن کو قبول کرو (موضح القرآن) یعنی حسب عہد اُن احکام کو بجا لاؤ جن کے التزام کا تم نے عہد کیا ہے خلاف عہد کوئی کام نہ کرو بے وفائی اور عہد شکنی بہت بری چیز ہے۔

۱

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

حلال ہوئے تم کو چوپائے مواشی سوا اس کے جو تم کو

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ

سنا دیں گے مگر حلال نہ جانو شکار کو اپنے احرام میں اللہ

يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ①

حکم کرتا ہے جو چاہے۔

تفصیل بعد از اجمال یعنی عقود و عہود کی تفصیل

عقد اول - تحلیل بہیمۃ الانعام

قال تعالیٰ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ .... الی ..... إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝

(ربط) گذشتہ آیت یعنی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ میں اجمالی طور پر وفاء عقود کا حکم تھا اب اس اجمال کی تفصیل شروع ہوتی ہے سب سے پہلے عقد حلت و حرمت کو بیان فرمایا کہ حلال و حرام کے بارہ میں حق تعالیٰ نے تم سے جو عہد لیا ہے اُس کو پورا کرو سورۂ نساء کے اخیر میں گذر چکا ہے کہ یہود پر ظلم اور بد عہدی کی سزا میں بعض حلال اور طیب چیزیں حرام کر دی گئیں کما قال تعالیٰ فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ جن کی تفصیل سورۃ انعام میں ہے اب اس آیت میں امت محمدیہ کو ایفاء عہد کی ہدایت کی جاتی ہے کہ جو چیزیں ہم نے تم پر اپنی رحمت سے حلال کر دی ہیں صرف اُن کو استعمال کرو اور جو چیزیں تم پر حرام کر دی ہیں ان سے پرہیز کرو اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اے مسلمانو تم نصاریٰ کی طرح حلال و حرام کی تقسیم

کو ختم نہ کر دینا بہائم اور حیوانات کے نزدیک حلال و حرام کی کوئی تقسیم نہیں جہاں چاہا منہ مارا اور کھا لیا یہی حال آج کل متمدّن قوموں کا ہے۔ یہ مذہب انسانوں کا نہیں بلکہ یہ مذہب حیوانوں کا ہے چنانچہ فرماتے ہیں حلال کر دیئے گئے تمہارے لیے تمام چوپائے مویشی مگر وہ جانور جن کی حرمت آیندہ تمہارے سامنے بیان کی جائے گی وہ تمہارے لیے حلال نہیں یعنی وہ جانور جن کا آئندہ آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ میں ذکر ہے وہ باوجود بھیمۃ الانعام میں داخل ہونے کے حلت کے حکم سے مستثنیٰ ہیں باقی ان کے علاوہ سب جانوروں کا کھانا اور شکار کرنا تمہارے لیے ہر حال میں حلال ہے مگر حالت احرام میں تم شکار کو حلال نہ جانو لہذا بحالت احرام اور حدود حرم کے اندر کسی جانور کا شکار نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس احکم الحاکمین سے یہ دریافت کر سکے کہ یہ حکم کیوں دیا نیز حق تعالیٰ حاکم مطلق ہونے کے علاوہ حکیم مطلق بھی ہیں اُسی نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر جانور میں ایک خاص صفت اور خاص کیفیت اور خاص استعداد رکھی ہے جس جانور کو بندوں کیلئے مفید جانا اس کو اپنی رحمت سے حلال کر دیا اور جس کو مضر جانا اس کو حرام کر دیا ہے پس اس نے اپنے علم و حکمت سے جو حکم دیا اس کا اتباع کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ
اے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کے نام کی
اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا
چیزیں اور نہ ادب والا مہینہ اور نہ نیاز کے جانور جو کعبے کو جاویں اور
الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ
نہ گلے ہیں پٹکے والیاں اور نہ آنے والوں کو ادب والے گھر کی طرف ڈھونڈتے ہیں
فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ
فضل اپنے رب کا اور خوشی - اور جب احرام سے نکلو تو
فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن
شکار کرو اور باعث نہ ہو تم کو ایک قوم کی دشمنی کہ

صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا

تم کو روکتے تھے ادب والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرو اور آپس میں

عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ

مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور

الْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

زیادتی پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حکم دوم شعائر دین اسلام

قال تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ ...... الی ...... شَدِیْدُ الْعِقَابِ ہ

(ربط) گذشتہ آیت میں احلال بہیمۃ الانعام کے لیے غیر محلی الصید کی قید ذکر فرمائی جو کہ احرام اور حرم محترم کی تعظیم میں مخل تھی اس لیے اب آئندہ آیت میں شعائر دین کی بے حرمتی کی ممانعت فرماتے ہیں جو معنیً شعائر دین کے احترام کا حکم ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ کے دین کے احترام اور ادب کو پوری طرح ملحوظ رکھو لہٰذا تم اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو یعنی جن چیزوں کو اللہ نے اپنے دین کی نشانی قرار دیا ہے جیسے کعبۃ اللہ اور صفا اور مروہ اور حجر اسود اور عرفات اور منیٰ مزدلفہ اور قربانی کے جانور وغیرہ ان کی بے حرمتی نہ کرو۔

ف شعائر دین اُن امور کو کہتے ہیں جو اسلام کی خاص علامت ہوں اور اُن سے اسلام کی خاص شان و شوکت ظاہر ہوتی ہو جیسے اذان اور حج اور عمرہ اور قربانی اور نہ ماہ حرام کی بے حرمتی کرو یعنی جن چار مہینوں کی لڑائی حرام ہے ان میں لڑائی کرکے اُن کی بے حرمتی نہ کرو ابتداء میں چار مہینوں یعنی محرم اور رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ میں قتل و قتال کی ممانعت تھی بعد میں یہ ممانعت باقی نہیں رہی جس کا بیان انشاء اللہ سورۂ توبہ میں آئے گا اور نہ قربانیوں کی بے حرمتی کرو یعنی جو جانور بغرض قربانی خانہ کعبہ بھیجے جاتے ہیں اُن پر لوٹ ڈال کر اُن کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ اُن جانوروں کی بے حرمتی کرو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں ایسے جانوروں سے تعرض کرنا بہت ہی برا ہے اس لیے کہ جب ان کے ساتھ قربانی کی شناخت موجود ہے تو پھر یہ عذر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ہم کو خبر نہ تھی کہ یہ قربانی کے جانور ہیں اور نہ اُن لوگوں کی بے حرمتی کرو جو خانہ کعبہ کی زیارت

کے قصد سے جا رہے ہوں اور جو اپنے پروردگار کے فضل اور خوشنودی کے طلب گار ہوں خانہ کعبہ کا ادب یہ ہے کہ جو اس کی زیارت کو جا رہا ہے اس سے تعرض نہ کرو اس لیے کہ جب خانہ کعبہ کے ادب اور احترام میں قربانی کے جانور سے تعرض جائز نہیں تو انسان سے تعرض کرنا کیسے روا ہوگا مطلب یہ ہے کہ مشرکین جس کام میں اللہ کی تعظیم کریں اس کام میں کافروں کی مزاحمت نہ کرو البتہ بت وغیرہ کی تعظیم میں ان کی مزاحمت اور اہانت کرو مشرکین عرب اپنے آپ کو ملتِ ابراھیم کا پیرو کہتے تھے اور اسی بنا پر وہ حج اور عمرہ کی نیت سے سفر کرتے اور اپنے گمان میں وہ اللہ کی خوشنودی کا قصد کرتے لئے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کے قصد سے آتے ہیں ان سے تعرض نہ کرو یہ حکم اس وقت تھا کہ جب مشرکین کو خانہ کعبہ کی زیارت کی اجازت تھی اور جب اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین کو خانہ کعبہ میں آنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس ممانعت کی عام منادی کر دی گئی اور اے مسلمانو حالت احرام میں تم پر شکار حرام ہے لیکن جب تم احرام سے باہر ہو جاؤ تو تم کو اجازت ہے کہ تم شکار کرو حج اور عمرہ کے احرام کے احترام میں شکار کی ممانعت تھی اور جب احترام ختم ہو گیا تو حرمت بھی ختم ہو گئی اور اے مسلمانو تم کو خانہ کعبہ اور مسجد حرام کا احترام دوستی اور دشمنی ہر حالت میں ملحوظ رہنا چاہیے یہاں تک کہ کسی قوم کی دشمنی اور عداوت اس بنا پر کہ انہوں نے تم کو حدیبیہ کے سال مسجد حرام کی زیارت سے روکا تھا یہ دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم حدود ادب سے تجاوز کر جاؤ اور جوش عداوت میں احرام اور حدود حرم کے ادب اور احترام کی حدود سے باہر ہو جاؤ اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور تعدی یعنی ظلم و ستم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو بلکہ اس کے برعکس نیکی اور پرہیزگاری کی ترغیب دو پہلی آیت میں دشمنی کا دستور العمل تھا کہ دشمنی تم کو بے انصافی پر آمادہ نہ کرے اور اس آیت میں دوستی کا دستور العمل ہے کہ دوستی میں کسی کی بیجا حمایت نہ کرو جیسے آج کل پارٹیوں میں ہوتا ہے بلکہ برّ اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو سخت عذاب دینے والا ہے لہٰذا تم کو چاہیے کہ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو تاکہ تم کو اللہ کے فضل اور رضوان سے حصہ ملے اور سخت عذاب سے محفوظ رہو برّ یعنی نیکی سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تقویٰ سے اللہ خوش ہوتا ہے جس نے دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لیا اس نے سعادت مکمل کر لی برّ (نیکی) فعل خیرات کا نام ہے اور تقوی اور پرہیزگاری ترک منکرات کا نام ہے جس میں یہ دونوں خصلتیں جمع ہو جائیں اس کی خوش نصیبی کا کیا پوچھنا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ

حرام ہوا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا

وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ

اور جس چیز پر نام پکارا اللہ کے سوا کا اور جو مر گیا گھٹ کر یا چوٹ سے

وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا

یا گر کر یا سینگ مارے سے اور جس کو کھایا پھاڑنے والے نے مگر جو

ذَكَّيْتُمْ ۞ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا

تم نے ذبح کر لیا اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر اور یہ کہ بانٹا کرو

بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ

پانسے ڈال کر یہ گناہ کا کام ہے

حکم سوم تفصیل محرّمات

قال تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ...... الیٰ ...... ذٰلِكُمْ فِسْقٌ

(ربط) شروع سورت میں اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سے جن چیزوں کی تحریم کی طرف اجمالی اشارہ تھا اب اس آیت میں اُن محرمات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ وہ بہیمۃ الانعام جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے وہ بعض احوال میں حرام ہو جاتے ہیں اور اس حالت میں اُن کا استعمال ممنوع ہو جاتا ہے لہذا تم کو چاہیے کہ ان محرمات سے بچو تاکہ خدا تعالیٰ کے شدید عذاب سے محفوظ رہو جیسا کہ گزشتہ آیت میں حکم دیا تھا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور حرام سے بچنے کا نام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اب آئندہ آیت میں ان محرمات کی تفصیل فرماتے ہیں جن کا اوپر کی آیت اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ میں اجمالاً ذکر فرمایا تھا چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو وہ چیزیں جو کہ حلال چیزوں سے مستثنیٰ کی گئیں اور تم پر حرام کی گئیں وہ گیارہ چیزیں ہیں۔

(اوّل) مردار جانور یعنی جو بلا ذبح اور بلا شکار کے اپنی طبعی موت سے مر جائے وہ تم پر حرام کیا گیا اس لیے کہ جب وہ جانور ذبح نہیں کیا گیا تو اس کا خون اندر ہی اندر منجمد ہو گیا جس کا کھانا

تمہارے لیے غایت درجہ مضر صحت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار جانوروں کا کھانا حرام کیا۔
اور (دوسری) جو تم پر حرام کی گئی وہ خون ہے جو بہتا ہوا ہو جیسا کہ دوسری جگہ ہے اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا مشرکین عرب خون جما کر کسی توے اور کڑھائی میں تل کر کھایا کرتے تھے اس آیت میں اس کو حرام کر دیا گیا البتہ وہ خون جو گوشت پر لگا رہ جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے اور علیٰ ہٰذا کلیجی اور تلی بھی مستثنیٰ ہے خون کا کھانا چونکہ نہایت مضر صحت ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے اس کا کھانا حرام فرمایا
اور (تیسری) چیز سور کا گوشت حرام کیا گیا جس میں اس کی چربی اور اس کی کھال بھی شامل ہے غذا کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے اور سور میں بہت سی صفات ذمیمہ پائی جاتی ہیں وہ حد درجہ کا حریص اور پرلے درجہ کا بے غیرت ہے بے غیرتی اس کے خمیر میں داخل ہے جو قومیں سور کا گوشت کھاتی ہیں وہ بے غیرت ہیں عیاں را چہ بیاں اس لیے شریعت نے سور کے گوشت کو حرام کیا تاکہ مسلمان بے غیرتی سے محفوظ رہیں قرآن کریم میں اگرچہ سور کے گوشت کی حرمت کا ذکر آیا ہے لیکن تمام امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ سور نجس العین ہے اور اس کے کسی جز سے انتفاع درست نہیں خدا تعالیٰ نے کھانے کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ جانور سے بڑا مقصود کھانا ہی ہوتا ہے۔
اور (چوتھی) چیز جو بقصد تقرب غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو وہ بھی تم پر حرام کیا گیا بقصد تقرب و تعظیم جانور کو غیر اللہ کے لیے نامزد کرنا یہ شرک ہے اس نیت شرکیہ کی وجہ سے وہ جانور نجس ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا حرام ہو جاتا ہے اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا جائے اس لیے کہ حرمت کا مدار اس نیت شرکیہ پر ہے جب تک اس نیت سے توبہ نہ کرے گا حلال نہ ہوگا جس طرح کلب اور خنزیر اور بہائم محرمہ۔ ذبح کے وقت خدا کا نام لینے سے حلال نہیں ہو جاتے اسی طرح مَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے سے حلال نہ ہوگا جب تک اُس نیت شرکیہ سے توبہ نہ کرے اور حدیث میں ہے انما الاعمال بالنیات اس بارہ میں مفصل کلام سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔
خلاصۂ کلام یہ کہ جو جانور غیر خدا کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جائے وہ مردار ہے۔
اور (پانچویں) چیز وہ جانور جو گلا گھٹ کر مر جائے وہ بھی تم پر حرام کیا گیا اس لیے کہ ایسا جانور در حقیقت مردار ہے
اور (چھٹی) چیز وہ جانور جو چوٹ کھا کر مرا ہو وہ بھی تم پر حرام کیا گیا۔ یعنی لکڑی کی چوٹ سے مر گیا وہ بھی حرام کیا گیا۔
اور (ساتویں) چیز وہ جانور جو اوپر سے نیچے گر کر مرا ہو خواہ وہ خود گر کر مرا ہو یا کسی نے گرایا ہو وہ بھی حرام کیا گیا۔
اور (آٹھویں) چیز وہ جانور کہ جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو وہ بھی تم پر حرام

کیا گیا وہ بھی مردار ہے۔

اور (نویں) چیز وہ جانور جس کو درندے نے پھاڑ کھایا ہو اس کا بقیہ تم پر حرام ہے لیکن منخنقہ اور موقوذہ اور متردیہ اور ما اکل السبع یں جن جانوروں کا ذکر ہے ان یں سے اگر تم کسی جانور کو جان نکلنے سے پہلے قاعدہ شرعیہ کے مطابق ذبح کر ڈالو تو وہ اس حرمت کے حکم سے مستثنیٰ اور خارج ہے یعنی ان جانوروں یں اگر تم کسی کو جیتا ہوا پاؤ اور مرنے سے پہلے اس کو ذبح کر لو تو وہ حرام نہیں ہے۔

ف منخنقہ اور موقوذہ اور متردیہ اور ما اکل السبع اگرچہ یہ سب چیزیں میتہ یں داخل تھیں لیکن ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ عام اطلاق یں میتہ اسی جانور کو کہتے ہیں کہ جس کی موت کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو اور منخنقہ وغیرہ یں موت کا ظاہری سبب موجود ہے اس لیے ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ یہ سب مردار کے حکم یں ہیں

اور (دسویں) چیز جو تم پر حرام کی گئی وہ وہ جانور ہے کہ ذبح کیا جائے کسی تھان پر یعنی کسی معبود کے باطل نشان پر وہ بھی حرام ہے تھان سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو لوگ متبرک سمجھ کر خدا کے سوا دوسروں کی نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ نُصُبْ اُن پتھروں کو کہتے ہیں جن کو مشرکین عرب غیر اللہ کی عبادت کے لیے نصب کرتے تھے اور جانوروں کو لے جا کر وہاں ذبح کرتے تھے کما قال تعالیٰ الیٰ نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ (مفردات ص۵۱۳)

نُصُبْ اور صنم یں فرق یہ ہے کہ نُصُبْ اس غیر مصوّر پتھر کو کہتے ہیں کہ جو کسی دیوتا یا دیوی کے نام پر کھڑا کیا جائے اور صَنَمْ وہ مصوّر پتھر ہے جس پر کسی دیوتا یا دیوی کی تصویر یعنی صورت بنی ہوئی ہو خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ پتھر کھڑے کیے ہوئے تھے جن کو مشرکین اپنے دیوتاؤں کا تھان سمجھ کر بتوں کے لیے ان کے پاس آکر قربانیاں کیا کرتے تھے اور کچھ خون بھی ان پر چھڑک دیتے تھے اور ان پتھروں کو بدلتے بھی رہتے تھے ایک پتھر کے بجائے دوسرا اچھا پتھر رکھ دیتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی نجس اور حرام کر دیا اور ان قربانیوں کے کھانے کی ممانعت کی جو ان تھانوں پر کی جائیں کیونکہ یہ صورت بھی فی الحقیقت نذر غیر اللہ کی ایک خاص صورت ہے گو ذبح کے وقت زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر کہدیا جائے اس لیے کہ اصل مقصود اور اصل نیت اس ذبح سے غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب ہے جو شرک ہے اسلیے اللہ تعالیٰ نے اُس کو حرام قرار دیا کیونکہ حرمت کا اصل دار و مدار نیت شرکیہ پر ہے جس کا ظہور کبھی قول سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے یعنی ایسے مقامات پر ذبح کرنے سے جو بتوں کے نام پر بنے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ذبیحہ کا کھانا حرام قرار دیا (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۵۷

وتفسیر ابن کثیر ص۱۱ ج۲ وتفسیر کبیر ص۳۶۶ ج۳)

نکتہ گذشتہ آیت میں ہدی کے ادب اور احترام کا ذکر تھا کہ جو جانور تقرب الی اللہ کی غرض سے خانہ کعبہ پہنچ جاتے ہیں اُن سے تعرض نہ کرو اب اس آیت میں اس کے بالمقابل اس جانور کا ذکر فرمایا جو خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے یا خانہ خدا کے سوا کسی دوسرے مکان کی تعظیم کے لیے ذبح کیا جائے تو وہ حرام اور مردار ہے (ماخوذ از موضح القرآن) اس تقریر سے مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور ما ذبح علی النصب کا فرق واضح ہوگیا فللہ الحمد۔

اور (گیارھویں) چیز جو تم پر حرام کی گئی وہ یہ ہے کہ پانسوں سے تم قسمت معلوم کرو ازلام زلم کی جمع ہے جس کے معنی تیر کے ہیں ازلام اُن تیروں کو کہتے ہیں جو بتوں کے مجاوروں کے پاس ہوا کرتے تھے مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی ضرورت پیش آتی اور کسی مہتم بالشان کام کا ارادہ کرتے تو قسمت (انجام) معلوم کرنے کے لیے ان مجاوروں کے پاس جاکر سوال کرتے کہ مثلاً میں نکاح کروں یا نہ کروں اور اس سفر میں جاؤں یا نہ جاؤں تو وہ مجاور اپنا تھیلا نکالتا جس میں تین تیر ہوتے تھے ایک پر لکھا ہوا تھا امرنی ربی (حکم دیا مجھ کو میرے رب نے) دوسرے تیر پر لکھا ہوا تھا نہانی ربی (منع کیا مجھ کو میرے رب نے) اور تیسرا تیر خالی تھا یہ تینوں تیر مجاور کے پاس ایک تھیلے میں رکھے رہتے تھے جب کسی کو کسی کام میں کوئی تردد اور تذبذب لاحق ہوتا تو مجاور کے پاس جاتے اور وہ تھیلہ میں ہاتھ ڈال کر تیر نکالتا اگر امرنی ربی والا تیر نکل آیا تو وہ کام کرتے اور اگر نہانی ربی والا تیر نکل آیا تو ایک سال کے لیے اُس کام سے رک جاتے اور اگر خالی تیر نکلتا تو پھر یہی عمل کیا جاتا یہاں تک کہ کرو یا نہ کرو والا تیر نکلتا چونکہ یہ بتوں سے ایک قسم کا مشورہ اور استعانت تھی جس کی بناء خالص جہالت اور وہم پرستی اور افتراء علی اللہ پر تھی اس لیے حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا اس رسم کی حرمت کو شدت کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس مقام پر میتہ اور خنزیر جیسی گندی چیزوں کے ساتھ ملا کر اس کی حرمت کو بیان فرمایا اور یہ بتلا دیا کہ یہ ایک مشرکانہ اور جاہلانہ رسم ہے اس طریقہ سے قسمت اور انجام کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا شریعت نے بجائے اس رسم قبیح کے استخارہ کا حکم دیا کہ جب کسی امر میں تردد ہو تو استخارہ کرو یہ تمام باتیں جو تم پر حرام کی گئیں سب فسق و فجور یعنی گناہ اور بدکاری ہیں یا یوں کہو کہ ذلکم کا اشارہ فقط اخیر یعنی استقسام بالازلام کی طرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ تیروں سے قسمت اور انجام کا معلوم کرنا سراسر فسق اور ضلالت اور شرک اور جہالت ہے مؤمن کا کام یہ ہے کہ جب اُس کو کسی کام میں تردد ہو تو خداوند ذوالجلال کی طرف رجوع کرے اور استخارہ کرے جیسا کہ احادیث میں اس کا طریقہ وارد ہوا ہے۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا

آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے سو ان

تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ

سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں پورا دے چکا تم کو

دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ

دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا

لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ

میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی

حکم چہارم

تاکیدِ تمسک بشرائع اسلام مع بشارت اکمالِ دین واتمام انعام

قَالَ تعالیٰ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا .... الیٰ .... وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ○

(ربط) حلال و حرام کی تفصیل کے بعد اب اس آیت میں بشارت دیتے ہیں کہ تمہارا دین مکمل ہوگیا کوئی خیر اور بھلائی ایسی باقی نہ رہی جو نہ بتلا دی گئی ہو اور کوئی شر اور برائی ایسی نہیں رہی جس سے منع نہ کر دیا گیا ہو اور اس کے ساتھ اللہ نے تم کو اتنی قوت اور عزت عطاء کر دی کہ کافر ناامید ہو چکے ہیں اور دین اسلام کے مٹانے کا تصور اور خیال خام اُن کے دلوں سے نکل چکا ہے لہٰذا اے مسلمانو تم بے خوف و خطر ہو کر دین اسلام کے فرائض اور احکام کو بجا لاؤ اور کافروں کی نفرت اور وحشت کو خاطر میں نہ لاؤ دین کا غلبہ مکمل ہو چکا ہے اب کسی میں یہ طاقت نہیں کہ حلال و حرام کے بارہ میں کوئی مزاحمت کر سکے اور جاہلیت کی طرح خبائث یعنی میتہ اور خمر اور خنزیر وغیرہ کو حلال کر سکے ابتداء میں اسلام ضعیف اور کمزور تھا مخالفین اسلام کے جور و ستم کی وجہ سے مسلمان آزادی کے ساتھ شرائع اسلام اور حلال و حرام پر عمل نہیں کر سکتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ضعف کو قوت سے اور اس کے خوف کو امن سے اور اس کے فقر کو غنی سے بدل دیا ہے اب تم

آزادی کے ساتھ بے خوف وخطر شرائع اسلام کو بجا لاؤ اور جس چیز کو خدا تعالےٰ نے حلال کیا ہے اس کو استعمال کرو اور جسے حرام کیا ہے اس سے بچو۔ چنانچہ فرماتے ہیں آج کے دن یعنی اب کفار تمہارے دین سے ناامید ہو گئے یعنی اُس کے مٹانے یا اس پر غالب آجانے سے مایوس ہو گئے اب تک تو یہ سمجھتے تھے کہ اسلام چند روز کا مہمان ہے اور جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ عنقریب دین اسلام چھوڑ کر پھر انہی میں جا ملیں گے لیکن اب وہ بالکل ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے ہیں کہ یہ شمع بجھنے والی نہیں اور یہ پروانے اُسے چھوڑنے والے نہیں پس جب یہ بات ہے کہ کفار تمہارے دین کے مٹانے اور اس پر غالب آنے سے ناامید ہو چکے ہیں تو تم اس دین پر عمل کرنے میں اُن سے بالکل نہ ڈرو وہ تمہارا کچھ نہیں کر سکتے اور مجھ سے ڈرو یعنی اُن کی خوشامد میں شریعت کے خلاف کر کے اپنے کو تباہ نہ کرو اس دین کو کوئی نہیں مٹا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ تقیہ ایک فعل مہمل ہے اور بزدلانہ حرکت ہے (تفسیر کبیر صفحہ ۳۶۸ ج ۳)

اب میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا تمام حلال وحرام فرض اور واجب چیزیں مکارم اخلاق اور عقائد اور اصول اور قواعد سب بیان کر دیئے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا کہ تم کو دین کامل دیا اور اب تم کسی دین اور کسی شریعت کے محتاج نہیں رہے اور کافروں پر تمہیں غلبہ بخشا مطلب یہ ہے کہ یہ نعمت دو اعتبار سے تم پر تمام ہوئی ایک قوت وشوکت کے اعتبار سے کہ اس دین کو تمام دینوں پر غلبہ عطا کیا هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ کا وعدہ پورا کیا دوسرے قواعد اور احکام اور حلال وحرام کی تفصیل اور مبداء اور معاش اور معاد کی تفصیل کے اعتبار سے اتنا کامل کر دیا کہ اب قیامت تک جتنے واقعات پیش آئیں گے اُن سب کے احکام اسی دین حق (یعنی کتاب وسنت) کی روشنی میں معلوم ہو سکیں گے یا یوں کہو کہ اتمام نعمت سے یہ مراد ہے کہ لذائذ اور طیبات کو تمہارے لیے حلال کر دیا اور خبائث اور انجاس کو تم پر حرام کر دیا اس طرح تم پر اپنی نعمت پوری کی یا یوں کہو کہ حج فرض کر کے ارکان دین کو مکمل کر دیا۔

ف چونکہ حدیث اور اجماع اور قیاس کی حجیت خود قرآن کریم سے ثابت ہے اس لیے جو حکم حدیث اور اجماع اور قیاس سے ثابت ہو گا وہ بھی دین کا جزء ہو گا جس نے حدیث نبوی یا اجماع امت یا قیاس فقہاء کو دین سے خارج اور اس کا مقابل اور قسیم سمجھا وہ بے دین اور بے عقل ہے قرآن کریم اور حدیث شریف اور اجماع علماء اور قیاس فقہاء سب دین کے اجزاء اور اقسام ہیں نیز قیاس مُظہِر حکم ہے مُثبِتِ حکم نہیں یعنی جو حکم کتاب وسنت میں پوشیدہ اور مخفی تھا قیاس اسے ظاہر کر دیتا ہے جیسا کہ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ کی تفسیر میں گزر چکا ہے قیاس کے معنی خود رائی اور جدید حکم کے نہیں۔

رہا اجماع سو وہ بھی کسی آیت یا حدیث ہی کے مختلف فیہ مضمون پر ہوتا ہے چیز (دین) ایک ہے الوان (رنگتیں) مختلف ہیں ؎

عبارا تنا شتیٰ وحسنک واحد ⁂ وکل الی ذاک الجمال یشیر

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ⁂ من از رفتار پایت می شناسم

اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو یعنی اب یہی دین خدا کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ اور تمام دینوں سے بہتر اور برتر ہے اور اب قیامت تک یہی دین رہے گا اور کبھی منسوخ نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی دین اور شریعت کا اتباع کریں گے لہٰذا اب دین کامل اور پسندیدۂ خداوندی کے بعد جو شخص سوائے دین اسلام کے کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ خدا کے یہاں ہرگز قابل قبول نہ ہوگا کما قال تعالیٰ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔

فوائد و لطائف

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ دن حجۃ الوداع کا تھا یعنی نویں تاریخ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں جمعہ کے دن عصر کے وقت یہ آیت نازل ہوئی وہ وقت تقریباً سال کا بھی آخر تھا اور ہفتہ کا بھی آخری دن تھا اور دن بھی قریب الختم تھا اس لیے کہ عصر کے بعد غروب کا وقت آجاتا ہے۔

اسی طرح حضور پُر نورؐ کی عمر شریف کا بھی آخری زمانہ تھا اس کے تین ماہ بعد ربیع الاوّل میں حضور کا وصال ہوگیا ہماری اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ آخر سے حقیقی آخر مراد نہیں بلکہ قریب آخر مراد ہے چنانچہ اس کے بعد فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یہ آیت نازل ہوئی لہٰذا اب یہ اشکال وارد نہ ہوگا کہ جب دین کامل ہوچکا تو پھر یہ حکم مضطر کیسے نازل ہوا اس لیے کہ مراد آخر سے قریب آخر ہے اس پر خدشہ وارد نہیں ہوتا نیز الیوم سے خاص آج کا دن مراد نہیں بلکہ الیوم سے زمانۂ حاضر مراد ہے جو ماقبل اور مابعد سے متصل ہے لہٰذا اب شُبہ نہ رہے گا کہ جب آج دین کامل ہوگیا تو اس کے بعد کوئی حکم نازل نہ ہونا چاہیے اور آیات احکام میں یہ آخری آیت اور آخری حکم ہونا چاہیے بحمدہٖ تعالیٰ اس شبہ کے دو جواب ہوگئے۔

(۲) دین کے کامل کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ حدود اور فرائض اور حلال و حرام کے احکام اور مبداء اور معاد دنیا اور آخرت اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق ایسے اصول اور قواعد بتلا دیئے گئے کہ قیامت تک آنے والے واقعات اور جزئیات کے احکام انہی کلیات سے صراحۃً یا اشارۃً

معلوم ہو سکیں گے اور قیامت تک اس میں زیادتی اور ترمیم کی ضرورت نہ ہوگی نبوت و رسالت آپ پر ختم ہوئی اور یہ آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نازل نہ ہوگی۔

طبیبِ کامل وہ ہے جس سے ہر مرض کا علاج معلوم ہوسکے اسی طرح دین کامل وہ ہے جو اصول اور قواعد کلیہ کا جامع ہو اور تمام جزئیات کا حکم اُس سے معلوم ہوسکے خلاصۂ کلام یہ کہ اکمال دین کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تمام حلال و حرام اور فرائض اور واجبات اور اصول و قواعد بیان کر دیئے گئے اب تمہیں دینی یا دنیوی ہدایت کیلئے کسی اور دین کی ضرورت نہیں اور نہ کسی اور نبی کی حاجت رہی یہی دین تمہاری دینی اور دنیوی اور تدبیر منزلی اور تدبیر ملکی اور سیاست داخلیہ اور خارجیہ کی مشکلات میں ہدایت اور رہنمائی کیلئے کافی اور شافی ہے جیسا کہ کتب فقہ میں۔ کتاب و سنت کی روشنی میں ان امور کی تفصیل موجود ہے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اکمال دین کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کیا مگر راجح قول وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔

(۳) اور اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم کو دین کامل دیکر تم پر اپنی نعمت پوری کر دی کہ تم کو ایسا کامل اور غایت درجہ معتدل قانون اور دستور عطا کیا کہ جو تمام شریعتوں کا خلاصہ اور لُبِّ لباب ہے اور جو باتیں ادیان سماویہ میں ناتمام تھیں اس دین کامل میں اُن کی تکمیل اور تتمیم کر دی گئی اب قیامت تک اس میں کسی اضافہ اور ترمیم کی گنجائش نہیں البتہ اُس کے احکام کی توضیح اور تلویح اور تفصیل اور تشریح ہوتی رہے گی جس طرح حدیث قرآن کریم کی تفسیر ہے اسی طرح فقہ حدیث کی شرح ہے اور وہ قانون ایسا واضح اور صاف ہے کہ کوئی ملحد اس میں تحریف اور تبدیل کی امید قائم نہیں کر سکتا اور ظاہری قوت و شوکت کے اعتبار سے اس کی جڑیں اتنی مضبوط کر دی ہیں کہ کفار اس کے مٹانے سے مایوس ہو چکے ہیں فتح مکہ سے تمام جزیرۃ العرب اسلام کے زیر نگین آگیا اور کفر کی یہ مجال نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں سر اٹھا سکے مطلب یہ ہوا کہ دین کامل دے کر۔ دین اور دنیا دونوں اعتبار سے تم پر اللہ کی نعمت پوری ہوئی۔

(۴) حضرات انبیاء سابقین کو جو شریعتیں عطاء کی گئیں وہ ناقص نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے وقت اور اس خاص زمان اور اُس خاص مکان اور اُس خاص خطّہ کے لحاظ سے کامل تھیں اُن کا کامل ہونا ایک مخصوص قوم اور محدود زمانہ کے لیے تھا اسی وجہ سے دوسرے کے آنے سے شریعت سابقہ کے کچھ احکام منسوخ ہو جاتے تھے مگر شریعت اسلامیہ کامل مطلق ہے اس کا کامل ہونا کسی زمان اور مکان اور کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں شریعت اسلامیہ کا کمال کمال مطلق بھی ہے اور دائم اور مستمر بھی ہے قیامت تک اس کا کوئی حکم منسوخ نہ ہوگا کذا فی السراج المنیر للشربینی ص ۲۹۲ ج ۲)

یا یوں کہو کہ ہر شریعت فی حد ذاتہٖ کامل تھی مگر حق تعالیٰ اپنے علم اور ارادہ سے جس حد تک

پہنچانا چاہتے تھے اس کے اعتبار سے سابق شریعتیں کم تھیں مثلاً حق تعالیٰ نے کسی کو ساٹھ برس کی عمر عطا کی اور کسی کو سو سال کی یہ ساٹھ سال کی عمر فی حد ذاتہ ناقص نہیں مگر اس عمر کے لحاظ سے ناقص ہے جو اللہ تعالیٰ نے دوسرے کو عطا کی ابتداء میں ظہر اور عصر اور عشاء کی دو دو رکعتیں تھیں بعد میں چار چار رکعتیں کر دی گئیں لہٰذا یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ چار رکعتیں دو رکعتوں سے زیادہ کامل ہیں اور دو رکعتیں اس سے کم ہیں لیکن یہ کمی کسی عیب یا خلل یا قصور کی بناء پر نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے اضافہ اور تکمیل کے اعتبار سے کم ناقص ہیں یعنی حق جل شانہٗ نے جس مرتبہ کمال تک پہنچانے کا ارادہ فرمایا تھا اس کے اعتبار سے ناقص ہیں اور جو جو احکام شرعیہ بتدریج حد کمال کو پہنچے اُن کو بھی اسی طرح سمجھو (تفسیر قرطبی صـ۶۲ ج ۶)

(۵) جس طرح حکومت کے دستور و آئین کا مکمل ہونا موجب صد مسرت ہے اسی طرح خداوند ذوالجلال کی طرف سے بندوں کو دستور کامل یعنی دین کامل اور شریعت کاملہ کا عطا ہونا ایک نعمت عظمیٰ اور بشارت کبریٰ ہے خداوند ذوالجلال۔ احکم الحاکمین ہے اور دین اسلام اس کے قوانین اور احکام کا نام ہے چنانچہ کسی یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی اس دن بحمد اللہ مسلمانوں کی دو عیدیں جمع ہو گئی تھیں اور یہ دونوں دن بحمد اللہ ہمارے لیے عید ہیں ایک یوم عرفہ اور ایک یوم جمعہ یعنی ہمیں اپنی طرف سے کسی اور عید کی ضرورت نہیں بس ہمیں وہی عید کافی ہے جو من جانب اللہ ہے۔

(۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین اسلام ایک عظیم نعمت ہے اور نعمت کا شکر عقلاً و شرعاً واجب ہے اس لیے امت میں اسلام جیسی نعمت کے شکر کے لیے یہ کلمہ مشہور ہے الحمد للہ علی نعمۃ الاسلام (تفسیر کبیر صـ۳۶۹ ج ۳)

اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہے لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ لہٰذا جو اسلام کی نعمت کا شکر کرے گا اللہ اس کے اسلام اور دین میں زیادتی اور خیر و برکت عطا کرے گا۔

(۷) وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا یعنی اللہ کے نزدیک یہی دین پسندیدہ اور مقبول ہے اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بغیر اسلام قبول کیے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے نجات ہو سکتی ہے جیسا کہ اس زمانہ کے بعض آزاد منشوں کا یہ خیال خام ہے کہ گاندھی بھی بغیر اسلام میں داخل ہوئے اخروی عذاب سے نجات پا سکتا ہے سو یہ ایسا صریح کفر ہے کہ جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔

کیا اسلام مانع ترقی ہے

اسلام حقیقی ترقی کا ہرگز ہرگز مانع نہیں بلکہ حقیقی ترقی کا حکم دیتا ہے اس سے بڑھ کر کیا ترقی ہو سکتی ہے کہ صحابۂ کرام نے چند ہی روز میں قیصر و کسریٰ کی سلطنت پر قبضہ کیا اور روئے زمین پر اپنی سیادت اور

اقتدار کو قائم کر دیا اور شریعت اسلامیہ کا دستور اور قانون دنیا میں رائج کر دیا اور جس سرزمین پر قدم رکھا بغیر کسی کالج اور یونیورسٹی کے وہاں کی زبان عربی بن گئی اور وہاں کا تمدن اسلامی تمدن بن گیا اور آج سے دو سو سال پیشتر تک تمام سلاطین اسلام کا یہی حال رہا اور اللہ نے ان کو وہ عزت دی جو آج خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتی البتہ اسلام اس خیالی ترقی کا مانع اور مخالف ہے جس کی حقیقت سوائے حرص اور طول اَمل کے کچھ نہیں شیخ چلّی کی سی پلاؤ پکا لینے کا نام ترقی نہیں۔

عالم کی اصل ترقی کا دارومدار چار چیزیں ہیں زراعت اور تجارت اور صنعت و حرفت اور ملازمت جس کو اصطلاح شریعت میں اجارہ کہتے ہیں شریعت کی بے شمار نصوص سے ان تمام امور کی تاکید اور ترغیب ثابت ہے اور حق تعالیٰ نے ان امور کے متعلق احکام صادر کیے ہیں جو چیزیں حقیقۃً مفید اور نافع تھیں ان کو جائز قرار دیا اور جو چیزیں حقیقۃً مضر تھیں اُن کو ناجائز قرار دیا اگرچہ کوئی خود غرض بعض چیزوں کو اپنے لیے مفید اور نافع سمجھتا ہو ہر حکومت نے اپنے قانون میں رشوت اور چوری اور ڈاکہ زنی کو جرم اور ممنوع قرار دیا ہے حالانکہ چوری اور ڈاکہ زنی شخصی منافع سے خالی نہیں چوری سے اور رشوت سے مال میں بڑی ترقی ہوتی ہے مگر کوئی شخص بھی حکومت اور قانون پر یہ اعتراض نہیں کرتا کہ یہ قانون ہماری ترقی میں حارج اور مزاحم ہے لہٰذا اس کو منسوخ کیا جائے اسی طرح شریعت نے سود اور قمار اور رشوت کو حرام قرار دیا جو مضرت میں چوری اور ڈاکہ سے کہیں بڑھ کر ہے لیکن افسوس کہ شریعت کے احکام کو مانع ترقی سمجھتے ہیں اور قوانین حکومت کو مانع ترقی نہیں سمجھتے معترضین یہ بتلائیں کہ شریعت کے کون سے احکام ایسے ہیں جو حقیقۃً دنیاوی ترقی میں حارج اور مزاحم ہیں بتلائیں تو سہی کہ کیا شراب اور زنا اور بے پردگی کی اجازت سے ملک کو مادی ترقی حاصل ہو جائے گی شریعت۔ پروپیگنڈے کو ممنوع قرار دیتی ہے حیرت کا مقام ہے کہ جھوٹ سے تو ملک کو ترقی ہو اور سچائی سے ملک کو تنزل ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نجاست خوردوں (جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والوں) کو صدق اور سچائی کی حلاوت اور لذت کس طرح سمجھائیں بلکہ حق یہ ہے کہ شریعت نے جس چیز سے منع کیا ہے وہی چیز تنزل کا سبب ہے اور جس چیز کا حکم دیا ہے وہی ترقی کا ذریعہ ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِىْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ

پھر جو کوئی ناچار ہوگیا بھوک میں کچھ گناہ پر نہیں ڈھلتا

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾

تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان

تتمۂ حکم سوم

قال تعالیٰ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

پہلی آیت میں جو میتہ وغیرہ کی حرمت کا ذکر تھا یہ آیت اسی حکم سابق کا تتمہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں پس جو شخص بھوک کی شدت میں مجبور اور لاچار ہو جائے وہ اگر ان حرام چیزوں میں سے بقدر سد رمق کچھ کھالے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف جھکنے والا نہ ہو یعنی پیٹ بھر کر نہ کھاتے اور مقدار حاجت سے تجاوز نہ کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اس نے اپنی رحمت سے مجبوری کی حالت کو حرمت سے مستثنیٰ فرمادیا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کو کیا حلال ہے تو کہہ تم کو حلال

لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ

ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور دوڑانے

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ

کو کہ ان کو سکھاتے ہو کچھ ایک جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں

عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

سے کہ رکھ چھوڑیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر اور ڈرتے رہو اللہ

اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

سے اللہ شتاب لینے والا ہے حساب

حکم پنجم۔ متعلق بہ شکار

قال تعالیٰ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ... الٰی ... اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

(ربط) دین کامل کی ایک علامت یہ ہے کہ اس میں حلال و حرام کی پوری تفصیل ہو گذشتہ آیت میں حرام چیزوں کی تفصیل تھی اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ حلال کیا کیا چیزیں ہیں تو اب جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ حلال کا دائرہ بہت وسیع ہے چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں دینی یا دنیوی روحانی یا جسمانی نقصان تھا اُن کے علاوہ دنیا کی تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور چونکہ شکار کے متعلق بعض لوگوں نے خصوصیت سے سوال کیا تھا اس لیے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کا جواب دیا گیا لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا چیز اُن کے لیے حلال کی گئی عدی بن حاتمؓ اور زید بن مہلہلؓ نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ہم شکاری لوگ ہیں کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کس جانور کا شکار حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی آپ اُن کے جواب میں کہہ دیجیے کہ تمہارے لیے تمام پاکیزہ اور ستھری چیزیں حلال کی گئی ہیں یعنی جن چیزوں کو اہل عرب پاکیزہ سمجھتے ہوں یعنی جن چیزوں کو طبائع سلیمہ لذیذ اور پاکیزہ سمجھتی ہوں اور نیز اصول شریعت (یعنی کتاب اور سنت اجماع اور قیاس) سے اُن کی حرمت ثابت نہ ہو مطلب یہ ہے کہ یہ سب پاکیزہ چیزیں حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں حلال تھیں جب توریت نازل ہوئی تو یہود کی سزا میں اکثر چیزیں ممنوع ہو گئیں اور انجیل میں حلال و حرام کا بیان نہ ہوا اب قرآن میں وہی دین ابراہیمی کے مطابق سب حلال ہوئیں اور فرمایا کہ اہل کتاب کا کھانا حلال ہے یعنی اُن کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ اُن کا ذبح کیا ہوا اُس شرط کے مطابق ہو جو اوپر ذبح کی شرط ذکر کی گئی کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اور غیر اللہ کی تعظیم مقصود نہ ہو اور حلال کیا گیا تمہارے لیے شکار اُن جانوروں کا جن کو تم نے سدھایا ہے اور شکار پکڑنے کے طریقے اُن کو سکھائے ہیں درانحالیکہ تم اُن کو شکار کا وہ طریقہ سکھلاتے ہو جو خدا تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے جوارح کے معنی شکار کرنے والے جانوروں کے ہیں جس میں کتا اور باز اور شکرا وغیرہ سب آ گئے پس تم کو اس شکار کے کھانے کی اجازت ہے کہ جس کو شکاری جانور تمہارے لیے روک رکھیں یعنی خود اُس سے نہ کھائیں پس جس شکار کو شکاری جانور پکڑ کر تمہارے لیے لے آئے اور خود اُس میں سے نہ کھائے تو وہ شکار تمہارے لیے حلال ہے اگرچہ وہ شکار اُن کے پکڑنے سے مر جائے اور ذبح کرنے کی نوبت نہ آئے کیونکہ تعلیم یافتہ جانور کا اس کو قتل کر دینا قائم مقام ذبح کے ہے اور اس پر اللہ کا نام لو یعنی جب تم اُس شکاری جانور کو شکار پر چھوڑو تو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو تاکہ اللہ کے نام کی برکت سے اُس کا قتل کیا ہوا حلال ہو جائے

حق جل شانہٗ نے ان آیات میں شکار کے حلال ہونے کی شرائط کی طرف اشارہ فرمایا اوّل یہ کہ وہ شکاری جانور تعلیم یافتہ یعنی سدھایا ہوا ہو کیونکہ جب اُس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا کہ آدمی نے ذبح کیا اس لیے سدھانا اور تعلیم دینا شرط ہوا اور جانور کے تعلیم یافتہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ مالک کے کہنے سے شکار پر حملہ کرے اور اُس کے منع کرنے سے رک جائے جب یہ حالت

کم از کم تین مرتبہ تجربہ میں آجائے تو وہ تعلیم یافتہ سمجھا جائے گا دوم یہ کہ شکار کو وہ خود نہ کھائے اپنے مالک کے لیے روک لے سوم یہ کہ کتے کو شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہو اور اللہ سے ڈرو یعنی ایسے شکار کو مت کھاؤ جس میں شرائط مذکورہ میں سے کوئی شرط مفقود ہو تحقیق اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے جو حرام کھائے گا اس سے مؤاخذہ ہوگا۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

آج حلال ہوئیں تم کو سب چیزیں ستھری اور کتاب والوں کا کھانا تم کو

الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ

حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کو حلال ہے اور قید والی

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

عورتیں مسلمان اور قید والی عورتیں پہلے کتاب والوں کی

مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ

جب دو ان کو مہر اُن کے قید میں لانے کو نہ

مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ

مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

ایمان سے اس کی محنت ضائع ہوئی اور آخرت میں

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۟ ع ۵

وہ ہارنے والوں میں ہے۔

حکم ششم متعلق بذبیحہ اہل کتاب

قال تعالیٰ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ .... الیٰ .... وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۟

(ربط) گذشتہ آیت میں شکار کا حکم بیان فرمایا اب اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کے ذبیحہ کا حکم بیان فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا حکم بھی بیان فرماتے ہیں کیونکہ حلت اور انتفاع دونوں میں مشترک ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے اہل اسلام آج تم پر اللہ کا بڑا انعام ہوا کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کر دی گئیں حالانکہ یہود پر بہت سی پاکیزہ چیزیں ان کی سرکشی اور ظلم کی وجہ سے حرام کر دی گئی تھیں وہ چیزیں ہمیشہ کے لیے تم پر حلال کر دی گئیں اور کبھی ان کی حلت منسوخ نہ ہو گی اور یہ حکم اگرچہ پہلی آیت میں مذکور ہو چکا تھا لیکن بغرض تاکید اور آئندہ کی تمہید کے لیے پھر اس کو دھرایا اور حلال کیا گیا تمہارے لیے ذبیحہ اہل کتاب کا یہاں طعام سے ذبیحہ مراد ہے یعنی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور تمہارے لیے حلال ہے طعام سے خشک چیزیں مراد نہیں اس لیے کہ اس میں اہل کتاب کی تخصیص نہیں خشک چیزیں ہر انسان کے ہاتھ کی جائز ہیں خواہ وہ کسی مذہب اور ملت کا ہو۔

اور اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور تین شرطوں کے ساتھ حلال ہے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ذبیحہ ان چیزوں میں سے نہ ہو جو مسلمانوں پر کتاب وسنّت میں حرام کی گئیں ہیں جیسے لحم خنزیر وغیرہ دوسری شرط یہ ہے کہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس لیے کہ اہل کتاب کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح جائز نہیں اس اصل اعتقاد کی وجہ سے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ تمہارے لیے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں اور غیر اللہ کی تعظیم مقصود نہ ہو اور سوائے اہل کتاب کے کسی اور دین اور مذہب والے کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ وہ ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لے اُس کا خدا کا نام لے کر ذبح کرنا بھی معتبر نہیں۔

حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عائشہ صدیقہؓ اور دیگر صحابہ وتابعین کے نزدیک اہل کتاب کا وہ ذبیحہ حلال ہے جو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو نہ وہ کہ جو مسیحؑ اور عزیرؑ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ (تفسیر قرطبی ص۷۶ ج۶)

وقال تعالیٰ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ جو قرآن کریم میں متعدد جگہ مذکور ہے لہذا اہل کتاب کا وہ ذبیحہ جو حضرت مسیح اور عزیر کے نام پر ہو وہ تو مَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے اور جو کنیسہ اور صلیب کے نام پر ذبح کیا جائے وہ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ میں داخل ہے اہل کتاب کا وہی ذبیحہ معتبر ہے جو اُن کی اصلی اور صحیح شریعت حقہ کے مطابق ہو اور اُن کا جو ذبیحہ شریعت محرّفہ کے مطابق ہو اس کا اعتبار نہیں۔

اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ سب کا مذہب یہی ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جب حلال ہے کہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اگر مسیحؑ اور عزیرؑ کا نام لیا گیا ہو تو وہ حلال نہیں (احکام القرآن للجصّاص ص ۳۲۲ ج ۲)۔

اور بعض علماء نے مطلقاً ذبیحۂ اہل کتاب کو حلال قرار دیا ہے مگر صحیح اور راجح قول وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اسی میں احتیاط ہے غیر اللہ کے نام پر تو مسلمان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں چہ جائیکہ غیر مسلم کا ذبیحہ غیر اللہ کے نام پر ہو وہ کیسے حلال ہو سکتا ہے۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ بنا ہو اس لیے کہ مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں شریعت میں مرتد کے احکام جداگانہ ہیں

اور تمہارا ذبیحہ اُن کے لیے حلال ہے یعنی اگر تم اپنا ذبیحہ ان کو کھلاؤ یا اُن کے ہاتھ فروخت کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس جملہ سے پہلے جملہ کی تاکید مقصود ہے کہ جس طرح تمہارا ذبیحہ اہل کتاب کے لیے حلال ہے اسی طرح اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے امام رازی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اباحت ذبیحہ طرفین سے ہے مگر اباحت نکاح (جس کا آئندہ آیت میں ذکر آتا ہے) وہ صرف ایک جانب کے ساتھ مخصوص ہے یعنی مسلمان مرد کتابی عورت سے نکاح کر سکتا ہے مگر نصرانی مرد۔ مسلمان عورت سے کسی حال میں نکاح نہیں کر سکتا (تفسیر کبیر ص ۳۷۲ ج ۳)

حکم ہفتم متعلق بہ نکاح کتابیات

پہلی آیت میں یہ فرمایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اب اُن کی عورتوں سے نکاح کی حلت کو بیان فرماتے ہیں اور ان دونوں آیتوں سے مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب۔ عام کافروں سے دو حکموں میں مخصوص اور ممتاز ہیں ایک یہ کہ اُن کا ذبیحہ حلال ہے بت پرست اور مجوسی کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ وہ خدا کا نام لے کر ذبح کرے اور چونکہ اہل کتاب کا اصل عقیدہ توحید ہے اور وہ اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اس لیے آیت میں یہ قید نہیں لگائی گئی ورنہ یہ قید لازمی طور پر معتبر ہے جیسا کہ بیان ہو چکا دوم یہ کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے مشرکین اور مجوس کی عورتوں سے نکاح درست نہیں ان دو حکموں میں اہل کتاب عام کفار سے مخصوص ہیں غالباً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما الصّلاۃ والسّلام کی نسبت کی رعایت سے اہل کتاب کو عام کافروں سے بعض احکام میں مخصوص اور ممتاز کر دیا گیا اور یہ خصوصیت اور امتیاز فقط دنیا میں ہے آخرت میں ہر کافر مردود اور مطرود ہے چنانچہ حق جل شانہٗ کا حلت ذبیحہ اور اباحت نکاح کے بعد یہ فرمانا وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اسی طرف اشارہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلت اور اُن کی عورتوں سے نکاح کی اجازت سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ جیسا دنیا میں اہل کتاب کو مشرکین اور مجوس پر ترجیح دی گئی شاید آخرت میں بھی اُن کو ترجیح دی جائے تو حق تعالیٰ نے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ سے بتلا دیا کہ آخرت کا معاملہ اور وہاں کا ثواب وعقاب فقط ایمان اور کفر پر دائر ہے آخرت میں سب کافر برابر ہیں (تفسیر کبیر) چنانچہ فرماتے ہیں اور حلال کی گئیں تمہارے لیے پاکدامن مسلمان عورتیں اور اسی طرح حلال کی گئیں پاکدامن عورتیں فقط اہل کتاب کی نہ مشرکین اور مجوس وغیرہ کی بشرطیکہ تم اُن کا مہر ادا کرو اس طرح سے کہ تم اُن کو ہمیشہ کے لیے قید نکاح میں لانے والے ہو میعادی نکاح درست نہیں نہ تو علانیہ طور پر مستی نکالنے والے اور شہوت رانی کرنے والے ہو اور نہ پوشیدہ طور پر آشنائی کرنے والے ہو مطلب یہ ہے کہ نکاح کی تو اجازت ہے مگر آشنائی اور یارانہ کی اجازت نہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضٰی تو یہ ہے کہ حلال وحرام کی بابت تم سے جو عہد لیے گئے اُن کو پورا کرو اور جو ایمان کے عہدوں سے مکر جائے اور خدا کے حلال وحرام کو نہ مانے تو اس کے تمام اعمال آخرت میں غارت ہوئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلّت اور اُن کی عورتوں سے نکاح کے بعد کافروں کے حبط اعمال کا مسئلہ ذکر کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ اہل کتاب اگرچہ حلت ذبیحہ اور اباحت نکاح میں من وجہٍ دنیا میں مسلمانوں کے مشابہ قرار دے دیئے گئے مگر قبول اعمال میں مسلمانوں کے مشابہ نہیں اہل کتاب کے اعمال آخرت میں حبط اور اکارت ہوں گے اور اہل ایمان کو اعمال صالحہ کا اضعافاً مضاعفہ اجر ملے گا لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح میں انتہائی احتیاط کو ملحوظ رکھیں مسلمانوں کو کتابی عورتوں سے نکاح کی اس لیے اجازت دی گئی ہے کہ تم ان کو اپنی ماتحتی میں لے کر ان پر اسلام کی ضوء فشانی کرو کہ اُن کے کفر کی ظلمت ختم ہو جائے اس لیے اجازت نہیں دی گئی کہ تم اُن سے تعلق قائم کرنے کے بعد اپنی اسلام کی شمع کو تو بجھا دو اور اُن کی طرح تم بھی کفر کی ظلمت اور تاریکی میں داخل ہو جاؤ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس آیت میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اے مسلمانو تم کو جو کتابیات سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہ اس لیے دی گئی ہے کہ تم اس کو اپنی قوت ایمانی سے اسلام کی طرف کھینچ لو نہ اس لیے کہ تم ان پر مفتون ہو کر اپنی بھی متاع ایمانی کو کھو بیٹھو اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاؤ اسی فتنہ کے سدّ باب کے لیے حل ذبیحہ اور اباحت کے مضمون کو وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ پر ختم فرمایا۔

فائدۂ جلیلہ بعض علماء کا قول ہے کہ آیت وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ میں کفر بالایمان کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نفس ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو ضروری نہ

سمجھے جیسے آج کل بعضے تعلیم یافتہ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ کے تمام احکام کو ماننا ضروری نہیں صرف وہ احکام کہ جو اُن کی عقل کے مطابق ہوں اُن کو مان لیا جائے اور جو باتیں ان کے نزدیک خلاف عقل ہوں اُن کے ماننے کی ضرورت نہیں یہ کفر ہے۔

مسائل واحکام

۱- اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو مذہبًا اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں اس زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل اور نہ آسمانی کتاب کے قائل ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا

۲- ان آیات میں ذبیحہ کی حلت اور نکاح کی اباحت سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں معاذ اللہ ترغیب دینا مقصود نہیں کہ تم خواہ مخواہ مسلمان عورتوں کو اور اپنے خاندان کی لڑکیوں کو چھوڑ کر کتابیات سے نکاح کیا کرو بلکہ تنگی دفع کرنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت ضرورت اور مصلحت داعی ہو تو اہل کتاب کی عورتوں سے فی حد ذاتہ نکاح جائز ہے بشرطیکہ خارجی اثرات اور حالات سے کسی مضرت اور مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو اور خدا نخواستہ یہ اندیشہ ہو کہ اُن کے جال میں پھنس کر اپنے دین اور دنیا کو تباہ کرے گا تو ان حالات میں کتابیات سے نکاح کی حلت مبدل بہ حرمت ہو جائے گی جو چیز شرعًا حلال ہو مگر اس حلال سے متنفع ہونے میں حرام کا ارتکاب کرنا پڑے تو وہ حلال بھی حرام ہو جاتا ہے بلکہ موجودہ زمانہ کے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ بے ضرورت اختلاط اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر طیبات کا کھانا بھی خالی از فتنہ نہیں مناکحت تو بڑی چیز ہے ان کے ساتھ تو محض مواکلت اور مشاربت کا یہ اثر ہے کہ انسان کفر سے مانوس اور اسلام سے بیزار اور اہل اسلام سے متنفر ہو جاتا ہے اعوذ باللہ من الکفر والفقر۔ آمین

۳- اسلام نے تمام مشرکین اور مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے مگر اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال قرار دیا اس لیے کہ اہل کتاب اقرب الی الاسلام ہیں اہل کتاب اصولی طور پر توحید اور رسالت اور قیامت کے قائل ہیں اہل کتاب کا اہل اسلام کے ساتھ اختلاف صرف سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں ہے پس جب مسلمان مرد ایک کتابیہ عورت سے نکاح کرے گا تو عقلی اور نقلی دلائل سے اور اسلام کی قوی حجتوں سے کتابیہ عورت کو اسلام کی طرف بسہولت کھینچ سکتا ہے بخلاف مشرک اور

مشرکہ کے کہ وہاں شرک اور بت پرستی کی وجہ سے اُن کو اسلام سے غایت درجہ بُعد اور منافرت ہے اہل شرک نہ توحید کے قائل اور نہ نبوت کے اور نہ قیامت کے اہل شرک کسی دین کے قائل نہیں اور نہ کسی خیر وشر اور نہ کسی حلال وحرام اور نہ کسی جائز و ناجائز کی تقسیم کے قائل ہیں اس لیے ایسے شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے مشرک اور مشرکہ کے ساتھ نکاح اور زوجیت کا مقصد حاصل نہ ہوگا یعنی باہمی اتحاد اور اعتماد اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمخواری میسّر نہ ہوگی بلکہ ایسی معیّت وبال جان ہو جائے گی اور عیش کو منغص اور مکدر بنا دے گی اور معاشرۂ زوجیت قائم نہیں رہ سکے گا اس لیے کہ جب زن و شوہر کے اعتقادات اور خیالات میں اختلاف شدید ہوتا ہے تو پھر اس سے اور طرح طرح کے اختلافات نکل کھڑے ہوتے ہیں اور اتحاد اور یکجہتی کی کوئی صورت نہیں رہتی جو نکاح کا مقصد ہے اور اگر باوجود اختلاف خیال واعتقاد ظاہراً اتحاد نظر آئے تو وہ درحقیقت نفاق اور ظاہر داری ہے غرض یہ کہ کتاب وسنت نے مشرکین اور اہل کتاب میں فرق کیا ہے کہ مشرکین اور مشرکات کے ساتھ تو نکاح کو بالکلیہ ممنوع قرار دیا اور اہل کتاب کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ مسلمان مرد کو تو کتابیہ عورت سے اس شرط کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے کہ وہ مسلمان مرد اسلام کی قوی اور روشن حجتوں کے ذریعہ کتابیہ کو اور اس کے خاندان کے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ سکے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد یہی خود اس کے حسن وجمال یا مال ومنال کی وجہ سے اس کے ہاتھ بک جائے گا اور اپنی متاع ایمانی کو نصرانیت پر قربان کر دے گا تو پھر کتابیہ کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوگا قرآن اور حدیث میں مؤمنات صالحات اور دیندار عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب اور فاسقات اور فاجرات اور خبیثات سے نکاح کی ممانعت آئی ہے اگرچہ وہ مسلمان ہوں اس لیے کہ بددین عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے اس کے بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو نصرانیہ اور یہودیہ میں تو یہ اندیشہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور چونکہ عورت طبعًا اور عقلاً اور فطرةً کمزور ہوتی ہے اور شوہر کے تابع ہوتی ہے اس لیے اس میں یہ طاقت نہیں کہ مرد کو اپنے تابع بنا سکے اس لیے شریعت اسلامیہ نے مسلمان عورت کو کتابی مرد کے ساتھ نکاح کرنے کو ممنوع قرار دیا اور اخیر آیت مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ میں یہ بتلا دیا کہ گو دنیا میں اہل کتاب کے ساتھ یہ رعایت کر دی گئی کہ مسلمانوں کے لیے اُن کا ذبیحہ اور اُن کی عورت سے نکاح جائز کر دیا گیا لیکن آخرت میں اہل کتاب اور دیگر کفار کے مابین کوئی فرق نہیں آخرت میں سب کافروں کا ایک ہی حکم ہے سب کے اعمال اکارت ہیں اور نقصان اٹھانے والے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُوا۟

اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو

وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُوا۟

اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو

بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ ط وَإِن

اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک اور اگر

كُنتُمْ جُنُبًا فَٱطَّهَّرُوا۟ ط وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ

تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر

سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَٰمَسْتُمُ

میں یا ایک شخص تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا لگے ہو

ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا۟ مَآءً فَتَيَمَّمُوا۟ صَعِيدًا طَيِّبًا

عورتوں سے پھر نہ پاؤ پانی تو قصد کرو زمین پاک کا

فَٱمْسَحُوا۟ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ ط مَا يُرِيدُ

اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں

ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن

چاہتا کہ تم پر کچھ مشکل رکھے اور لیکن

يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ

چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہے تم پر

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

کہ شاید تم احسان مانو

حکم ہشتم ۔ ونہم ۔ ودہم

فرضیّت وضوء ۔ وفرضیّت غسل ۔ ومشروعیّت تیمم

قال تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ .... الیٰ ... لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ

(ربط) ابتداء سورت میں اجمالی طور پر عقود اور عہود کے ایفاء کا حکم دیا پھر اس کی تفصیل شروع فرمائی تو سب سے پہلے کھانے کی چیزوں کی اباحت اور حلت کو بیان فرمایا پھر حلال عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح کی اجازت دی گئی اور چونکہ انسانی حاجتیں اور کھانے پینے کی ضرورتیں بہ نسبت نکاح کے زیادہ ہیں اس لیے اُن کو مقدم فرمایا اور نکاح کو اُن کے بعد بیان کیا ان عقود کا تعلق دنیا سے تھا اب اُن عقود اور عہود کو بیان کرتے ہیں جو دین اور عبودیت سے متعلق ہیں اور چونکہ اکل حلال اور وطی حلال خداوند ذوالجلال کی عبادت میں بہت معین ہے اس لیے اس کو مقدم فرمایا اب ان سب کے بعد عہد عبودیت کے ایفاء کا مطالبہ فرماتے ہیں اور اعلیٰ ترین عبودیت نماز ہے جس کے لیے طہارت نہایت ضروری ہے اس لیے ان آیات میں وضوء اور غسل اور تیمم کے حکم کی تفصیل فرمائی (تفسیر کبیر ص ۳۷۴ ج ۳)

فرضیّتِ وضوء

اے ایمان والو ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکیزگی کو ملحوظ رکھو اور کفر اور معصیت کی نجاست اور گندگی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اَکل طیبات اور نکاح محصنات کا تم کو حکم اس لیے دیا گیا کہ تم کو روحانی اور باطنی طہارت اور پاکیزگی حاصل ہو اس لیے تم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جب دربار خداوندی میں حاضری کا ارادہ کرو تو اکل طیبات اور مخالطت محصنات سے جو تمہاری باطنی طہارت اور نزاہت میں خلل آیا ہے تو اس کو وضوء یا غسل یا تیمم کی طہارت سے دور کرو کیونکہ موجبات وضوء مثلاً پیشاب اور پیخانہ اور قے اور خون ان سب کا منشاء اکل طعام ہے اور موجبات غسل کا منشاء نکاح ہے اس لیے اکل طیبات اور نکاح محصنات کے بعد وضوء اور غسل کے احکام کا بیان نہایت مناسب ہوا چنانچہ فرماتے ہیں اے مسلمانو! جب تم نماز کیلئے اُٹھو تو دھو لیا کرو اپنے مونھوں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کر لیا کرو اپنے سروں پر اور اپنے پاؤں کو دھو لیا کرو ٹخنوں تک یعنی پیروں کو ٹخنوں تک دھونا فرض ہے سر کی طرح

کا مسح کافی نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو امت کو وضوء کی تعلیم دی وہ یہی ہے کہ وضوء میں پیروں کو دھویا کریں نہ یہ کہ ان پر مسح کیا کریں اور صحابہ کرامؓ نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی روایت اور حکایت کی ہے سب میں غسلِ قدمین کی صراحت آئی ہے کسی ایک جگہ بھی مسح قدمین کا ذکر نہیں آیا۔

محقق ابن امیر الحاج شرح تحریر الاصول ج۳ ص۶۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تیس صحابہ سے زیادہ نے آپؐ کے وضوء کو روایت کیا ہے اور اس پر متفق ہیں کہ آپؐ نے وضوء میں پیروں کو دھویا ہے سفر اور حضر۔ سردی اور گرمی کسی حالت میں بھی آپ نے پیروں پر مسح نہیں فرمایا بعد ازاں محقق ابن امیر الحاج نے اُن تیس سے زیادہ روایتوں کو مع تخریج روایت اور حوالۂ کتاب ذکر فرمایا اس لیے ہم اہل علم اور طلبہ کے افادہ کے لیئے اصل عبارت ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں اذ قد اطبق من حکی وضوءہ من الصحابۃ ویقربون من ثلاثین علیہ ای علی غسلہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلیہ بل یزیدون علی ذلک وقد اسعف المصنف (ای ابن الھمام) بذکر اثنتین وعشرین منھم فی فتح القدیر عثمان[1] رواہ البخاری ومسلم وعلی[2] رواہ اصحاب السنن وعائشۃ[3] رواہ النسائی وغیرہ وابن[4] عباس والمغیرۃ[5] رواہ البخاری وغیرہ وعبد[6] اللہ بن زید رواہ الستۃ وابو[7] مالک الاشعری وابو[8] ھریرۃ وابو[9] امامۃ والبراء[10] بن عازب رواہ احمد وابوبکر[11] رواہ البزار ووائل[12] بن حجر رواہ الترمذی ونفیل[13] بن مالک رواہ ابن حبان وانس[14] رواہ الدارقطنی وابو ایوب[15] الانصاری وابو[16] کاھل وعبد[17] اللہ بن انیس رواہ الطبرانی والمقدام[18] بن معدی کرب وکعب[19] بن عمرو الیامی والربیع[20] بنت معوذ وعبد[21] اللہ بن عمرو بن العاص رواہ ابوداؤد وعبد[22] اللہ بن ابی اوفی رواہ ابویعلیٰ وممن حکاہ ایضا زیادۃ علی ھؤلاءِ عمر رواہ عبد بن حمید وابن[24] عمر وابی[25] بن کعب رواہ ابن ماجۃ ومعاویۃ[26] رواہ ابوداؤد ومعاذ[27] بن جبل وابو رافع[28] وجابر[29] بن عبد اللہ وتمیم[30] بن غزیۃ الانصاری وابو الدرداء[31] وام سلمۃ[32] رواہ الطبرانی وعمار[33] رواہ الترمذی وابن ماجہ وزید[34] بن ثابت رواہ الدارقطنی فبلغت الجملۃ اربعۃ وثلاثین وباب الزیادۃ مفتوح للمستقرئ ثم المراد اتفاق الجم الغفیر الذی یمنع العقل تواطئھم علی الکذب من الصحابۃ علی نقل غسلھما عنہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم اتفاق الجم الغفیر الذی ھم بھذہ المثابۃ من التابعین علی نقل ذلک عن الصحابۃ وھلم جرا حتی الینا ولیس معنی التواتر الا ھذا وتوارثہ ای ولتوارث غسلھما من الصحابۃ

ای لاخذنا غسلهما عمن یلینا وهم ذلک عمن یلیهم وهکذا الی الصحابة وهم اخذوه بالضرورة عن صاحب الوحی فلا یحتاج الی ان ینقل فیه نص معین (کذا فی فصل التعارض من شرح التحریر للمحقق ابن امیر الحاج ص ج ۳)

غرض یہ کہ احادیث متواترہ سے یہ امر ثابت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم وضوء میں پیروں کو دھوتے تھے اور عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک امت کا تعامل یہی چلا آرہا ہے کہ وضوء میں پیروں کو دھویا جائے اور عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک پوری امت کا مسلسل عمل خود ایک مستقل دلیل ہے جس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی نیز کتب شیعہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پاؤں کا دھونا منقول ہے اور یہ روایتیں صحیح ہیں اور ثابت ہیں اور بالاتفاق فریقین کے نزدیک مسلمہ ہیں اور مسح کے بارہ میں اختلاف ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ متفق علیہ اور مسلمہ فریقین کو لے لیا جائے اور مختلف فیہ کو چھوڑ دیا جائے۔

تحقیق اختلاف قراءت در لفظ وارجلکم الی الکعبین

جاننا چاہیئے کہ لفظ - وارجلکم الے الکعبین میں دو قراءتیں ہیں ایک قراءت نصب ہے یعنی بفتح لام اور دوسری قراءت جرّ ہے یعنی وارجلکم بکسرِ اللام پہلی قراءت کی بنا پر وَاَرْجُلَکُمْ کا عطف وایدیکم پر ہوگا اور ترجمہ اس طرح ہوگا کہ اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھویا کرو اس قرأت سے وضوء میں پیروں کے دھونے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے دوسری قراءت یعنی بکسرِ اللام کی بناء پر وَاَرْجُلِکُم کا عطف بظاہر لفظ رُؤسِکُمْ پر ہوگا اور ترجمہ اس طرح ہوگا کہ اپنے سروں پر اور اپنے پیروں پر مسح کر لیا کرو اس قراءت سے وضوء میں مسح رِجلَین کی فرضیت ثابت ہوتی ہے یہ شیعہ اور امامیہ فرقہ کا مذہب ہے کہ وضوء میں بجائے غَسلِ رِجلَین کے مَسحِ رِجلَین فرض ہے اہل سنّت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں قراءتیں متواتر ہیں اور بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں اور کلام خداوندی میں تعارض ناممکن ہے یہ امر قطعاً ناممکن ہے کہ وقت واحد میں دو مختلف اور متضاد چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مراد ہوں لہذا حق تعالیٰ کے نزدیک غَسلِ رِجلَین اور مسح رِجلَین میں سے ایک ہی معنی مراد ہونگے رہا یہ امر کہ حق تعالیٰ کے نزدیک کون سے معنی مراد ہیں سو اس اجمال اور اشتباہ کے دور کرنے کیلئے احادیث نبویہ اور تعامل صحابہ و تابعین کی طرف رجوع کرنا ضروری معلوم ہوا سو احادیث متواترہ صحیحہ اور صریحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو وضوء کی تعلیم دی اس میں پیروں کے دھونے کا حکم دیا اور پھر یہ فرمایا هذا وضوء لا یقبل اللہ الصّلوٰة الابہ یعنی بغیر اس طرح کی وضوء کے خدا تعالیٰ کے یہاں نماز قبول نہیں نیز مدت العمر کبھی بھی آپ نے مسح رجلین نہیں فرمایا نہ سفر میں

اور نہ حضر میں بلکہ جن لوگوں کو غسل رجلین میں کوتاہی کرتے دیکھا اُن کو بآواز بلند یہ فرمایا ویل للاعقاب من النار یعنی اُن ایڑیوں کے لیے ہلاکت اور عذاب نار ہے جن کو پانی نہیں پہنچا معلوم ہوا کہ وضوء میں پیروں کا دھونا فرض ہے مسح کافی نہیں۔

اور عمرو بن عبسہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور پرُ نور ؐ نے وضوء کی تلقین کرتے ہوئے یہ فرمایا۔

ثم یغسل قدمیہ کما امرہ اللہ رواہ ابن خزیمۃ فتح الباری ص۲۳۲ ج۱۔ باب غسل الرجلین	پھر قدمین کو دھوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دھونے کا قرآن میں حکم دیا ہے۔

اور امام بیہقیؒ کی سنن کبریٰ ص۷۰ ج۱ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حکم دیا

اغسلوا القدمین الی الکعبین کما امرتم	اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھوؤ جیسا کہ تم کو قرآن میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن نے جو حکم دیا ہے وہ غَسلِ رجلین کا حکم دیا ہے نہ کہ مسح قدمین کا۔

اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے منقول ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ غسل قدمین پر تمام صحابہ کا اجماع ہے (فتح الباری ص۲۳۲ ج ۱۔ باب غسل الرجلین)

پس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قول اور فعل دونوں سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ آیت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک غَسلِ رجلین مامور بہ ہے جیسا کہ قرارت نصب اس پر دلالت کرتی ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک یہی معنی متعین اور مراد ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال نہیں لہذا ایسی صورت میں قرارت جر کی ایسی تفسیر کرنی لازم ہوگئی جو قرارت نصب کے ہم معنی ہو جاتے اس لیے حضرات مفسرین نے مختلف تفسیریں کی ہیں جن سے قرارت جر کا قرارت نصب کے ہم معنی ہونا واضح ہو جائے اور دونوں قراءتوں کے تعارض رفع کرنے کے لیے مختلف جوابات دیئے ہیں جن کو ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں غور سے پڑھیں

جواب اول

بلاشبہ قرارتِ جر کی صورت میں بظاہر پیروں کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے لیکن آیت میں پیروں کے مسح سے غَسلِ خفیف مراد ہے اس لیے کہ لفظ مسح کا اطلاق لغت میں غَسل خفیف پر بھی آتا ہے جیسا کہ امام قرطبی نے ابو زید انصاری سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب کو جب یہ کہنا ہوتا ہے کہ میں نے نماز کے لیے وضوء کیا تو ایسے موقعہ پر تَمَسَّحْتُ للصّلاۃِ بولتے ہیں یعنی میں نے نماز کے لیے وضوء کی نیز جب یہ کہنا ہوتا ہے کہ وضوء کے لیے پانی لاؤ تو اس طرح بولتے ہیں ھات ما اتمسح بہ للصلاۃ

www.ahlehaq.org

یعنی وہ چیز لاؤ جس سے نماز کے لیے وضوء کروں ابو حاتم کہتے ہیں کہ وضوء کو مسح کے لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وضوء کرنے والا محض پانی بہا لینے سے خوش نہیں ہوتا جب تک اپنے اعضاء کو پونچھ نہ لے

غرض یہ کہ ان محاورات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسح کا اطلاق غسل خفیف پر بھی آتا ہے پس اب ہم کہتے ہیں کہ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ میں سر کے مسح سے سر پر محض تر ہاتھ کا پھیر لینا مراد ہے اور مسح رجلین سے غسل خفیف مراد ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیروں کے مسح میں الی الکعبین کی قید لگائی ہے اگر سر اور پیروں کا مسح ایک ہی قسم کا ہوتا تو یہ تحدید نہ لگائی جاتی جس طرح سر کو بلا تعیین مقدار بیان کیا گیا اسی طرح پیروں کی بھی کوئی حد اور مقدار نہ بیان کی جاتی ہاتھوں اور پیروں کی حد مقرر کرنے سے اور سر کی حد نہ مقرر کرنے سے صاف عیاں ہے کہ ہاتھوں اور پیروں کا حکم تو ایک ہے اور سر کا حکم ان سے مختلف ہے (تفسیر قرطبی ص ۹۲ ج ۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ لغت عرب میں لفظ مسح بمنزلہ جنس عام کے ہے جس کے تحت دو نوعیں یعنی دو قسمیں مندرج ہیں ایک اسالہ یعنی پانی بہانا اور دوسرے غیر اسالہ یعنی بغیر پانی بہائے تر ہاتھ پھیر لینا اصل لغت کے اعتبار سے لفظ مسح عرفی مسح اور غسل دونوں کو شامل ہے جیسے لفظ ذوی الارحام بمعنی ذوی القرابات لغت کے لحاظ سے ذوی الفروض اور عصبات وغیرہ سب کو شامل ہے مگر چونکہ عرف میں ذوی الفروض اور عصبات خاص قسم کے وارثوں کا نام ہو گیا اس لیے لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ ذوی الارحام ذوی الفروض اور عصبات کا قسیم اور مقابل ہے ورنہ اصل لغت کے لحاظ سے ذوی الفروض اور عصبات دونوں ذوی الارحام کی ایک قسم ہیں عرف میں چونکہ اقارب عصبات ایک خاص نام سے پکارے جانے لگے اس لیے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ لفظ ذوی الارحام عصبات کا قسیم اور مقابل ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ لفظ حیوان اصل لغت کے لحاظ سے انسان کو بھی شامل ہے مگر عرف میں غیر انسان کے لیے بولا جاتا ہے اسی طرح لفظ مسح کو سمجھو کہ وہ اصل لغت کے اعتبار سے عرفی مسح اور غسل (دھونے) دونوں کو شامل ہے حق تعالیٰ نے اس آیت میں وامسحوا کے تحت دو چیزوں کو ذکر کیا ایک رؤسکم یعنی سر کو جس میں مسح سے عرفی معنی مراد ہیں اور دوسرا وَاَرْجُلَكُمْ اس میں مسح سے غسل اور اسالہ یعنی دھونے اور پانی بہانے کے معنی مراد ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام کا خلاصہ ختم ہوا دیکھو منہاج السنۃ ص ۱۵۱ ج ۲ -

یہ بندۂ ناچیز کہتا ہے کہ کلام عرب میں بسا اوقات ایک ذو معنیین لفظ بولا جاتا ہے اور اس کے تحت بطریق عطف مختلف متعلقات اور معمولات کو ذکر کیا جاتا ہے لیکن معطوف علیہ

ہیں اُس لفظ سے ایک معنی مراد ہوتے ہیں اور اسی لفظ سے معطوف ہیں اس لفظ کے دوسرے معنی مراد ہوتے جیسے حق تعالیٰ کا یہ قول اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اس میں یصلون کی ضمیر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف راجع کی گئی ہے اور دونوں جگہ صلاۃ سے مختلف معنی مراد ہیں اللہ کی صلاۃ کے معنی نبی کریم پر رحمت خاص نازل کرنے کے ہیں اور فرشتوں کی صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں اسی طرح وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ میں سمجھو کہ مسح رؤس سے تر ہاتھ پھیرنا مراد ہے اور مسح اَرْجُل سے اِسَالَہٗ پانی بہانا اور غسل خفیف مراد ہے اور اصل لغت کے اعتبار سے لفظ مسح ایک معنی کلی کے لیے وضع ہوا ہے یعنی الافضاء الی المحل یعنی پانی کا کسی جگہ تک پہونچا دینا اور اس معنی کلی کے دو فرد ہیں ایک مسح عرفی اور ایک غَسل اور الافضاء بالماء الی المحل اور اصابۃ الماء یہ معنی کلی دونوں فردوں کو شامل ہیں مگر برؤسکم میں معنی کلی کا ایک فرد مراد ہے یعنی عرفی اور وارجلکم میں دوسرا فرد مراد ہے خوب سمجھ لو

جواب دوم

قرارت جر میں اگرچہ لفظ وارجلکم کا عطف لفظ رُؤسِکُم پر ہے لیکن معنیً اس کا عطف وجوہکم وایدیکم پر ہے اور اَرْجُل اعضاءِ مغسولہ کے ساتھ وجوب غسل میں شریک ہے اور قرارت جر میں جرّ یعنی لام کا کسرہ جوار کی وجہ سے ہے یعنی برؤسکم کے قرب اور مجاورت کی وجہ سے وارجلکم کو مجرور پڑھا گیا ورنہ فی الحقیقت اس کا عطف وجوہکم اور ایدیکم پر ہے اور چہرہ اور ہاتھوں کی طرح پیروں کا دھونا بھی فرض ہے۔

اور قرآن عزیز اور کلام عرب میں جرّ جوار بکثرت آیا ہے۔

۱۔ کما قال تعالیٰ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٍ بالجرّ نحاسٍ کا جر نارٍ کے جوار کی وجہ سے ہے ورنہ نحاس فی الحقیقت شواظ پر معطوف ہے اور معنیً مرفوع ہے۔

۲۔ وقال تعالیٰ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ قرارت جر میں لفظا مجرور ہے مگر معنیً مرفوع ہے اس لیے کہ قرآنٌ کی صفت ہے جرّ محض مجاورت کی وجہ سے ہے

۳۔ وقال تعالیٰ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ۔ محیط کا جرّ محض یوم کی مجاورت اور مقارنت کی وجہ سے ہے ورنہ محیط فی الحقیقت صفت عذاب کی ہے۔

۴۔ وقال تعالیٰ عَذَابُ یَوْمٍ اَلِیْمٍ بجر الیم کہ الیم اصل میں صفت عذاب کی ہے مگر یوم کے جوار کے وجہ سے مجرور ہوا۔

(۵) اور امرئ القیس کا قول ہے۔

کأن ابانا فی افانین ودقہ ❊ کبیر اناس فی بجاد مزمل

اس شعر میں مزمل کا جرّ محض جوار کی وجہ سے ہے ورنہ مزمل دراصل رجل کی صفت ہے اور معنی مرفوع ہے اگرچہ لفظا مجرور ہے۔

۶ - اور عرب میں یہ مثل مشہور ہے جُحرُ ضب خربٍ ۔ خربٍ کا جر محض ضب کے جوار اور قرب کی بناء پر ہے ورنہ خربٌ دراصل جُحرُ کی صفت ہے

خلاصۂ کلام یہ کہ جرّ جوار محاورۂ عرب میں شائع اور ذائع ہے اور تمام ائمۂ عربیت اور ماہرین نحو کلامِ فصیح میں اس کے استعمال کے قائل ہیں سوائے زجاج کے جر جوار کا کوئی منکر نہیں (روح المعانی ص۶ ج۶) اور شواہد مذکورہ کے ہوتے ہوئے کسی کا انکار قابل اعتبار نہیں خوب سمجھ لو

جواب سوم ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ظاہر میں وارجلکم کا عطف رؤس پر ہے لیکن باایں ہمہ حکم دونوں کا مختلف ہے اس لیے کہ کلام عرب میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ ایک شئ کا دوسری شئ پر عطف ہوتا ہے مگر حکم میں دونوں مختلف ہوتے ہیں اور یہ صورت وہاں ہوتی ہے کہ جہاں دو فعل متقارب فی المعنی جمع ہو جائیں اور ہر ایک کا متعلق اور معمول علیحدہ ہو تو ایسے موقعہ پر بغرض ایجاز واختصار ایسا کرتے ہیں کہ ایک فعل کو تو حذف کر دیتے ہیں مگر اُس کے معمول اور مفعول کا فعل مذکور کے معمول پر عطف کر دیتے ہیں بظاہر معطوف، معطوف علیہ کے ساتھ حکم میں شریک ہوتا ہے لیکن معنیً مختلف ہوتا ہے ایک شاعر کہتا ہے ۔

یا لیتَ بَعلَكِ قَدْ غَدَا ۔۔۔ متقلدًا سیفًا ورُمْحًا

اے کاش تیرا شوہر صبح کے وقت ایسے حال میں روانہ ہوتا کہ گلے میں تلوار اور نیزہ کا قلادہ ڈالے ہوئے ہوتا ۔

اس شعر میں وَرُمحًا کا عطف بظاہر سیفًا پر ہے جو متقلدًا کا مفعول ہے لیکن حقیقت میں رُمحًا متقلدا کا مفعول نہیں اس لیے کہ نیزہ گلے میں ڈالنے کی چیز نہیں بلکہ تقدیر کلام اس طرح ہے

متقلدا سیفا وحاملا رمحا یعنی تلوار گلے میں ڈالے ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں اٹھائے ہوئے مگر چونکہ حاملا اور متقلدا دونوں متقارب المعنی تھے اسلیئے بغرض ایجاز حاملاً کو حذف کر دیا گیا اور حاملاً کے مفعول یعنی رُمحًا کا عطف متقلدا کے مفعول یعنی سیفا پر کر دیا گیا کہ اہل سخن قرینۂ مقام اور سیاق کلام سے مراد کو سمجھ جائیں گے ایک دوسرا شاعر کہتا ہے ۔

لَمَّا حَطَطْتُ الرَّحْلَ عَنْهَا وَارِدًا ۔۔۔ علفتها تبنًا وَمَاءً بَارِدًا

جب میں نے اونٹنی کا کجاوا اتارا تو اس اونٹنی کو بھُس کھلایا اور ٹھنڈا پانی

اس شعر میں بظاہر اگرچہ وماء باردًا کا عطف تبنًا پر ہو رہا ہے لیکن علفت کے حکم میں اسکے ساتھ شریک نہیں اسلیئے کہ ٹھنڈا پانی بھُس کے حکم میں نہیں، پانی پلایا جاتا ہے بھُس کی طرح کھلایا نہیں جاتا بلکہ تقدیر کلام اس طرح سے ہے **علفتها تبنا وسقيتها ماء باردًا**۔ میں نے اس اونٹنی کو بھُس کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا لیکن چونکہ سقیت اور علفت دونوں متقارب فی المعنی تھے اسلیئے سقیت کو حذف کر کے اُس کے مفعول (ماء باردا) کا عطف علفت کے مفعول تبنًا پر کر دیا گیا کہ اہل فہم قرینۂ مقام سے مراد سمجھ لیں گے پس وماء باردًا اگرچہ لفظاً تبنًا پر معطوف ہونیکی وجہ سے بظاہر شریک حکم ہے مگر معنیً اُس سے مختلف اور جدا ہے ۔

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎ فعلا فروع الایہقان و اطفلت :: بالجلہتین ظباء ہا و نعامہا

اس شعر میں و نعامہا کا ظباء ہا پر عطف کیا گیا ہے اور بظاہر دونوں واطفلت کے حکم میں شریک ہیں لیکن معنیً مختلف ہیں اس لیے کہ شتر مرغ بچے نہیں دیتا بلکہ بیضے دیتا ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے واطفلت ظباء ہا وباضت نعامہا۔

اسی طرح آیت میں تقدیر کلام یوں ہے وَامْسَحُوا بِرُءُوْسِكُمْ وَاغْسِلُوا اَرْجُلَكُمْ غَسْلًا خَفِيْفًا۔ یعنی اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو نرمی اور اعتدال کے ساتھ دھوؤ پیروں پر پانی بہانے میں مبالغہ اور اسراف نہ کرو چونکہ غسل خفیف اور مسح دونوں متقارب المعنی تھے اس لیے واغسلوا غسلاً خفیفا کو حذف کر کے اس کے مفعول یعنی ارجلکم کا عطف برؤسکم پر کر دیا گیا یہ تیسرا جواب تمام تر امام قرطبیؒ کی تشریح ہے (تفسیر قرطبی ص ۹۵ ج ۶ روح المعانی ص ۶۹ ج ۶)

جوابِ چہارم امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں ہر قراءت میں ایک جداگانہ حالت کا حکم بیان کیا گیا ہے قراءت جرؔ جس سے مسح قدمین معلوم ہوتا ہے یہ حکم اس حالت میں ہے کہ جب قدمین پر خفین ہوں یعنی جس حالت میں موزے پہنے ہوئے ہوں تو مسح رجلین کرے اور اگر پیروں میں موزے نہ ہوں تو ایسی حالت میں غسل قدمین فرض ہے مطلب یہ ہے کہ یہ دو قراءتیں دو مختلف حالتوں پر محمول ہیں اس لیے کہ عقلاً یہ ناممکن ہے کہ وقت واحد اور حالت واحدہ میں عضو واحد کا غسل بھی فرض ہو اور مسح بھی فرض ہو معلوم ہوا کہ ان دو قراءتوں میں دو مختلف حالتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے (فتح الباری ص ۲۳۲ ج ۱)

بحرؔ العلوم۔ شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ فخر الاسلام بزدوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ توجیہ نہایت لطیف ہے اور فرماتے ہیں کہ قراءت جر میں الی الکعبین کا لفظ مسح کی غایت نہیں اس لیے کہ مسح تو ظاہر خفین پر کافی ہے کعبین تک مسح کرنا بالاجماع ضروری نہیں بلکہ یہ تخفُّف کی غایت ہے کہ جو سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ پیروں پر مسح کر لیا کرو درانحالیکہ تم ٹخنوں تک موزے پہنے ہوئے ہو اور اگر موزہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو پھر موزوں پر مسح درست نہ ہوگا۔ (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص ۱۹۶ ج ۲۔ طبع مصر)

ؔ وما قیل انه یلزم علی ماذکران یکون مسح الخف مُغَيًّا الی الکعب مع انه لا غایة له فساقط لان الغایة حینئذٍ لا تکون غایة للمسح بل للتخفیف المفهوم من الآیة والمعنی واللّٰه اعلم وامسحوا بارجلکم حال کونکم متخففین ساترین الی الکعبین اشارة الی انه لا مسح اذا کان مکشوفا شیئ من الرجل الی الکعب فافهم فان هذا الوجه فی غایة الحسن واللطافة (فواتح الرحموت ص ۱۹۶ ج ۲)

جواب پنجم امام طحاوی اور ابن حزم کہتے ہیں کہ ابتداء میں مسح قدمین جائز تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور غسل قدمین فرض ہوگیا (فتح الباری ص۲۳۲ ج ۱)

قراءت جاننا چاہیئے کہ وارجلکم میں ایک تیسری قراءت رفع کی بھی آئی ہے یعنی وارجلکم برفع اللام پڑھا گیا ہے یہ قراءت بظاہر کسی فریق کے لیے دلیل نہیں بن سکتی اس لیے کہ اس قراءت میں وارجُلُکُم کی خبر محذوف ہوگی کوئی تقدیر کلام اس طرح بتلائے گا وارجلکم مغسولۃ اور کوئی تقدیر کلام اس طرح بتائے گا وارجُلکم ممسوحۃ لیکن اس قراءت میں بظاہر خبر کو اس لیے حذف کر دیا گیا کہ ارجُل کا حکم شریعت میں معلوم اور معروف ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور تمام صحابہ کا عمل یہی رہا کہ پیروں کو دھوتے تھے (روح المعانی ص۷ ج۶)

ایک شبہ دار قطنی وغیرہ کی بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضوء میں مسح رجلین فرمایا۔

جواب یہ ہے کہ مسح رجلین کی روایت قطعاً شاذ اور منکر ہے قطعاً صحیح نہیں اور احادیث متواترہ کے صریح مخالف ہے نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے سب کے سامنے وضوء کی اور سر اور پیروں کا مسح کیا اور پھر یہ فرمایا۔

ان ناسا یزعمون ان ھذا یکرہ وانی رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل ما صنعت ھذا وضوء من لم یحدث - احکام القرآن للجصاص ص۳۴۶ ج۲ سنن کبری للامام البیہقی ص۷۵ ج۱)

تحقیق کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس طرح وضوء درست نہیں تحقیق میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضوء کرتے دیکھا ہے لیکن یہ وضوء اس شخص کا ہے کہ جو پہلے سے مُحدِث (بے وضوء) نہ ہو یعنی جو وضوء ازالہ حدث کے لیے نہ ہو بلکہ تبرک کے لیے وضوء علی الوضوء ہو یا تبرید کے لیے وضوء کیا جائے تو پھر بجائے غسل رجلین کے مسح رجلین کافی ہو سکتا ہے

فرضیت غسل

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا

اوپر فرضیت وضوء کا بیان تھا اب فرضیت غسل کو بیان کرتے ہیں اور اگر تم جنابت یعنی ناپاکی

کی حالت میں ہو تو سارے بدن کو خوب اچھی طرح سے دھوؤ یعنی اسی طرح غسل کرو کہ جہاں جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہو وہاں پانی پہنچاؤ اسی وجہ سے امام اعظم فرماتے ہیں کہ غسل میں مضمضہ اور استنشاق یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا فرض ہے اور وضوء میں سنت ہے اس لیے کہ وضوء میں فقط غَسلِ وَجہ کا حکم دیا گیا ہے اور غسل میں فاطہروا مبالغہ کا صیغہ لایا گیا ہے معلوم ہوا کہ وضوء میں صرف ظاہری چہرہ کا دھو لینا کافی ہے کیونکہ وجہ مواجہت سے ماخوذ ہے بخلاف غُسل کے کہ وہاں سارے بدن کا دھونا فرض ہے کیونکہ فاطہروا مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جسم کے دھونے میں اتنا مبالغہ کرو کہ ایک بال بھی باقی نہ رہے اور جنابت کے معنی ناپاکی کے ہیں جس کی دو صورتیں ایک یہ کہ منی خارج ہو جائے خواہ بیداری میں یا سوتے میں اور دوم مرد و عورت کی مباشرت اور مجامعت خواہ اس میں انزال ہو یا نہ ہو ان دونوں صورتوں میں آدمی شرعاً ناپاک ہو جاتا ہے اور اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے

نکتہ جنابت کی حالت میں چونکہ آدمی سر سے لے کر پیر تک غرق لذت اور محو غفلت ہو جاتا ہے اس لیے ازالۂ جنابت کے لیے تمام بدن کا دھونا فرض ہوا بخلاف وضوء کے اس میں صرف اعضاء اربعہ کی طہارت کا حکم ہوا کیونکہ پیشاب اور پیخانہ میں جنابت جیسی لذت اور غفلت نہیں ۔

مشروعیتِ تیمم

وضوء اور غسل کی فرضیت کے بعد اب تیمم کا حکم بیان فرماتے ہیں جو وضوء اور غسل کا قائم مقام ہے اور اگر تم بیمار ہو اور پانی کا استعمال تمہارے لیے مضر ہو یا تم سفر میں ہو اور پانی تم کو میسر نہ آئے اور اس بیماری اور مسافری میں تم کو وضوء یا غسل کی ضرورت ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور پیشاب یا پیخانہ سے فارغ ہو کر آئے اور اس لیے اس کو وضو کی ضرورت ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور اس لیے تم کو نہانے کی ضرورت ہو پھر تم اس ضرورت کے پورا کرنے کے لیے پانی نہ پاؤ تو تم تمام حالتوں میں پاک زمین کا قصد کرو اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارو پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کر لو یہ تیمم ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پانی نہ ملنے کی صورت میں وضوء اور غسل کا قائم مقام بنا دیا غور تو کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کیسی آسانی کر دی اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی کرے اگر ہر حال میں تم کو وضوء اور غسل کا حکم ہوتا تو تم تنگی میں پڑ جاتے ولیکن یہ چاہتا ہے کہ تم کو خوب پاک کر دے کہ اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی کے ذریعہ طہارت حاصل کر لو اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے کہ سفر اور حضر تندرستی اور بیماری کسی حالت میں عبادت سے کوئی رکاوٹ

باقی نہ رہے تیمم کا حکم نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے تم پر نعمت پوری کر دی پچھلی امتوں میں تیمم کا حکم نہ تھا تاکہ تم ہمارے ان انعامات کا شکر کرو کہ ہم نے تمہاری ظاہری اور باطنی طہارت کے لیے وضوء اور غسل اور تیمم کا حکم دیا اسی وجہ سے حضرت بلالؓ وضوء کے بعد دو رکعت وضوء کے شکر میں پڑھتے تھے ایسی نماز کو تحیۃ الوضوء کہتے ہیں لہٰذا عجب نہیں کہ حکم وضوء کے اخیر میں لفظ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ سے تحیۃ الوضوء کی طرف اشارہ ہو واللہ اعلم

نکتہ آیت تیمم کی تفسیر سورۂ نساء میں مفصل گذر چکی ہے یہاں اس کا اعادہ اس غرض سے کیا گیا تاکہ طہارت کے مسائل علی الاتصال بیان میں آجائیں

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ

اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے

وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

ٹھہرایا جب تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا اور ڈرتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

اللہ سے اللہ جانتا ہے جیوں کی بات

تذکیر انعام و عہد خداوند انام

قَالَ تَعَالٰى وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ... الیٰ... اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

(ربط) گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے احکام بیان کیے اب اس آیت میں اپنی نعمتوں اور عہدوں کو یاد دلاتے ہیں کہ اپنے عہدوں کو پورا کرو اور اپنے منعم اور محسن کی ناسپاسی سے بچو اور ازل میں جو حق تعالیٰ کی اطاعت کا عہد کر چکے ہو اور جس امانت کا بوجھ تم اٹھا چکے ہو اب اس کے ایفاء اور اداء کا وقت آگیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اللہ کے احسان اور انعام کو جو تم پر ہوا اور یاد کرو خدا کے اس عہد اور پیمان کو جو اس نے تم سے پختہ کیا ہے جب کہ تم نے اس عہد کو قبول کیا اور یہ کہا کہ ہم نے حکم خداوندی کو سنا اور دل و جان سے اس کو مانا اور احسان کا مقتضی بھی شکر گذاری ہے اور عہد اور میثاق کا مقتضی بھی وفاداری ہے

پس تم کو چاہیے کہ اس کی شکر گذاری اور فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ وہ اپنی نعمتوں کو سلب بھی کر سکتا ہے اور ناشکری اور بدعہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے اخلاص اور نفاق اس پر مخفی نہیں

فائدہ آیت میں عہد سے یا تو عہد الست مراد ہے یا عہد امانت مراد ہے جس کا ذکر اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ میں ہے یا عہد بیعت مراد ہے کہ جب صحابہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کی اور اس بات کا اقرار کیا کہ ہم اپنی استطاعت کے موافق ہر حال میں آپ کی اطاعت کریں گے خواہ ہماری طبیعت کے موافق ہو یا مخالف (تفسیر قرطبی ص ۱۰۶ ج ۶) (تفسیر کبیر ص ۳۹ ج ۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ

اے ایمان والو! کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے

بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا

گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو

تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

عدل کرو یہی بات لگتی ہے تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸ وَعَدَ اللّٰهُ

اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو وعدہ دیا اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

نے ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کو بخشتا ہے

وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ

اور بڑا ثواب ہے اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری آیتیں

أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴿١٠﴾

وہ ہیں دوزخ والے

حکم یازدہم ۔ وجوب عدل و انصاف و ادائے شہادت حق

قَالَ تَعَالَىٰ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ .... الیٰ ... أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَحِيمِ ۝

(ربط) گزشتہ آیات میں عبادات اور ان احکام کا ذکر تھا جو مکلف کی ذات کے ساتھ مخصوص تھے اب ان آیات میں عدل و انصاف اور شہادتِ حق کا حکم بیان کرتے ہیں جو دوسروں سے متعلق ہے نظام عالم کا دارو مدار عدل و انصاف اور سچی شہادت پر ہے اس لیے کہ عدل اور انصاف اور سچی شہادت سے تمام مظالم اور مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! تمہارے ایمان کا مقتضیٰ استقامت علی الحق ہے لہٰذا ہو جاؤ تم کھڑے ہونے والے اللہ کے لیے یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے مستعد اور تیار کھڑے رہو اور جب حقوق العباد کے ادا کرنے کا وقت آئے تو انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ دوست ہو یا دشمن اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو ترک عدل پر آمادہ نہ کرے دوست اور دشمن کے ساتھ برابر انصاف کیا کرو یہی طریقہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے نہایت قریب ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کا تقاضا یہ ہے کہ دوست اور دشمن سب کے ساتھ یکساں عدل اور انصاف کرو نہ کسی کی رعایت کرو نہ کسی کی حق تلفی اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے تمہارا انصاف اور بے انصافی اس پر مخفی نہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے کہ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اُن سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اُن کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں خدا کے ساتھ کفر اور شرک اور اسکی آیتوں کی تکذیب ایسا ظلم عظیم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی ظلم اور بے انصافی نہیں اس لیے کافروں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رکھنا یہ اللہ کا عدل اور انصاف ہے اور اسکی حکمت ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ

اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب

هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ

قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلاویں پھر روک لیے تم سے اُن

عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ پر چاہیے بھروسہ ایمان والوں کو

تذکیر بعض انعاماتِ خاصہ دنیویہ

قال تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ... الیٰ ... فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

(ربط) گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے عام احسانات کو یاد دلایا اب اس آیت میں ایک خاص دنیوی انعام کو یاد دلاتے ہیں تاکہ نعمت کو یاد کرکے دل میں منعم کی محبت اور اطاعت کا داعیہ پیدا ہو حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک منزل میں اترے اور لوگ متفرق ہوگئے اور درختوں کے سایوں میں جاکر آرام کرنے لگے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا دی اور لیٹ گئے اتنے میں ایک اعرابی آیا اور تلوار اتار کر میان سے اس کو کھینچا اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہنے لگا من یمنعک منی اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا آپ نے فرمایا اللہ عزوجل دو تین بار اُس نے یہی کہا اور آپ نے یہی جواب دیا اتنے میں جبریل امینؑ اترے اور اس کافر کے سینہ پر ایک مُکّا مارا جس سے وہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی آنحضرتؐ نے وہ تلوار اٹھالی اور اس سے پوچھا کہ تو بتا کہ اب تجھے کون بچائے گا اُس نے کہا کوئی نہیں آپ نے کہا جا اپنا راستہ لے اس طرح اُس کو چھوڑ دیا اور اُسے کوئی سزا نہیں دی اس حال کو دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہوگیا اور اس کی وجہ سے اور لوگوں کو بھی ہدایت ہوئی آپ نے صحابہ کو بلا کر یہ سارا ماجرا بتلایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر ص۳۱ ج۲ وتفسیر قرطبی)

اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات پیش آئے کہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے حفاظت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے انعامات سے غافل نہ ہو خاص کر اس انعام کو یاد کرو کہ کافروں کی ایک جماعت نے یہ قصد کیا کہ تم پر دست درازی کریں اور غفلت کی حالت میں تم کو مار ڈالیں یا لوٹ لیں پس اللہ تعالیٰ نے

غیب سے تمہاری حفاظت فرمائی اور دشمنوں کے ہاتھ تمہاری طرف بڑھنے سے روک دیئے اور بسا اوقات تم صلاۃ الخوف میں مشغول تھے اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری حفاظت فرمائی لہٰذا تم کو چاہیئے کہ اس کے احسان کو یاد کر کے اُس کے شکر کو بجا لاؤ اور اپنے منعم حقیقی خداوند ذوالجلال کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو چاہیئے کہ اللہ پر بھروسہ کریں دشمنوں سے بچانے والا خدا ہے اُس نے اب بچایا ہے آئندہ بھی اسی طرح تم کو دشمنوں کے شر سے بچاتا رہے گا لہٰذا ایمان کا مقتضٰی یہ ہے کہ بھروسہ اور اعتماد خداوند جہاں پر کرو نہ کہ اپنے ساز و سامان پر۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ

اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل کا اور اٹھائے ہم

اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ

نے ان میں بارہ سردار اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں تم

اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

اگر کھڑی رکھو گے نماز اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ

پر اور اُن کو مدد کرو گے اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو میں

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اتاروں گا تم سے برائیاں تمہاری اور داخل کروں گا باغوں میں کہ بہتی نیچے اُن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نہریں پھر جو کوئی منکر ہوا تم سے اس کے بعد وہ بے شک بھولا

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ

سیدھی راہ سو اُن کے عہد توڑنے پر ہم نے اُن کو لعنت کی اور

جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ

کر دیئے اُن کے دل سیاہ بدلتے ہیں کلام کو اپنے ٹھکانے سے

وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى

اور بھول گئے ایک فائدہ لینا اس نصیحت سے جو اُن کو کی تھی اور ہمیشہ تو خبر پاتا ہے

خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ

اُن کی ایک دغا کی مگر تھوڑے لوگ ان میں سو معاف کر اور درگذر ان سے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا

اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو اور وہ جو کہتے ہیں آپ کو

إِنَّا نَصٰرٰى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا

نصاریٰ اُن سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا پھر بھول گئے ایک فائدہ لینا

بِهِ ۖ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلٰى يَوْمِ

اس نصیحت سے جو ان کو کی تھی پھر ہم نے لگادی آپس میں دشمنی اور کینہ قیامت

الْقِيٰمَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۴﴾

کے دن تک اور آخر بتا دیگا ان کو اللہ جو کچھ کرتے ہیں۔

ذکر عہود امم سابقہ و بدعہدی او شان و نتیجہ آن

قال تعالیٰ وَلَقَدْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ... الے .... بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

(ربط) ابتداء سورت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ اور وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ ۔ میں اہل اسلام کے عہد اور میثاق کا ذکر تھا اب حق سبحانہ وتعالیٰ اُن عہود کا ذکر کرتے ہیں کہ جو امم سابقہ سے لیے گئے تھے اور ایفاء عہد پر اُن سے تکفیر سیئات اور ادخال جنات کا وعدہ کیا گیا تھا اور جن کی خلاف ورزی پر خدا کی جانب سے ان پر قہر آیا اور طرح

طرح کی بلاؤں میں مبتلا کیے گئے مقصود مسلمانوں کو ڈرانا ہے کہ تم بنی اسرائیل کی طرح بدعہدی نہ کرنا مبادا ان کی طرح تم کو بھی روزِ بد دیکھنا پڑے اور اے مسلمانو! تم یہ نہ سمجھنا کہ عہدِ خاص تمہیں سے لیا گیا کہ جس کی پابندی کی تم کو تاکید کی جاتی ہے بلکہ تم سے پہلے انبیاء سابقین نے اپنی امتوں سے ایسا ہی عہد لیا تھا تم کو چاہیئے کہ اپنے عہد کو پورا کرو اور پچھلوں کی طرح عہد شکنی کر کے ذلت اور خواری میں نہ پڑو چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے گذشتہ زمانہ میں بنی اسرائیل سے ایک پختہ عہد لیا جس کا ذکر آئندہ آیت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی عبادت اور توریت پر قائم رہنے کا عہد لیا اور پھر اُن کی نگرانی کے لیے ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے جن کا کام یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے احوال کی نگرانی کریں اور عہد خداوندی کے پورا کرنے کی اُن کو تاکید کرتے رہیں چونکہ بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے تھے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلہ سے ایک سردار منتخب کیا جو اپنی قوم کا ذمہ دار ہو اور قوم کو اعداء اللہ سے جہاد و قتال کے لیے آمادہ کرے اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب لیلۃ العقبہ میں صحابہ سے بیعت لی تو ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے تین قبیلہ اوس کے اور نو قبیلۂ خزرج کے یہ لوگ اپنی اپنی قوم کے عرفاء یعنی چودھری تھے اپنی قوم کی طرف سے آپ کے دست مبارک پر سمع و طاعت کی بیعت کی اور جابر بن سمرہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے مطلب یہ ہے کہ میری امت میں بارہ خلیفہ ایسے نیک اور صالح ہوں گے کہ جو ٹھیک ٹھیک حق کو قائم کریں گے اور امت میں ٹھیک ٹھیک عدل و انصاف کریں گے اور اُن کے دورِ حکومت میں اسلام کو عزت حاصل ہو گی لیکن یہ لازم نہیں کہ ان بارہ کا زمانہ مسلسل اور لگاتار ہو ان میں سے چار تو خلفاء راشدین ہوئے اور ایک عمر بن عبدالعزیزؒ ہوئے اور انہی بارہ میں ایک امام مہدیؑ ہوں گے جن کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے اور توریت میں جہاں حضرت اسمعیل علیہ السلام کی بشارت آئی ہے وہاں یہ بھی آیا ہے کہ اُن کی پشت سے بارہ سردار ہوں گے اُن سے یہی بارہ خلفاء مراد ہیں جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ کہا کہ تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی تمہارا ناصر اور مددگار ہوں بشرطیکہ تم میرے عہد پر قائم رہو اور وہ عہد یہ ہے کہ اگر تم نے نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لے آئے اور اُن کی مدد کرتے رہے اور علاوہ زکوٰۃ کے خدا تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہے یعنی محض خدا کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کے لیے جہاد وغیرہ میں خرچ کرتے رہے اور بلا کسی دنیاوی غرض کے فقراء و مساکین پر خیرات کرتے رہے یہ قرض حسن یعنی نیک قرض ہے سو اگر تم اس عہد پر قائم

رہے تو میں اس کے صلہ میں ضرور تمہاری برائیاں دور کر دوں گا اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یعنی اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے تو میری طرف سے تمہارا صلہ گناہوں کی معافی اور بہشت ہے پھر تم میں سے جو اس پختہ عہد اور پیمان کے بعد منحرف ہو جائے تو وہ بلاشبہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا بدعہدی کر کے نجات کا راستہ گم کیا اور ہلاکت کے گڑھے میں جا گرا مگر بنی اسرائیل نے باوجود اس پختہ عہد اور پیمان کے عہد شکنی کی اور طرح طرح کی ذلتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں پس ہم نے اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی یعنی اپنی رحمت اور عنایت اور ہدایت سے اُن کو دور پھینک دیا اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا کہ کوئی حق اور ہدایت اُن کے دل میں نہیں اترتی اور کوئی نصیحت اُن کو کارگر نہیں ہوتی اب اس کے بعد اُن کی حالت یہ ہے کہ وہ کلام خداوندی یعنی توریت میں لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف کرتے ہیں اور اس کے حروف اور الفاظ کو اپنے موقع اور محل سے ہٹا دیتے ہیں کبھی حروف اور الفاظ میں تحریف کرتے ہیں اور کبھی اس کے معنی میں اور کبھی تاویلات میں اور کبھی حذف کرتے ہیں اور کبھی کوئی لفظ زیادہ کرتے ہیں غرض یہ کہ کلام خداوندی میں جس قدر اور جس قسم کی تحریف ممکن تھی وہ سب کی جس کا اعتراف علماء یہود اور نصاریٰ کو بھی ہے اور فراموش کر دیا بڑا حصہ اس نصیحت کا جو اُن کو توریت میں کی گئی تھی یعنی اُن کو توریت میں بہت سی نصیحتیں کی گئی تھیں منجملہ اُن کے ایک نصیحت یہ کی گئی تھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور اُن کی نعت اور صفت کو نہ چھپانا لیکن انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا توریت میں تحریف کی اور آپ کی صفات کو چھپایا اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور اے نبی کریم آپ ہمیشہ اُن کی ایک نہ ایک خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے یعنی آپ ان بنی اسرائیل کی شرارتیں اور عہد شکنیاں کہاں تک دیکھیں گے یہ تو ان کی موروثی چیز ہے یہ لوگ ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہیں گے مگر ان کے معدودے چند اس خیانت سے بری ہیں جیسے عبداللہ بن سلامؓ اور اُن کے رفقاء پس آپ ان خائنین کو معاف کیجئے اور ان سے درگذر کیجئے یعنی جب ان کی عادت ہی یہ ٹھہری تو آپ درگذر فرمائیں اور جب تک کھلم کھلا مقابلہ پر نہ آئیں اس وقت تک ان پر تلوار نہ اٹھائیے اگرچہ در پردہ کتنی ہی خیانتیں کریں بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے یہاں تک یہود کا حال بیان فرمایا اب آگے کچھ نصاریٰ کا حال بیان فرماتے ہیں اور جو لوگ اپنے آپ کو زبان سے نصاریٰ کہتے ہیں گویا کہ وہ در پردہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم حضرت مسیح بن مریمؑ اور انجیل کے ماننے والے ہیں ہم نے اُن سے بھی انجیل میں فارقلیط پر ایمان لانے اور اُن کی مدد کرنے

کا عہد لیا تھا پس انہوں نے اس نصیحت کا ایک حصّہ بھلا دیا کہ جو اُن کو کی گئی تھی یعنی وہ بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور اپنے عہد کو بھول گئے حتیٰ کہ توحید سے بھی منحرف ہو گئے پس یہود کی طرح نصاریٰ بھی اسی عہد شکنی کی بناء پر مورد عتاب بنے اس لیے ہم نے اُن کے درمیان دشمنی اور کینہ ڈال دیا جو قیامت تک ان میں رہے گا نصاریٰ میں مختلف فرقے ہیں جو ایک دوسرے سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں ایک گروہ دوسرے گروہ کو کافر اور ملعون بتاتا ہے اور یہ تو دنیوی سزا ہوئی۔ رہی آخرت سو عنقریب اللہ تعالیٰ اُن کو قیامت کے دن جتلا دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے تھے بد عہدی کا انجام ان کے سامنے آجائے گا بس اے مسلمانو تم کو ان سے سبق لینا چاہیئے اور ان کے انجام بد کو اپنے لیے درس عبرت سمجھنا چاہیئے اس میں شبہ نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی تشتت اور تفرق اور مذہبی تصادم نظر آتا ہے لیکن بحمدہٖ تعالیٰ ہم میں وحی الٰہی اور قانونِ خداوندی یعنی کتاب وسنت بلا کم و کاست محفوظ ہے اس لیے مسلمانوں کا اختلاف قابل التفات نہیں اس لیے کہ مسلمانوں کی سواد اعظم یعنی اہل سنت والجماعت اسی حق اور صداقت پر قائم ہے جس کو من جانب اللہ نبی برحق لے کر آئے اور صحابہ کرام نے اس امانت کو بحفاظت امت تک پہنچا دیا وحی الٰہی کی مشعل مسلمانوں میں محفوظ ہے بخلاف یہود اور نصاریٰ کے کہ اُن کے پاس وحی الٰہی کی کوئی مشعل موجود نہیں اصل توریت اور انجیل ان کے پاس محفوظ نہیں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جو حق اور ہدایت اُن کو دیکر گئے تھے وہ گم کر بیٹھے ہیں محض محرّف بائبل سے وابستہ ہیں فقط مذہب کے نام پر ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں مغربی اقوام مذہبی حیثیت سے غایت درجہ متشتت ہیں البتہ اگر دنیاوی اور سیاسی مصالح کی بناء پر مسلمانوں کے مقابلہ میں یا اور کسی قوم کے مقابلہ میں متفق ہو جائیں تو وہ دوسری بات ہے مغربی اقوام کی ہمت ہمہ تن دنیا پر مقصور ہے یہ لوگ درحقیقت دھریہ اور لا مذہب ہیں اگرچہ برائے نام اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں۔

يَآَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا

اے کتاب والو آیا ہے تم پاس رسولؐ ہمارا کھولتا ہے تم پر بہت

مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ

چیزیں جو تم چھپاتے تھے کتاب کی اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَهْدِىْ

تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی جس سے اللہ

بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ

راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہوا اس کی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور ان کو نکالتا

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى

ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

سیدھی راہ

خطاب نصیحت مآب بسوئے جمیع اہل کتاب برائے تصدیق رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تحیہ

قال تعالیٰ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا ... الیٰ ... صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ربط) گذشتہ آیات میں یہود اور نصاریٰ کے نقض عہد کا الگ الگ ذکر تھا اب اس آیت میں یہود اور نصاریٰ دونوں کو جمع کر کے تمام اہل کتاب سے خطاب موعظت و نصیحت فرماتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اے علماء یہود و نصاریٰ دیکھو یہ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آگئے جن کا تمہیں انتظار تھا اور جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی تھی اور جن کی اطاعت کا تم سے عہد لیا گیا تھا اب وہ آگئے اور ان کی نبوت و رسالت کے براہین اور دلائل ان کے ساتھ ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ وہ نبی امی توریت اور انجیل کے مخفی علوم کو تمہارے سامنے برملا ظاہر کرتا ہے جس کے انکار کی تمہیں مجال نہیں جیسے رجم اور قصاص کا حکم جس کو یہود چھپاتے تھے اور نبی کریم ؐ نے بذریعہ وحی اُس کو ظاہر فرمایا نیز اس نبی امی کے ساتھ ایک نور ہدایت یعنی قرآن ہے جو حق کا راستہ بتلاتا ہے نیز وہ نبی امی اپنے فیض صحبت سے

تم کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے جاتا ہے یہ سب باتیں اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ سب کچھ تعلیم ربانی اور تائید یزدانی کا کرشمہ ہے اس لیے کہ یہ تو ناممکن اور محال ہے کہ نبی امی اُن کی کتابیں دیکھ کر یہ باتیں معلوم کر لیں سوائے وحی ربانی کے علم کا کوئی ذریعہ نہیں لہذا تم ان پر ایمان لاؤ تاکہ اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف آجاؤ چنانچہ فرماتے ہیں اے اہل کتاب جہالت کو چھوڑو اور ہدایت اور علم کی طرف دوڑو تحقیق آپہنچا تمہارے پاس ہمارا رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن کے علم کی یہ شان ہے کہ وہ تمہارے سامنے توریت اور انجیل کی بہت سی پوشیدہ چیزوں کو کھول کر بیان کرتا ہے جنکو تم چھپاتے تھے یعنی وہ نبی امی بہت سے امور ہیں تم پر یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ تمہاری کتاب ہیں یوں یوں لکھا ہے اور اُسکے حلم اور بردباری کا یہ حال ہے کہ بہت سی باتوں سے وہ نبی درگذر کرتا ہے اور باوجود علم کے ان کے اظہار سے چشم پوشی کرتا ہے مقصود صرف ان پر اس بات کا ظاہر کرنا تھا کہ جن باتوں کو چھپاتے ہو وہ بذریعہ وحی کے مجھے معلوم ہیں اگر میں خدا کا نبی نہ ہوتا تو مجھ کو کیا خبر تھی کہ تمہاری کتابوں میں کیا لکھا ہوا ہے میں تو امی ہوں کتاب پڑھا ہوا نہیں لہذا تم کو چاہیے کہ اپنی فضیحت سے ڈرو اور مجھ پر ایمان لاؤ میرا یہ علم اور یہ حلم میرا معجزہ ہے میں تمہیں رسوا کرنا نہیں چاہتا صرف تنبیہ مقصود ہے اور اے اہل کتاب اگر بالفرض یہ نبی امی تمہاری پوشیدہ باتوں کو بھی نہ ظاہر کرتا تب بھی تم پر اس کی دعوت کا قبول کرنا واجب تھا اس لیے کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے مراد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک روشن کتاب آئی ہے قتادہ اور زجاج سے منقول ہے کہ نور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے (روح المعانی ص۸۷ ج ۶ و تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۱۸)

اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات بابرکات خود آپکی نبوت و رسالت کی ایک دلیل ہے ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب :: گر دلیلے بایدا ز وے رومتاب۔

اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور ہدایت اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور اسکے علاوہ یہ کتاب مبین آپکی نبوت کی دلیل ہے اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب میں سے ان لوگوں کو جو رضاء خداوندی کے طلب گار اور پیرو کار ہوں سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے کہ قیامت کے غم اور خوف سے محفوظ ہو جائیں یعنی وہ کتاب مبین ایسے صحیح عقائد اور صحیح اعمال کی ہدایت کرتی ہے جس سے دنیا اور آخرت کی سلامتی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ انکو کفر اور معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر دین اسلام کی روشنی میں لاتا ہے اپنے حکم سے یعنی اُسکی توفیق اور فضل سے ہدایت ملتی ہے بغیر اسکے حکم اور ارادہ کے کچھ نہیں ہو سکتا اور چلاتا ہے اُنکو سیدھی راہ کی طرف پس اے اہل کتاب تم اس کتاب مبین کو قبول کرو اور اپنی جہالت کے ظلمت سے نکل کر اس شمع ہدایت کی روشنی میں آجاؤ۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا

مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ

تو کہہ پھر کس کا کچھ چلتا ہے اللہ سے اگر وہ چاہے

يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

کہ کھپاوے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین

جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

ہیں سارے اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو

بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ١٧

دونوں کے بیچ ہے بناتا ہے جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ابطال عقیدۂ الوہیت عیسیٰ علیہ السلام

قال تعالیٰ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ.. الٰی ... وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہ (ربط) گزشتہ آیت یعنی وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ میں سیدھے راستہ کا ذکر فرمایا اور صراط مستقیم وہ معتدل راہ ہے جو افراط اور تفریط کے ٹھیک درمیان میں ہو اب اس آیت میں نصاریٰ کے عقیدۂ الوہیت مسیح کا رد فرماتے ہیں کہ شرک اور تثلیث کی راہ صراط مستقیم سے بہت دور ہے چنانچہ فرماتے ہیں بلاشبہ اور قطعاً کافر ہوتے وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ وہی مسیح ہے جو مریم کا بیٹا ہے اس آیت میں فرقۂ حلولیہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کسی انسان کے جسم یا روح میں حلول کر سکتا ہے نصاریٰ اگرچہ صراحۃً اس کے قائل نہیں لیکن اگر حقیقت کی طرف غور کیا جائے تو مطلب یہی نکلتا ہے اس لیے کہ نصاریٰ کا قول یہ ہے کہ کلمہ کا اقنوم عیسیٰ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے تو ہم سوال کرتے ہیں کہ اقنوم کلمہ سے کیا مراد ہے ذات خداوندی مراد ہے یا صفت خداوندی مراد ہے اگر اقنوم سے ذات کے معنی مراد ہیں تو صراحۃً یہ مطلب ہو گا

کہ ذات خداوندی نے عیسٰےؑ میں حلول کیا تو بے شک عیسٰی اِلٰہٗ (خدا) ہو گیا اور اگر یہ کہیں کہ اقنوم سے صفت کے معنی مراد ہیں تو ایک ذات کی صفت کا دوسری ذات کی طرف منتقل ہونا عقلاً محال ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اقنوم علم نے خدا کی ذات سے عیسٰیؑ کی ذات کی طرف انتقال کیا تو ذات الٰہی علم سے خالی ہو گئی اور عیسٰی کا الٰہ اور خدا ہونا لازم آیا اس سے معلوم ہوا کہ سب نصاریٰ اگرچہ صریح طور سے عیسٰےؑ کو عین خدا نہ کہیں لیکن اُن کے مذہب کا حاصل اور مقتضیٰ یہی ہے (تفسیر کبیر صـ۳۹۵ ج ۳)

اور ظاہر اور حق یہی ہے کہ نصاریٰ کے بعض فرقوں کا اب بھی یہی مذہب ہے نصاریٰ میں اصل تین فرقے ہیں ایک فرقہ نسطوریہ جو حضرت عیسٰی کو ابن اللہ کہتا ہے دوسرا ملکانیہ جو حضرت عیسٰی کو تین خداؤں میں کا ایک خدا کہتا ہے تیسرا فرقہ یعقوبیہ جو حضرت عیسٰی کو اللہ کے ساتھ متحد مانتا ہے اسی فرقہ کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اب آئندہ آیت میں الوہیت مسیح کے اعتقاد کا ابطال فرماتے ہیں آپ اُن سے کہدیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ مسیح بن مریم کو جن کو تم عین خدا کہتے ہو اور اُن کے ساتھ اُن کی ماں کو جس نے اُن کو جنا ہے اور بلکہ روئے زمین کے تمام باشندوں کو بالکل نیست اور نابود کرنا چاہے تو کون ایسی قدرت والا ہے جو خدا کو اُس کے ارادہ سے روک سکے یا اس سے انتقام لے سکے عالم کی اجتماعی قوت اور ارادہ اُس کے ارادہ کو نہ روک سکتی ہے اور نہ ایک لمحہ کے لیے ملتوی کر سکتی ہے خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ واجب الوجود اور قادر مطلق ہو کہ اگر سارے عالم کو قطعاً نیست اور نابود اور بالکلیہ فنا کرنے کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے ارادہ کو نہ روک سکے۔

اوست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند ⁂ عالمے را در دمے ویراں کند

اور جو ذات ہلاکت اور فناء کو اپنے سے دفع نہ کر سکے وہ بلاشبہ عاجز اور کمزور ہے وہ خدا نہیں ہو سکتی اور نصاریٰ کے اعتقاد میں تو حضرت عیسٰی کو سولی دی گئی اگر عیسٰی علیہ السّلام خدا ہوتے تو دشمن کے ہاتھ سے ہلاک نہ ہوتے وہ خدا ہی کیا ہوا جو اپنے سے موت کو دفع نہ کر سکا۔

پس اے نصاریٰ ائے حیا رٰی ذرا غور تو کرو کہ جو ذات (حضرت عیسٰےؑ) تمہارے اعتقاد اور اقرار کے مطابق اپنے سے موت اور فناء کا پیالہ نہ ہٹا سکے وہ کیسے خدا ہو سکتی ہے اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور اُن تمام چیزوں کی جو ان کے درمیان میں ہیں جن میں عیسٰےؑ علیہ السّلام اور ان کی والدہ ماجدہ بھی داخل ہیں جس طرح آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملک اور تصرف میں ہیں اسی طرح

عیسیٰ علیہ السّلام خدا کی ملک اور تصرف میں ہیں وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السّلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس طرح پیدا ہونا یہ دلیل الوہیت کی نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو جس طرح چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں جیسے کسی کو بے ماں باپ دونوں کے پیدا کیا جیسے حضرت آدم علیہ السّلام کو اس کی قدرت کے اعتبار سے تخلیق و تکوین کی تمام صورتیں برابر ہیں اس نے اپنی حکمت بالغہ سے کسی کو کسی طرح پیدا کیا اور کسی کو کسی طرح، پیدائش کا امتیاز، الوہیت کی دلیل نہیں بن سکتا اور کیوں نہ برابر ہوں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کی قدرت کے لیے کسی سبب اور مادہ کی ضرورت نہیں وہ جس طرح چاہے پیدا کرے بغیر باپ کے پیدا ہونا دلیل الوہیت کی نہیں بلکہ کمال قدرت دلیل الوہیت ہے جو حضرت عیسیٰ میں نہیں پائی جاتی۔

فائدہ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تاکہ اُن کی امت اُن کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھاویں ورنہ نبی اس لائق کا ہیکو ہیں (موضح القرآن)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ

اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے

وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ

اور اس کے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی

بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

نہیں تم بھی ایک انسان ہو اسکی پیدائش میں بخشے جسکو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ

اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو دونوں کے بیچ ہے

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸

اور اسی کی طرف رجوع ہے

اِبطالِ دعوائے اہل کتاب در بارہ قُرب و اختصاص خداوندی

قال تعالیٰ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ .... الٰی .... وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

(ربط) گذشتہ آیات میں یہود و نصاریٰ کے بعض قبائح کا بیان تھا اب اس آیت میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ باوجود کفر و شرک اور معصیت میں ملوث ہونے کے دعوی یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے محبوب اور مقبول اور مقرب ہیں اور یہود اور نصاریٰ کے ہر ایک فریق نے الگ الگ یہ کہا کہ ہم لوگ اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علماء یہود سے کچھ گفتگو کی اور اُن کو اللہ کی طرف بلایا اور اُن کو خدا کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے یہ کہا کہ اے محمدؐ آپ ہم کو خدا کے عذاب سے کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر ص۳۵ ج۲ و تفسیر قرطبی ص۱۲۰ ج۶)

اے نبی آپؐ اُن کے جواب میں کہہ دیجیے کہ اگر تم واقع میں اللہ کے فرزند اور اس کے محبوب اور پیارے ہو تو اللہ تم کو تمہارے گناہوں کے بدلہ میں دنیا میں ذلت ناک اور رسوا کن عذاب کیوں دیتا ہے اگر تم[1] خدا کے فرزند اور محبوب تھے تو اُس نے تم کو قِرَدَة اور خنازیر یعنی بندر اور سور کیوں بنایا اور طرح طرح سے تم کو ذلیل اور رسوا کیا باپ اپنے بیٹے کو اور حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہیں دیتا پس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے تم کو قتل اور مسخ کا عذاب چکھایا اور آخرت کے متعلق تم کو اقرار ہے کہ چند روز کے لیے تم کو آگ چھوئے گی معلوم ہوا کہ یہ سب تمہارے دعاوی باطلہ اور امانی عاطلہ ہیں تم خدا کے محبوب نہیں بلکہ تم منجملہ مخلوق کے بشر اور آدمی ہو تم میں اور لوگوں میں کوئی فرق نہیں جیسے وہ ویسے تم، تم جو دعوائے فرزندیت اور محبوبیت کرتے ہو وہ جھوٹ اور غلط ہے وہ جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دائرۂ مشیت اور ملکیت سے باہر نہیں نکل سکتا اس لیے کہ اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے لہذا کوئی صورت اس کی تعذیب اور سزا سے بچنے کی نہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اسکے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں کہ جہاں کوئی پناہ لے سکے۔

---

[1] امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ وقیل معنی یعذبکم عذبکم فهو بمعنى الماضی ای فلم مسخکم قردة وخنازیر ولم عذب من قبلکم من الیهود والنصاریٰ بانواع العذاب وهم امثالکم لان الله سبحانه لا یحتج علیهم بشئ لم یکن بعدُ لانهم ربما یقولون لا نعذّبُ غدًا، بل یحتج علیهم بما عرفوه (تفسیر قرطبی ص۱۲۱ ج۶)

يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلَىٰ

اے کتاب والو! آیا ہے تم پاس رسول ہمارا بیان کرتا ہے تم سے

فَتۡرَةٍ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُواْ مَا جَآءَنَا مِنۢ

توڑا پڑنے پیچھے رسولوں کا کبھی تم کہو کہ ہم پاس نہ آیا کوئی

بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدۡ جَآءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَٱللَّهُ

خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾

ہر چیز پر قادر ہے

اظہار نعمت و اتمام حجت بہ بعثت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال تعالیٰ يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا ... الیٰ ..... وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيرٌ ○

(ربط) اوپر کی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کو خطاب تھا اب اس آیت میں بھی انہی کو خطاب اور تنبیہ ہے اور مقصود اظہار نعمت اور اتمام حجت ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد شریعت محرّف ہو چکی تھی اور روئے زمین سے ہدایت گم ہو چکی تھی لہٰذا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیغمبر کو بھیجیں جو لوگوں پر راہ حق کو ظاہر کر دے اور لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہو جائے علاوہ ازیں تم بھی افسوس کیا کرتے تھے کہ ہم رسولوں کے وقت میں نہ ہوئے کہ ان کی تربیت پاتے اب مدت کے بعد تم کو رسول کی صحبت میسر آئی غنیمت جانو اور اللہ قادر ہے کہ اگر تم اس رسولؐ کی دعوت کو قبول نہ کرو گے تو اللہ دوسری مخلوق کھڑی کر دیگا۔ جو تم سے بہتر ہو گی جیسے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ لوگوں نے جہاد کرنا قبول نہ کیا اللہ نے اُن کو محروم کر دیا اور اوروں کے ہاتھ سے ملک شام فتح کرا دیا لہٰذا تم اس نبی کی صحبت کو غنیمت جانو۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے اہل کتاب بے شک آگیا تمہارے پاس ہمارا وہ رسول جس کے تم منتظر تھے جو احکام شریعت کو تمہارے لیے بیان کرتا ہے ایسے وقت میں آیا کہ مدّت سے پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ منقطع تھا حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تخمیناً چھ سو برس

کے بعد ہم نے نبی بھیجا اتنی مدت میں آسمانی کتابوں میں تحریف ہوگئی دین عیسوی ابھی قوت پکڑنے نہ پایا تھا کہ عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھا لیے گئے اور اصل انجیل بھی محفوظ نہ رہی اور بنی اسرائیل کی شریعت بالکل مسخ ہوگئی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصلاح عالم کے لیے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو نبی بناکر بھیجا تاکہ تم سنبھل جاؤ اور قیامت کے دن تم کو یہ کہنے کا موقعہ نہ رہے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو آچکا تمہارے پاس ایک عظیم الشان بشیر و نذیر جس کی شریعت قیامت تک محفوظ رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے لہٰذا اب تم کو اس عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ ہم خدا کی کس طرح اطاعت کرتے کہ پہلی شریعتوں میں تحریف و تبدیلی ہوچکی تھی اور حق و باطل مخلوط ہوچکا تھا اور نیا رسول ہمارے پاس کوئی آیا نہیں پس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تمہاری یہ حجت ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے مسلسل نبی بھیجے یا ایک عرصہ تک سلسلہ منقطع رہنے کے بعد رسول بھیجے یا یہ مطلب ہے کہ اگر تم نے اس پیغمبر کی دعوت اور ہدایت کو قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو اس نبی کی دعوت کو قبول کرے خدا کا کام کچھ تم پر موقوف نہیں

فائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ ہے وہ زمانہ فترت کہلاتا ہے جو تقریباً چھ سو برس کا زمانہ ہے جیسا کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے انا اولی الناس بعیسی بن مریم لیس بینی وبینہ نبی ۔

اور سورۂ یٰسین کی اس آیت اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمُ اثۡنَیۡنِ فَکَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ میں جن تین رسولوں کا ذکر ہے وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قاصد اور مبلّغ تھے اور حواریین میں سے تھے جن کو آپ نے اہل قریہ کی تبلیغ اور دعوت کے لیے بھیجا تھا وہ خدا کے رسول اور پیغمبر نہ تھے بلکہ حضرت عیسیٰ کے فرستادہ اور حواری تھے اور بعض لوگوں نے جو ایک ضعیف روایت کی بنا پر خالد بن سنان عربی کو نبی بنایا ہے صحیح یہ[1] ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گذرے ہیں اور تواریخ میں جو آیا ہے کہ خالد بن سنان کی بیٹی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگی سو اس سے صلبی بیٹی مراد نہیں بلکہ بنت بالواسطہ مراد ہے کیونکہ احادیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ امر صراحۃً ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان

[1] کما قال الشھاب الخفاجی فی حاشیۃ البیضاوی والصحیح انہ ای خالد بن سنان من الانبیاء وانہ قبل عیسے علیہ السلام کذا فی حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی ص۲۲ ج۳

کوئی نبی نہیں (روح المعانی ص ۹۳ ج ۶)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر
اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ
جب پیدا کیے تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ اور دیا تم کو
مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا
جو نہیں دیا کسی کو جہان میں اے قوم داخل
الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا
ہو زمین پاک میں جو لکھ دی ہے اللہ نے تم کو اور الٹے نہ جاؤ
عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۲۱ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
اپنی پیٹھ پر پھر جا پڑو گے نقصان میں بولے اے موسیٰ
اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى
وہاں ایک لوگ ہیں زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے جب تک
يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝۲۲
وہ نکل چکیں وہاں سے پھر اگر وہ نکلیں وہاں سے تو ہم داخل ہوں
قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا
کہا دو مردوں نے ڈر والوں میں سے خدا کی نوازش تھی ان دو پر
ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬
پیٹھ جاؤ ان پر حملہ کر کر دروازے میں پھر جب تم اس میں پیٹھو تو تم غالب ہو

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا

اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر یقین رکھتے ہو بولے

يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا

اے موسیٰ ہم ہرگز نہ جاویں ساری عمر جب تک وہ رہیں گے اس میں

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

سو تو جا اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھے ہیں

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ

بولا اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا

سو فرق کر تو ہم میں اور بے حکم قوم میں کہا تو وہ ان سے

مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ

بند ہوئی چالیس برس سرمارتے پھریں گے ملک میں

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع

سو تو افسوس نہ کر بے حکم لوگوں پر

قصۂ بدعہدی و بزدلی بنی اسرائیل در بارۂ جہاد

قال تعالیٰ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا ..... الیٰ ..... فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (ربط) گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کی عہد شکنیوں کا بیان تھا اب ان آیات میں اُن کی ایک عہد شکنی اور بزدلی اور اس کے انجام کا بیان ہے کہ اللہ کا کلیم تمہارے درمیان موجود تھا اس نے تم کو جہاد کی دعوت دی اور فتح کی بشارت بھی سنادی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین تمہارے لیے لکھ دی ہے یعنی رجسٹری کر دی ہے مگر تم جہاد سے جان چرا گئے اور کلیم اللہ سے مجادلہ کرنے

لگے حالت تو تمہاری یہ ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم ابناء اللہ اور احبّاء اللہ ہیں اس قصہ میں اُن کے دعوائے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کی تکذیب اور تردید ہے اور فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ کی تصدیق اور تائید ہے اور اشارہ اس طرف ہے کہ محض انتساب بلا اطاعت خداوندی موجب مقبولیت و محبوبیت نہیں حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں حضرت ابراہیمؑ اپنا وطن چھوڑ کر نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے موت تک اُن کے اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو بشارت دی کہ تیری اولاد کو بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام اُن کو دوں گا اور نور نبوت اور دین اور کتاب اور سلطنت اُن میں رکھوں گا پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے وقت میں وہ وعدہ پورا کیا بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگار سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور اُن سے فرمایا کہ تم عمالقہ سے جہاد کرکے اُن سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ وہ ملک شام تمہارا ہے حضرت موسیٰؑ نے بارہ شخص بارہ قبائل بنی اسرائیل پر سردار مقرر کیے تھے اُن کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لادیں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں جو عمالقہ مسلط تھے اُن کی قوت اور طاقت بھی بیان کی حضرت موسیٰؑ نے اُن سے یہ کہا تھا کہ تم قوم کے سامنے ملک کی خوبی تو بیان کرنا مگر دشمن کی قوت کا ذکر نہ کرنا اُن بارہ میں سے دو شخص تو اس حکم پر قائم رہے اور دس نے خلاف کیا قوم نے عمالقہ کی قوت اور طاقت کو سنا تو نامردی کرنے لگے اور چاہا کہ پھر الٹے مصر واپس چلے جائیں اس تقصیر کی وجہ سے چالیس برس فتح شام میں دیر لگی کہ اتنی مدّت جنگلوں میں بھٹکتے اور حیران پھرتے رہے جب اس قرن کے لوگ مر چکے مگر وہ دو شخص کہ وہی حضرت موسیٰؑ کے بعد خلیفہ ہوئے اور ملک شام ان کے ہاتھ پر فتح ہوا اہل کتاب کو یہ قصّہ سنایا کہ اگر تم پیغمبر آخرالزماںؐ کی رفاقت نہ کروگے تو یہ نعمت اوروں کے نصیب ہوگی اور آگے چل کر اسی پر قصہ سنایا ہابیل وقابیل کا کہ حسد مت کرو حسد والا مردود ہے (کذا فی موضح القرآن بایضاح یسیر)

چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو کہ جب موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا اے میری قوم یاد کرو تم اللہ کے انعام اور احسان کو جو تم پر ہوا ہے جب کہ پیدا کیے تم میں اللہ نے بادشاہ یعنی تم کو بادشاہت دی اور حشم و خدم والا کر دیا نبوت سے بڑھ کر کوئی دینی نعمت نہیں اور بادشاہت سے بڑھ کر کوئی دنیوی نعمت نہیں موسیٰ علیہ السّلام سے بیشتر بنی اسرائیل فرعون کی غلامی میں تھے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کی غلامی سے نجات ملی اور خدا نے اُن کے تمام ملک اور املاک کا تم کو مالک کر دیا اور علاوہ ازیں تم کو وہ کچھ دیا کہ جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا یعنی تمہارے لیے سمندر کو پھاڑا اور تمہارے سامنے دشمنوں کو غرق کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا اور تم پر بادل کا سایہ کیا اور تمہارے لیے پانی جاری کیا یہ خدا تعالیٰ کے تم پر ایسے احسان ہیں جو خدا نے تمہارے سوا کسی پر نہیں کیے لہٰذا اس کا

مقتضیٰ یہ ہے کہ تم اس کی نعمتوں کا شکر کرو یعنی اس کی اطاعت سے ذرّہ برابر انحراف نہ کرو تاکہ تم پر اور مزید نعمتیں مبذول ہوں اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے یعنی ملک شام میں جا کر جہاد کرو جہاں کی زمین پاک اور مبارک ہے شام کی زمین کو پاک اور مبارک اس لیے کہا کہ سرزمین شام صدیوں سے انبیاء ومرسلین کا مولد اور مسکن رہی لیکن حضرت موسیٰؑ سے کچھ عرصہ پہلے عمالقہ اس پر مسلّط ہو گئے تھے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس قوم سے جہاد کا حکم دیا اور فتح کی بشارت دیدی اور فتح وظفر کا وعدہ فرمایا اور بزدلی سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اپنی پشت کی سمت پر نہ لوٹنا ورنہ پھر تم خسارہ میں جا پڑو گے یعنی جہاد میں منہ نہ موڑنا اور نہ دشمن کے مقابلہ سے ہٹنا اگر ایسا کرو گے تو علاوہ اس کے کہ تم خدا کے نافرمان اور کافر نعمت ٹھہرو گے الٹے خسارہ میں پڑ جاؤ گے اس لیے کہ جو ملک خدا نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے وہ فی الحال تمہارے ہاتھ نہ آئے گا انہوں نے کہا اے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں یعنی ہم میں اُن سے لڑنے کی طاقت نہیں جبار کھجور کے لمبے درخت کو کہتے ہیں چونکہ عمالقہ بڑے طویل القامت تھے اور قوم عاد سے تھے اس لیے اُن کو قوم جبارین کہا اور ہم تو ہرگز اس سرزمین میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک وہ خود اس سے باہر نکل جائیں یعنی اگر اللہ تعالےٰ نے وہ زمین ہمارے لیے لکھ دی ہے تو اُن کے دل میں ایسا رعب ڈال دے کہ وہ بلا مقابلہ خود ہی اس زمین سے نکل جائیں پھر وہ اگر وہاں سے نکل جائیں تو بے شک ہم داخل ہو جائیں گے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اُن بارہ شخصوں میں سے اُن دو شخصوں نے جو خدا ترس بندوں میں سے تھے اور جن پر اللہ تعالیٰ نے خاص انعام کیا تھا بنی اسرائیل کو نصیحت کی اور یہ کہا کہ ہمت نہ ہارو ہمت کر کے اُس شہر کے دروازہ تک تو پہنچ جاؤ پھر جب تم اُن پر گھس جاؤ گے تو بلا شبہ تم ہی غالب رہو گے اور خدا پر بھروسہ کرو اگر تم کچھ یقین رکھتے ہو جب اللہ نے تم سے فتح ونصرت کا وعدہ فرما لیا ہے تو تم کو اس کے وعدہ پر یقین رکھنا چاہیئے یہ دو شخص یوشع اور کالب تھے ان بارہ سرداروں میں سے یہی دو شخص اپنے عہد پر قائم رہے تھے باقی سب نے عہد شکنی کر دی تھی ان دونوں نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی بنی اسرائیل نے ان کو تو کوئی جواب نہ دیا لیکن موسیٰ علیہ السّلام کی طرف مخاطب ہو کر یہ بولے اے موسیٰ ہم تو ساری عمر بھی اس زمین میں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ جبارین وہاں موجود رہیں گے سو تو اور تیرا پروردگار مل کر وہاں چلے جاؤ اور تم دونوں اُن سے لڑ لو تحقیق ہم تو یہیں بیٹھے ہیں یہ اُن بزدل متکبرین کا موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ استہزاء اور تمسخر تھا ان بزدلوں کا مطلب یہ تھا کہ اگر خدا کو ہماری مدد کرنی ہے تو ویسے ہی کر دے ہمیں پریشانی اور جہاد کی مشقت میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے موسیٰ علیہ السّلام نے اُن کے اس بے ہودہ جواب سے دلگیر ہو کر یہ دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار میرا

سوائے اپنی جان کے اور اپنے بھائی کے کسی پر زور اور اختیار نہیں کہ اُن کو تیری فرمانبرداری پر مجبور کر سکوں اس لیے فرمایا کہ حضرت یوشع اور کالب سے اگرچہ کوئی نافرمانی ظہور میں نہیں آئی لیکن وہ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی طرح معصوم نہ تھے جن کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر وثوق اور اعتماد کا اظہار فرماتے غیر معصوم سے گناہ کا صدور ممکن ہے مگر چونکہ حضرت یوشع اور کالب متقی اور پرہیزگار تھے اس لیے تبعًا وہ اس میں شامل ہو گئے پس ہمارے اور بدکار لوگوں کے درمیان جدائی ڈال دے جدائی کے دو معنی ہیں ایک حسّی اور ظاہری طور پر الگ ہو جانا دوسرے یہ کہ معنًی ایک دوسرے سے جدا ہو جانا سو ظاہری اور حسّی طور پر تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السّلام بنی اسرائیل سے جدا نہ ہوئے لیکن معنًی جدائی ہو گئی کہ وہ سب عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے اور چالیس سال تک اسی وادی میں ٹکریں مارتے رہے اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ اُسی پیغمبرانہ شان سے نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ ان کے ساتھ رہتے رہے جیسے ملائکۃ العذاب دوزخیوں کے ساتھ رہتے ہیں مگر ملائکۃ العذاب کو عذاب سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا ظاہرًا اُن کے ساتھ ہیں مگر معنًی اُن سے جدا ہیں وادی تیہ لوگوں کے لیے عذاب تھی مگر موسیٰ علیہ السّلام اور ہارون علیہ السلام کا اُن کے ساتھ ہونا یہ ان پر اللہ کی رحمت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی دعا قبول کی اور کہا پس تحقیق وہ زمین چالیس برس تک ان پر حرام کی گئی چالیس سال تک اُس زمین میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس کے مالک ہوں گے چالیس سال تک وہ اس زمین میں بھٹکتے پھریں گے یعنی ہر روز چلتے رہیں گے مگر اُس جنگل سے باہر نہ ہونے پائیں گے پس اے موسیٰ تم ان بدکاروں کے حال پر کچھ افسوس اور غم نہ کرنا یہ اسی کے مستحق ہیں غرض یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور یہ لوگ چالیس برس تک ٹکریں مارتے رہے اور نکلنا نصیب نہ ہوا حتیٰ کہ اسی جنگل میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام نے وفات پائی اُن کے بعد حضرت یوشع نبی ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس ملک پر قبضہ دیا چالیس برس گذرنے کے بعد یوشع علیہ السّلام نبی بنائے گئے اور اُن کو جبارین سے لڑنے کا حکم ہوا پس جو لوگ بچے تھے اُن کو لے کر چلے اور جبارین سے لڑے اور یہ جمعہ کا دن تھا اور سورج ان کے واسطے ایک ساعت کے لیے ٹھہرا دیا گیا یہاں تک کہ وہ لڑائی سے فارغ ہوئے اور بیت المقدس میں داخل ہوئے (رواہ احمد) سورج مامور بامر الٰہی ہے اور مسخر اور مقہور بحکم خداوندی ہے اس کے حکم سے تھوڑی دیر کے لیے اس کے ایک نبی کے لیے ٹھہر گیا جس طرح ابر و ہوا کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے حکم سے ہے اسی طرح سورج کا چلنا اور ٹھہر جانا بھی اللہ کے حکم سے ہے سب اس کے حکم کے سامنے مقہور اور مجبور ہیں

نکتہ صحابہ کرام نے بنی اسرائیل کی طرح جہاد میں بزدلی نہیں دکھلائی بلکہ جان و مال آنحضرتؐ پر قربان کیا اور دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہر طرف آپؐ کے ساتھ جہاد کیا جس کا ثمرہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے روئے زمین کی خلافت اور حکومت کا وعدہ کیا کما قال تعالیٰ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا اور چند ہی روز میں مصر و شام اور عراق سب فتح ہوگئے اور قیصر و کسریٰ کا خاتمہ ہوگیا اور مشرق و مغرب کا خراج مدینہ منورہ کے خزانہ میں خلافت عثمانی کے زمانہ میں پہنچ گیا۔

وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ
اور سنا ان کو احوال تحقیق آدم کے دو بیٹوں کا

قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِھِمَا وَلَمْ
جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز پھر

یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّکَ ؕ قَالَ
قبول ہوئی ایک سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے سے کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ
کہ اللہ قبول کرتا ہے سو ادب والوں سے اگر تو ہاتھ چلاوے گا

اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ
مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر

لِاَقْتُلَکَ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْٓ
مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو صاحب ہے سب جہان کا میں

اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِکَ فَتَکُوْنَ مِنْ
چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۚ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ

دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا بے انصافوں کی پھر اس کو راضی

لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے پھر اس کو مار ڈالا تو ہو گیا زیاں والوں میں

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوّا کریدتا زمین کو کہ اس کو دکھاوے

كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ

کس طرح چھپاتا ہے عیب اپنے بھائی کا بولا اے خرابی کہ مجھ سے

اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ

اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوّے کے کہ میں چھپاؤں عیب

اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۚۛ

اپنے بھائی کا پھر لگا پچھتانے

قصہ ہابیل وقابیل

قال تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ.... الی..... فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ

ربط) گزشتہ آیات میں اہل کتاب کے اس فخر اور دعوے (نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ) کا رد فرمایا اب آگے ہابیل وقابیل کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ دونوں آدم علیہ السّلام کے صلبی بیٹے تھے مگر جس نے اطاعت کی وہ مقبول ہوا اور جس نے نافرمانی کی وہ مردود ہوا اور آدم کا بیٹا ہونا کچھ کام نہ آیا معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا یہ گھمنڈ کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں بالکل غلط ہے۔

بندگی باید پیمبر زادگی درکار نیست (ع)

نیز اس قصہ سے بنی اسرائیل کو نصیحت کرنا مقصود ہے کہ حسد کا انجام کیسا برا ہوتا ہے لہٰذا تم کو چاہیئے کہ نبی امی فداہ نفسی والی وامی کے فضل وکمال پر حسد نہ کرو بلکہ اس پر نظر کرو کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم بالکل امی ہیں کسی تاریخ کی کتاب کو پڑھ بھی نہیں سکتے مگر تمہارے سامنے توریت اور انجیل کے مخفی علوم اور بنی اسرائیل کے گذشتہ واقعات کو اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ تمہارے علماء اور فضلاء کو مجال انکار کی نہیں آخر یہ تو سوچو کہ یہ باتیں آپ کو سوائے خدا کے کس نے بتائیں۔

خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کے حضرت حواء کے بطن سے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور حکم یہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کو دوسرے حمل کی لڑکی سے بیاہ دیں جڑواں بہن سے بھائی کا نکاح حلال نہ تھا سب سے پہلے حمل میں قابیل اور اس کی بہن اقلیماء پیدا ہوئے اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی بہن البودا پیدا ہوئے اور قابیل کی بہن اقلیماء بہت خوبصورت تھی اسی دستور کے مطابق حضرت آدمؑ نے ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ اور قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ نکاح کرنا چاہا مگر قابیل راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بہن سے خود نکاح کروں گا حضرت آدم علیہ السّلام نے فرمایا وہ تیرے لیے حلال نہیں مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا حضرت آدم علیہ السّلام نے حجت قطع کرنے کے لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے نام کی نیاز اور قربانی کرو جس کی نیاز خدا تعالیٰ قبول فرمائیگا اسی کے ساتھ اقلیماء کی شادی کردوں گا سو دونوں نے قربانی کی ہابیل نے جو مویشی اور بکریوں والا تھا ایک عمدہ اور فربہ دنبہ قربانی کیا اور پہاڑ پر لیجا کر رکھ دیا اور قابیل جو کھیتی والا تھا تھوڑا سا ردّی غلہ لاکر رکھ دیا اس زمانہ میں قبول اور عدم قبول کی نشانی یہ تھی کہ جو نیاز قبول ہوتی اس کو آسمان سے ایک آگ آکر جلا جاتی اور جو نہ مقبول ہوتی اس کے لیے آسمان سے آگ نہ آتی جب ہابیل اور قابیل نے اپنی اپنی نیاز قربان گاہ پر لاکر رکھ دی تو آسمان سے ایک آگ آئی تو ہابیل کی نیاز کو جلا گئی اور قابیل کی نیاز کو ویسے ہی چھوڑ گئی غرض یہ کہ ہابیل کی نیاز قبول ہوئی اور قابیل کی نیاز قبول نہ ہوئی تو قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اپنے بھائی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی لاش کو کس طرح چھپاؤں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس کی خبر نہ ہو آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا کہ اُس نے ایک مردے کوّے کیلئے زمین کریدی اور اس مردہ کوّے کو اس میں دفن کر دیا قابیل یہ دیکھ کر حیران اور پشیمان ہوا کہ افسوس مجھ میں کوّے کے برابر بھی عقل نہیں کہ زمین کھود کر اس کو گاڑ دیتا چنانچہ فرماتے ہیں

(اے نبی کریم) آپ اُن کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا صحیح صحیح واقعہ پڑھ کر سنا دیجئے جبکہ ان دونوں نے اللہ کے لیے کچھ نیاز کی پس ایک (یعنی ہابیل) کی طرف سے تو نیاز قبول ہوگئی اور دوسرے یعنی قابیل کی طرف سے قبول نہ ہوئی تو قابیل کو غصہ آیا اور یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا ہابیل نے کہا اس میں میرا قصور کیا ہے جزایں نیست اللہ تعالیٰ ادب والوں

ہی کی نیاز قبول کرتا ہے تو نے تقویٰ اور ادب کو چھوڑ دیا اس لیے تیری نیاز قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے اگر تو نے میرے قتل کے ارادہ سے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں وہ نہیں ہوں کہ اپنے دفعیہ ہی کے لیے تیرے قتل کی طرف اپنے ہاتھ کو بڑھاؤں اگرچہ اپنی جان بچانے کے لیے دفعیہ جائز ہے لیکن بھائی کے مقابلہ میں صبر کرنا ہی افضل اور اکمل ہے کافر سے اگر مقابلہ ہو تو ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانا ہرگز جائز نہیں اور اگر مسلمان بھائی سے مقابلہ ہو تو مدافعت درجۂ رخصت میں ہے اور صبر کرنا عزیمت اور موجب صد فضیلت ہے بے شک میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں یہ ہاتھ نہ پھیلانے کی علت بیان کی مطلب یہ ہے کہ قتل بہت بری چیز ہے اور خدا کو سخت ناپسند ہے اگر میں نے اپنے سے حملہ دفع کرنے کے لیے اپنے آپ کو معذور سمجھ کر تجھ کو قتل کر دیا تو پھر بھی مجھ کو خدا سے ڈر ہے کہ کہیں مجھ سے مؤاخذہ نہ کریں کہ تم نے قتل میں عجلت سے کام لیا اور محض دھمکی پر کیوں قتل کر ڈالا قابیل نے تو ابھی صرف دھمکی ہی دی تھی قتل کا ارتکاب تو نہیں کیا تھا اور عجب نہیں کہ ہابیل کو یہ بھی ڈر ہو کہ ابھی تک روئے زمین پر کوئی قتل واقع نہیں ہوا لہٰذا اس کی کوشش یہ تھی کہ باہمی قتل کی سنت میرے ہاتھ سے جاری نہ ہو اور اس وجہ سے حضرت عثمان غنی رضؓ صحابہ کو باغیوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کی اجازت نہیں دیتے تھے حالانکہ وہ قطعاً مظلوم اور بے گناہ تھے لیکن اُن کی تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں باہمی کشت و خون کی سنّت کا آغاز میرے ہاتھ سے نہ ہو اس خوف اور ڈر کی وجہ سے عثمان ذی النورینؓ نے صحابہ کو فتنہ پردازوں کے مقابلہ کی اجازت نہ دی اور صبر اور شہادت کو ترجیح دی چنانچہ ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے اس آیت پر عمل کر کے دکھلایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں (رواہ ابن ابی حاتم) (تفسیر ابن کثیر)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو پیش آنے والے فتنہ کی خبر دے دی تھی اور یہ وصیت فرما دی تھی کہ تو اس وقت آدمؑ کے بیٹے کے مانند ہو جانا اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی لَئِنۢ بَسَطتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ اور حضور پُرنورؐ نے حضرت عثمانؓ کو یہ وصیت بھی کی تھی کہ اللہ تجھ کو ایک خلعت (خلافت) پہنائے گا تو لوگوں کے کہنے سے مت اتارنا اس لیے حضرت عثمانؓ فتنہ اور نزعہ کے وقت خلافت سے دست بردار نہ ہوئے اور باغیوں سے قتال بھی نہ کیا اور صبر کے ساتھ اللہ کا کلام پڑھتے جان دے دی اور صبر و تحمل میں ہابیل کا نمونہ بنے۔

غرض یہ کہ ہابیل نے مدافعت سے بھی انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ میں تجھ سے ڈر کر نہیں بلکہ خدا سے ڈر کر یہ چاہتا ہوں کہ بھائی کے خون میں اپنے ہاتھ نہ رنگوں اور یہ کہا کہ تحقیق میں

یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا بھی گناہ اور اپنا بھی گناہ اٹھائے پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جائے مطلب[1] یہ ہے کہ اگر تو میرے قتل سے باز نہ آیا تو قیامت کے دن تیری گردن پر تیرے گناہ کا بھی بوجھ ہوگا اور میرے گناہوں کا بوجھ بھی تجھ پر ڈالا جائے گا اس لیے قیامت کے دن مقتول مظلوم کی برائیاں قاتل پر ڈال دی جائیں گی اس طرح دونوں کا بوجھ تجھ ہی کو اٹھانا پڑے گا اس لیے کہ خدا کے یہاں قاتل کی سزا یہ مقرر ہے کہ اس کے ذمے اس کا گناہ بھی لکھا جائے اور اس کے مقتول کا بھی اور اس کو دوہری سزا دی جائے یہ مجاہد کا قول ہے

یا یہ[2] مطلب ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے دوسرے گناہوں کے ساتھ میرے قتل اور خون ناحق کا گناہ بھی تو ہی سمیٹے۔ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور حسنؒ اور قتادہؒ سے یہی تفسیر منقول ہے (تفسیر کبیر ص۲۰۳ ج ۳)

اور امام ابن جریر طبریؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اس قول کو اختیار فرمایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے جلالین میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے غرض یہ کہ ہابیل نے محبانہ اور برادرانہ اور مخلصانہ نصیحت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر قابیل پر بھائی کی حکمت و موعظت کا کوئی اثر نہ ہوا پس قابیل کے نفس نے اس کو اپنے بھائی ہابیل کے قتل کے لیے راضی کر لیا چنانچہ اس نے اُس کو قتل کر ڈالا پس نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا یعنی اس قتل سے اس کو دین اور دنیا دونوں کا خسارہ ہوا دنیا کا خسارہ تو یہ ہوا کہ والدین ناراض ہوئے اور وہ بغیر بھائی کے رہ گیا اور دنیا میں قیامت تک بدنام ہوا اور آخرت کا یہ خسارہ ہوا کہ اس ظلم اور تعدی اور قطع رحمی کی وجہ سے خدا اس سے ناراض ہوا اور قطع رحمی کا بانی ہونے کی وجہ سے سزا کا

---

[1] قال الامام البغوی وروی ابن ابی نجیح عن مجاهد قال معناه انی ارید ان یکون علیك خطیئتی التی عملتها اذا قتلتنی واثمك فتبوء بخطیئتی ودمی جمیعا انتهی یعنی اذ قتلتنی ترجع حاملا خطایای لظلمک علیّ وقال القرطبی ای یؤخذ من سیئاتی فطرح علیك بسبب ظلمک لی وتبوء باثمك فی قتلك وهذا یعضده قوله علیه الصلاة والسلام یؤتی یوم القیامة بالظالم والمظلوم فیوخذ من حسنات الظالم فتزاد فی حسنات المظلوم حتی ینتصف فان لم تکن له حسنات اخذ من سیئات المظلوم فتطرح علیه اخرجه مسلم بمعناه (تفسیر قرطبی ص۱۳۷ ج ۶)

[2] قال ابن عباس وابن مسعود والحسن وقتادةؒ معناه تحمل اثم قتلی واثمك الذی کان منك قبل قتلی وهذا بحذف المضاف (تفسیر کبیر ص۲۰۳ ج ۳)

مستحق ہوا اور ایک خسارہ یہ ہوا جو حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں کوئی نفس ظلماً نہیں قتل کیا جاتا مگر آدمؑ کے پسر اول پر اس کے خون کا ایک حصّہ ہوتا ہے کیونکہ سب سے پہلے ظلماً قتل کا طریقہ اسی نے نکالا۔

چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا اس لیے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے جس سے یہ راز پوشیدہ رہے پس اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا کہ جو زمین کرید رہا تھا کہ زمین کھود کر اس میں ایک مرے ہوئے کوّے کو دھکیل کر اس پر مٹی ڈال رہا تھا تاکہ اللہ تعالےٰ اس کوّے کے ذریعہ سے قابیل کو یہ دکھلاوے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے اہلِ اخبار کا بیان ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو عرصہ تک اس کے لاشہ کو پشت پر لادے پھرا کیونکہ یہ سب سے پہلی موت تھی جو روئے زمین پر واقع ہوئی اور اس وقت تک میت کے چھپانے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا آخر اللہ تعالیٰ نے دو کوّے بھیجے جو آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پھر قاتل کوّے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر اس میں ایک گڑھا بنایا اور مقتول کوّے کو اس میں ڈال کر مٹی سے چھپایا قابیل نے یہ تمام کیفیت دیکھی اور اس کوّے سے دفن کا طریقہ سیکھا اور اپنی حالت پر سخت ندامت ہوئی شرمندہ ہو کر کہنے لگا ہائے میری شامت مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ میں اس کوّے ہی جیسا ہو جاتا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا پس وہ پشیمانوں میں سے ہو گیا کہ ہائے کوّے کی برابر بھی مجھے عقل نہ آئی۔

ف جاننا چاہیئے کہ یہ ندامت اور پشیمانی توبہ کی ندامت نہ تھی جو ندامت خدا کے خوف سے ہو وہ توبہ ہے اور جو ندامت اور پریشانی اور پشیمانی دنیا کی ذلت کے ڈر سے ہو وہ ایک امر طبعی ہے وہ شرعی توبہ نہیں

مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبۡنَا عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَنَّهٗ

اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ

کوئی مار ڈالے ایک جان سوائے بدلے جان کے یا فساد کرنے ملک میں

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا

تو گویا مار ڈالا سب لوگوں کو اور جس نے جِلایا

فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا

ایک جان کو تو گویا جلا دیا سب لوگوں کو اور لا چکے ہیں اُن پاس رسول

بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي

ہمارے صاف حکم پھر بہت لوگ ان میں اس پر بھی ملک میں

الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲

دست درازی کرتے ہیں

تمہید مشروعیت حدود و تعزیرات بنا بر ظہور ایں چنیں جنایات

قال تعالیٰ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ... الیٰ .... لَمُسْرِفُوْنَ ۝

(ربط) گذشتہ آیات میں ایک ناحق قتل کا واقعہ بیان فرمایا اب ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی خرابیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حُدُود و تعزیرات کو مشروع فرمایا تاکہ فساد کا انسداد ہو جائے چنانچہ فرماتے ہیں اسی واقعہ کی وجہ سے یعنی انہی خرابیوں کی وجہ سے کہ جو بے گناہ کے قتل میں پیش آتی ہیں کہ قاتل کو دنیا میں ندامت اور فضیحت اور آخرت میں عقوبت ہم نے بنی اسرائیل پر خصوصاً اور تمام بنی آدم پر عموماً یہ حکم لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بلا عوض اور بلا بدلہ کے یا زمین میں بغیر فساد کے قتل کر ڈالے فساد کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً رہزنی کرے یا نکاح کے بعد زنا کرے یا مرتد ہو جائے یا دوسروں کو مرتد ہونے کی ترغیب دے یا خدا اور رسول اور احکام شریعت کا مذاق اڑائے اور بغیر نفس سے مراد یہ ہے کہ بغیر قصاص لازم ہوئے کسی کو ناحق قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کیا کیونکہ اُس نے قتل کا دروازہ کھول دیا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے یہ بھی لکھ دیا کہ جو شخص ایک آدمی کی زندگانی کا سبب بنا یعنی کسی مظلوم کو ظالم کے پنجہ سے چھڑایا یا کسی زندہ نفس کے قتل سے باز رہا تو گویا اُس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا چونکہ قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کی وجہ سے لوگوں میں قتل کا رواج ہو گیا اس لیے اُس کی روک تھام کے لیے بنی اسرائیل کو توریت میں یہ حکم دیا کہ ایک شخص کے قتل کا گناہ اتنا بڑا ہے جتنا سب لوگوں کے قتل کرنیکا اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا یعنی کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے اسکو بچایا تو اسکا ثواب اتنا ہے جتنا سارے جہان کے زندہ کرنیکا اسلیئے کہ جسنے ایک آدمی کو قتل کیا اُسنے بدامنی اور خون ناحق کا دروازہ کھولا اور جسنے کسی کی جان بچائی اُسنے عمل سے امن اور حیات کا دروازہ کھولا اور زندہ کرنے سے مراد اُس کو ہلاکت سے بچانا ہے

بنی اسرائیل چونکہ قتل اور خونریزی سے نہیں ڈرتے تھے اس لیے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم یاد دلایا کہ توریت میں تو یہ حکم لکھا ہوا ہے اور تم قتل اور خونریزی سے بالکل نہیں ڈرتے خدا کے ہزاروں نبیوں کو پہلے قتل کر چکے ہو اور اب خدا کے رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کی فکر میں ہو اور البتہ تحقیق ہمارے پیغمبر اُن کے پاس صاف صاف احکام لے کر آچکے ہیں پھر بھی تحقیق بہت سے لوگ زمین میں حد سے نکلے جا رہے ہیں یعنی ظلم اور تعدی اور فتنہ اور فساد سے باز نہیں آتے یعنی باوجودیکہ قتل کے احکام اس سختی سے انہیں سناتے گئے مگر اُن کی شرارت میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی وہی ظلم و تعدی ان کی بدستور رہی۔

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَ

یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور

يَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ

دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کیجئے یا

يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ

سولی چڑھائیے یا کاٹیئے ان کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کا

خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ

یا دور کر دیجئے اس ملک سے یہ ان کی رسوائی ہے

فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۳۳﴾

دنیا میں اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے

إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ

مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے ہاتھ پڑنے سے پہلے

فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۴﴾ ع

تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ع ۵ ۹

حکم دوازدہم ۱۲ ۔ حدِّ قطع طریق

قال تعالیٰ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ... الیٰ ..... اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(ربط) گذشتہ آیت میں فساد فی الارض اور قتل ناحق کی شناعت بیان فرمائی چونکہ فساد کی ایک صورت قطع طریق یعنی رہزنی اور ڈکیتی بھی ہے اس لیے اب اس آیت میں فساد کے انسداد کے لیے اول قطاع طریق (رہزنوں) کی شرعی سزا کو بیان فرماتے ہیں اور اس کے بعد کی آیت میں سارق (چور) کی سزا کو بیان کرتے ہیں جو اسی حکم سابق کا تتمہ اور تکملہ ہے کیونکہ چوری بھی ایک قسم کا فساد ہے جزایں نیست کہ سزا ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یعنی شریعت کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس کے احکام کی علانیہ مخالفت کرتے ہیں اور زمین میں بارادۂ فساد دوڑتے پھرتے ہیں یعنی قتل اور قطع طریق (رہزنی) کرتے پھرتے ہیں ایسے لوگوں کی سزا یہی ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور مخالف جانب کے پاؤں کاٹے جائیں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پیر یا جلا وطن کر دیئے جائیں۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ آیت رہزنوں اور ڈاکوؤں کے متعلق ہے خواہ مسلمان ہوں یا کافر اور اَلَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ میں محاربہ سے رہزنی مراد ہے اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ آیت مرتدین کے بارہ میں نازل ہوئی اور آیت میں محاربہ سے ارتداد مراد ہے۔

اور اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ میں جو لفظ اَوْ وارد ہوا ہے وہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک تخییر کیلئے ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ ان چار سزاؤں میں سے بلحاظ نوعیتِ جرم جونسی سزا مناسب سمجھے دے اور جمہور علماء کے نزدیک اَوْ تنویع اور تقسیم کے لیے ہے یعنی مختلف حالات میں اختلافِ احکام کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ سزائیں جرائم پر منقسم ہیں جس نوع کے جرم کا ارتکاب کیا ہے اسی نوع کی سزا ہوگی مثلاً اگر کسی نے صرف کسی کو قتل کیا ہے تو اس کی سزا صرف قتل ہوگی اور اگر قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا ہے تو وہ قتل بھی کیا جائے گا اور سولی بھی دیا جائے گا یعنی قتل کرکے عبرت کے لیے سولی پر بھی لٹکا دیا جائے گا اور اگر صرف مال لوٹا ہے تو صرف ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹ کر چھوڑ دیا جائے گا اور اگر صرف راہ رووں کو ڈرایا اور دھمکایا ہے تو اس کو جلا وطن کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یا قید میں ڈال دیا جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ سے جلا وطنی مراد ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ سے قید اور حبس مراد ہے کیونکہ ان

لوگوں کو اگر مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر کی طرف بھیج دیا گیا تو وہاں کے مسلمانوں کو ایذاء پہنچائیں گے اور اگر کفار کے ملک میں بھیجا جائے تو مرتد ہونے کا اندیشہ ہے یہ حدیں اور سزائیں ان کیلئے دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بڑا عذاب ہے مگر جو لوگ تمہارے پکڑنے اور گرفتار کرنے سے پہلے ہی اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف کرنے والا ہے اور مہربان ہے باقی حقوق عباد بغیر بندوں کے معاف کرنے کے ساقط نہیں ہوتے مطلب یہ ہے کہ اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلیں تو حد جو کہ اللہ کا حق ہے وہ تو معاف ہوجائے گا اور حد اُن سے ساقط ہو جائے گی البتہ حق العبد باقی رہے گا پس اگر مال لیا ہے تو اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر کسی کی جان لی ہے تو قصاص لازم ہوگا مگر اس ضمان اور قصاص معاف کرنے کا حق صاحبِ مال اور ولی مقتول کو حاصل ہوگا اور ولی مقتول اگر اس کو قتل کرے تو وہ قتل بطور قصاص کے ہوگا نہ کہ بطور حد خوب سمجھ لو۔

تنبیہ اس حد کے سوا اور باقی حدود مثلاً حد زنا اور حد خمر اور حد سرقہ اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتے (کذافی البنایہ)

امام ابوبکر رازیؒ۔ اور امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف کا قول یہ ہے کہ یہ آیت قُطّاع طریق یعنی رہزنوں کے بارہ میں نازل ہوئی خواہ وہ فاسق و فاجر مسلمان ہوں یا کافر اور بعض علماء (جیسے امام بخاری) اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت مرتدین کے بارہ میں نازل ہوئی مگر یہ قول شاذ ہے اور پہلا ہی قول صحیح ہے اس لیے کہ قتل مرتد ہر حال میں واجب ہے محاربہ اور اظہار فساد پر موقوف نہیں دوم یہ کہ مرتد کا قتل ہی واجب ہے مرتد کا فقط ہاتھ کاٹ دینا یا اُس کو جلاوطن کر دینا کافی نہیں۔ سوم یہ کہ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اس وقت ساقط ہو جاتی ہے جب کہ مجرم گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلے اور اگر گرفتاری کے بعد توبہ کرے تو حد ساقط نہ ہوگی سو یہ حکم قاطع طریق یعنی رہزن کا تو ہے مگر مرتد کا یہ حکم نہیں اسلیئے کہ مرتد کی حد ہر حال میں توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے مرتد چاہے گرفتاری سے قبل توبہ کرے یا بعد گرفتاری کے اس پر حد جاری نہ ہوگی۔

چہارم یہ کہ مرتد کا حکم قتل ہے نہ کہ صلب (سولی) پنجم یہ کہ آیت کے الفاظ عام ہیں جو ارتداد اور رہزنی اور ناحق قتل سب کو شامل ہیں غایت ما فی الباب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آیت مرتدین کے بارہ میں نازل ہوئی تو اعتبار عموم الفاظ کا ہوگا نہ کہ خصوص مورد کا (تفسیر کبیر ص ۱۴۸ ج ۳)

(احکام القرآن للجصاص ص ۴۱۲ ج ۲)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک

الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۵﴾
وسیلہ اور لڑائی کرو اس کی راہ میں شاید تمہارا بھلا ہو

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ
جو کافر ہیں اگر ان کے پاس ہو جتنا کچھ زمین میں

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ
ہے سارا اور اس کے ساتھ اتنا اور چھڑوائی میں دیں اپنی

يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ
قیامت کے عذاب سے وہ ان سے قبول نہ ہو اور ان کو دکھ کی

أَلِيمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ
مار ہے چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے اور وہ نکلنے

بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿۳۷﴾
والے نہیں اور ان کو عذاب دائم ہے۔

خطاب باہل ایمان

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ..الی .... وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ

(ربط) اب ان آیات میں اہل ایمان سے خطاب ہے کہ تم بنی اسرائیل کی طرح شرارت نہ کرنا تم کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچو اور اعمال صالحہ کو تقرب الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ بناؤ بنی اسرائیل کی طرح شرافت نسبی اور پیغمبر زادگی پر فخر نہ کرو اور خدا کی راہ میں دل کھول کر جہاد کرو بنی اسرائیل کی طرح بزدلی نہ دکھاؤ اور اس کے بعد آخرت میں کافروں کی جو بری حالت ہوگی وہ بیان کی تاکہ مسلمانوں کو عبرت ہو اور وہ اُن جیسے افعال نہ اختیار کریں چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تم خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو اس لیے کہ خدا کی نافرمانی اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ ہے اور زمین میں فساد ہے اور خدا تک پہنچنے

کا وسیلہ ڈھونڈو یعنی خدا تعالیٰ کے امر و نہی کو بجا لاؤ تاکہ تمہیں خدا کا قرب حاصل ہو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم خدا کی راہ میں ظاہری اور باطنی دشمنوں سے جہاد کرو اور حدیث میں ہے کہ اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اور جہاد ظاہری و باطنی قرب خداوندی کا بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے تقویٰ اور جہاد سے فلاح حاصل ہوتی ہے آخرت میں مال کام نہ دے گا تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اگر بالفرض والتقدیر اُن کے پاس روئے زمین کا تمام مال و متاع اور اس کے تمام خزینے اور دفینے موجود ہوں اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تاکہ یہ سب دیکر اُس کے عوض روزِ قیامت کے عذاب سے نجات حاصل کر سکیں تو وہ ان سے قبول نہ کیا جائیگا یعنی اگر بالفرض کافر کے پاس دو دنیا کے برابر مال و متاع اور نقد اور جنس ہو اور وہ اس سب کو اپنے فدیہ میں دیکر عذاب سے چھوٹنا چاہے تو اس قدر فدیہ بھی قبول نہ کیا جائے گا اور اب دنیا میں تھوڑی سی بات بھی قبول ہے یعنی صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے عذاب آخرت سے چھوٹ سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ آخرت میں کافر کی نجات کی کوئی سبیل نہیں صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس دوزخی سے جس کو سب سے کم عذاب ہوگا پوچھے گا کہ اگر تیرے پاس ساری دنیا ہو تو کیا تو اس کو اپنے فدیہ میں دیدے گا تو وہ کہے گا ہاں خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے کہیں زیادہ آسان چیز طلب کی تھی کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا میں تجھ کو دوزخ میں داخل نہ کروں گا بلکہ جنت میں داخل کروں گا لیکن تو نے اس آسان کو بھی قبول نہ کیا یعنی لہٰذا آج تجھ سے یہ فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور یہ کفار ناہنجار اس روز فلاح کا تصور بھی نہیں کر سکتے ان کی انتہائی تمنا اور آرزو یہ ہوگی کہ دوزخ کی آگ سے باہر نکل جائیں مگر ان کی یہ تمنا بھی پوری نہ ہوسکے گی اور یہ لوگ کسی صورت بھی اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کیلئے ہمیشہ کا عذاب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا عذاب مقیم سے دائم اور مستمر مراد ہے کہ جس سے نہ نکلنا ہوگا اور نہ چھوٹنا کما قال تعالیٰ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا الخ عذاب مقیم کے اصل معنی یہ ہیں کہ وہ عذاب ٹھہرا ہوا کہ نہ اپنی جگہ سے جنبش کرے اور نہ ہلے اور نہ ٹلے یعنی دائمی ہوگا۔

(ف۱) حسن بصریؒ اور مجاہدؒ اور قتادہؒ اور عطاءؒ اور سُدّیؒ اور ابن زیدؒ اور عبداللہ بن کثیرؒ سے منقول ہے کہ آیت میں لفظ وسیلہ سے قرب کے معنی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اتصال تلاش کرو (تفسیر قرطبی ص ۱۵۹ ج ۶) اور وہ جو حدیث میں ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ ترین منزل ہے اس کو وسیلہ اسی بناء پر کہا گیا کہ وہ منزل مکانات جنت میں سے قریب تر بعرش ہے اور ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ وسیلہ کے

معنی تقرب کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تقویٰ اور اعمال صالحہ کو قرب خداوندی کا ذریعہ بناؤ غرض یہ کہ اس آیت کو مسئلۂ توسل بالصالحین سے کوئی تعلق نہیں گو وہ مسئلہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے (روح المعانی ص۱۱۰ ج ۶)

ف (۲) اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ کافر کبھی عذاب سے نجات نہ پائیں گے اور اسی پر تمام اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے۔

ف (۳) اور وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ یہ ترکیب ما انا قلت کے باب سے ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ یہ کافر تو عذاب دوزخ سے کبھی نہ نکلیں گے جس کا مطلب یہ ہوا کہ کافروں کے علاوہ کوئی اور گروہ ایسا ہے کہ وہ بعد چندے دوزخ سے نکل جائے گا وہ گروہ گنہ گار مسلمانوں کا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ عُصاۃ موحدین بالآخر نار سے نکالے جائیں گے

❊ ❊ ❊

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ

اور جو کوئی چور ہو مرد ہو یا عورت تو کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ سزا ان کی کمائی کی

بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾

تنبیہ اللہ کی طرف سے اور اللہ زور آور ہے حکمت والا

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ

پھر جس نے توبہ کی اپنی تقصیر کے پیچھے اور سنوار پکڑی تو اللہ اس کو معاف

عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

کرتا ہے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حکم سیزدہم ۱۳ - حد سرقہ

قَالَ تَعَالٰی وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ ۔۔۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(ربط) گذشتہ آیت میں قطع طریق کا بیان تھا جو سرقۂ کبریٰ کہلاتا ہے اب اس آیت میں سرقۂ صغریٰ یعنی چوری کی سزا کا بیان ہے ڈاکو کھلم کھلا لوٹتے ہیں اور چور چھپ کر چوری کرتے ہیں پہلی آیت میں ڈاکہ کا بیان کیا اب اس آیت میں چوری کا حکم بیان کرتے ہیں اور جو مرد چوری کرے

اور اسی طرح جو عورت چوری کرے تو کاٹ ڈالو ان کے داھنے ہاتھ گٹے پر سے بطور سزا کے اس کردار بد اور برے عمل کے عوض اور بدلہ ہیں خدا کی طرف سے عبرت اور تنبیہ کے لیے یعنی یہ سزا (قطع ید) جو چور کو دی جا رہی ہے وہ مال مسروق کا عوض اور بدلہ نہیں بلکہ اس کے فعل سرقہ کی سزا ہے تاکہ اس سے دوسرے چوروں کو تنبیہ اور عبرت ہو جائے بلاشبہ جہاں کہیں یہ سزا جاری ہوئی اور چوروں کا ایک دو مرتبہ ہاتھ کاٹا گیا تو قطعاً چوری کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جب سے یہ سزا موقوف ہوئی اور عدالتی کارروائی شروع ہوئی اس وقت سے چوری کا دروازہ خوب کھل گیا ہے اور اللہ بڑی عزت والا اور حکمت والا ہے کہ چوری کرنے والا کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو وہ اس عزیز حکیم کی مقرر کردہ سزا (قطع ید) سے نہیں نکل سکتا اُس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ امن عالم اور باشندگان ملک کے اموال واملاک کی حفاظت کی خاطر وہ ہاتھ ہی کاٹ دیا جائے کہ جو اس جرم عظیم کا مرتکب ہوا الغرض یہ تو چور کی دنیوی سزا ہے جو کسی طرح نہیں ٹل سکتی رہا یہ امر کہ آخرت کی عقوبت اور سزا ٹل سکتی ہے یا نہیں سو اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے اپنے اس ظلم وستم کے بعد توبہ کرلی اور اپنی حالت درست کرلی تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے بغیر توبہ کے آخرت کا گناہ معاف نہیں ہوتا اور سرقہ کی حد توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی ورنہ چور چوری کرنے کے بعد توبہ کرلیا کریں گے اور سرقہ کی سزا سے رہا ہو جایا کریں گے توبہ سے اللہ کا حق معاف ہو جاتا ہے توبہ سے بندوں کے حق معاف نہیں ہوتے محض توبہ کرنے سے چور سزا سے نہیں بچ سکتا۔

لطائف و معارف

(۱) کتاب وسنت نے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے جو غایت درجہ عادلانہ اور حکیمانہ سزا ہے اس عبرت ناک سزا کو دیکھ کر چور اور قزاق عبرت پکڑیں گے اور تمام ملک کے اموال اور املاک ظالموں کی دستبرد سے محفوظ ہو جائیں گے آج کل کے مدعیانِ تہذیب اس قسم کی سزا کو وحشیانہ سزا کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن اُن کو یہ خیال نہیں آتا کہ چوری بھی کوئی وحشیانہ حرکت ہے اگر کسی وحشیانہ حرکت کے انسداد کے لیے وحشیانہ سزا تجویز کر دی جائے تو کیا مضائقہ ہے چوری اگر تہذیب کے مطابق ہوتی تب تو یہ کہنا بجا ہوتا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا خلافِ تہذیب ہے گویا کہ یہ تعلیم یافتہ طبقہ ان چوروں کا وکیل بنا ہوا ہے جن کے نزدیک چوری تو خلاف تہذیب نہیں البتہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا یہ خلافِ تہذیب ہے

حکایت ابو العلاء معری شاعر نے حد سرقہ پر یہ اعتراض کیا کہ جب شریعت نے ایک ہاتھ کی دیت پانسو دینار رکھی ہے تو اتنا قیمتی ہاتھ جس کے کاٹ ڈالنے پر پانسو دینار واجب ہوں وہ دس پانچ درم کی چوری میں کیسے کاٹا جاسکتا ہے۔

اور یہ شعر کہے۔

یدٌ بخمس مئین عسجد ودیت ⁂ ما بالها قطعت فی ربع دینار

تحکم مالنا الا السکوت له ⁂ وان نعوذ بمولانا من النار

قاضی عبدالوہاب مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں کیا خوب فرمایا۔

لَمَّا کَانَتْ اَمِیْنَۃً کَانَتْ ثَمِیْنَۃً وَلَمَّا خَانَتْ ھَانَتْ (جب تک وہ ہاتھ امین تھا تو بڑا قیمتی تھا اور جب اس نے خیانت کی تو ذلیل و خوار ہوگیا)

(۲) یہ سزا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں دی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین سے لے کر خلفاء بنی العباس تک اسی قانون الٰہی پر عمل درآمد ہوتا رہا اور شاہان اسلام کے دور حکومت میں قضاۃ اور حکام یہ حد جاری کرتے رہے کتب تاریخ اس پر شاہد عدل ہیں جب سے مغربی تہذیب کا دور دورہ شروع ہوا اور یہ شرعی سزا موقوف ہوئی اس وقت سے چوری کا بازار گرم ہے بدمعاش لوگ جیل خانہ کو اپنا گھر سمجھتے ہیں اور اس زمانہ میں تو عدالت کی کوئی وقعت نہیں رشوت اور سفارش سے بری ہوجاتے ہیں۔

(۳) اس آیت میں خدا تعالےٰ نے صرف چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے مگر اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائے اور کس جگہ سے کاٹا جائے لیکن احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ داھنا ہاتھ پہنچے سے کاٹا جائے۔

(۴) رہا یہ امر کہ کس قدر مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے سو اس بارہ میں ایمۂ مجتہدین کا اختلاف ہے امام شافعیؒ کے نزدیک ربع دینار کی چوری پر قطع ید لازم ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دس درم کی چوری پر امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تین درم کی چوری پر تفصیل کے لیے شروح ھدایہ اور شروح بخاری کو دیکھیے۔

(۵) شریعت نے چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا مگر زنا کی سزا میں زانی کی شرمگاہ کو قطع کرنے کا حکم نہیں دیا اس لیے کہ شرمگاہ کے قطع کرنے سے قطع نسل لازم آئے گا اسلئے یہ امر مشروع نہ ہوا۔

⁂ ⁂ ⁂

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

تو نے معلوم نہیں کیا کہ اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى

عذاب کرے جس کو چاہے اور بخشے جس کو چاہے اور اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۰

سب چیز پر قادر ہے۔

اثباتِ مالکیت و مشیت و قدرت برائے باری تعالیٰ

قَالَ تَعَالٰى اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ ...... الیٰ .... وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(ربط) گذشتہ آیت میں مغفرت اور رحمت کا بیان تھا اب اس آیت میں اپنی مالکیت اور کمال قدرت کو بیان فرماتے ہیں (اے مخاطب) کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لیے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخشے اور معاف کرے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے حکم دے اور جو چاہے سزا دے وہ مالک مطلق اور حاکم مطلق ہے کوئی اس کے حکم کو رد نہیں کر سکتا۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ

اے رسول تو غم نہ کھا ان پر جو دوڑ کر گرتے

فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا

ہیں منکر ہونے وہ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں

بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ

اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں

هَادُوْا ۚۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کو اور جاسوس ہیں دوسری

لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ

جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئے بے اسلوب کرتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا

يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ

چھوڑ کر کہتے ہیں اگر تم کو یہ ملے تو لو اور اگر یہ نہ ملے

فَاحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ

تو بچتے رہو اور جس کو اللہ نے بچلانا چاہا سو تو اس کا کچھ نہیں کر سکتا

مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ

اللہ کے ہاں وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ دل

يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي

پاک کرے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ

آخرت میں بڑی مار ہے بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو اور بڑے حرام

لِلسُّحْتِ ۚ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ

کھانے والے سو اگر آویں تجھ پاس تو حکم کر دے ان میں یا تغافل کر

عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ

ان سے اور اگر تو تغافل کرے گا تو تیرا کچھ نہ بگاڑیں گے

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

اور اگر حکم کرے تو حکم کر ان میں انصاف کا اللہ چاہتا

يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ

ہے انصاف والوں کو اور کس طرح تجھ کو منصف کریں گے اور

التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ
اُن کے پاس توریت ہے جس میں حکم اللہ کا پھر اس پیچھے پھرے جاتے ہیں

ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع
اور وہ ماننے والے نہیں

ع ۹ ۱۰

تسلیہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم و ذکر خیانت یہود در حکم زنا کہ در تورات مذکور بود

قَالَ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ ... الیٰ ... وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

شانِ نزول

ان آیات میں اخیر رکوع تک یہود کی ایک خاص خیانت کا ذکر ہے قصہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ خیبر کے ایک معزز گھرانہ کے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت زنا کے مرتکب ہوئے توریت میں زنا کی سزا سنگسار کرنا تھی لیکن جب یہودی اس سزا کو معزز گھرانوں پر جاری نہ کر سکے تو توریت میں تحریف کر کے اپنی طرف سے یہ سزا بنالی کہ زانی اور زانیہ کا منہ کالا کر کے اُن کو ایک گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھراتے اور سو تازیانے لگاتے خیبر میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ یہ مقدمہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو دیکھو وہ کیا حکم دیتے ہیں شاید اُن کی شریعت میں کوئی حکم نرم ہو اس لیے کہ اُن کی شریعت. تورات کی طرح سخت نہیں اور یہ جانتے تھے کہ حضور پُر نور اُمّی ہیں آپ کو تورات کی خبر نہیں جو ہمارا معمول اور دستور سنیں گے اُسی کے مطابق فیصلہ کر دیں گے اور جن لوگوں کے ساتھ مجرموں کو آپ کے پاس بھیجا اُن کو یہ سمجھا دیا کہ اگر حضور پُر نورؐ دُرّے لگانے کا حکم دیں تو قبول کر لینا ورنہ پھر اس پر عمل نہ کرنا چنانچہ جب یہ لوگ مقدمہ لے کر آپؐ کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ کو خبردار کر دیا کہ توریت میں زانی کا حکم رجم ہے تو آپ نے اُن سے پوچھا کہ توریت میں زنا کی کیا سزا ہے انہوں نے کہا کہ یہی سزا ہے منہ کالا کر کے شہر میں تشہیر کرنا اور تازیانے لگانا آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور مسجد سے اُٹھ کر

سیدھے یہودیوں کے مدرسہ بیت المدارس میں تشریف لے گئے اور یہودیوں سے دریافت کیا کہ تم میں سب سے بڑا عالم کون ہے لوگوں نے کہا۔ ابن صوریا آپؐ نے اس سے دریافت کیا کہ بتلاؤ توریت میں شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے اس نے اور دیگر علماء یہود نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھما دیا جائے اور تازیانے مارے جائیں آپؐ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو توریت کو لاؤ اور اس کو میرے سامنے پڑھو چنانچہ توریت منگوائی گئی آخر وہ آیت جس میں رجم (یعنی سنگسار کرنے کا حکم تھا) وہ آیت نکلی اور پڑھ کر سنائی گئی ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور ماقبل اور مابعد پڑھ کر سنا دیا عبداللہ بن سلامؓ نے کہا اے عدو اللہ اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اس کے نیچے سے آیت رجم نکلی تب سب نے اقرار کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور مجبوراً انہیں اس پر عمل کرنا پڑا آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں توریت کے مطابق رجم کا حکم دیتا ہوں آپؐ کے اس حکم کے بعد ان دونوں مجرموں کو سنگسار کیا گیا ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے یہ تمام تفصیل تفسیر قرطبی صفحہ ۱۷۶/۶ اور تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۸/۲ میں مذکور ہے۔

(ربط) گذشتہ آیت میں مال کی چوری کا ذکر تھا اور ان آیات میں ایک حکم شرعی کی چوری اور خیانت کا ذکر ہے اور مقصود یہ ہے کہ احکام خداوندی کے اجراء اور تنفیذ میں امیر اور غریب کا فرق جائز نہیں اور امیروں کی رعایت سے حکم خداوندی میں تحریف موجب لعنت ہے اور آیت کا آغاز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تسلی سے فرمایا کیونکہ احکام شریعت کی مخالفت عموماً اور حدود اور تعزیرات کی مخالفت خصوصاً اہل نفاق اور اہل غرض کا شیوہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی ناشائستہ حرکات سے رنج اور ملال ہوتا تھا اس لیے حق جل شانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین کے لیے ارشاد فرماتے ہیں اے ہمارے رسول آپؐ کو وہ لوگ غم میں نہ ڈال دیں جو کفر کے نشر و اشاعت میں جدوجہد اور سعی کرتے پھرتے ہیں یعنی آپ ان کے کفریات سے رنجیدہ اور مغموم نہ ہوں یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہے اور یہ کفر میں سعی کرنے والے خواہ منافقین میں سے ہوں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اُن کے دل مسلمان نہیں اور خواہ یہودیوں میں سے ہوں اور یہ دونوں گروہ جھوٹ سننے کے عادی ہیں اپنے سرداروں اور رئیسوں سے جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور اس کو قبول کرتے ہیں وہ آپ کے حق اور صدق کو کس طرح قبول کریں گے اور اگر کسی وقت آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو آپکی سچی باتیں سننے کے لیئے حاضر نہیں آتے بلکہ آپ کی باتیں دوسرے لوگوں کے لیے سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آتے یعنی یہ لوگ جاسوس ہیں جو باتیں آپ سے سنتے ہیں اُن کی خبر اپنی قوم کو جا کر دیتے ہیں اور حق کی عداوت میں توریت کے کلمات اور الفاظ میں تغیر اور تبدل کر ڈالتے ہیں

www.ahlehaq.org

بعد اس کے کہ وہ کلمات اپنے موقع اور محل میں ثابت اور قائم تھے وہاں سے اُن کو ہٹا دیتے ہیں یعنی
توریت کے کلمات اور الفاظ میں تحریف کرتے ہیں اور مزید برآں یہ کہ جس کسی کو آپ کی خدمت میں
بھیجتے ہیں تو اس سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم کو (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے یہ حکم محرّف
دیا جائے جو ہم نے تمہارے لیے تجویز کیا ہے تو اُسے قبول کر لینا اور اگر تم کو آپ کی بارگاہ سے
یہ حکم محرّف نہ دیا جائے تو اس سے احتراز کرنا یعنی اگر کوڑے لگانے کا حکم ملے تو قبول کرنا ورنہ
نہیں گویا کہ خدا کی شریعت کو اپنی ہوائے نفسانی کے تابع رکھنا چاہتے تھے اور یہ ایک عظیم فتنہ
ہے کہ خود تو شریعت کا تابع نہ بنے بلکہ شریعت کو اپنی خواہشوں کے تابع رکھنا چاہے اور شریعت
کے حروف اور الفاظ میں اپنی خواہش کے مطابق تحریف کر ڈالے ایسے شخص کی راہِ ہدایت پر آنے
کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی اس کی مثال ایسے مریض کی سی سمجھو کہ جو طبیب کی تجویز کردہ دوا تو استعمال
نہ کرے اور برابر مہلک اور مضر چیزوں کا استعمال کرتا رہے اور طبیبوں اور ڈاکٹروں کا مذاق اڑائے
تو اہلِ عقل کے نزدیک اس کا یہ عمل خود کشی کے مرادف سمجھا جائے گا اسی طرح یہود کی ہوا پرستی
اور ہٹ دھرمی کو سمجھو چنانچہ فرماتے ہیں اور در اصل حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا
چاہیں تو آپ کو اس کی ہدایت کا اللہ کی جانب سے کوئی اختیار نہیں یعنی آپؐ کو اختیار نہیں کہ
ان لوگوں سے گمراہی کا فتنہ دفع کر سکیں گمراہی کا فتنہ صرف طہارتِ قلب سے دفع ہو سکتا ہے
لیکن یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا ہی نے ارادہ نہیں کیا کہ ان کے دلوں کو کفر اور گمراہی کی گندگی اور پلیدی
سے پاک کرے ان کے لیے دنیا میں بڑی رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب
ہے غرض یہ کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو بتلا دیا کہ اللہ کا ارادہ ان لوگوں کے دلوں کو خباثتوں اور
نجاستوں سے پاک کرنے کا نہیں لہٰذا آپ ان کے رنج وغم میں نہ پڑیں یہ لوگ حق اور صدق کو
سننے والے نہیں بلکہ جھوٹ کو بڑے سننے والے ہیں بڑے حرام خور ہیں دیدہ و دانستہ کتاب الٰہی
میں تحریف کرتے ہیں اور رشوت لے کر حرام کو حلال کرتے ہیں پس جن کی یہ حالت ہے اگر یہ
لوگ آپ کے پاس اپنا کوئی مقدمہ لے کر آئیں اور آپ سے فیصلہ کرانا چاہیں تو آپؐ کو اختیار ہے
کہ چاہے آپ اُن کے مقدمہ کا فیصلہ کر دیں یا اُن سے تغافل برتیں اور ان کا معاملہ انہی کے علماء کے
سپرد کر دیں اور یہ کہہ دیں کہ تمہارا جو جی چاہے وہ کرو ایسے جاہلوں اور خود غرضوں سے اعراض نہایت
مناسب ہے ایسے لوگوں کا اگر فیصلہ بھی کر دیا جائے تو یہ اس پر عمل نہ کریں گے اور اگر آپ کی
یہی رائے قرار پائے کہ اُن سے تغافل برتیں اور اعراض کریں تو یہ اندیشہ نہ کیجئے کہ یہ لوگ آپؐ کے
دشمن ہو جائیں گے اور آپ کو ضرر پہنچائیں گے سو یہ لوگ ہرگز آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے
اللہ تعالیٰ آپؐ کا محافظ اور نگہبان ہے اور اگر آپ کی یہی رائے قرار پائے کہ ان کے درمیان
فیصلہ کر دیا جائے تو آپ انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے یعنی قانون شریعت کے

مطابق فیصلہ کر دیجیے بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اشارہ اس طرف ہے کہ مجرم کتنا ہی شریر اور بدمعاش کیوں نہ ہو مگر تم پر یہ لازم ہے کہ فیصلہ میں عدل و انصاف کو پورا پورا ملحوظ رکھو اور تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ یہ لوگ کس طرح اور کیونکر آپ کو حکم اور منصف قرار دیتے ہیں حالانکہ اُن کے پاس توریت موجود ہے جس میں زنا کے متعلق اللہ کا حکم صراحتہً موجود ہے جس پر وہ ایمان کے مدعی ہیں اور جس کو وہ خدا کی کتاب مانتے ہیں اس کے احکام سے کیوں انحراف کرتے ہیں پھر دوسرا تعجب یہ ہے کہ آپ کو حکم اور منصف بنانے کے بعد آپ کے فیصلہ سے کیوں اعراض کرتے ہیں اور یہ لوگ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ توریت ہی پر ایمان نہیں رکھتے ایسے لوگوں سے کیا خیر کی توقع کی جا سکتی ہے حکم اور منصف بنانے کے بعد بھی فیصلہ کو نہ ماننا صریح ہٹ دھرمی اور نفس پرستی ہے۔

ف (۱) امام رازی فرماتے ہیں کہ حق جل شانہٗ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اکثر و بیشتر یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ کے لقب سے ذکر کیا ہے مگر یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ کا خطاب دو جگہ آیا ہے ایک یہاں اور ایک آئندہ آیت یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور چونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت سے زیادہ ہے اس لیے یہ خطاب نہایت عظمت اور رفعت پر دلالت کرتا ہے۔

ف (۲) آیت مذکورہ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ کا سننا بھی نہایت مذموم اور قبیح ہے جس طرح جھوٹ بولنا حرام ہے اسی طرح جھوٹ کا سننا بھی حرام ہے جس طرح زبان احکام شرعیہ کی مکلف ہے اسی طرح کان بھی احکام شرعیہ کا مکلف ہے قرآن کا سننا عبادت ہے اور گانا سننا معصیت ہے

ف (۳) آیت مذکورہ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آیت میں سُحت سے رشوت مراد ہے اور بے شمار حدیثوں میں راشی اور مرتشی پر لعنت آئی ہے۔

ف (۴) حق جل شانہٗ کے اس قول فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اہلِ کتاب کے مقدمات کے فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار تھا[1] عبد اللہ بن عباسؓ اور مجاہدؒ اور عکرمہؒ اور حسن بصریؒ اور قتادہؒ اور سدیؒ اور دیگر اکابر سلف سے منقول ہے کہ حضور پر نورؐ کو یہ اختیار ابتداء میں تھا بعد

---

[1] مترجم گوید یعنی اہل ذمہ اگر قضیہ خویش باامام رفع کنند اگر خواہد حکم کند و اگر خواہد بر علماء ایشاں مفوض نماید (فتح الرحمٰن)

ہیں جب اسلام کا تسلّط اور اقتدار کامل ہو گیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔
اور یہ آیت نازل ہوئی وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ الخ یعنی ان کے نزاعات اور مقدمات کا فیصلہ قانون شریعت کے مطابق کرو اب اعراض اور کنارہ کشی کی ضرورت نہیں۔

یا یوں کہو کہ پہلی آیت اُن لوگوں کے بارہ میں ہے جو اسلامی حکومت کے ذمی نہیں بنے جیسے ابتداء میں بنی قریظہ اور بنی نضیر کا حال تھا کہ مسلمانوں سے ان کا کوئی عہد اور ذِمّہ نہ تھا ایسے لوگوں کے بارہ میں امیر مملکت کو اختیار ہے کہ چاہے اُن کا فیصلہ کرے یا معاملہ اُن کے حوالہ کرے کیونکہ گزشتہ آیت فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ بنی نضیر اور بنی قریظہ کے بارہ میں نازل ہوئی اور اس وقت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ان لوگوں سے کوئی عہد اور ذمّہ نہ تھا کیونکہ اگر آپؐ کا ان سے کوئی عہد اور ذمہ ہوتا تو بنی نضیر کو جلا وطن اور بنی قریظہ کو قتل نہ کرتے حاصل کلام یہ کہ جائز ہے کہ یہ حکم اہل حرب کا ہو اور آئندہ آیت وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ میں قانون شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم اہل ذمہ اور اہل عہد کے بارہ میں ہو اس صورت میں ناسخ و منسوخ ماننے کی ضرورت نہ رہے گی تفصیل کے لیے احکام القرآن للجصاص ص ۴۳۲ ج ۲ و ص ۴۳۵ ج ۲ کو دیکھیں

ف (۵) یہ آیت بالاجماع یہود کے بارہ میں نازل ہوئی جو زنا کے مرتکب ہوتے چونکہ توریت میں حکم رجم کا تھا اس لیے اس سے بچنے کے لیے آپؐ کے پاس اپنا مقدمہ لاتے کہ شاید آپؐ کی بارگاہ سے کوئی نرم اور آسان فیصلہ ہو جائے اور ہم سنگساری سے بچ جائیں آپؐ نے توریت منگوائی اور آخر وہ آیت جس میں رجم کا حکم تھا اس میں نکلی آپ نے اس کے مطابق اُن دونوں مجرموں کو سنگسار کرایا اس سلسلۂ کلام میں حق جل شانہٗ نے یہ لفظ ارشاد فرمایا وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت میں جو رجم کا حکم مذکور ہے اللہ کے نزدیک بھی زانی محصن کا وہی حکم ہے اور اللہ کے نزدیک رجم کا حکم منسوخ نہیں ہوا وہ اب بھی باقی ہے اگر رجم کا حکم اللہ کے نزدیک منسوخ ہو چکا تھا تو آیت قرآنیہ میں اس کو حکم اللہ سے تعبیر نہ فرماتے (احکام القرآن للجصاص ص ۴۳۸ ج ۲)

اِنَّآ اَنْزَلْنَا	التَّوْرٰىةَ	فِيْهَا	هُدًى	وَّنُوْرٌ
ہم نے اتاری	توریت	اس میں	ہدایت	اور روشنی
يَحْكُمُ بِهَا	النَّبِيُّوْنَ	الَّذِيْنَ	اَسْلَمُوْا	
اس پر حکم کرتے رہے	پیغمبر	جو	حکم	

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ

بردار تھے یہود کو اور درویش اور عالم

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

اس واسطے کہ نگہبان ٹھہرائے تھے اللہ کی کتاب پر اور اسکی

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ

خبرداری پر تھے سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ

اور مت خرید کرو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو کوئی حکم نہ کرے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبْنَا

اللہ کے اتارے پر وہی لوگ ہیں منکر اور لکھ دیا ہم نے

عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ

ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ

وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ

اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے

بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۗ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ

بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ برابر پھر جس نے بخشدیا تو اُس

كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

سے وہ پاک ہوا اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

لوگ ہیں بے انصاف

ذِکرِ خیانتِ یہود دربارۂ حکمِ قصاص

قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ .... الیٰ .... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ

(ربط) گذشتہ آیات میں حکم زنا میں یہود کی خیانت کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہودیوں کی حکم قصاص میں خیانت کا ذکر ہے اور مطلب یہ ہے کہ توریت اللہ کی اتاری ہوئی کتاب تھی جو سراپا نور اور ہدایت تھی اور تمام انبیاء اور علماء اس کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے اسی تورات میں قصاص کا بھی حکم تھا مگر یہود نے جس طرح حکم رجم کو بدل ڈالا اسی طرح قصاص کے حکم میں بھی تحریف کر ڈالی مدینہ میں یہود کے دو گروہ تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر چونکہ بنی نضیر غالب تھے اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو بنی قریظہ پر فضیلت دے رکھی تھی کہ اگر بنی نضیر کا کوئی آدمی بنی قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو پھر قصاص کا حکم نہ دیتے صرف آدھی دیت دلوا کر چھوڑ دیتے اور اگر بنی قریظہ کا کوئی آدمی بنی نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اس سے قصاص دلواتے لہٰذا یہ ارشاد ہوا کہ یہ تفریق توریت میں کہیں نہیں یہ تو سراسر حکم خداوندی کے خلاف ہے جس طرح ہم نے توریت میں بلا تفریق زانی کے رجم کا حکم دیا ہے اسی طرح ہم نے توریت میں بلا تفریق قصاص کا بھی حکم دیا ہے اور جو شخص حکم خداوندی کے خلاف فیصلہ کرے وہ ظالموں میں شمار ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں بے شک اتاری ہم نے توریت جس میں ہدایت اور نور ہے یعنی رہروانِ منزلِ آخرت کے لیے ہدایت کا اور شکوک اور شبہات کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں روشنی کا کام دیتی ہے مطلب یہ ہے کہ اے نبی یہ لوگ جو اپنا مقدمہ آپؐ کے پاس لاتے ہیں یہ اُن کی بدنیتی اور شرارت ہے توریت میں زنا کے متعلق صریح ہدایت اور روشن حکم موجود ہے اور شادی شدہ زانی کے سنگسار کرنے کا حکم اُس میں صراحۃً مذکور ہے یہ لوگ اس کے احکام سے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جب یہ لوگ خود اپنی کتاب کے قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں تو آپ کے فیصلہ کو کب مان سکتے ہیں علاوہ ازیں انبیاء بنی اسرائیل جو خدا کے حکم بردار تھے اسی توریت سے یہودیوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے نبی آتے اُن سب کا عمل توریت کے مطابق تھا اور توریت ہی کے مطابق وہ یہودیوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور اسی طرح بنی اسرائیل کے درویش اور خدا پرست اور انکے علماء اور فقہاء اسکے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے ربانیین سے اللہ والے لوگ مراد ہیں جو سبکو چھوڑ کر ایک رب کے ہو گئے وہ ربانی ہیں جیسے اولیآ اور صوفیآ کرام اور احبار سے علماء مراد ہیں جو احکام الٰہی سے واقف ہیں اور ان پر عمل پیرا ہیں جس کتاب کے اللہ کے وہ محافظ اور نگہبان ٹھہرائے گئے تھے کہ اس میں کسی قسم کا تغیر اور تبدل اور تحریف نہیں کریں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے اور وہ اس کتاب پر گواہ تھے کہ یہ کتاب من جانب اللہ ہے مطلب یہ ہے کہ اے یہود! توریت وہ کتاب ہے جس کو ہمیشہ سے

تمہارے پیشوا مانتے چلے آئے اور اس پر عمل کرتے رہے تم کیسے ناخلف ہو کہ تم نے اُن کے طریقہ کو بالکل چھوڑ دیا وہ تو توریت کی حفاظت کرتے تھے اور تم اس میں تحریف کرتے ہو وہ تو اس کے حکموں پر چلتے تھے اور تم اس کے حکموں سے بھاگتے ہو اب یہود سے خطاب فرماتے ہیں پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو خدا کے حکم میں بزدل نہ بنو بے خوف وخطر توریت کے احکام کو لوگوں کے سامنے بیان کرو اور میری آیتوں اور حکموں کے عوض اور بدلہ میں دنیا کا حقیر معاوضہ نہ لو یعنی رشوت لے کر احکام خداوندی میں تحریف نہ کرو اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ حکم محرّف کے مطابق حکم دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہوتے ہیں جو حکم الٰہی سے منحرف ہوئے اور ہم نے اُن یہود پر اُس کتاب (توریت) میں یہ حکم لکھ دیا کہ جان بدلے میں جان کے یعنی جان کے بدلہ میں جان لیجائے اور آنکھ کے بدلہ آنکھ پھوڑی جائے اور ناک کے بدلہ ناک کاٹی جائے اور کان کے بدلہ میں کان کاٹا جائے اور دانت کے بدلہ میں دانت اکھیڑا جائے اور اسی طرح دوسرے زخموں میں بھی قصاص ہے اُدلا بَدلا ہے پھر جو شخص یہ قصاص معاف کر دے تو وہ اس کے لیے گناہوں کا کفارہ ہے یعنی معاف کرنے سے گناہ دور ہوتے ہیں اور درجے بلند ہوتے ہیں اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق حکم نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں کہ خدا کے حکم کی جگہ اپنا تراشیدہ اور محرّف حکم جاری کر دیا ایک ظلم تو یہ ہوا کہ غلط حکم دیا اور دوسرا ظلم یہ کیا کہ قصداً حکم الٰہی کو چھوڑ کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور جان بوجھ کر مخالفت کر کے اپنی جانوں کو عذاب میں ڈالا۔

لطائف ومعارف

(۱) توریت کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے یہود کو ذمہ دار بنایا اس لیے بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ فرمایا۔ اور قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لیا تو یہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس لیے قرآن کریم آج تک بالکلیہ اور پوری طرح محفوظ ہے یہود نے ہوا پرستی کے ہاتھوں اپنی آسمانی کتاب کو ضائع کر دیا اور امتِ محمدیہ نے اپنے سینوں میں اس کتاب کو محفوظ رکھا بحمد اللہ آج تک اُن کی کتاب بعینہٖ اسی طرح محفوظ ہے جس طرح نازل ہوئی تھی اس میں ایک حرف کی بھی کمی اور زیادتی نہیں ہو سکی۔

(۲) اہل کتاب کے پاس جو آج کل توریت کا نسخہ ہے یہ وہ نسخہ نہیں جو من جانب اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوا تھا بلکہ یہ مجموعہ حضرت موسیٰؑ کے بہت زمانہ بعد کی تصنیف ہے جو حق

اور باطل سے مرکب ہے جس کا مخالف کو بھی انکار نہیں موجودہ توریت اگرچہ محرّف ہے مگر اس میں بعض باتیں اصلی بھی موجود ہیں جن کو یہود چھپاتے تھے مگر نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم بذریعہ وحی کے بتلا دیتے تھے کہ اس محرّف توریت میں اب بھی بعض فلاں بات موجود ہے منجملہ ان کے یہ حکم رجم بھی تھا جس کا یہود انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مطلع کیا کہ توریت میں رجم کا حکم موجود ہے آپ نے توریت منگا کر اُن کو قائل کر دیا اور علیٰ ہٰذا ایک حکم قصاص کا تھا کہ وہ شریف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے آپ کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا کہ توریت میں شریف اور غیر شریف کا کوئی فرق نہیں۔

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ اپنی کتاب اظہار الحق کے صـ ۱۴۲/ج ۱ میں فرماتے ہیں ان التوراۃ الاصلی وکذا الانجیل الاصلی فقدا قبل بعثۃ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم والموجودان الاٰن بمنزلۃ کتابین من السیر مجموعین من الروایات الصحیحۃ والکاذبۃ اھ۔

بعد ازاں احادیث اور اقوالِ علماء اور یہود اور نصاریٰ کے اعتراف سے یہ ثابت کیا کہ توریت اور انجیل میں لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف ہوتی ہے۔

لہٰذا بعض علماء سے جو یہ منقول ہے کہ توریت و انجیل میں معنوی تحریف ہوتی وہ صحیح نہیں یہ قول صریح آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ علماء یہود و نصاریٰ کے اعتراف و اقرار کے بھی خلاف ہے اور "مدعی سُست گواہ چست" کا مصداق ہے۔

(۳) آیت وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حکم منصوص کے خلاف حکم دے یا فیصلہ کرے وہ کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور یہی مذہب خوارج کا ہے علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حکم خداوندی کو حقیر یا غلط یا خلاف مصلحت یا خلاف تہذیب سمجھ کر انکار کر دے اور قانون شریعت میں تغییر و تبدل کر کے اپنی طرف سے نیا حکم تجویز کر دے جیسا کہ یہود نے حکم رجم کے مقابلہ میں اپنی رائے سے ایک نیا حکم تیار کر لیا تھا تو ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے اور اگر دل میں حکم خداوندی کی تصدیق اور اس کی عظمت اور اس کی حقانیت کا اعتراف موجود ہے اور محض غلبۂ نفس یا کسی دنیاوی مجبوری اور معذوری کی بناء پر با دل ناخواستہ حکم خدا کے خلاف فیصلہ کر دے تو وہ کافر نہ ہوگا بلکہ فقط گنہ گار ہوگا جو شخص اعتقادی طور پر مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کو حق جان کر اور حق مان کر پھر عملاً فیصلہ اُس کے خلاف کرے تو ایسے شخص کو اصطلاح شریعت میں عملی کافر کہا جا سکتا ہے نہ کہ اعتقادی کافر یعنی اس کی عملی حالت کافروں جیسی ہے اگرچہ اعتقاد مسلمانوں جیسا ہے اس وجہ سے عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ آیت

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ میں کفر سے وہ کفر مراد نہیں جو اس کو ملّتِ اسلام سے خارج کر دے اور یہ ایسا کافر نہیں جیسے کوئی اللہ اور ملائکہ اور کتب اور رُسُل کا کافر ہو بلکہ یہ کفرٌ دون کفرٍ اور ظلمٌ دون ظلمٍ اور فسقٌ دون فسقٍ ہے ولیس بالکفر الذی تذھبون الیہ۔ یعنی کفر اور ظلم اور فسق کے درجات ہیں بعض کفر اعتقادی ہے اور بعض عملی ہر ایک کا حکم جدا ہے۔

(تفسیر قرطبی ص ۱۹۰ ج ۶ و تفسیر ابن کثیر ص ۶۱ ج ۲)

اور مزید تفصیل اگر درکار ہو تو حافظ ابن تیمیہ کی کتاب الایمان دیکھیں جس میں کفرٌ دون کفرٍ کی تفصیل ہے

(۴) قصاص کا یہ حکم شریعت موسوی میں تھا اور علماء اصول اور فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر شریعت سابقہ کا کوئی حکم قرآن اور حدیث میں بلا کسی انکار یا بلا ترمیم و تنسیخ نقل کیا جائے تو وہ ہمارے لیے حجت اور شریعت ہے اور فقہاء نے اس آیت کو استدلال میں پیش کیا ہے۔

(۵) رہا یہ امر کہ اس واقعہ میں پہلی بار فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری بار فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ کیوں کہا گیا اس کی حکمت تیسری آیت فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ کی تفسیر میں ذکر کریں گے۔

وَقَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ

اور پیچھا ڑی میں بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کا بیٹا

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ التَّوْرٰىۃِ ص

سچ بتاتا توریت کو جو آگے سے تھی

وَاٰتَیْنٰہُ الْاِنْجِیْلَ فِیْہِ ھُدًی وَّنُوْرٌ لا وَّمُصَدِّقًا

اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی

لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَۃً

اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِیْنَ ط ﴿۴۶﴾ وَلْیَحْکُمْ اَھْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَآ اَنْزَلَ

ڈر والوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا

اللّٰهُ فِيهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ

اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

ہیں بے حکم

خطاب بہ نصاریٰ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَفَّيْنَا .... الیٰ .... هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥

(ربط) یہود کی شرارتوں اور خیانتوں کے بعد نصاریٰ کے انحراف اور کجروی کو بیان کرتے ہیں اوّلاً انجیل کی مدح فرمائی تاکہ اُس سے انحراف کی قباحت خوب واضح ہو جائے اور مقصود یہ ہے کہ جس طرح یہود اپنی آسمانی کتاب سے منحرف ہیں اسی طرح نصاریٰ بھی اپنی آسمانی کتاب انجیل سے منحرف ہیں توریت کی مدح کے بعد انجیل کی مدح اسلیئے بھی فرمائی کہ یہود کو تنبیہ ہو جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السّلام بھی خدا کے رسول برحق تھے موسیٰ علیہ السّلام کی طرح ان پر بھی ایمان لانا فرض ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ان پیغمبروں کے پیچھے جن کا ذکر يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ میں ہو چکا ہے انہی کے نقش قدم پر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا درانحالیکہ وہ اپنی زبان سے توریت کی تصدیق کرتے تھے جو ان سے پہلے موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی بھی یعنی جو نبی خدا تعالےٰ کے فرمانبردار اور حکم بردار تھے اور توریت کے بمطابق فتویٰ دیتے تھے اُن کے بعد اُن ہی کے نقش قدم پر عیسیٰ آئے جو مریم کے بیٹے ہیں خدا نہیں اور انہوں نے توریت کے حق اور من جانب اللہ ہونیکی تصدیق کی اور ہم نے اُنکو انجیل دی جسمیں توریت کی طرح ہدایت اور نور ہے اور وہ انجیل اپنے سے پہلے نازل شدہ کتاب توریت کی بھی تصدیق کرتی تھی یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام خود اپنی زبان سے تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور جو کتاب انجیل اُن کو دی گئی تھی وہ بھی توریت کی تصدیق کرتی تھی اور انجیل بھی توریت کی طرح ہدایت اور نور تھی احکام اور شرائع کے اعتبار سے دونوں میں بہت ہی قلیل فرق تھا جیسا کہ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ میں اشارہ کیا گیا ہے اور یہ قلیل فرق توریت کی تصدیق کے منافی نہیں جیسا کہ ہم آج قرآن کو مانتے ہیں اور باوجود اس کے تمام کتب سماویہ کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں پہلی آیت میں حضرت عیسےٰ کا مصدِّق توریت ہونا بیان کیا اور دوسری آیت میں یہ بتلایا کہ انجیل بھی توریت کی مصدّق تھی اور وہ انجیل خدا سے

ڈرنے والوں کے لیے سراپا ہدایت اور نصیحت تھی جس میں آنے والے ہادی برحق (فارقلیط) کی بشارت تھی کہ وہ فارقلیط آکر حق کی راہیں بتلاتے گا اور وعظ و نصیحت سے تم کو محارم اور مآثم سے بچاتے گا حق تعالیٰ نے اس آیت میں انجیل کی پانچ صفتیں بیان کیں (اول) یہ کہ فِيهِ هُدًى۔ اس میں ہدایت ہے یعنی عقائد اور اعمال کی گمراہی سے بچاتی ہے اور توحید اور تنزیہ کی رہنمائی کرتی ہے کہ بت پرستی اور تثلیث جیسے شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں (دوم) یہ کہ وَنُورٌ اس انجیل میں نور اور روشنی ہے جس سے طالب حق کو صحیح راستہ نظر آجاتا ہے اور شکوک اور شبہات کی ظلمتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں (سوم) یہ کہ انجیل اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتی ہے کہ وہ کتاب منزل من اللہ تھی (چہارم اور پنجم) یہ کہ انجیل خدا سے ڈرنے والوں کیلئے سراپا ہدایت اور نصیحت تھی پہلی آیت میں عام ہدایت کا بیان تھا اور اس آیت میں خاص ہدایت کا ذکر ہے جو متقی اور پرہیزگاروں کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ توریت میں بھی ہدایت تھی اور توریت کی طرح انجیل میں بھی ہدایت ہے مگر اس عام ہدایت کے علاوہ ایک ایسے خاص ہادی (فارقلیط) کی بشارت پر مشتمل ہے کہ جس کی ہدایت تمام ہدایتوں سے اتم اور اکمل اور اُس کا دین تمام دینوں سے افضل ہوگا اور انجیل میں اُس آنے والے آخری ہادی کے اتباع کی خاص طور پر نصیحت تھی اس لیے آئندہ آیت میں اشارہ فرماتے ہیں اور انجیل والوں کو چاہیئے کہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کیا ہے پہلی آیت میں یہود یوں کو نصیحت تھی اب اس آیت میں نصاریٰ کو نصیحت ہے کہ اے نصاریٰ تم یہود کی طرح انجیل سے انحراف نہ کرو تم انجیل پر چلو اور جس نبی اُمّی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت اس میں مذکور ہے اس پر حضرت مسیح کی ہدایت اور نصیحت کے مطابق ایمان لاؤ اور جس کے متعلق حضرت مسیح تم کو یہ ہدایت کر گئے ہیں کہ جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں سچائی کی راہیں بتائے گی اس کی تکذیب کر کے خدا کے غضب اور لعنت کو مول نہ لو اور جو اللہ کے اتارے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ بدکار ہیں ناسخ کے بعد منسوخ کی پیروی بدکاری اور گمراہی ہے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےؑ کے زمانہ میں توریت اور انجیل کا اتباع ہُدیٰ تھا اور خاتم النبیینؐ کی بعثت کے بعد قرآن کو چھوڑ کر توریت اور انجیل کا اتباع ہوائے نفس ہے۔

نکتہ جو شخص حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ نہ کرے اُس کو پہلی آیت میں کافر اور دوسری آیت میں اس کو ظالم اور تیسری آیت میں اُس کو فاسق کہا گیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ احوال مختلف ہیں بعض حالات میں حکم خدا کے خلاف فیصلہ کرنا کفر ہے اور بعض حالات میں ظلم ہے اور بعض حالات میں فسق ہے جیسا حال ہوگا ویسا ہی حکم ہوگا۔

(روح المعانی صفحہ ۱۳۰ ج ۶)

پہلی آیت میں زانی محصن کے رجم کا مقدمہ تھا جس میں ان لوگوں نے قصدًا اور عنادًا حکم رجم سے انکار کیا اور اس کے بجائے اپنی طرف سے تازیانہ کا حکم تجویز کیا اس لیے پہلی آیت میں کافِرُوْنَ فرمایا اور دوسری آیت میں قصاص کا مسئلہ تھا یہ لوگ رجم کی طرح قصاص کے حکم شرعی ہونے سے صراحۃً منکر نہ تھے بلکہ عملی طور پر محض اپنی برتری قائم کرنے کے لیے امیر و غریب کا فرق کرتے تھے اور عدل اور انصاف نہیں کرتے تھے اس لیے دوسری آیت میں ظٰلِمُوْنَ فرمایا کہ یہ ظلم صریح ہے کہ ضعیف کا قوی سے قصاص نہ لیا جائے اور ضعیف سے دیت زیادہ دلائی جائے یہ صریح ظلم ہے اور تیسری آیت میں حضرت مسیحؑ کی بشارت اور ہدایت کے مطابق فارقلیط اور روح حق پر ایمان لانے کا مسئلہ تھا جس کی حضرت مسیحؑ نے تاکید اکید کی تھی باوجود اس کے بہت سے نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ دنیاوی اغراض کی بناء پر روح حق پر ایمان لانے سے گریز کیا تو یہ صریح فسق اور بدکاری اور تمرُّد اور سرکشی تھی اسلیئے اس آیت میں فَاسِقُوْنَ فرمایا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا کرتی

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا

اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل سو تو

عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

حکم کر اُن میں جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی

اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ

پر مت چل چھوڑ کر حق راہ جو تیرے پاس آئی ہر ایک کو تم میں دیا

شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً

ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا

پر کرتا لیکن تم کو آزمایا چاہے اپنے دیئے حکم میں سو تم بڑھ کر لو

الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

خوبیاں اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ

بات میں تم کو اختلاف تھا اور یہ فرمایا کہ حکم کر اُن میں جو

اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ

اللہ نے اتارا اور مت چل ان کی خوشی پر اور بچتا رہ ان سے کہ

يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا

تجھ کو بہکا نہ دیں کسی حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر پھر اگر نہ مانیں

فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ

تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے اُن کو کچھ سزا اُن کے

ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

گناہوں کی اور لوگوں میں بہت ہیں بے حکم

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ

اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے

اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

حکم کرنے والا یقین رکھنے والوں کو

ذکر قرآن مجید

قال اللہ تعالیٰ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ... الٰے ... وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

(ربط) توریت اور انجیل کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ قرآن مجید کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی آخری

کتاب ہے کتب سابقہ کی مصدق ہے جس میں تمام انبیاء سابقین کی صداقتیں اور حکمتیں موجود ہیں اور یہ قرآن کتب سابقہ پر مہیمن (حاکم) ہے تحریف اور تبدیل سے پاک اور منزہ ہے اس کا جو فیصلہ ہے وہ اٹل ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر نبی کو ایک خاص شریعت عطا کی اور یہ شریعت محمدیہ آخری شریعت ہے اور تمام اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے اور تمام کتب سابقہ کے مضامین اصلیہ کی محافظ اور مصدق ہے اور جس کی ابدی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے خود ذمہ لیا ہے۔

سلسلۂ کلام نہایت عجیب ہے حق تعالیٰ نے اوّلاً توریت کی مدح فرمائی اور بنی اسرائیل کیلئے اس کا موجب ہدایت ہونا بیان کیا کما قال تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ مگر یہود بے بہبود نے اس نورِ ہدایت سے اعراض اور انحراف کیا اس کے بعد انجیل کی مدح فرمائی اور نصاریٰ کی گمراہی کا اس سے انحراف بیان کیا اور یہ بتلایا کہ یہود کی طرح نصاریٰ بھی انجیل کی ہدایت اور نور سے مستفید اور مستنیر نہ ہوئے اب سب سے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مشعل ہدایت بنا کر آسمان سے نازل کیا یہ آخری کتاب ہے آخری نبی پر نازل ہوئی یہود اور نصاریٰ کو چاہیے کہ موقعہ کو غنیمت سمجھیں اور صحابۂ کرام کی طرح اس نور ہدایت کی روشنی میں چلیں اور یہ وہی کتاب ہے جس کے نزول کی انبیاء سابقین نے خبر دی تھی کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا اس آیت کی تفسیر سورۂ اسراء میں آئے گی۔

شانِ نزول

اور ان آیات کے ضمن میں ایک قصہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ یہ کہ یہود میں باہم کچھ نزاع ہو گیا تو کعب بن اسید اور عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس وغیرہم جو یہود کے بڑے مشہور علماء اور مقتداء تھے مشورہ کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فصل خصومت کی درخواست کی اور یہ کہا کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ یہودیوں میں بڑے زبردست عالم اور اُن کے سردار ہیں اور آپ کو ہماری عزت و شرافت معلوم ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عموماً قوم یہود ہمارے اختیار اور اقتدار میں ہے ہم اپنا مقدمہ آپ کے پاس لے کر آتے ہیں اگر آپ اس مقدمہ میں ہمارے موافق فیصلہ کر دیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اگر ہم نے تیرا دین قبول کر لیا تو اور یہود بھی ہماری تقلید کریں گے اور ہمارے اسلام لانے سے وہ بھی سب کے سب اسلام لے آئیں گے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے رشوتی اسلام کو منظور نہ کیا اور اُن کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار کر دیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں (تفسیر قرطبی ص۲۱۳ ج۶ و تفسیر ابن کثیر ص۶۷ ج ۲)

چنانچہ فرماتے ہیں اور توریت اور انجیل کے بعد ہم نے آپ کی طرف یہ کامل اور برحق کتاب اتاری جس کے مقابلہ میں کوئی کتاب کتاب کہلانے کے لائق نہیں جو خود بھی حق اور صدق کے ساتھ متلبس ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے کہ جو کتابیں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر من جانب اللہ نازل ہوئیں وہ اللہ کی برحق کتابیں تھیں یہ بھی قرآن کے حق ہونے کی دلیل ہے اس لیے کہ حق۔ حق کی تصدیق کرتا ہے باطل دین کبھی دین حق کی تصدیق نہیں کرتا اور یہ قرآن پہلی کتابوں کا محافظ اور نگہبان ہے کہ محرّف کو غیر محرف سے ممتاز[1] اور جدا کر دیتا ہے یعنی اُن کتابوں میں جو غلط باتیں شامل ہو گئی ہیں ان کو بتلا کر اصل حقیقت کو واضح کر دیتا ہے گویا کہ یہ اُن کا محافظ اور امین اور نگہبان ہے پس گذشتہ کتابوں میں جو ایسی بات ہے کہ قرآن کے موافق ہے تو وہ حق ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ باطل ہے پس جس طرح سابقین کا یہ طرز عمل رہا کہ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اسی طرح آپ بھی اُن کے درمیان اسی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجیے کہ جو اللہ نے آپ پر حق کے ساتھ اتاری ہے اور تمام کتب سابقہ پر مہیمن (حاکم) ہے اور جو حق آپ کے پاس آچکا ہے اُسے چھوڑ کر ان کی خواہشوں اور فرمائشوں کی پیروی نہ کیجیے یعنی جس طرح آپؐ نے اس وقت اُن کی خواہش اور فرمائش سے صاف انکار کر دیا اسی طرح آئندہ بھی آپؐ اسی حق پر قائم رہیں جس کی بناء پر آپ نے احبارِ یہود کی خواہش کو پورا کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا آپ کی رائے نہایت صائب اور درست تھی آپ ہمیشہ اسی پر قائم رہیے اس لیے کہ آپ کو جو دین حق دیا گیا ہے وہ کبھی منسوخ نہ ہوگا ہم نے آپ کی بعثت سے پہلے تم میں سے ہر گروہ کے لئے ایک دستور اور راہِ عمل مقرر کیا تھا جس پر چل کر وہ خدا تک پہنچ سکے اسی طرح حق تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ شریعت اور یہ شاہراہ مقرر کی ہے آپ اس شاہراہ پر چلیے اور اس شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چلنے کا خیال بھی نہ کیجیے۔

ف شرعۃ کے معنی شریعت کے ہیں اور منہاج کے معنی طریقت کے ہیں شریعت اصل میں پانی کے گھاٹ کو کہتے ہیں اور پانی پر زندگی کا دار و مدار ہے اور اصطلاح میں شریعت احکام خداوندی کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو بمنزلہ آب حیات کے ہیں کہ اُن کے پینے سے یعنی ان پر عمل کرنے سے دائمی زندگی حاصل ہوتی ہے اور منہاج سے طریقۂ عمل اور طریقہ

[1] شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں یعنی تحریف از غیر تحریف جدای سازد واللہ اعلم (فتح الرحمٰن)

اصلاح مراد ہے یعنی تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کا طریقہ مراد ہے اور طریقت شریعت کے علاوہ کوئی چیز نہیں بلکہ اس کے ماتحت ہے کتاب وسنت میں احکام شرعیہ بھی ہیں اور تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کے طریقے بھی ہیں اور سب خدا تک پہنچنے کے راستے ہیں کوئی کسی راہ سے اور کوئی کسی راہ سے جارہا ہے۔

حق جل شانہٗ باقتضاء حکمت ومصلحت ہر زمانہ اور ہر امت کے احوال اور استعداد کے مناسب انبیاء کرام کو شریعتیں اور ہدایتیں عطا فرماتے رہے مگر اصول دین اور مقاصد کلیہ جن پر نجاتِ ابدی کا مدار ہے اور جس کو حق تعالیٰ نے ایک مقام پر لفظ دین سے تعبیر کیا ہے اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ وہ تمام انبیاء کرام کا ایک ہے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نحن معاشر الانبیاء اخوۃ علات دیننا واحد یعنی ہم تمام پیغمبر بمنزلہ علاتی بھائیوں کے ہیں کہ جن کا باپ (یعنی دین) ایک اور مائیں (یعنی شریعتیں) مختلف ہیں انبیاء کرام کی شریعتیں مختلف رہیں کسی شریعت میں کوئی چیز حلال ہوئی اور کسی میں حرام کسی ملت کے احکام میں خفت اور سہولت رہی جیسا کہ شریعت عیسویہ میں اور کسی میں شدت اور صعوبت جیسا کہ شریعت موسویہ جس زمان اور مکان اور جس قوم کے لیے حق تعالیٰ نے جو مصلحت جانا اس کے مطابق حکم دیا لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا میں اسی طرف اشارہ ہے کہ شرائع سماویہ کا اختلاف مخاطبین کے قابلیت اور صلاحیت اور استعداد پر مبنی ہے اس علیم وحکیم نے جیسا مناسب جانا ویسی شریعت نازل کی اب اس اخیر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت کامل اور معتدل شریعت نازل کی جو قیامت تک تمام عالم کی ہدایت کے لیے کافی اور شافی ہے جس طرح پہلی شریعتیں من جانب اللہ تھیں اور واجب الاطاعت تھیں اسی طرح یہ آخری شریعت بھی من جانب اللہ بصد ہزار شوق ورغبت اس کو قبول کرنا چاہیئے ایک وفادار غلام کا فریضہ یہ ہے کہ آقا کے جدید اور آخری حکم کے سامنے گردن جھکا دینے کے لیے تیار رہے جدید حکم کے ہوتے ہوتے سابق اور قدیم حکم پر عمل کرنا تمرّد اور سرکشی کی دلیل ہے اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا کہ سب کے لیے ایک ہی شریعت ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء پر مختلف شریعتوں کو اس لیے اتارا تاکہ تمہارا امتحان کرے اُس چیز میں جو تم کو دی ہے یعنی اے اقوام عالم تم کو جو مختلف زمانوں میں مختلف شریعتیں دی گئیں اس سے مقصود تمہاری آزمائش تھی کہ کون حکم خداوندی بجا لاتا ہے اور کون قدیم رسم کی پابندی پر اصرار کرتا ہے اور کون جدید حکم (یعنی ناسخ) کو چھوڑ کر قدیم حکم یعنی منسوخ کی پیروی کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں شرائع مختلف کی تشریع سے امتحان اور آزمائش مقصود تھی کہ کون اس کے حکم مانتا ہے اور کون رسم ورواج یا منسوخ حکم کی پیروی کرتا ہے اور اسی کو آزمائش اس لیے فرمایا کہ انسان جس طریقہ کا عادی ہو جاتا ہے اس کا

چھوڑنا اس پر طبعاً گراں ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے ایک شریعت مقرر کی تاکہ اس پر چلیں اور اگر ہر نفس کو اس کی خواہش پر چھوڑ دیا جاتا تو لوگ خدا کے بندے نہ رہتے بلکہ نفس کے بندے بن جاتے۔

پس اے لوگو تم تعصب اور ہوا پرستی کو چھوڑ کر اپنے مرنے سے پہلے اُن بہترین عقائد اور اعمال اور مکارم اخلاق کی طرف دوڑو اور ان کی طلب میں سرگرم رہو جن کی طرف تم کو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ۔ دعوت دیتی ہے یعنی تم کو چاہیئے کہ اس آخری شریعت کا اتباع کرو جس کو نبی آخر الزمان لے کر آئے ہیں اور وہ شریعت کاملہ اور عادلہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہو کر آئی ہے

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست ⁂ کتب خانۂ چند ملت بشست
پیغام خدا نخست آدمؑ آورد ⁂ انجام بشارت ابن مریمؑ آورد
باجملہ رسل نامۂ بے خاتم بود ⁂ احمدؐ برما نامہ و خاتم آورد

اب نجات اس آخری شریعت کے اتباع میں منحصر ہے جیسے حضرت عیسےؑ کی بعثت کے بعد نجات حضرت عیسےؑ کے اتباع میں منحصر تھی حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد موسیٰ علیہ السّلام کی شریعت کا اتباع نجات کے لیے کافی نہ تھا اسی طرح خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد نجات آپ کے اتباع میں منحصر ہے اور اسی میں خیر ہے اور اس کے ذریعہ تم خدا تک پہنچ سکتے ہو پس اگر تم میدان سعادت میں گوئے سبقت لے جانا چاہتے ہو تو اس آخری شریعت کا اتباع کرو۔

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند ⁂ کس بہ میداں در نمی آید سواراں را چہ شد

لہٰذا تم بلا تردد اس خیر کی طرف دوڑو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم ہمیشہ دنیا ہی میں رہیں گے ایک دن اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے جب وہاں پہنچو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اُن تمام باتوں سے آگاہ کر دے گا جس میں یعنی دین اور شریعت کے بارہ میں تم اختلاف کرتے تھے وہاں پہونچ کر حق اور باطل کی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور نتیجہ سامنے آجائے گا۔

اب اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو حکم دیتے ہیں کہ جو شریعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی اب تک اس پر قائم رہے اور یہود اور نصاریٰ کے مکر و فریب سے ہوشیار رہے پس ان کے باہمی نزاع کا فیصلہ آپ اپنی اُس شریعت کے مطابق کیجیے جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہے اور ہم آپ کو مکرر حکم دیتے ہیں کہ آپ اہل کتاب کے درمیان اُس کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ پر اتاری ہے اگرچہ وہ ان کے رسم و رواج کے خلاف ہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے اور ان سے احتیاط رکھیئے کہ مبادا کسی وقت یہ لوگ اپنی چرب زبانی اور ظاہری ملمع کاری سے آپ کو خدا کے نازل کردہ حکم سے کچھ بچلا نہ دیں جیسا کہ بعض علماء یہود نے آپ کے بچلانے اور پھسلانے اور فریب دینے کی یہ تدبیر کی کہ آپ کے پاس جاویں اور

جا کر یہ کہیں کہ اے محمدؐ ہماری قوم میں آپس میں کچھ نزاع ہو گیا ہے آپ کے پاس فیصلہ لائیں گے اگر ہمارے موافق فیصلہ کر دیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور آپ کی پیغمبری کو مان لیں گے اور ہمارے مسلمان ہونے سے یہود کی ایک عظیم جماعت ہماری متابعت میں اسلام قبول کر لے گی چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایمان اور ہدایت کے دلدادہ تھے کما قال تعالیٰ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اس لیے یہود نے حضور پُر نورؐ کو پھسلانے کے لیے یہ رشوتی اسلام پیش کیا مگر آپ نے اُسے ٹھکرا دیا اور اُن کی خواہش پر چلنے سے صاف انکار کر دیا اس آیت میں آپ کی اسی استقامت کی تصویب اور تصدیق اور تائید ہے اور آئندہ بھی ایسی ہی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید ہے پھر اگر یہ لوگ آپ کے فیصلہ سے اعراض کریں تو جان لیجئے کہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ دنیا ہی میں اُن کو اُن کے بعض گناہوں کی سزا میں مبتلا کر کے مصیبت کرے اور وہ بعض جرم آپ کے فیصلہ کو نہ ماننا ہے اور بعض گناہوں کی تخصیص اس لیے کی کہ دنیا میں بعض ہی گناہوں کی سزا ملتی ہے کل گناہوں کی نہیں ملتی تمام گناہوں کی پوری سزا آخرت میں ملے گی اور بے شک بہت سے لوگ دین اور شریعت کی حدود سے باہر نکلنے والے ہیں یعنی اکثر یہود کی فاسق اور بدکار ہیں وہ آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہو سکتے اب کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں کہ امیر کو فقیر پر برتری رہے دیت اور قصاص اور تاوان میں امیر و غریب میں فرق رکھا جائے شریعت کا فیصلہ عدل اور انصاف پر مبنی ہے اور یہود کا یہ رسم و رواج جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے اور اللہ کے فیصلہ سے کس کا فیصلہ اچھا ہے اُن لوگوں کے لیے جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اُن کو آخرت پر یقین نہیں اگر یقین ہوتا تو اللہ کے فیصلہ سے انحراف نہ کرتے کیونکہ اس کے فیصلہ سے اچھا کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے خدا کے فیصلہ سے اعراض اور انحراف دلیل جہالت کی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ

اے ایمان والو مت پکڑو یہود

وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ

اور نصاریٰ کو رفیق وہ آپس میں رفیق ہیں ایک دوسرے کے

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ

اور جو کوئی تم میں اُن سے رفاقت کرے وہ اُن

اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيۡنَ

ہی میں ہے اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو اب تو دیکھے گا

فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوۡنَ فِيۡهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ

جن کے دل میں آزار ہے دوڑ کر ملے جاتے ہیں ان میں کہتے ہیں

نَخۡشٰٓى اَنۡ تُصِيۡبَنَا دَآئِرَةٌ ‌ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِىَ

کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجاوے ہم پر گردش سو شاید اللہ جلد بھیجے

بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَيُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَاۤ

فیصلہ یا کچھ حکم اپنے پاس سے تو فجر کو لگیں اپنے

اَسَرُّوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِيۡنَ ﴿۵۲﴾ ؕ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا

جی کی چھپی بات پر پچھتانے اور کہتے ہیں مسلمان کہ یہ وہی

اَهٰٓؤُلَاۤءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ‌ ۙ اِنَّهُمۡ

لوگ ہیں کہ قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے کہ ہم تمہارے

لَمَعَكُمۡ‌ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿۵۳﴾

ساتھ ہیں خراب گئے ان کے عمل پھر رہ گئے نقصان میں

حکم چہاردہم ممانعت از موالاۃ یہود و نصاریٰ و ذم منافقین

قال اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَهُوۡدَ ... الیٰ .... فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِیۡنَ ۝

(ربط) گذشتہ آیات میں یہود اور نصاریٰ کے قبائح کو بیان کیا اب ان آیات میں مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ تم اُن سے محبت نہ کرنا جو اُن سے محبت کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا کیونکہ محبت اور صحبت کا بڑا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے محبت کا یہ اثر ہے کہ محبوب کی ہر چیز محب کی نظر میں محبوب ہو جاتی ہے جذام اور سرطان کی طرح کفر اور شرک ایک روحانی مرض ہے دل میں جو ل

سے اس کے جراثیم متعدی ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کے باغیوں کی دلی محبت اور میل جول سے رفتہ رفتہ انہیں کا مذہب اختیار کر لیتا ہے فی الحال اگرچہ باعتبار باطن کے ان میں سے نہیں لیکن اُن کی محبت اور صحبت سے اندیشہ ہے کہ آیندہ چل کر انہیں میں سے نہ ہو جائے یعنی اسلام سے مرتد نہ ہو جائے جیسا کہ آیندہ آیت میں اسی فتنۂ ارتداد کی خبر دی گئی ہے جس طرح کسی حکومت کی رعایا بن جانے کے بعد قانونِ حکومت پر نکتہ چینی اور تبصرہ کرنا حکومت سے ارتداد ہے اسی طرح اسلام میں داخل ہونے کے بعد قانون شریعت پر نکتہ چینی اور تبصرہ کرنا اسلام سے ارتداد ہے اور کافروں سے دلی تعلق ارتداد کی علامت اور اس کا پیش خیمہ ہے اور اگر وہ اس کو چھپائیں اور اسلام کو ظاہر کریں تو وہ نفاق ہے جو شخص حکومت کے دشمنوں اور باغیوں سے میل جول اور دوستانہ تعلقات رکھے تو حکومت کی نظر میں اس کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے اسی طرح کافروں سے دوستانہ تعلقات سے خدا تعالیٰ کی نظر میں اسلام کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے۔

شانِ نزول

یہ آیتیں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بارہ میں نازل ہوئیں یہود سے اس کا بہت دوستانہ تھا اور اس کا خیال یہ تھا کہ شاید اُحُد کی طرح مسلمان پھر مغلوب ہوں تو یہود سے ہماری دوستی کام آئے گی اور یہ کہا کہ انی رجل اخاف الدوائر یعنی میں ایسا مرد ہوشیار ہوں کہ مجھے حوادث دھر کا اندیشہ ہے اس لیے باقتضاء مصلحت میں یہود سے تعلق قطع نہیں کر سکتا عبداللہ بن ابی منافق کی طرح حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کے بھی یہود سے حلیفانہ تعلقات تھے مگر چونکہ وہ سچے مسلمان تھے اس لیے انہوں نے فوراً یہود سے قطع تعلق کر دیا اور عبداللہ بن ابی منافق کہنے لگا کہ میں اُن کی دوستی نہیں چھوڑ سکتا میرا بڑا نقصان ہوگا حالانکہ عبادۃ بن الصامتؓ سے بھی اسی قسم کی دوستی تھی مگر انہوں نے چھوڑ دی اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں سے تعلق قطع کرو اور منافقوں کی طرح یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ وہ کسی طرح تمہارے دوست نہیں بن سکتے وہ تو باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں یعنی اگرچہ ان میں باہم اختلاف ہے مگر تمہاری مخالفت اور عداوت میں وہ سب ایک ہیں کیونکہ وہ سب کفر و نفاق میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں اور کند ہم جنس با ہم جنس پرواز تم میں سے جو شخص اُن کو دوست بنائے گا سو وہ بلاشبہ انہیں میں سے ہوگا یا یہ معنی ہیں کہ اُن کے اختلاط سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ انہیں میں سے ہو جائے گا یعنی مرتد ہو کر انہیں میں سے ہو جائے یا کم از کم شعائر کفر اور رسوم شرکیہ سے نفور اور

بیزار تو نہ رہے گا دل سے اگرچہ اُن کا مذہب اختیار نہیں کیا مگر عملاً اور ظاہراً تو انہیں میں سے شمار ہوگا اور فَإِنَّهُ مِنْهُمْ باعتبار اطلاق کے اعتقاد اور عمل دونوں کو شامل ہے تحقیق اللہ تعالیٰ بے راہوں اور ستم گاروں کو ہدایت نہیں دیتا یعنی جو شخص دشمنان اسلام سے موالات اور دوستی کرکے اپنی جان پر ظلم وستم کرے اور اسلام کے مغلوب اور مقہور ہونے کا انتظار کرے ایسے بدبخت ظالم کی راہ ہدایت پر آنے کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی جو لوگ کافروں کی دوستی میں غرق ہیں وہ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے پس اے دیکھنے والے تو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کرلے گا کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر کافروں میں گھسے جاتے ہیں اور اگر کوئی انہیں فہمائش کرتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ زمانہ کا کوئی حادثہ ہم کو نہ آپہنچے ان کا مقصود یہ تھا کہ ہم کو یقین نہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے اگر کوئی وقت ایسا آیا کہ دشمن ان پر غالب آگیا تو وہ ہم کو ان کا ساتھی سمجھ کر پیس ڈالے گا لہذا ہم ان سے بگاڑنا نہیں چاہتے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اُن کا یہ گمان غلط ہے عنقریب خداوند ذوالجلال مسلمانوں کو ان پر غالب کرے گا اور یہ کم بخت منافق پچھتاتے رہ جائیں گے چنانچہ فرماتے ہیں پس وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی فتح اور غلبہ کو ظاہر فرماتے اور جن سے یہ دوستی کر رہے ہیں وہ مقہور ومغلوب ہوں یا اس کے علاوہ اور کوئی امر پردۂ غیب سے ظاہر فرمائے جیسے بنی نضیر کی جلا وطنی اور بنی قریظہ کی گردن زدنی کا حکم اس وقت یہ منافقین اُن باتوں پر جو اپنے دل میں چھپاتے ہوتے ہیں پشیمان ہوں گے یعنی جب خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے دشمنوں پر فتح دے گا اور ان کے دشمنوں میں سے کسی کو جلا وطن کرے گا اور کسی کو قتل کرائے گا اس وقت منافقوں پر کھلے گا کہ ہمارا گمان غلط تھا کہ رسول خدا کو غلبہ نہ ہوگا اور جن کی شوکت پر بھروسہ کرتے تھے اُن کی ساری شوکت خاک میں مل گئی اور جن کا سہارا ڈھونڈتے تھے وہ سہارا ختم ہوا اور خدا تعالیٰ کی پیشین گوئی پوری صادق ہوگئی کہ اسلام کا غلبہ ہوگیا اور دشمنوں کی تمام شوکت ختم ہوگئی اس وقت یہ لوگ اپنے گمان پر پشیمان ہوں گے اور جس وقت ان منافقین کا پردہ چاک ہوگا اس وقت اہل ایمان آپس میں تعجب سے یہ کہیں گے کیا وہی لوگ ہیں جو تم سے یعنی تم مسلمانوں کے آگے اللہ کی پکّی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ وہ بلاشبہ تمہارے ساتھ ہیں یعنی اس دن مسلمان بڑے تعجب سے آپس میں یہ کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ ہم سے بڑی پکّی قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں آج ان کا جھوٹ اور نفاق ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ جھوٹے تھے دعوی تو یہ تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ظاہر ہوا اس کے خلاف الغرض ان کی ساری کارروائیاں غارت گئیں ان منافقوں کا ظاہری اسلام کچھ کام نہ آیا اور یہ ساری جدوجہد کہ دونوں طرف سے بھلے بنے رہیں بیکار گئی کیونکہ کفار تو خود مغلوب ہوتے اس لیے اُن کا ساتھ دینا بیکار رہا اور مسلمانوں کے سامنے

ان کی قلعی کھل گئی پس دونوں طرف سے نقصان اور خسارہ میں رہ گئے نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے اور اسلام کے غلبہ اور فتح سے ان کی تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا ۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ

اے ایمان والو جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے

فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ

تو اللہ آگے لاوے گا لوگ کہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم

عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ

دل ہیں مسلمانوں پر اور زبردست ہیں کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ

فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ

میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ

فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشایش والا ہے

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ

خبردار تمہارا رفیق وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے جو

يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿۵۵﴾

قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ نو لے ہیں

وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ

اور جو کوئی رفاقت پکڑے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ایمان والوں کی تو اللہ

حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿۵۶﴾ ع ۸ ع ۱۲

ع۱ (عاجزی کرنیوالے)

کی جماعت وہی ہوں گے غالب

فتنۂ ارتداد اور غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی

قال تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ٥

(ربط) اوپر کی آیت میں جو ارتداد سے بچانے کے لیے مسلمانوں کو حکم ہوا تھا کہ کفار سے دوستی نہ کریں جو اُن سے محبت کرے گا وہ فی الحال یا فی المآل انہیں میں سے ہو جاتے گا یعنی مرتد ہو جاتے گا لہٰذا اب اس آیت میں ارتداد کی سزا ارشاد فرماتے ہیں اور عنقریب پیش آنے والے فتنۂ ارتداد اور اسلام کے غلبہ اور اس کے ابدی بقاء اور حفاظت اور تائید غیبی کے متعلق ایک عظیم الشان پیشین گوئی فرماتے ہیں اور نزول آیت کے وقت جو مسلمان موجود تھے ان کو پہلے ہی سے یہ خبر دیتے ہیں کہ عنقریب فتنۂ ارتداد پیش آتے گا اور تم میں کے کچھ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور اس خبر کی ساتھ ہی ساتھ یہ بشارت سناتے ہیں کہ اس فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور خدا تعالیٰ نے اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کے لیے عالم غیب سے یہ تدبیر مقرر کی ہے کہ خاصانِ خدا کی ایک جماعت ان مرتدین کے قتل و قتال کے لیے من جانب اللہ برانگیختہ کی جاتے گی جو ان مرتدین کی ایسی سرکوبی کرے گی کہ کفر سر اٹھانے کے قابل نہ رہے گا اور یہ حق جل شانہٗ کی سنّت ہے کہ جو شخص یا جو جماعت اسلام میں فتنہ اور رخنہ ڈالنے کے لیے کھڑی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی سرکوبی کے لیے ایسے جاں نثار اور وفادار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں خدا کی راہ میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پرواہ نہیں ہوتی کما قال تعالیٰ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ وقال تعالیٰ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ وقال تعالیٰ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضٰی یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں یعنی کافروں کی محبت اور صحبت سے بچتے رہو کیونکہ اُن کی صحبت اور محبت سے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہے خوب سن لو جو کوئی تم میں سے مرتد ہو جاتے گا یعنی دین اسلام سے پھر جاتے گا تو اس کے ارتداد سے دین اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لیے عنقریب ایسی جماعت اور گروہ کو اپنے ساتھ لاتے گا یہ ساتھ لانا بقوم میں بار الصاق کا ترجمہ ہے اور کسی کو ساتھ لانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خود بھی ساتھ آتے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو ساتھ لے کر آتے گا اور جس کے ساتھ آتے گا وہ بلاشبہ اس کا محبوب اور مقرب ہو گا اس لیے آئندہ آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ جس گروہ کو خدا تعالیٰ مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے لے کر آتے گا اُن میں چار وصف ہوں گے اور وہ چار وصف یہ ہوں گے جن کا آئندہ ذکر فرماتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ اُن سے محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے یعنی یہ جماعت اللہ تعالیٰ

کی محب اور عاشق بھی ہو گی اور محبوب بھی ہو گی (۲) ایمانداروں کے حق میں وہ نرم اور مہربان اور دشمنان خدا کے مقابلہ میں سخت ہوں گے تاکہ خدا کے مقابلہ میں سرکشی کرنے والوں کا غرور کافور ہو جائے (۳) خدا کی راہ میں دل کھول کر جہاد کریں گے اُن کی گردنیں ماریں گے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے غلام بنائیں گے اور ان کے املاک اور اموال کو لوٹیں گے (۴) اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور طعن و تشنیع سے نہ ڈریں گے یعنی کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع سے متاثر ہو کر خدا کے باغیوں (مرتدین) کی سرکوبی میں کمی نہ کریں گے جیسا کہ اہل نفاق کا شیوہ ہے کہ وہ دائیں اور بائیں دیکھتے رہتے ہیں یہ صفات مذکورہ فاضلہ اللہ کا فضل ہیں جس کو چاہتا ہے یہ فضل عطا کرتا ہے یعنی ان صفات فاضلہ مذکورہ کے ساتھ متصف ہونا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے بغیر اُس کی مہربانی اور عنایت اور توفیق کے کوئی خود بخود ان صفات فاضلہ کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا "تا نہ بخشد خدائے بخشندہ" اور اللہ بڑا وسعت والا اور دانا ہے نہ اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی ہے اور نہ اس کے جود و کرم میں کوئی کمی ہے جس کو چاہے اپنے خزانۂ رحمت سے یہ صفات فاضلہ عطا کرے اور وہ علام الغیوب ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون ان صفات کا اہل ہے اور کون نہیں اور حق تعالیٰ نے ان صفات فاضلہ کا ذکر اس لیے فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو جماعت مرتدین سے جہاد و قتال کرے گی وہ اعلیٰ درجہ کے مومنین مخلصین ہوں گے منافق نہ ہوں گے۔

خلاصۂ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے مسلمانو جو اس آیت کے نزول کے وقت اہل ایمان اور اخلاص ہیں تم کو پیش آنے سے پہلے ہی خبر دی جاتی ہے کہ عنقریب مسلمانوں میں کے کچھ لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے تو خوب سمجھ لیں کہ وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت اور حفاظت کے لیے ایک ایسی قوم کو کھڑا کرے گا جن میں مومنین کاملین اور خاصانِ خدا کی صفات کاملہ اور فاضلہ جمع ہوں گی اور وہ حزب اللہ یعنی اللہ کی خاص جماعت ہو گی جو مرتدین کی سرکوبی کرے گی اور ان پر غالب آئے گی چنانچہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد متعدد قبائل عرب کافر اور مرتد ہوئے اور بحمدہٖ تعالیٰ خدا تعالیٰ کا دین بے سہارا اور بے مددگار نہ رہا اور جس قوم کے لانے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی جن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے مرتدین کی سرکوبی کی اور جنہوں نے مرتدین سے جہاد و قتال کیا اور ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق کے دل میں ڈال دیا کہ اس فتنہ سے بچاؤ کی صورت سوائے تلوار کے کچھ نہیں اس لیے ابوبکر صدیق نے جہاد کا عزم بالجزم فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے دل میں ارادۂ جہاد و قتالِ مرتدین پیدا کر دیا سب جہاد کے لیے کھڑے ہو گئے اور حسب وعدۂ الٰہی مظفر و منصور ہوئے۔

پس جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا خاصان خدا ہونا یعنی خدا تعالیٰ کا محب اور محبوب

ہونا ثابت ہو گیا تو پھر ان کی خلافت کے حق ہونے میں کیا شبہ رہا یہ امر تاریخ سے اور شیعہ اور سُنی روایات سے بالاتفاق ثابت ہے کہ حضور پُر نورؐ کی وفات کے قریب ہی کچھ لوگ مرتد ہونا شروع ہو گئے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوتے تو یہ آگ اور تیز ہو گئی اور یہ امر بھی بالاتفاق ثابت ہے کہ سوائے ابوبکرؓ کے اور اُن کے بعد حضرت عمرؓ کے کسی نے مرتدین سے قتال وجہاد نہیں کیا اور خدا تعالیٰ نے جو خبر دی ہے اس کا سچا ہونا ضروری ہے خدا کی خبر کا غلط ہونا ناممکن اور محال ہے پس اگر یہ تسلیم کر لیا جاتے کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اُن صحابہ کے ہاتھوں پورا ہو گیا کہ جو ابوبکر صدیق کے حکم سے مرتدین سے لڑے تو ثابت ہو جاتے گا کہ ابوبکرؓ اور اُن کے ساتھی سب محبوب خدا اور محب خدا تھے اور اُن کی خلافت حق تھی کیونکہ جو محب خدا اور محبوب خدا ہو گا وہ بھلا حق کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے اور اگر یہ تسلیم نہ کیا جاتے کہ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ سے ابوبکر صدیقؓ اور ان کی جماعت مراد ہے تو لازم آتے گا کہ خدا تعالیٰ کی یہ خبر سچی نہ ہو کیونکہ یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ نزول آیت کے وقت جو مسلمان موجود تھے ان میں سے سوا حضرت ابوبکرؓ کے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کے کسی نے مرتدین سے قتال نہیں کیا اور اس آیت کو حضرت علیؓ کی لڑائیوں پر محمول نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اُن کی لڑائی مرتدین اسلام سے نہ تھی بلکہ اپنے باغی بھائیوں سے تھی جیسا کہ خود حضرت علیؓ کا ارشاد ہے ہٰـؤلا اخو اننا قد بغوا علینا جن لوگوں سے حضرت علیؓ نے قتال کیا وہ اسلام سے مرتد نہ تھے بلکہ حضرت علیؓ کی خلافت اور امارت سے باغی تھے اور کسی کی امارت نہ تسلیم کرنے سے اسلام سے مرتد نہیں ہوتا معاذ اللہ اگر حضرت معاویہؓ روافض کے زعم کے مطابق مرتد تھے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے باوجود قوت وشوکت کے اُن سے صلح کیسے کی اور اُن کے حق میں خلافت کے حق سے کیسے دستبردار ہوتے کیا مرتد کی خلافت اور اطاعت پر صلح کرنا جائز ہے معلوم ہوا کہ امام حسنؓ کے نزدیک حضرت معاویہؓ مسلمان تھے مرتد نہ تھے بلکہ خلافت اور امارت کے اہل تھے اور امام حسنؓ حضرات شیعہ کے نزدیک امام معصوم اور مفترض الاطاعت ہیں اور اگر بقول روافض مرتدین سے وہ لوگ مراد لیے جائیں جنہوں نے ابوبکرؓ کی خلافت اور امامت کو تسلیم کیا اور حضرت علیؓ کی خلافت اور امامت سے انکار کیا اور اس بنا پر یہ لوگ مرتد اور کافر ہو گئے تو ہم یہ سوال کریں گے کہ جب یہ سب لوگ تمہارے خیال اور زعم کی بنا پر کافر اور مرتد ہو گئے تو حضرت علیؓ نے ان مرتدین (خلفاء ثلاثہ) سے کیوں جہاد و قتال نہ کیا پس اگر یہ آیت حضرت علیؓ کے بارہ میں ہے تو ان پر ان مرتدین سے جہاد و قتال فرض تھا نیز یہ بھی ضروری تھا کہ حضرت علیؓ اس جہاد میں ضرور کامیاب ہوتے اس وعدہ کے مطابق خدا پر لازم تھا کہ وہ حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ان مرتدین کے مقابلہ کے لیے ایسی قوم کو لاتا جو حضرت علیؓ کے ساتھ ان مرتدین سے جہاد کرتی اور اُن کو

زیر اور مغلوب کرتی جیسا کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے ایسا نہیں کیا بلکہ معاملہ اس کے برعکس کیا اور حضرت علیؓ اور ان کی جماعت مرتدین کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوئی بلکہ فتنہ روز بروز بڑھتا گیا اسی لیے امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مذہب امامیہ کے فساد اور بطلان پر نہایت محکم دلیل ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۴۲۷ ج ۳)

مرتدین کے ظہور کے وقت خدا تعالیٰ نے جس قوم کے لانے کا وعدہ فرمایا اور جس کے اوصاف بیان کیے وہ تمام اوصاف علی وجہ الکمال والتمام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اُن کی جماعت میں پائے جاتے ہیں اور اُن کے اعمال اور کارناموں سے اس کا پورا ثبوت ملتا ہے اور شیعوں کے قول کے بنا پر حضرت علیؓ کے تمام رفقاء بزدل تھے کوئی بھی ان مرتدین سے جہاد وقتال کے لیے نہ نکلا۔

گذشتہ آیات میں کافروں سے دوستی کی ممانعت فرمائی جس میں مرتد ہونے کا اندیشہ تھا اور مرتدین کی سزا بھی بیان فرمائی اب یہ فرماتے ہیں کہ دوستی کس سے کی جائے یعنی اہل ایمان سے جو نہایت خشوع سے نماز پڑھتے ہیں اور نہایت خلوص سے زکوٰۃ دیتے ہیں یہ جماعت اللہ کی خاص جماعت ہے اور حزب اللہ کے نام سے موسوم ہے اور جن سے اللہ نے غلبہ اور فتح کا وعدہ فرمایا ہے جز ایں نیست تمہارا دوست خدا ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ مومنین مخلصین جو دل وجان سے نماز کو قائم کرتے ہیں منافقوں کی طرح دکھلاوے کی نماز نہیں پڑھتے کما قال تعالیٰ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اور نہایت شوق اور رغبت کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں درانحالیکہ وہ لرزاں وترساں ہوتے ہیں کہ مبادا ہماری زکوٰۃ اور صدقہ اور خیرات قبول نہ ہو منافقین کی طرح حریص اور طامع نہیں کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر دل آمادہ نہ ہوتا ہو کما قال تعالیٰ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ۔ اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ ابوبکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بارہ میں نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہؓ کے بارہ میں نازل ہوئی اور حق یہ ہے کہ آیت کے الفاظ عام ہیں قیامت تک آنے والے کامل الایمان لوگوں کو شامل ہیں۔

ف وَرَاكِعُوْنَ میں رکوع سے خشوع اور خضوع کے معنی مراد ہیں یعنی ان لوگوں کا نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ ہوتا ہے اور آیت میں رکوع سے نماز کے رکوع کے معنی مراد نہیں اس لیے کہ اگر اس آیت میں رکوع سے نماز کے رکوع کے معنی مراد لیے جائیں تو یہ لازم آئے گا کہ حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنا موجب فضیلت اور قابل مدح ہو حالانکہ شریعت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ لطائف ومعارف کے بیان میں آئے گی۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے مسلمانو یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ کرو تمہارے دوست

صرف اللہ اور اس کا رسول اور یہ مومنین مخلصین ہیں کہ جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور خلوص کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں یہ اوصاف اس لیے بیان فرماتے کہ منافقین بھی ان میں ملے جلے تھے جن پر نماز اور زکوٰۃ شاق تھی پس غرض ان اوصاف کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ جو مومن صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوں اُن سے دوستی رکھو اور جو ایسے نہیں اُن سے نہ رکھو کیونکہ وہ حقیقت میں مومن نہیں بلکہ منافق ہیں اور جو شخص ہمارے حکم کے موافق اللہ کو اور اس کے رسول کو اور مومنین مخلصین کو اپنا دوست اور رفیق بنائے تو اس کو کسی کے شر اور ضرر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اللہ کے گروہ میں داخل ہو گیا تو بے شک جو اللہ کا گروہ ہے وہی غالب ہو گا وقتی طور پر اگر کافر غالب آجائیں تو انجام کار غلبہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہی کو ہوتا ہے۔۔۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ مطلب یہ ہے کہ کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت عدد اور بے سروسامانی کو دیکھ کر کافروں کی موالات کی طرف مائل نہ ہو جاؤ اللہ ہی کی جماعت سب پر غالب آئے گی۔

لطائف و معارف

(۱) اس مقام پر دو آیتیں ہیں پہلی آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ الیٰ قولہ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ یہ آیت آیۃ قتال مرتدین کے نام سے مشہور ہے اور دوسری آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ الی هُمُ الْغٰلِبُوْنَ یہ آیت آیت ولایت کے نام سے مشہور ہے

مختصر بیان کیفیت واقعۂ ارتداد

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی وفات کے بعد بعض تو میں اسلام سے مرتد ہو جائیں گی اس لیے خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہ خبر دے دی کہ اس وقت خدا تعالیٰ ایسی قوم کو لاتے گا جو مرتدین کا قلع قمع کرے گی اللہ اس قوم سے محبت رکھتا ہو گا اور وہ قوم اللہ سے۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ عرب کے گیارہ فرقے مرتد ہوئے تین قبیلے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں مرتد ہو گئے اور ہر قبیلہ میں سے ایک ایک شخص دعوائے نبوت کرتا ہوا اٹھا اور اس کے قوم کے لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور فساد عظیم برپا کیا۔

پہلا فرقہ

بنی مدلج کا ہے جن کا رئیس ذوالخمار یعنی اسود عنسی تھا یہ ایک کاہن شخص تھا کہانت شعبدہ بازی میں بڑی مہارت رکھتا تھا جس نے یمن میں قبیلہ مذحج کے درمیان نبوت کا دعویٰ کیا اور اس علاقہ کے شہروں پر مستولی ہو گیا اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عُمّال کو وہاں سے نکال دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لیے معاذ بن جبلؓ کو لکھا جوان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے قاضی تھے اور وہاں کے رؤساء اور مسلمانوں کے نام بھی لکھا کہ ذو الخمار سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں حضرت فیروز دیلمیؓ جو اس وقت حضرت معاذؓ کے ہمراہیوں میں سے تھے خدا تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ سے اس کو ہلاک کیا جس رات وہ قتل کیا گیا اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی اس واقعہ پر مطلع ہوئے اور مسلمانوں کو اس کے قتل کی خبر دی اور فرمایا کہ فیروز کامیاب ہوئے جس سے مسلمان خوش ہوتے اور اگلے روز آپؐ نے انتقال فرمایا۔

دوسرا فرقہ بنی حنیفہ ہے جن کا رئیس مسیلمہ کذاب تھا اس شخص نے قبیلہ بنی حنیفہ کے درمیان شہر یمامہ میں دعویٰ نبوت کا کیا اور اس گستاخ نے دو آدمیوں کے ساتھ بارگاہ اقدس میں خط لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا من مسیلمۃ رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ اما بعد فان الارض نصفہالی ونصفہا لک. یعنی مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف واضح ہو کہ آدھی زمین میری اور آدھی تیری مطلب یہ تھا کہ ہم اور آپ مل کر زمین فتح کر لیں اور باہم نصف نصف تقسیم کرلیں معلوم ہوا کہ اصل مقصود دنیاوی مال و دولت تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ خط لکھوایا من محمد رسول اللہ الیٰ مسیلمۃ الکذاب اما بعد فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ یعنی محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی جانب واضح ہو کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث کرے اور حسن عاقبت یعنی اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے کوئی انتظام کرنے نہ پائے تھے کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس مہم کو انجام دیا اور آنحضرتؐ کے وصال کے بعد خالد بن ولیدؓ کو ایک لشکر دے کر اس کی طرف روانہ فرمایا حضرت وحشیؓ نے اس کذاب کو جہنم میں پہنچا دیا مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کے متبعین میں سے بعضے لوگ تائب بھی ہو گئے اور باقی تمام جماعت متفرق ہو گئی۔

تیسرا قبیلہ بنی اسد ہے جن کا سردار طلیحہ بن خویلد تھا اس شخص نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخیر زندگی ہی میں دعوائے نبوت کیا اس کے قلع قمع کے لیے بھی صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا خالدؓ نے اس سے اور اس کے اعوان و انصار سے جنگ کی جس میں طلیحہ نے شکست کھائی اور شام کی طرف بھاگ گیا اور اس کے بعد پھر تائب ہوا اور اسلام لایا اور جنگ قادسیہ میں کارنمایاں انجام دیئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فتنۂ ارتداد اور بلند ہوا اور آپؐ کے بعد سات

فرقے ابو بکر صدیق کی عہد خلافت میں مرتد ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔
(۱) فزارہ (۲) غطفان (۳) بنو سلیم (۴) بنی یربوع (۵) بعض بنی تمیم (۶) کندہ (۷) بنی بکر بن وائل
ان ساتوں قبائل سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جہاد کیا اور ان کو درست کیا اس کے بعد ایک فرقہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مرتد ہوا یعنی جبلۃ بن ایہم کی قوم غسان غرض یہ کہ حرمین شریفین اور قریۂ جُواثی کے سوا اکثر عرب مرتد ہوگئے اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس فرقہ کے بابت اکابر صحابہؓ میں باہم مکالمہ ہوا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں ان کا قتل جائز نہیں انھی لوگوں میں عمر فاروقؓ تھے انہوں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد و قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہدیں جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اُس کی جان و مال محفوظ ہے مگر کسی حق کی وجہ سے اور اس کا حساب اللہ پر ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا خدا کی قسم میں اس سے ضرور جہاد و قتال کرونگا اگرچہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہو نماز اگر حق بدن ہے تو زکوٰۃ حق مال ہے صدیق اکبرؓ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح نماز کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور ارتداد ہے اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار بھی کفر اور ارتداد ہے مسلمان ہونے کے لیے فقط کلمۂ توحید و رسالت پڑھ لینا کافی نہیں جب تک تمام فرائض دین اور شعائر الاسلام اور احکام شریعت کو قبول نہ کرے اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا صدیق اکبرؓ کے اس ارشاد سراپا رشاد کے بعد سنتے ہی فاروق اعظمؓ بولے کہ میری سمجھ میں آگیا اور مجھے شرح صدر ہو گیا کہ یہی حق ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اس پر ایک باب قائم فرمایا وہ یہ ہے باب من ابیٰ قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ یعنی جو شخص فرائض دین میں کسی ایک فریضہ کو بھی قبول نہ کرے تو وہ بلاشبہ کافر اور مرتد ہے معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے لیے محض کلمہ گو اور مدعی اسلام ہونا کافی نہیں جب تک اسلام کے تمام احکام کو قبول نہ کرے دیکھو فتح الباری ص ۲۴۴ ج ۱۲ و ص ۲۴۵ ج ۱۳ وعمدۃ القاری طبع جدید ص ۸۲ ج ۲۴ باب قتل من ابی قبول الفرائض امام قرطبی اپنی تفسیر کے ص ۲۱۹ ج ۶ میں لکھتے ہیں

وکانوا (ای اہل الردۃ) فی ردتہم علی قسمین قسم نبذ الشریعۃ کلہا وخرج عنہا وقسم بنذ وجوب الزکوۃ واعترف بوجوب غیرہا قالوا نصوم ونصلی ولا نزکی فقاتل الصدیق جمیعہم وبعث خالد بن	مرتدین اپنے ارتداد میں دو قسم پر تھے مرتدین کی ایک قسم تو وہ تھی کہ جس نے شریعت کو بالکل پس پشت ڈال دیا اور اسلام سے بالکلیہ علیحدہ اور خارج ہوگئے اور مرتدین کی دوسری قسم وہ تھی جو فقط زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر تھے اور باقی احکام شریعت کے مقر اور معترف تھے یہ لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم مسلمانوں کی طرح روزہ

ولید الیھم بالجیوش
فقاتلھم وسباھم علی ما ھو
مشھود من اخبارھم انتھی

اور نماز پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دینگے تو ابوبکر صدیق نے مرتدین کی ان دونوں قسموں سے جہاد و قتال کیا اور ان کے مقابلہ کے لیے خالد بن ولیدؓ کو لشکر دے کر روانہ کیا پس خالد بن ولیدؓ نے ان تمام مرتدین سے قتال کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا جیسا کہ معروف و مشہور ہوا

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے ان مانعین زکوٰۃ کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے بھی لشکر روانہ فرمایا۔

حتی سبی وقتل وحرق بالنیران
اناسا ارتدوا عن الاسلام
ومنعوا الزکوۃ فقاتلھم حتی
اقروا بالماعون (تفسیر ابن جریر
ص ۱۸۳)

یہاں تک کہ اُن لوگوں کو قید کیا اور قتل کیا جو اسلام سے مرتد ہوتے تھے اور جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا تا آنکہ انہوں نے اس امر کا اقرار کیا کہ حقیر سے حقیر چیز بھی نہ روکیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نماز کی فرضیت کا انکار کفر اور ارتداد ہے اسی طرح مثلاً زکوٰۃ یا روزہ کی فرضیت کا انکار بھی کفر اور ارتداد ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جب یہ فتنہ ارتداد پیش آیا تو حق تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کے قلب میں ان مرتدین سے جہاد و قتال کا داعیہ پیدا فرمایا بعض صحابہ اس بارہ میں متردد تھے حتیٰ کہ فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ سے نرمی کی درخواست کی تو صدیق اکبرؓ نے یہ فرمایا اجبّار انت فی الجاھلیۃ خوّار فی الاسلام کیا تو زمانہ جاہلیت میں سختی کرنے والا تھا اور اب اسلام میں نرمی کرنے والا بن گیا حضرت عمرؓ کا منشأ یہ تھا کہ یہ وقت اسلام کی کمزوری کا ہے اور یہ وقت اسلام پر نہایت نازک ہے لہٰذا کچھ نرمی سے کام لینا چاہیے مگر صدیق اکبرؓ کوہ استقامت تھے ان میں کوئی تزلزل نہ آیا اور منکرین زکوٰۃ سے جہاد و قتال کا مستحکم ارادہ اور عزم مصمم فرما لیا اور (مانعین) زکوٰۃ سے جہاد و قتال میں ابتداءً بہت سے صحابہ کو تردد رہا کہ یہ اہل قبلہ ہیں مگر جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تلوار زیب دوش کی اور تنہا چلنے کے لیے کھڑے ہوگئے اور یہ فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دین پر کوئی زوال اور نقصان آتے اور میں زندہ ہوں تو صحابہ نے آپ کو جانے سے روکا اور کہا کہ آپ بیٹھیے ہم جانتے ہیں عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ابتدا میں اس لڑائی کو پسند نہ کرتے تھے مگر آخر میں (جب اس کا انجام ہم پر منکشف ہوا) تو ہم ابوبکرؓ کے شکر گذار ہوئے

کہ اسلام کو بڑے فتنہ سے بچایا اور فاروق اعظمؓ صدیق اکبرؓ کے اس کارنامہ یعنی قتال مرتدین کا ذکر کرکے یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر صدیق اکبرؓ میری تمام عمر کی عبادت لے لیں اور مجھے صرف اپنی ایک رات اور اپنا ایک دن دے دیں تو میں راضی ہوں رات سے غار ثور کی رات مراد ہے اور دن سے فتنۂ ارتداد کا دن مراد ہے اور حضرت ابوہریرہؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ قام فی الردۃ مقام الانبیاء یعنی فتنہ ارتداد میں صدیق اکبرؓ نے وہ کام کیا جو مقام پیغمبروں کا تھا۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ الخ

یعنی جس وقت یہ فتنہ ارتداد پیش آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک قوم کو اپنے ساتھ لائے گا جو صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو گی یعنی قتال مرتدین کے معرکہ میں خداوند ذوالجلال خود بھی موجود ہو گا کیونکہ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ میں اصل آنے والے اللہ تعالیٰ ہوں گے اور قوم مجاہدین اللہ کے ساتھ ہو گی کیونکہ بقوم کی بار اگرچہ تعدیہ کے لیے ہے مگر معنی الصاق کو بھی ساتھ لیے ہوئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان مرتدین کی سرکوبی کے لیے خود بذات قدسی صفات ان مجاہدین کو ساتھ لے کر میدان قتال میں نزول اجلال فرمائیں گے اور پس پردہ اللہ اُن کے ساتھ ہو گا اور وہ جماعت ایسی ہو گی کہ اس کے دل میں مرتدین سے جہاد و قتال کا داعیہ ایسا موج زن ہو گا جس کو دیکھ کر صاحب نظر سمجھ جائے گا کہ یہ جماعت خدا تعالیٰ کی آوردہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ القاء کیا ہے ورنہ یکلخت سب کے دلوں میں ایک ہی آگ کا لگ جانا اور سب کا یکساں ہو جانا ظاہر اسباب میں ممکن نہیں اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو مرتدین سے جہاد و قتال کے لیے جمع کرنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ سے ہوا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ ایسی قوم کو لائے گا سو حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل ایسا ہی جیسا کہ یہ فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی ان صفات کے ساتھ موصوف لوگوں کو جمع کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل تھا اور صدیق اکبر بمنزلہ جارحۂ الٰہیہ کے تھے جن سے یہ تدبیر ظہور میں آئی ذرا غور تو کرو کہ حضرات انبیاء کرامؑ کے بعد یہ مرتبہ کسی کو حاصل ہوا یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے (ازالۃ الخفاء)

پھر آئندہ آیت میں اس قوم کی چھ صفتیں ذکر فرمائیں دو وہ ہیں جن کا تعلق بندہ اور خدا کے درمیان ہے (۱) خدا تعالیٰ اُن کو محبوب رکھتا ہے اور (۲) وہ خدا کو محبوب رکھتے ہیں اور دو صفتیں وہ ہیں جن کا تعلق خود باہم بندوں کے درمیان ہے وہ یہ کہ (۳) أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (۴) اور أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ یعنی مسلمانوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں گرم ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد

ہے اَشِدَّآءُ عَلَے الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ جیسے جبرئیل امین کہ انبیاء کرام اور اہل ایمان کے حق میں باعث رحمت ہیں اور کافروں کے لیے موجب ہلاکت ہیں بمنزلہ جارحۂ الٰہیہ کے ہیں کہ کبھی رحمت و برکت کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی اتلاف اور اہلاک کا صدور ہوتا ہے ان دو صفتوں کا تعلق بندوں کے باہمی روابط اور تعلقات سے ہے اور ان چار کے علاوہ اور دو صفتیں وہ ہیں جو دینی خدمات سے متعلق ہیں (۵) ایک فعل جہاد فی سبیل اللہ یعنی خدا تعالیٰ سے سرکشی اور گردن کشی کرنے والوں کی سرکوبی اور گردن کُشی میں اپنی پوری جدوجہد کو پانی کی طرح بے دریغ بہا دینا یہ حقیقت ہے جہاد کی اور فی سبیل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد محض اللہ کی خوشنودی کیلئے ہو اس میں کوئی نفسانی اور دنیوی غرض کا شائبہ نہ ہو اور دوسری صفت (یعنی چھٹی صفت) یہ ہے کہ داعیۂ قلبیہ ایسا قوی ہو کر کسی ملامت اور طعن کی پرواہ نہ کرے اور لوگوں کے کہنے سُننے سے یا قرابت کے خیال سے اس کے ارادہ اور عزم میں کوئی تزلزل نہ آئے۔ بسا اوقات آدمی کسی چیز کو حق سمجھتا ہے مگر بدنامی اور لوگوں کی ملامت اور طعن و تشنیع کی وجہ سے حق کی نصرت اور حمایت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اس صفت میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ مرتدین سے جہاد و قتال کرنے والی قوم خدا تعالیٰ کی ایسی عاشق و جاں نثار اور نشۂ عشق و محبت میں ایسی سرشار ہو گی کہ مرتدین سے جہاد و قتال کے بارہ میں اُن کو ذرہ برابر کسی ملامت اور طعن کا خیال بھی نہ آئے گا۔

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں ✤ ما نمی خواہیم ننگ و نام را

مرتدین کے اصل مارنے والے اور عذاب دینے والے حق جل شانہ ہیں اور مجاہدین کے ہاتھ بمنزلہ تیر اور تلوار کے ہیں۔

کما قال تعالیٰ قَاتِلُوْھُمْ یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ بِاَیْدِیْکُمْ	تم ان کافروں سے قتال کرو اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ ان کافروں کو تمہارے ہاتھ سے سزا دے

معلوم ہوا کہ مرتدین سے جہاد کرنے والی قوم کو اصل لانے والے حق تعالیٰ ہیں اور وہی ان مرتدین کو مارنے والے ہیں مگر چونکہ اصل مارنے والا یعنی حق جل شانہ نظروں سے پوشیدہ ہے اس لیے قاصر الفہم ان مجاہدین پر طعن اور ملامت کے آوازے کستے ہیں کہ تم کس وحشت اور بربریت پر کمر بستہ ہو مجاہدین کہتے ہیں کہ اے نادانو! ہم تو خداوند کردگار کے تیر اور تلوار ہیں جنہیں پردۂ غیب سے دست قدرت چلا رہا ہے ہمیں کیا طعن اور کیسی ملامت کیا کسی عاقل نے کبھی تیر اور تلوار کو بھی ملامت کی ہے کسی شاعر کا شعر ہے

فانت حسام الملک واللہ ضارب ✤ وانت لواء الدین واللہ عاقد

اے بادشاہ تو تو اللہ کی تلوار ہے اصل مارنے والا تو وہ ہے تو تو اس کے حکم سے چل

رہی ہے اور نو دین کا علَم جھنڈا ہے (اس کا نصب کرنے والا بھی خدا تعالیٰ ہی ہے)

پس فسوف یأتی اللّٰہ بقوم میں اس قوم کو خدا کے لاتے کا مطلب یہ ہے کہ مرتدین سے جہاد و قتال کے وقت اگرچہ ظاہر نظر میں ان کا ہاتھ نظر آئے گا لیکن درپردہ دستِ قدرت اس میں کار فرما ہوگا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔

(۴) آیت ولایت یعنی آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ الخ کی صحیح تفسیر تو اوپر بیان ہو چکی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو خلافت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے عام مسلمان مراد ہیں جو صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوں وہی لائق دوستی ہیں یہود و نصاریٰ لائق دوستی نہیں مگر حضرات شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل پر نہایت روشن دلیل ہے شیعہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ سے صرف حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد مراد ہے کیونکہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حالت رکوع میں ایک سائل کو اپنی انگشتری دے دی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی مگر چونکہ بے اصل اور من گھڑت روایت بھی شیعوں کے مقصد برآری کے لیے کافی نہ تھی اس لیے اس پر یہ اضافہ کیا کہ آیت میں ولی کے معنی دوست کے نہیں بلکہ حاکم اور متصرف فی الامر کے ہیں جو خلیفہ کے ہم معنی ہیں اور اس پر بھی جب کام نہ چلا تو ایک لفظ بلا فصل متصرف فی الامر یعنی بلا فصل خلیفہ حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد ہیں جو اہل ایمان ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں انگوٹھی خیرات کرتے ہیں ۔

سبحان اللہ کیا عجیب استدلال ہے جس پر شیعوں کو بڑا ناز ہے اب ہم اس استدلال کے حسن و جمال کی حقیقت ناظرین کرام پر واضح کرتے ہیں غور سے سنیں فاقول وباللّٰہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق

(اوّل) یہ کہ ولی کو بمعنی حاکم اور متصرف فی الامور یا بمعنی خلیفہ قرار دینا لغت عرب کے خلاف ہے ولی کے معنی دوست کے ہیں حاکم کے لیے کلام عرب میں والی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے ولی کا لفظ مستعمل نہیں ہوتا والی مکہ اور والی مدینہ بمعنی حاکم مکہ اور حاکم مدینہ مستعمل ہوتا ہے مگر ولی مکہ اور ولی مدینہ بمعنی حاکم ہرگز نہیں سنا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں دو لفظ ہیں ایک ولایت بکسر واؤ اور ایک ولایت بفتح واو ہے اور دونوں کے معنی الگ الگ ہیں وِلایت بکسر الواؤ کے معنی امارت اور حکومت کے ہیں اور والی بمعنی امیر و حاکم اسی سے ماخوذ ہے اور وَلایت بفتح واو کے معنی محبت اور دوستی کے ہیں اور قرب کے ہیں جو ضد ہے عداوت کی اور اسی سے صفتِ مشبہ ولی آئی ہے جس کے معنی دوست کے ہیں امیر کو والی کہا جاتا ہے ولی نہیں کہا جاتا۔ فقہاء کرام کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کے جنازہ میں والی اور ولی دونوں جمع ہو جائیں تو امامت کے لیے کس کو مقدم کیا جائے معلوم ہوا کہ ولی اور والی میں فرق ہے البتہ جو لوگ لغت عرب سے بے خبر ہیں اُن کے نزدیک ولی اور والی میں کوئی فرق نہیں

اور آیات قرآنیہ میں جابجا یہ لفظ محب اور دوست کے معنی میں مستعمل ہوا ہے جو دشمن کی ضد ہے کما قال تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وقال تعالیٰ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ. اس قسم کی تمام آیات میں ولی سے محب اور دوست کے معنی مراد ہیں کہ مسلمان ایک دوسرے کے محب اور دوست ہیں اور یہ معنی نہیں کہ ایک دوسرے پر حاکم ہیں اور آیت کا سیاق وسباق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ولی کے معنی یہاں دوست کے ہیں کیونکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا ہے اب آیت میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ لائق موالاۃ اور محبت ومودت اہل ایمان ہیں نہ کہ یہود ونصاریٰ پس اگر آیت میں ولی کے معنی محب اور دوست کے نہ لیے جائیں تو پھر اس آیت کا ماقبل کی آیتوں کے ساتھ ربط قائم نہیں رہتا عبدالملک بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی باقر علیہ السّلام سے پوچھا کہ آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے کون لوگ مراد ہیں تو انہوں نے یہ کہا کہ سب مسلمان مراد ہیں میں نے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد علیؓ ہیں انہوں نے کہا کہ علیؓ بھی ان میں سے ایک ہیں انتہی منہاج السنۃ ص۲ج۴.

مطلب یہ تھا کہ آیت کے عموم میں حضرت علیؓ بھی داخل ہیں جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں نازل ہوئی تو اس سے بھی مقصود یہ نہیں کہ یہ آیت خاص ابوبکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ابوبکرؓ اور علیؓ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں اور یہ دونوں حضرات سب سے زیادہ لائق محبت اور دوستی ہیں غرض یہ کہ آیت کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! منافقین کی طرح یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ کرو تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسول اور وہ تمام مؤمنین مخلصین ہیں جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہوں یعنی نماز اور زکوٰۃ خشوع اور خلوص سے ادا کرتے ہوں عام مسلمان جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہوں اس آیت کے عموم میں داخل ہیں گو روایات میں آیا ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں نازل ہوئی کما نقلہ الثعلبی عن ابن عباسؓ. منہاج السنۃ ص۴ج۲ لابن تیمیہ والمنتقی ص۴۱۹ للذھبی.

اور بعض ضعیف روایات میں آیا ہے کہ حضرت علیؓ کے بارہ میں نازل ہوئی یا تمام صحابہ کے بارہ میں نازل ہوئی ان روایات کا یہ مطلب نہیں کہ آیت کا حکم ان حضرات میں منحصر ہے صرف مقصود یہ ہے کہ یہ حضرات بھی ان صفات کے ساتھ موصوف تھے شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ شیعہ لوگ جو ایک جھوٹا قصہ روایت کرتے ہیں اور ترکیب نحوی میں راکعون کو یؤتون الزکوٰۃ سے حال بناتے ہیں اور حالت رکوع میں حضرت علیؓ کا ایک فقیر کو انگوٹھی پھینکنا بیان کرتے ہیں تو اس سے آیت کا سیاق اور سباق اور ماقبل اور مابعد سب درہم وبرہم ہوجاتا ہے اور مضمون ایسا خبط اور بے ربط ہوجاتا ہے کہ جس کو ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کرسکتا "خدا تعالیٰ اعضاء ایشان را از ہم جدا سازد

چنانکہ ایشاں آیات منسقہ بعضہا من بعض از ہم جدا کردند" (ازالۃ الخفاء)
(دوم) یہ کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ۔ وَیُؤْتُوْنَ - وَهُمْ رٰكِعُوْنَ یہ تمام الفاظ جمع کے ہیں اُن سے صرف حضرت علیؓ مراد لینا بلا دلیل اور بلا قرینہ کے قطعاً جائز نہیں۔
(سوم) یہ کہ روافض نے اس آیت میں رکوع سے نماز کا رکوع مراد لیا ہے اور وَهُمْ رٰكِعُوْنَ کو صرف وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ کی ضمیر سے حال قرار دیا ہے حالانکہ دو جملوں کے بعد اگر حال آتا ہے تو دونوں کی ضمیر سے حال بنتا ہے نہ کہ صرف ایک سے اس لیے اس آیت میں رکوع سے لغوی معنی یعنی خشوع اور خضوع مراد ہیں یعنی جھکنا اور عاجزی کرنا۔
اور مطلب یہ ہے کہ جو اہل ایمان خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور خلوص کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں وہ لائق دوستی ہیں ورنہ اگر اس آیت میں رکوع سے نماز کا رکوع مراد لیا جائے تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ خدا کے نزدیک وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو بحالت رکوع اور بحالت نماز صدقہ اور خیرات کرتے ہیں تو لازم آئے گا کہ حالت رکوع اور حالت نماز میں صدقہ دینا بہ نسبت خارج صلوٰۃ کے زیادہ موجب فضیلت اور موجب اجر ہو حالانکہ نہ کوئی سنی اس کا قائل ہے اور نہ کوئی شیعی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ مضارع کا صیغہ (وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ) استمرار پر دلالت کرتا ہے لہٰذا شیعوں کو یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ برابر حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے تھے۔
نیز شیعہ اور سنی سب کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ حضرت علیؓ فقیر و درویش تھے ان کے پاس کبھی اتنا مال ہی نہیں ہوا جس پر زکوٰۃ واجب ہو البتہ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمان غنیؓ مالدار تھے ان پر زکوٰۃ واجب تھی پس جس پر زکوٰۃ ہی نہ ہو تو وہ بحالت رکوع کیسے برابر زکوٰۃ ادا کرتا رہا نیز اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ حالت رکوع میں زکوٰۃ دینا موالاۃ یعنی محبت اور دوستی کی شرط ہے جو حالت رکوع میں برابر زکوٰۃ ادا کرتا ہو اُس سے تو دوستی کرنی چاہیئے ورنہ نہیں لہٰذا شیعوں کے قول کی بنا پر حضرت سیدہؓ اور سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت سے محبت نہ کرنی چاہیئے اسلیئے کہ اُن سے بحالت رکوع زکوٰۃ ادا کرنا کہیں ثابت نہیں پھر نہ معلوم کہ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ کے ساتھ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ کی قید اتفاقی ہے یا احترازی ہے کہ حالت قیام اور حالت سجود میں اگر کوئی زکوٰۃ اور خیرات دے تو اس کا کیا حکم ہے وہ مستحق موالاۃ کا ہے یا نہیں حضرات شیعہ بتلائیں کہ اس سے موالاۃ کی جائے یا نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بحالت رکوع زکوٰۃ اور صدقہ خیرات ثابت نہیں لہٰذا شیعوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی موالاۃ نہ کی جائے کیونکہ آپ کے زعم کے مطابق حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم میں موالاۃ کی شرط موجود نہیں

(چہارم) یہ کہ اگر اس آیت میں ولایت سے امارت اور حکومت کے معنی ہوتے تو اخیر آیت میں اللہ تعالیٰ اس طرح نہ فرماتے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہو جائیں گے کہ "جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر حاکم ہو جائے اور ان کے امور میں متصرف ہو جائے" اور یہ معنی عقلاً و نقلاً محال ہیں بلکہ کلام اس طرح ہوتا وَمَنْ يَّتَوَلّٰى عَلَيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یعنی جب تم پر اللہ اور اس کا رسول اور اہل ایمان حاکم اور متصرف ہو جائیں الخ کیونکہ تولی بمعنی حکومت کا صلہ علیٰ آتا ہے ایسی صورت میں تولی بلا واسطہ متعدی نہیں ہوتا جو شخص لوگوں پر حاکم ہو جائے تو وہاں تولّیٰ علیہم بولا جائے گا تو لاہ اور تو لاہم نہیں کہا جائے گا۔

(پنجم) یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بندوں کا ولی بمعنی امیر اور خلیفہ ہے حق جل شانہٗ کی بابت لفظ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین زبان پر لانا غایت درجہ گستاخی اور کمال ابلہی ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے بایں معنی کہ اہل ایمان کا محب ہے اور کافروں کا دشمن ہے کما قال تعالیٰ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ

یہ تمام تفصیل خلاصہ ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام کا جو موصوف نے منہاج السنۃ از ص۳ ج۴ تا ص۹ ج۴ میں فرمایا ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں اور منہاج السنۃ کی تلخیص مسمی بہ منتقی للحافظ الذہبی از ص۴۱۸ تا ص۴۲۲ دیکھیں

علاوہ ازیں یہ امر بھی تو قابل غور ہے کہ حضرت علیؓ ان روافض سے زیادہ تفسیر قرآن سے باخبر تھے اگر یہ آیت حضرت علیؓ کے خلافت بلافصل کے بارہ میں نازل ہوئی تھی تو کم از کم ایک مرتبہ تو اپنی زندگی میں کسی محفل میں فرماتے کہ یہ آیت میرے بارہ میں نازل ہوئی اور تقیہ کا عذر اس لیے درست نہیں کہ شیعہ بالاتفاق یہ روایت کرتے ہیں کہ یوم شوریٰ میں حضرت علیؓ نے اپنے خلافت کے لیے خبر غدیر اور خبر مباہلہ اور اپنے فضائل اور مناقب کو ذکر کیا مگر اپنی امامت اور خلافت کے اثبات کے لیے آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ الخ کو ذکر نہیں فرمایا تفسیر کبیر ص۴۳۲ ج ۳۔

(۵) حق جل شانہٗ نے اس آیت میں مرتدین سے جہاد و قتال کی ہدایت فرمائی اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول ارتداد کی تعریف کر دی جائے۔

ارتداد کی تعریف ارتداد کے معنی لغت میں رجوع یعنی لوٹ جانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ارتداد کے معنی اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جانے کے ہیں چنانچہ امام راغبؒ مفردات ص۱۹۲ میں لکھتے ہیں ھو الرجوع من الاسلام الی الکفر یعنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ارتداد ہے۔

محمد علی لاہوری مرزائی اپنے ایک پمفلٹ میں لکھتا ہے کہ ارتداد یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے

اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کر کے پھر اُس سے انکار کر دے اور کہدے کہ آپ رسول نہیں۔

سو جاننا چاہیئے کہ مرزا محمد علی لاہوری نے ارتداد کی یہ تعریف مرزائیوں کے ارتداد کی پردہ پوشی کے لیے کی ہے کہ کسی مرزائی اور قادیانی پر ارتداد کی تعریف صادق نہ آئے اس لیے کہ ہر مرزائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بظاہر اقرار کرتا ہے لیکن خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ انکار رسالت کے فقط یہ معنی نہیں کہ زبان سے یہ کہدے کہ میں محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو اللہ کا رسول نہیں مانتا بلکہ جو شخص آپؐ کی بنوت و رسالت کا انکار کرے اور یہ کہے کہ میں آپ کو رسول نہیں مانتا جس طرح یہ منکر رسالت ہے اسی طرح جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی قطعی فرمان کا انکار کر دے وہ بھی منکر رسالت ہے مثلاً کوئی شخص پورے قرآن کا انکار کرے یا قرآن کی ایک سورت کا انکار کرے یا کسی سورت کی ایک آیت کا مثلاً خاتم النبیین والی آیت کا انکار کرے یا حدیث لا نبی بعدی کا انکار کر دے وہ بھی منکر رسالت ہے ارتداد کے معنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کوئی مسلمان صراحۃً اسلام سے انکار کر بیٹھے (۲) دوسرے یہ کہ زبان سے تو اسلام کا اقرار کرے مگر اسلام کے بعض قطعی احکام کا انکار کر دے دونوں صورتوں میں یہ شخص مرتد ہو جاتا ہے یعنی اسلام سے نکل کر کفر میں جانے والا ہو جاتا ہے زبان سے اسلام کا نام لینا اور اسلام کا کلمہ پڑھنا اور پھر شریعت کے کسی حکم قطعی کا انکار کر دینا یہ بھی در پردہ انکار رسالت ہے کما قال تعالیٰ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ یہ لوگ آپؐ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم خدا کی آیات اور اس کے احکام کا انکار کرتے ہیں۔

جو شخص نصوص قطعیہ اور صریحہ میں نامعقول تحریفات اور ناقابل قبول تاویلات باطلہ کرتا ہو اور زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو اصطلاح شریعت میں اس کا نام الحاد اور زندقہ ہے اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو ارتداد کا حکم ہے لہٰذا جو شخص ختم نبوت کے قطعی اور یقینی عقیدہ کو تسلیم نہ کرے وہ بلاشبہ منکر رسالت ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے قرآن کی ایک آیت اور ایک حدیث متواتر کا انکار در پردہ قرآن کے وحی الٰہی ہونے کا انکار اور آنحضرتؐ کے صداقت اور رسالت کا انکار ہے اگر کسی حکومت کی رعایا بن جانے کے بعد قانون شکنی کرے اور ساتھ ہی ساتھ زبان سے حکومت کی وفاداری کا کلمہ بھی پڑھتا رہے تو حکومت اس سے اغماض نہیں کر سکتی اور وہ اس زبانی وفاداری سے پھانسی اور حبس دوام کی سزا سے نہیں بچ سکتا ہر حکومت کی نظر میں قانون شکنی اور بغاوت فتنہ اور فساد ہے جس کا انسداد حکومت کا فریضہ ہے اسی طرح کفر اور ارتداد قانون شریعت کی نظر میں فتنہ اور فساد ہے اور اسی فتنہ کے انسداد کے لیے جہاد کا حکم نازل ہوا ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ۔

(۶) آیت قتالِ مرتدین اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ مرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے اور قتلِ مرتد خدا تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب ہے کہ مرتدین سے قتال کرنے والوں کو حق تعالیٰ نے اپنا محب اور محبوب اور اپنا آوردہ فرمایا ہے اور حدیث مشہور میں ہے من بدّل دینہ فاقتلوہ (یعنی جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر اس کے بدلہ دوسرا دین اختیار کرے تو اس کو قتل کر ڈالو) اور اسی پر تمام صحابہ و تابعین کا اجماع ہے اور خلفاء راشدین اور سلاطین اسلام کی یہ سنت ہے۔

تفصیل اگر درکار ہو تو اس ناچیز کا تالیف کردہ رسالہ احسن البیان فی تحقیق الکفر والایمان کو دیکھیں جس میں قتل مرتد کے مسئلہ پر مفصل کلام کیا ہے

(۷) قتل مرتد پر مدعیان تہذیب کا اعتراض

آج کل کے مدعیان تہذیب قتل مرتد کو وحشت اور بربریت بتلاتے ہیں مگر قتل مرتد پر اعتراض کرنے والے بھی عجب نادان ہیں یہ لوگ ایک معمولی بادشاہ اور صدرِ جمہوریہ کی بغاوت پر ہر قسم کی بربادی اور بمباری فقط جائز ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس کو عین سیاست اور عین حکمت اور فرائض سلطنت اور حقوق مملکت سے سمجھتے ہیں حالانکہ وہ صدر جمہوریہ اُن عوام کے ووٹوں سے صدر بنا ہے جن میں اکثریت جاہلوں کی ہے اور اُن عورتوں کے ووٹ بھی ان میں شامل ہیں جو آئے دن اغواء کا شکار ہوتی رہتی ہیں ایسے صدر جمہوریہ کے باغیوں اور اس کی اطاعت سے مرتد ہونے والوں کے لیے سخت سے سخت سزا ان روشن خیالوں کے نزدیک بالکل درست ہے اور احکم الحاکمین سے بغاوت کرنے والوں اور اسکی اطاعت سے مرتد ہونے والوں اور اُس کے خلفاء اور وزراء یعنی انبیاء و مرسلین سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے والوں سے جہاد و قتال خلافِ تہذیب اور خلافِ انسانیت ہے ع۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

(۸) مارشل لاء حکومت کے مُرتدین کیلئے ہے

مارشل لاء کا قانون حکومت سے مرتد ہونے والوں کے لیے ہے اور تمام مغربی قومیں اس کے جواز پر متفق ہیں لیکن شریعت الٰہیہ کے مرتدین کے لیے سزائے قتل کے نام سے ناک منہ چڑھاتے ہیں۔

چند سال ہوئے کہ پاکستان میں مارشل لاء کی عدالت سے یہ حکم جاری ہوا کہ مارشل لاء کے احکام

پر کسی کو تبصرہ اور رائے زنی کی اجازت نہ ہوگی تو اس ناچیز کی زبان سے یہ دو شعر نکلے۔

مارشل لا چہ بود اے ارجمند :: چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
حکم فانی را چو شد ایں حرمتے :: حکم باقی را بداں چوں رفعتے

افسوس اور صد افسوس کہ مجازی اور فانی حکومت کے صدر سے بغاوت اور اس کی اطاعت سے ارتداد پر مارشل لاء کا قانون تو ان مدعیان تہذیب کے نزدیک قابل آفرین و تحسین ہو مگر جس خدائے احکم الحاکمین نے بندوں کو وجود اور حیات اور عقل اور ادراک عطاء کیا اس کے دین سے اور اس کے نازل کردہ قانون شریعت سے مرتد ہونے والوں کے لیے سزائے قتل ان لوگوں کے نزدیک خلاف تہذیب ہو جائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مدعیان تہذیب کے نزدیک بندوں پر خدا وند ذوالجلال کا اتنا بھی حق نہیں جتنا کہ ایک صدر جمہوریہ کا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ من سوء الفہم مارشل لاء سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ملک اور سلطنت بغاوت اور فتنہ و فساد کے جراثیم سے محفوظ ہو جائے اسی طرح سمجھو کہ قتل مرتد کے حکم سے شریعت کا مقصد یہ ہے کہ اسلام اور مسلمان کفر اور ارتداد کے جراثیم سے محفوظ ہو جائیں شریعت کی نظر میں مرتد اور ارتداد ایک مجسم فتنہ ہے جس سے کمزور اور سادہ لوح مسلمانوں کے خیالات میں تشویش پیدا ہونے کا خطرہ ہے اس لیے قتل مرتد سے بقیہ ایمانداروں کے ایمان کی حفاظت مقصود ہے جو اسلامی حکومت کا اولین فریضہ ہے مرتد کے قتل کا حکم اس لیے دیا گیا کہ ارتداد کے جراثیم دوسروں تک متعدی نہ ہو سکیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس آیت سے یہ امر صراحۃً معلوم ہو گیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اور بے شمار احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

(۱) حدیث میں ہے من بدل دینہ فاقتلوہ رواہ البخاری و ابو داؤد و الدار قطنی عن ابن عباسؓ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے اس کو قتل کر ڈالو) یہ حدیث مشہور ہے اور اس حدیث کے علاوہ دیگر احادیث صحیحہ میں اسی طرح آیا ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے وہ قابل گردن زدنی ہے خواہ وہ برسر پیکار رہو یا نہ ہو مرتد ارتداد کی وجہ سے واجب القتل ہے نہ کہ برسر پیکار ہونیکی وجہ سے

(۲) ابو موسیٰ اشعریؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے والی یمن تھے ایک مرتبہ ان کی ملاقات کیلئے معاذ بن جبلؓ انکے پاس گئے دیکھا کہ ان کے پاس ایک مرتد شخص قید کر کے لایا گیا معاذ بن جبلؓ نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے معلوم ہوا کہ یہ مرتد ہے اسلام کو چھوڑ کر یہودی بن گیا ہے اس پر معاذ بن جبلؓ نے فرمایا لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ ثلاث مرات فامر بہ فقتل (بخاری و مسلم و ابو داؤد و النسائی و احمد)

رہیں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس کو قتل نہ کیا جائے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے تین مرتبہ یہی کہا چنانچہ اس کو قتل کیا گیا) صحیح بخاری وغیرہ

(۳) حضرت عثمان غنیؓ جب اپنے گھر میں محصور تھے اور باغی اور مفسد اُن کو قتل کرنا چاہتے تھے تو اس وقت عثمان غنیؓ نے دیوار پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کا قتل اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس سے ان تینوں کاموں سے کوئی کام سرزد نہ ہو جائے وہ تینوں کام یہ ہیں زنا بعد احصان وکفر بعد اسلام وقتل النفس بغیر حق (شادی کے بعد زنا کرنا اور اسلام کے بعد کافر اور مرتد ہو جانا اور کسی کو ناحق قتل کر دینا) نسائی و ترمذی وابن ماجہ)

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی ایک جماعت کے متعلق یہ ارشاد فرمایا اینما لقیتموھم فاقتلوھُم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامۃ بخاری ومسلم وغیرہما (یعنی ان کو (مرتدین) کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو اس لیے کہ ان کے قتل میں قیامت کے دن بڑا ہی اجر عظیم ملے گا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مرتدین اور زنادقہ کو آگ میں جلایا کرتے تھے دیکھو صحیح بخاری۔

(۵) قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے اور بعد میں مرتد ہو گئے آپؐ نے اُن سب کے قتل کا حکم دیا یہ روایت بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح میں مذکور اور مشہور ہے۔

ایک شبہ

بعض آزاد منش اور مرزائی جو قتل مرتد کے منکر ہیں وہ اپنے استدلال میں یہ پیش کرتے ہیں کہ بعض آیات میں مرتدین کے حبط اعمال اور آخرت میں غضب اور لعنت اور عذاب کا تو ذکر ہے مگر قتل کا ذکر نہیں

جواب

یہ بہانہ ہے قتل عمد کی سزا اسلام میں بالاجماع قتل ہے مگر قرآن میں جس جگہ قتل عمد کا حکم بیان فرمایا وہاں فقط اخروی عذاب کا ذکر فرمایا قصاص کا ذکر نہیں فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۝ یعنی جو شخص کسی کو عمدًا اور قصدًا قتل کر دے تو آخرت میں اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور خدا نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے غالبًا کسی مرزائی کو اس میں تردد نہ ہوگا کہ قتل عمد کی سزا اسلام میں قتل ہے حالانکہ اس آیت میں مسلمان کے قتل عمد پر فقط غضب اور لعنت اور عذاب اخروی کا ذکر ہے قصاص کا ذکر نہیں اللہ تعالیٰ کسی جرم کے اخروی سزا اور اخروی عذاب کا ذکر فرماتے ہیں اور کسی جگہ دنیوی سزا کا ذکر

کرتے ہیں مسئلہ کا فیصلہ دونوں آیتوں کے ملانے سے ہوگا دنیوی سزا سے بچنے کے لیے فقط اخروی عذاب کا ذکر کرنا یہ سب حیلہ اور بہانہ ہے۔

(۹) خلفاء راشدین اور قتل مرتدین

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کا بھی یہی عمل رہا وہ مرتدین اور مدعیانِ نبوت کو قتل کرتے تھے صدیق اکبرؓ کا مرتدین کا قلع قمع کرنا احادیث اور سیر اور تاریخ سے مسلّم ہے اور یہ تمام واقعات جلال الدین سیوطیؒ کی تاریخ الخلفاء وغیرہ میں مذکور ہیں اور مرتدین اور مدعیانِ نبوّت کا قتل تمام صحابۂ کرام کے اجماع اور اتفاق سے ہوا ذرہ برابر اس میں نہ کسی کا خلاف ہے اور نہ کسی کو کبھی قتل مرتد کے بارہ میں کوئی شک ہوا اور نہ شُبہ پیش آیا۔

کیا قتل مرتد کیلئے محاربہ اور سلطنت کا مقابلہ شرط ہے

نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ امر صراحۃً ثابت ہوگیا کہ قتلِ مرتد کے لیے علت ارتداد ہے قرآن اور حدیث میں سزائے مرتد کے لیے کسی جگہ بھی محاربہ اور سلطنت سے مقابلہ اور برسرپیکار ہونے کی شرط نہیں جو شخص مرتد ہوجائے تو اس کی سزا قتل ہے خواہ وہ محاربہ کرے یا نہ کرے خلفاء راشدین نے ہر قسم کے مرتد کے قتل کا حکم دیا خواہ سلطنت سے محاربہ کرے یا نہ کرے قتل کی اصل علت سب جگہ ارتداد تھی نہ کہ محاربہ جو لوگ قتل مرتد کے لیے سلطنت کا مقابلہ شرط قرار دیتے ہیں یہ دھوکہ اور فریب ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا کے دین سے مرتد ہوجانا جائز ہے مگر قانون سلطنت سے مرتد اور منحرف ہوجانا اور سلطنت کا مقابلہ کرنا جرم عظیم ہے جو حکومت سے مرتد ہوجائے تو اس کا قتل تو واجب ہے اور عین حکمت اور عین مصلحت ہے اور عین سیاست ہے اور خدا کے دین سے ارتداد میں کوئی حرج نہیں معاذ اللہ معاذ اللہ جو لوگ قتلِ مرتد کے مسئلہ کو یہ کہہ کر اڑانا چاہتے ہیں کہ اسلام میں قتلِ مرتد کا جو حکم آیا ہے اُس سے وہ مرتدین مراد ہیں جو حکومت اور سلطنت کے مقابلہ اور محاربہ پر آمادہ ہوں ان لوگوں کو چاہیے کہ آنکھیں کھولیں اور نصوصِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور خلفائے راشدینؓ اور سلفِ صالحینؒ اور شاہانِ اسلام کے عمل کو دیکھیں کہ ہر زمانہ میں بادشاہ اسلام نے زمانہ کے علماء کے اتفاق اور اجماع سے مرتدین کو ارتداد کی وجہ سے قتل کیا اور اسی پر تمام ائمہ اسلام کا اتفاق ہے۔

(خلاصۂ کلام) یہ کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کے مسلّمات اور اجماعیات اور قطعیات اور

بدیہیات میں سے ہے جس کے بیان سے تمام کتب تفسیر و حدیث اور دواوین فقہیہ اور کتب تاریخیہ بھری پڑی ہیں ایسے قطعی اور اجماعی مسئلہ کا انکار بھی کفر اور ارتداد ہے خوب سمجھ لو اور ملاحدہ اور زنادقہ کے وسوسوں سے شبہ میں مت پڑو، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ

اے ایمان والو رفیق نہ پکڑو

اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ

ایسوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارا دین ہنسی اور کھیل وہ جو

أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ

کتاب دیئے گئے تم سے پہلے اور وہ جو کافر ہیں

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ

اور ڈرو اللہ سے اگر تم یقین رکھتے ہو اور جس وقت پکارو

إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

نماز کو اس کو ٹھہرا دیں ہنسی اور کھیل یہ اس واسطے کہ وہ

قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ

لوگ بے عقل ہیں تو کہہ اے کتاب والو کیا بیر ہے تم کو

تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا

ہم سے مگر یہی کہ ہم یقین لائے اللہ پر اور جو ہم کو اترا اور

وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾

جو اترا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں

ع ۶

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ
تو کہہ میں تم کو بتاؤں ان میں کس کی بری جگہ ہے اللہ کے
اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ
ہاں وہی جس کو اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب ہوا اور بعضے
مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ
ان میں بندر کیے اور سور اور پوجنے لگے شیطان کو
أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾
وہی بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بہکے سیدھی راہ سے
وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ
اور جب تم پاس آویں کہیں ہم یقین لائے اور منکر ہی آئے تھے
وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا
اور اسی طرح نکلے اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا
يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي
رہے تھے اور تو دیکھے بہت ان میں دوڑتے ہیں
الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا
گناہ پر اور زیادتی پر اور حرام کھانے پر کیا برے کام ہیں
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَ
جو کر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور
الْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ
ملا گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیا برے

بِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ

عمل ہیں جو کر رہے ہیں اور یہود کہتے ہیں

اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ

اللہ کا ہاتھ بندھ گیا انہی کے ہاتھ باندھے جاویں اور لعنت ہے ان کو اس

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَ

کہنے پر بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور

لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

اس حکم سے جو تجھ کو اترا تیرے رب کی طرف سے

طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ

ان کو بڑھے گی شرارت اور انکار اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور

الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا

بیر قیامت کے دن تک جب آگ سلگاتے ہیں

لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ

لڑائی کے واسطے اللہ اس کو بجھاتا ہے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد

وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾

کرتے اور اللہ نہیں چاہتا فساد کرنے والوں کو

اِعادۂ حکمِ سابق بعنوانِ دیگر

قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا ..... الیٰ ..... وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

(ربط) اس آیت میں دوسرے عنوان سے حکم سابق کا اعادہ ہے اور کفار کی محبت اور دوستی سے

ممانعت کی جاتی ہے مگر عنوان دوسرا ہے جس میں ان کی شرارتوں اور قباحتوں کو بیان کرتے ہیں مثلاً شعائر اسلام اذان وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں اور مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں اخیر رکوع تک اُن کے قبائح اور فضائح کو بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایسے لوگوں سے ہرگز ہرگز دوستی روا نہیں تاکید کے لیے حکم سابق کا اعادہ فرمایا اور تدریج سے اُن کی شرارتوں اور قباحتوں کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور جن پر خدا کا غضب نازل ہوا اور کچھ لوگ ان میں کے سور اور بندر کی شکل میں مسخ کیے گئے اور یہ ایسے بُرے لوگ ہیں کہ کسی طرح لائق دوستی نہیں

گذشتہ آیات میں خاص یہود اور نصاریٰ سے موالات کی ممانعت تھی اور اس آیت میں عام کفار سے موالاۃ کی ممانعت ہے جس میں یہود اور نصاریٰ کے علاوہ مشرکین اور منافقین بھی داخل ہیں گویا کہ یہ حکم حکم سابق کا تتمہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ دین کی عزت و حرمت کو پورا پورا ملحوظ رکھو اور اس کی پوری حفاظت کرو اور دشمنان دین کی جو دین کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اُن کی موالاۃ اور دوستی کے ساتھ دین محفوظ نہیں رہ سکتا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ اے ایمان والو جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے یعنی جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی یہود اور نصاریٰ اُن کو اور دوسرے کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان دار ہو اس لیے کہ اندیشہ یہ ہے کہ ان کی دوستی سے تمہاری اصلی دولت اور سعادتِ ابدیہ کا سرمایہ یعنی ایمان و اسلام نہ ضائع ہو جائے اور جب تم لوگوں کو اذان کے ذریعہ نماز جیسی افضل العبادات اور اکمل القربات کی طرف پکارتے ہو تو وہ اس عبادت کو جس میں نماز اور اذان دونوں آگئیں ہنسی اور کھیل بناتے ہیں یہ اس واسطے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں نماز اور اذان کی حقیقت نہیں سمجھتے اور بے عقل آدمی لائق محبت نہیں اگر ان کو ذرا عقل ہوتی تو سمجھتے کہ خالق کی عبادت اور بندگی اور اس کی تعظیم و تکبیر اور اس کی توحید کا اظہار و اعلان جس کی تمام کتُب سماویہ اور انبیاء سابقین کی شریعتیں مُصدّق ہیں کسی طرح قابل استہزاء اور تمسخر نہیں جب مسلمان اذان دیتے اور نماز پڑھتے تو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اس کی ہنسی اڑاتے یہ دیکھتے کہ یہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں خدا کرے کبھی کھڑے نہ ہو سکیں اور نماز پڑھنے لگے ہیں خدا کرے نہ پڑھ سکیں پھر اس پر قہقہہ لگاتے اور جب مسلمان رکوع اور سجدہ میں جاتے تو ہنستے اور ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اور مدینہ میں ایک نصرانی تھا جب وہ موذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ سنتا تو یہ کہتا اللہ جھوٹے کو آگ میں جلائے ایک رات اُس کی خادمہ آگ لا رہی تھی اور وہ نصرانی اور اس کے گھر والے پڑے سو رہے تھے اتفاق سے اس کے ہاتھ میں سے اُس آگ میں کا ایک شرارہ اڑ کر کہیں جا پڑا جس سے وہ گھر اور وہ نصرانی اور اس کے سب گھر والے جل کر خاکستر ہو گئے اس کی دعا کے مطابق خدا نے جھوٹے کو جلا دیا۔

اور خدا تعالیٰ نے یہ دکھلا دیا کہ صادق امین کو جھوٹا بتلانے والا دوزخ میں جانے سے پہلے ہی کس طرح آگ میں جلایا جا سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ خداوند ذوالجلال کی بندگی اور اس بندگی کی طرف دعوت اور اعلان جو دنیوی اور اخروی خیر پر مشتمل ہے اور ہر دین میں اس کا بہتر ہونا مسلّم ہے اس کا مذاق اڑانا یہ اُن کی بے عقلی کی دلیل ہے

وکم من عائب قولاً صحیحا ❊ وآفته من الفهم السقيم

آپ ان لوگوں سے جو نماز اور اذان جیسی بہترین عبادت اور دعوت خیر و صلاح و فلاح کی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں یہ کہہ دیجیے اے اہل کتاب تم ہم میں سوائے اس کے کیا عیب پاتے ہو کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور اُس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو اس سے پہلے نازل ہوئیں یعنی ہم تمہاری طرح انبیاء میں تفریق نہیں کرتے اور یہی کہ تم میں کے اکثر بدکار ہیں اور اطاعت خداوندی سے خارج ہیں یعنی تم جو ہمارے دین پر ہنستے ہو تو اس میں کیا عیب پاتے ہو ہمارے دین کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام شریعتوں کا لب لباب اور تمام حکمتوں کا عطر ہے اور اُن تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم سے پہلے نازل ہوئیں کیا یہ کوئی عیب کی بات ہے جو تم اس پر ہنستے ہو وَاَنَّ اَکۡثَرَکُمۡ فٰسِقُوۡنَ کا مطلب یہ ہے کہ تم ہم میں سوائے اس کے اور کیا عیب پاتے ہو کہ تم طریق مستقیم سے ہٹ گئے ہو توحید کے بجائے تثلیث کے قائل ہوگئے اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا لیا اور اللہ کی کتابوں میں تم نے تحریف کر ڈالی اور ان معایب کو کمالات سمجھ لیا اس لیے اچھی باتیں تم کو بری معلوم ہوتی ہیں ورنہ واقع میں ہم میں اور ہمارے دین میں کوئی عیب نہیں ہے چونکہ تم بدکار ہو اور ہم تمہاری بدکاری سے علیحدہ ہیں اس لیے ہم تمہاری آنکھوں میں کھٹکتے ہیں تمہیں اپنے عیبوں پر تو نظر نہیں اور ہمارے کمالات اور محاسن تم کو عیوب نظر آتے ہیں اہل تثلیث اور اہل تجسیم کو اہل توحید اور اہل تنزیہ پر طعن و تشنیع کرنے کا کہاں سے حق حاصل ہوا۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ❊ عیب نماید ہنرش در نظر

خلاصۂ کلام یہ کہ وَاَنَّ اَکۡثَرَکُمۡ فٰسِقُوۡنَ کا مطلب یہ ہے کہ تم نے معاملہ برعکس کیا ہوا ہے تمہیں اپنا فسق اور طریق مستقیم سے انحراف تو معیوب نہیں معلوم ہوتا اور مسلمانوں کا طریق مستقیم پر چلنا اور خدا کی بندگی کرنا اور اس کی عظمت اور کبریائی اور توحید کی اذان اور اعلان تم کو معیوب نظر آتی ہے کیا یہ کمال ابلہی اور انتہائی دیدہ دلیری نہیں۔

اب اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ یہود و نصاریٰ کے معایب اور اُن کے مضحکہ انگیز اقوال و افعال و حرکات کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں (اے نبی) آپ ان لوگوں سے جو مسلمانوں کو برا کہتے

ہیں اور اُن کے دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں یہ کہدیجئے آؤ میں تم کو ایسی قوم کا پتہ بتلاتا ہوں
جو خدا کے نزدیک باعتبار جزاء اور سزا کے اس سے زیادہ برے ہیں یعنی تم اس دین اسلام اور مسلمانوں
کو برا سمجھتے ہو آؤ میں تم کو اس سے بھی برا بتاؤں جن کو اللہ کے یہاں بُرا بدلہ ملے گا وہ لوگ جن پر
اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب نازل کیا اور ان میں سے بعضوں کو بندر اور بعضوں کو سور بنا دیا
اور جنہوں نے شیطان اور معبود باطل کی پرستش کی مثلاً جن لوگوں نے گوسالہ کو معبود بنایا یعنی واقعی
بُرے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان پر اپنا غضب نازل کیا اور اُن کی نافرمانیوں
کی بناء پر اُن کو بندر اور سور کی شکل میں مسخ کیا اور جنہوں نے گوسالہ پرستی یا بت پرستی کی یہی
لوگ باعتبار مقام اور مکان یعنی مرتبہ اور ٹھکانہ کے بدترین خلائق ہیں اور سب سے زیادہ سیدھے
راستہ سے بہکے ہوتے ہیں بلحاظ مکان بمعنی مرتبہ بھی سب سے برے ہیں اور مکان بمعنی جگہ بھی
سب سے بُرے ہیں اس لیے کہ اُن کا مکان دوزخ ہے. جو سب سے بُرا مکان ہے لہٰذا تمہارے
طعن اور استہزاء کی مستحق ایسی قوم ہو سکتی ہے جس کا یہ حال بیان کیا گیا اور وہ قوم خود تم ہی ہو نہ
کہ مسلمان یہود میں سے جن لوگوں نے باوجود صریح ممانعت کے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کیا
اور وہ بندر اور سور بنا دیئے گئے تھے جس کی تفصیل انشاء اللہ سورۃ اعراف میں آئے گی اور
اے مسلمانو ان استہزاء کرنے والوں میں سے بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب تمہارے پاس
آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر تمہاری مجلس میں داخل ہوئے
تھے اور اسی کفر کے ساتھ تمہاری مجلس سے نکل کر واپس چلے گئے ہیں یہ لوگ ایک لمحہ کیلئے بھی
ایمان میں داخل نہیں ہوئے ان کا آمنّا کہنا بالکل جھوٹ ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو
دلوں میں کفر اور نفاق چھپائے ہوئے ہیں یہ آیت منافقین یہود کے بارہ میں نازل ہوئی جو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر جھوٹ موٹ یہ کہہ دیتے کہ ہم آپ پر ایمان رکھتے ہیں
اور آپ کے دین سے راضی ہیں اور دل میں ان کے کفر بھرا ہوا ہوتا تھا۔ اور اے نبی آپؐ ان
یہود میں سے بہت سے لوگوں کو گناہ اور ظلم و زیادتی اور حرام خوری یعنی رشوت میں دوڑتا ہوا
دیکھیں گے کہ دوڑ دوڑ کر ان چیزوں کی طرف جاتے ہیں اور بصد شوق اور رغبت گناہوں کی طرف
جھپٹتے ہیں اور حرام مال پر گرے پڑتے ہیں البتہ بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں یہ حال
تو اُن کے عوام کا تھا اب آگے اُن کے خواص کا حال بیان کرتے ہیں کیوں نہیں منع کرتے
اُن کو خدا پرست یعنی درویش اور عالم گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیا ہی برا ہے
وہ کام جو یہ خدا پرست اور عالم کرتے ہیں یعنی علماء اور فقراء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو برے کاموں
سے روکیں مگر وہ لوگ خاموش ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے یہ بہت برا کام ہے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگلے لوگ جو برباد ہوئے تو اس کی

وجہ یہ ہے کہ انہوں نے برے کام اختیار کیے اور ان کے علماء نے انہیں منع نہ کیا حضرات اہل علم تفصیل کے لیے امام غزالیؒ کی احیاء العلوم باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر دیکھیں۔

بارگاہِ خداوندی میں یہود کی گستاخی کا ذکر اور اُس کا رد

اب آگے یہ بتلاتے ہیں کہ یہود کی جسارت مخلوق سے گذر کر خالق کی حد تک پہنچ چکی ہے اور بارگاہِ ربوبیت میں گستاخی کرنے سے بھی اُن کو باک نہیں رہا خداوند ذوالجلال کی شان میں ایسے واہی تباہی الفاظ بک دیتے ہیں کہ جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں کبھی کہتے اِنَّ اللّٰہَ فَقِیۡرٌ وَّنَحۡنُ اَغۡنِیَآءُ اور کبھی یہ الفاظ منہ سے نکلتے ہیں یَدُ اللّٰہِ مَغۡلُوۡلَۃٌ خدا کا ہاتھ بندھ گیا یعنی معاذ اللہ خدا بخل کرنے لگا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہود کو ہر طرح کی فارغ البالی اور عیش وعشرت عطا کر رکھی تھی جب انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور آپ کو جھٹلایا تو خدا تعالیٰ نے اُن کی روزی تنگ کر دی اس وقت فنحاص بن عازوراء نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہود بے بہبود یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی اللہ بخل کرنے لگا ہے گویا کہ اُس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے معاذ اللہ۔ خدا تو اس سے پاک اور منزہ ہے انہیں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں یعنی وہی خیر سے محروم کر دیئے گئے اللہ تو جواد اور کریم مطلق ہے اُس کے خزائن غیر محدود اور اس کا جود اور کرم لامتناہی ہے وہاں کسی چیز کی کمی نہیں ان کے تمرد اور طغیان کی پاداش میں حق تعالیٰ نے انکی جبلت میں ایسا جبن اور بخل ڈال دیا ہے۔ جس سے ان کے ہاتھ بالکل بند ہو گئے ہیں اور اس گستاخانہ قول کی بناء پر یہ لوگ خدا کی رحمت سے دور پھینک دیئے گئے ذلت اور مسکنت کی مہر لگا دی گئی اور ان کا یہ قول کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں یعنی وہ غایت درجہ کریم ہے دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے اور چونکہ وہ حکیم بھی ہے اس لیے جس طرح چاہتا ہے وہ خرچ کرتا ہے اُس کا جود وکرم حکمت اور مصلحت کے ساتھ ہے وہ جسکو چاہتا ہے فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی دیتا ہے کما قال تعالیٰ وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَلٰکِنۡ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ پس یہود کو جو تنگی پیش آئی ہے معاذ اللہ اس کی علت بخل یا فیضانِ جُود کی کمی نہیں بلکہ یہود بے بہبود کی معاندانہ تکذیب اور جحود کا وبال ہے جو ان کو چکھایا جا رہا ہے وہ قابض اور باسط ہے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتا ہے یہ اس کی حکمت اور مشیت ہے یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ اگر قبض ہے تو اُس کی حکمت قاہرہ اور باہرہ سے ہے اور اگر بسط ہے تو اس کی رحمت وافرہ سے ہے الغرض حق جل شانہ کا یہ قول بَلۡ یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ اس کے

دونوں ہاتھ کھلے ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غایت درجہ کریم ہے دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے اس کے جود وکرم کی کوئی حد اور نہایت نہیں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے اپنے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ دو ہاتھوں سے مہر اور قہر کا ہاتھ مراد ہے یعنی آج کل خدا کے مہر کا ہاتھ امت محمدیہ پر کھلا ہوا ہے اور قہر کا ہاتھ بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے جیسا کہ اگلی آیتوں میں اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

فائدہ جلیلہ اس قسم کی آیتیں جن میں خدا تعالیٰ کے منہ اور ہاتھ کا ذکر آتا ہے معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ بھی مخلوق کی طرح کوئی جسم ہے اور جسمانی اعضاء رکھتا ہے اس لیے کہ خداوند قدوس جسمانیت اور لوازم جسمانیہ سے پاک اور منزہ ہے سلف صالحین اور علماء محققین کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح خدا کی ذات اور وجود اور حیات اور علم اور سمع اور بصر وغیرہ تمام صفات بے چون وچگون ہیں اس کی ذات وصفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا کچھ نہیں بیان کی جاسکتی۔

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ∴ وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر ∴ ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

اس قسم کی آیات معلوم المعنی اور مجہول الکیف ہیں یعنی یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ید کے معنی ہاتھ اور وجہ کے معنی منہ کے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ خدا کا ہاتھ اور منہ کس طرح کا ہے معاذ اللہ اگر اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا ہو تو جسمیت اور تشبیہ لازم آئے گی لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی حیات اور سمع اور بصر اس کی شان اقدس کے لائق اور ہمارے ادراک اور بیان سے وراء الوراء ہے اسی طرح اس کی صفت ید اور صفت وجہ بھی دیگر صفات کی طرح بے مثل اور بے چون ہے اور اس سے وہی معنی مراد ہیں جو اس کی شان اقدس کے لائق ہوں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے لیے وجہ اور ید اور سمع اور بصر وساق اور قدم ثابت ہیں جیسے اس کی ذات والا صفات کے شایان شان ہیں اور اس کی حقیقت اور کیفیت کے درپے نہیں اور با ایں ہمہ وہ کسی بات میں مخلوقات کے مشابہ نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔

اور مسارعت فی الاثم اور اکل سحت کی وجہ سے ان کی فطرت اس درجہ فاسد اور خراب ہو چکی ہے کہ البتہ وہ قرآن جو تیرے پروردگار کی طرف سے لوگوں کی شفاء اور ہدایت کے لیے تیری طرف اتارا گیا ہے وہ ان میں سے بہتیروں کی نافرمانی اور سرکشی میں ترقی کا سبب بن جاتا ہے یعنی قرآن کریم تو شفاء اور ہدایت اور غذائے روح ہے مگر ان معاندین کی فطرت اس درجہ فاسد ہو چکی ہے کہ کلام الٰہی سنکر ان کو شفاء نہیں ہوتی بلکہ ان کی گمراہی اور سرکشی میں اور زیادتی ہو جاتی

ہے اگر غذائے صالح کسی فاسد المعدہ کے معدہ میں پہنچ کر اس کے مرض کو زیادہ کر دے تو اس میں غذائے صالح کا قصور نہیں مریض کے مزاج کی خرابی ہے یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ جب قرآن کی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں جس سے ان کے سابق کفر میں ایک اور جدید کفر کا اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔ اور ہم نے اہل کتاب کے حسد اور بغض اور عناد کی سزا میں ان میں باہم قیامت تک ظاہر میں عداوت اور باطن میں بغض ڈال دیا ہے یعنی ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان اور یہود کے مختلف فرقوں کے درمیان اور نصاریٰ کے مختلف فرقوں کے درمیان عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے جو قیامت تک ان میں رہے گی چنانچہ وہ جب کبھی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کیلئے لڑائی کی آگ سلگاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بجھا دیتا ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اُنکو کامیابی نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ یہودیوں کی تدبیروں کو چلنے نہیں دیتا۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں " اللہ نے ان میں اتفاق نہیں رکھا جب آگ سلگاتے ہیں لڑائی کی یعنی فتنہ انگیزی کرتے ہیں کہ آپس میں سب کو ملا کر مسلمانوں سے لڑیں سو اللہ بجھا دیتا ہے آپس میں پھوٹ جاتے ہیں،، (موضح القرآن) اور جب وہ لڑائی میں ناکام ہو جاتے ہیں تو اور طرح سے وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور اسلام کے مٹانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا اور اُن کی فتنہ پردازی پر ان کو سزا ضرور دیگا پوری سزا تو آخرت میں ملے گی البتہ بطور تنبیہ کے دنیا میں رزق کی تنگی میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ جاننا چاہیئے کہ اس مضمون کے بیان کرنے سے اس جگہ مقصود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی طرف سے اطمینان دلانا ہے کہ یہ دشمن لوگ کسی صورت بھی آپ کے مقابلہ میں کامیاب و فتحیاب نہیں ہو سکیں گے پس اگر یہ حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر یہ حکم عام ہے اور آپ کے ساتھ مخصوص نہیں تو پھر مطلب یہ ہے کہ جب تک مسلمان دین اسلام پر قائم رہیں گے اور اس کے رنگ میں رنگے رہیں گے اس وقت تک نصرتِ الٰہی کے مستحق رہیں گے اور جب اُن کے دشمن اُن کے خلاف آتش جنگ بھڑکائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُس کو بجھا دے گا لیکن اگر خدانخواستہ خود مسلمان ہی دین سے کنارہ کش ہو جائیں اور "مغضوب علیہم اور "ضالین" کے رنگ میں رنگے جائیں اور صرف نام کے مسلمان رہ جائیں تو ایسے نام کے مسلمانوں سے خدا کا وعدہ نہیں۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور ڈرتے

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ

تو ہم اتار دیتے ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ

نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ قائم رکھیں توریت

وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور انجیل کو اور جو اترا ان کو ان کے رب کی طرف سے

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ

تو کھاویں اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کچھ لوگ

۹ ع ۱۰ ۱۳ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

ان میں ہیں سیدھے اور بہت ان کے برے کام کر رہے ہیں

ترغیب اہل کتاب بایمان بر نبی آخر الزمان وذکر برکات ایمان

قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا ... الیٰ ..... وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ

اور ہاں اگر یہ اہل کتاب جو دین اسلام کی باتوں پر اپنی بے عقلی سے تمسخر کرتے ہیں خاتم النبیین پر ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے اور اپنی شرارتوں اور حرام خوری سے باز آجاتے جو ان کے حق میں تنگی رزق کا سبب بنی ہیں تو البتہ ہم اُن کے پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتے کیونکہ اسلام لانے سے اُس سے پیشتر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور البتہ ہم اُن کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے اور ان کی تنگی دور ہو جاتی اور اگر یہ لوگ توریت اور انجیل کو قائم کرتے یعنی بغیر تحریف و تبدیل کے اس کی ہدایات پر عمل کرتے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور نعمت کو نہ چھپاتے اور کتب سابقہ میں جو نبی آخر الزمانؐ پر ایمان

لاتے کا عہد لیا گیا ہے اس کو پورا کرتے اور اس کتاب کو بھی قائم کرتے جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن کی طرف نازل کی گئی ہے یعنی قرآن مجید پر عمل کرتے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توسط سے بنی اسرائیل اور اہل کتاب کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے یہ اس لیے فرمایا کہ اہل کتاب یہ خیال نہ کریں کہ قرآن صرف بنی اسمٰعیل کے لیے نازل ہوا ہے اور بنی اسرائیل اس کے مکلف اور مخاطب نہیں قرآن تمام عالم کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے جن میں اہل کتاب بھی داخل ہیں اور بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ سے قرآن مجید مراد نہیں بلکہ توریت اور انجیل کے علاوہ دیگر کتب سابقہ مراد ہیں جیسے زبور اور کتاب اشعیاء وغیرہ ان سب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور ظہور کی پیشین گوئی مذکور ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اہل کتاب توریت اور انجیل اور کتب سابقہ کی ہدایت پر عمل کرتے اور جس نبی آخر الزمانؐ کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اس پر ایمان لے آتے تو یہ اہل کتاب اس ایمان اور اتباع حق کی برکت سے بلاشبہ اپنے اوپر سے بھی روزی کھاتے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی روزی کھاتے یعنی آسمان سے پانی برستا اور زمین سے پیداوار ہوتی مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اہل کتاب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کی تکذیب نہ کرتے تو جس قحط میں یہ مبتلا ہیں اس میں مبتلا نہ ہوتے آسمان سے خوب بارشیں ہوتیں اور زمین سے خوب پیداوار ہوتی اور نہایت خوشحالی میں ہوتے چونکہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جن کی بشارت اور پیشین گوئی کتب قدیمہ میں تھی اور ان کو خوب معلوم تھی اس لیے خدا تعالیٰ نے ان کو سختی میں مبتلا کیا اُن کی یہ تنگی اُن کی خیانتوں اور قباحتوں کی نحوست ہے خداوند کریم کے فیض عام میں کوئی کمی نہیں خدا تعالیٰ کی طرف بخل کی نسبت گستاخی اور دیدہ دلیری ہے مگر بااینہمہ سب اہل کتاب برابر نہیں ان میں سے ایک گروہ جس نے دعوت حق کو قبول کیا اور اسلام میں داخل ہوا راہ راست پر چلنے والا ہے جیسے یہود میں عبد اللہ بن سلامؓ اور ان کے ہمراہی اور نصاریٰ میں نجاشی اور اس کے پیرو یہ گروہ اعتدال پر ہے جیسا کہ دوسری جگہ آیا ہے وَمِمَّنۡ خَلَقۡنَاۤ اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ لیکن ایسے لوگ قلیل ہیں اور اکثر ان میں وہ ہیں جو برے کام کرتے ہیں جیسے کعب بن اشرف اور تمام رؤسا یہود اور جو لوگ افراط اور تفریط کے ٹھیک درمیان میں ہیں اور اعتدال کی راہ پر ہیں وہ بہت قلیل ہیں

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَ

اے رسول پہنچا جو تجھ کو اترا تیرے رب سے اور

اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ

اگر یہ نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچائے گا

مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

لوگوں سے اللہ راہ نہیں دیتا منکر قوم کو

ازالۂ خوف ودہشت و وعدۂ حفاظت دربارۂ تبلیغ ودعوت

قال تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ..... الیٰ ... لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ

(ربط) یہود اور نصاریٰ کی خرابیاں بیان کرنے کے بعد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ آپ تبلیغ دین میں سعی بلیغ نہ کریں اور کسی دشمن کے خوف اور اندیشہ سے یا لوگوں کی دل شکنی کے خیال سے ہمارے کسی حکم یا کسی آیت کو اُن کے سامنے نہ پڑھیں اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور آپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہے آپ تو بے خوف وخطر دین خداوندی کی تبلیغ کریں حق جل شانہ نے جب موسیٰ علیہ السّلام کو حکم دیا کہ فرعون کو تبلیغ کریں تو طبعی طور پر اُن کو خوف دامنگیر ہوا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى تو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى اور موسیٰ علیہ السّلام کو اطمینان دلا دیا اسی طرح اس آیت میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیتے ہیں اور حفاظت کا اطمینان دلاتے ہیں تاکہ طبعی خوف کی وجہ سے تبلیغ میں اضمحلال نہ آئے چنانچہ فرماتے ہیں اے میرے (برگزیدہ) رسول جو کچھ تجھ پر تیرے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُس کو تم لوگوں تک پہنچا دو اور اگر بفرض محال آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام کچھ نہیں پہنچایا یعنی اگر بفرض محال آپ سے کسی ایک حکم کے پہنچ جانے میں بھی کوتاہی ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ نے فریضۂ رسالت کا حق ادا نہیں کیا اللہ کے سب حکموں کو پہنچانا ضروری ہے اس واسطے کہ بعض حکموں کو پہنچانا تبلیغ کو ضائع کرنا ہے اس لیے آپ بے خوف وخطر اللہ کے تمام حکموں کو پہنچایئے اور بے کھٹکے انہیں بیان کیجیے چنانچہ آپ نے تبلیغ احکام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور وفات سے دو ڈھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر ہزارہا عاشقانِ اسلام کے سامنے علیٰ رؤس الاشہاد یہ اعلان فرمایا اللّٰھم ھل بلغت اے اللہ تو گواہ رہ میں تیری امانت پہنچا چکا اور یہود اور مشرکین کی طرف سے اندیشہ نہ کیجیے وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اس لیے

کہ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا یعنی کوئی شخص آپ کو قتل نہیں کر سکے گا بے شک اللہ راہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو یعنی خدا اُن کو یہ قدرت نہیں دے گا کہ وہ تجھ کو ہلاک کر سکیں یا تیرے اوپر غالب آسکیں واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو کفار سے جو جسمانی تکلیفیں پہنچیں ہیں وہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے پہنچی ہیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی شخص آپؐ کو تکلیف نہیں پہنچا سکا جامع ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رات کو آپ کی پاسبانی اور نگہبانی کیا کرتے تھے جب آیت وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے قبہ سے اپنا سر نکال کر اُن سے فرمایا کہ اب تم میرے پاس سے چلے جاؤ اللہ میرا نگہبان ہے۔

مگر شیعہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں تبلیغ سے احکام دین کی تبلیغ مراد نہیں بلکہ حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کی تبلیغ مراد ہے اور اس بارہ میں ایک روایت بھی گھڑی ہے وہ یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب آخری حج سے واپس ہوتے ہوتے غدیر خم میں ٹھہرے تو یہ آیت نازل ہوئی اور آپؐ کو حکم ہوا کہ علیؓ کی خلافت کا اعلان کر دیجیے چنانچہ آپؐ نے سب صحابہ کو جمع کیا اور حضرت علیؓ کی خلافت کا اعلان بایں الفاظ کیا مَنۡ کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اصل آیت اس طرح تھی یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ان عَلِیًّا مولی المومنین یہ سب گپ ہے یہ آیت غدیر خم کے موقعہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ترمذی وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ صحابۂ کرام رات کے وقت آپ کی پاسبانی کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی آپ اسی وقت بالاخانہ سے باہر تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے اب کسی کی پاسبانی کی ضرورت نہیں اور حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ یہ آیت غدیر خم سے برسوں پہلے بوقت شب مدینہ میں نازل ہوئی۔

ذکر آیۃ اُولی الامر

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل اور عصمت ایمہ کے بارہ میں آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ کے بعد آیت اولی الامر کا نمبر ہے یعنی اس آیت کا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ علماء اہل سنت کے نزدیک اولی الامر سے علماء اور فقہاء اور حکّام اسلام مراد ہیں شیعہ کہتے ہیں کہ اولی الامر سے حضرت علیؓ اور حسنینؓ مراد ہیں اور بعض شیعہ یہ کہتے ہیں کہ اولی الامر سے بارہ امام مراد

ہیں یہ سب تحریف ہے اور علاوہ تحریف کے خود مذہب شیعہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آیت میں در صورتِ شبہۂ مخالفتِ شریعت اولی الامر سے نزاع کی اجازت ہے جو عصمت کے منافی ہے اور مذہب شیعہ میں ایمہ معصوم ہیں اُن سے کسی حال میں نزاع جائز نہیں آنکھ بند کرکے ان کی اطاعت فرض ہے۔

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا

تو کہہ اے کتاب والو تم کچھ راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو

التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

توریت اور انجیل اور جو تم کو اُتارا گیا تمہارے رب سے

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

اور اُن میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ کو اترا تیرے رب سے

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

شرارت اور انکار سو تو افسوس نہ کھا اس قوم منکر پر

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَ

البتہ جو مسلمان ہیں اور جو یہود ہیں اور صابئین اور

النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

غم کھاویں

اِبطالِ باطِل

قال تعالیٰ قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ ... الیٰ ... فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

(ربط) تبلیغ کا رُکنِ اوّل احقاقِ حق ہے اور رکنِ ثانی ابطالِ باطل ہے گذشتہ آیات میں اجمالاً احقاقِ حق تھا اب اس کے بعد اس آیت میں اجمالاً ابطالِ باطل کا بیان ہے پھر آئندہ آیات میں نصاریٰ کے عقیدۂ فاسدہ کا تفصیلاً ابطال ہے اور مقصود اہل کتاب کو اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب ہے کہ باطل کو چھوڑ کر حق کا اتباع کریں آپ ان یہود و نصاریٰ سے یہ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم جو اپنے آپ کو دین کے بارہ میں راہ حق اور ہدایت پر سمجھتے ہو خوب جان لو تم کسی راہ پر نہیں ہو چونکہ تم حق سے منحرف ہو چکے ہو اس لئے تم بمنزلہ بے راہ کے ہو تمہارا مذہب بالکل ہیچ ہے جس طریقہ پر تم ہو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کوئی چیز ہے لہذا یہی کہا جائے گا کہ تم کسی چیز پر بھی نہیں جب تک تم توریت اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کتاب کو قائم نہ کرو جو بواسطہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے یعنی قرآن کریم مطلب یہ ہے کہ جب تک تم توریت اور انجیل اور صحفِ انبیاء کے مطابق عمل نہ کرو گے اور اُن کی ہدایت کے مطابق نبی آخر الزمان پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کتاب کا اتباع نہ کرو گے جو نبی آخر الزمانؐ پر نازل ہوئی تو حقیقت میں تمہارا ایمان کچھ بھی نہیں نہ توریت وانجیل پر ہے اور نہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ہی پر جیسا کہ رجم اور قصاص کے بارہ میں گذر چکا اور ان لوگوں کا راہِ راست پر آنا بہت دشوار ہے حسد اور عناد کی وجہ سے ان کی فطرت اس درجہ خراب ہو چکی ہے کہ البتہ وہ کلام الٰہی جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیری جانب اتارا گیا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کو پہلے سے اور زیادہ کر دیتا ہے پس آپ ان معاندین اور منکرین کے ایمان نہ لانے پر کچھ افسوس نہ کیجئے کیونکہ ان کے کفر کا ضرر انہی پر ہے آپ ان کے کفر و عناد سے تنگ دل ہو کر فرائض میں کوئی کمی نہ کیجئے۔

قانونِ نجات

چونکہ یہود اور نصاریٰ کو یہ خیال تھا کہ ہم لوگوں کے سوا اور کوئی نجات نہ پائے گا اس لیے حق سبحانہ وتعالیٰ اُن کے اس خیال باطل کو رد فرماتے ہیں اور نجات اُخروی کا ایک عام قانون

جو اہل کتاب اور تمام اقوام عالم کو حاوی اور شامل ہے وہ بتلاتے ہیں وہ قانونِ نجات یہ ہے کہ جو شخص صحیح طور پر خدا تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان لائے اور نیک کام کرے نجات اُخروی اُس کو نصیب ہو جائے گی اور یہ قانون نہایت معقول اور منصفانہ ہے دنیا میں نجات کا یہی طریقہ ہے کہ حکومت کو مانو اور حلف وفاداری اٹھاؤ اور قانون کے مطابق عمل کرو اور اس معقول قانون سے نصاریٰ کا کفارۂ مزعومہ خود بخود باطل ہو جائے گا۔ بجائے مجرم کے بادشاہ کے اکلوتے بیٹے کو صلیب پر چڑھا دینے سے نجات کا عقیدہ رکھنا ایک احمقانہ اور مجنونانہ خیال ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ تحقیق نجات اخروی کا قانون ہمارے یہاں یہ ہے کہ جو لوگ ظاہری[1] طور پر مسلمان کہلاتے ہیں اور ایمان کے مدعی ہیں جیسے منافقین اور جو یہودی ہیں اور جو لوگ صابی ہیں یعنی ستارہ[2] پرست ہیں اور جو لوگ نصرانی ہیں یا اور کوئی مذہب رکھتا ہو ان میں سے کسی کے ایمان کا اعتبار نہیں صرف وہ لوگ دعوائے ایمان میں صادق ہیں جو قواعد شریعت کے مطابق اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں پس ایسے لوگوں کے ایمان کا اعتبار ہے ایسے ہی لوگوں کو اُخروی نجات نصیب ہوگی اور آخرت میں ان پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ غم ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ نجات اُخروی اور حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی کا معیار ایمان اور عمل صالح ہے پس جو قوم اپنے مقرب الٰہی یا کامیاب ہونے کا دعویٰ کرے اس کو اس کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے گا لہٰذا جب تک کوئی خداوند قدوس کے وجودِ باجُود اور اس کی وحدانیت اور اس کے صفات کمال اور اُس کے احکام اور قوانین اور اس کے سفراء و نائبین یعنی انبیاء و مرسلین پر اور روز جزاء پر ایمان نہ لائے اور اس کے حکم کے مطابق نیک کام نہ کرے اس وقت تک نعیم مقیم اور رضاء خداوندی اور فلاح ابدی سے ہمکنار ہونا ناممکن اور محال ہے یہ تمام چیزیں ایمان باللہ کے تحت داخل ہیں فرض کرو کہ ایک روشن خیال بادشاہ کو تو مانتا ہے مگر حکومت کے وزراء اور سفراء کی تکذیب اور توہین کرتا ہے تو کیا یہ حکومت کی تکذیب اور توہین نہیں اسی طرح سمجھ لو کہ جو شخص کسی نبی برحق کی تکذیب اور توہین کرتا ہے تو وہ درحقیقت خداوند احکم الحاکمین کی تکذیب و توہین کرتا ہے جس نے اس نبی کو اپنا خلیفہ اور سفیر اور نائب مقرر کر کے بھیجا ہے کما قال تعالیٰ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ سورۂ انعام رکوع ۴۔ یا فرض کرو کہ کوئی شخص سابق اور قدیم دستور اور آئین کو تو مانتا ہے اور اس کو قابل عمل سمجھتا ہے مگر حکومت کی طرف

---

[1] کما روی عن الثوری ان المراد بالذین اٰمنوا ھم الذین اٰمنوا بالسنتھم وھم المنافقون وھو الذی اختارہ الزجاج (روح المعانی ص۱۷۹، ج۶)

[2] کما فی فتح الرحمٰن للشاہ ولی اللہ الدھلوی۔

سے جو فی الوقت قانون اور دستور جاری کیا گیا اس کو نہیں مانتا اور نہ اُسے قابل عمل سمجھتا ہے تو ایسا شخص بلاشبہ حکومت کی نظر میں باغی اور مجرم ہے اسی طرح منسوخ شریعت پر ایمان لانا اور اسی کو قابل عمل سمجھنا اخروی نجات کے لیے کافی نہیں حکم ناسخ کے بعد حکم منسوخ پر عمل کرنا صریح جہالت اور حماقت ہے خصوصًا جب کہ توریت اور انجیل میں نبی آخر الزمان ؐ کی بشارت اور اس پر ایمان لانے کی تاکید اکید مذکور ہے تو یہ کہنا کہ توریت وانجیل پر قائم ہیں بالکل غلط ہے اس لیے کہ توریت وانجیل پر ایمان لانے میں نبی آخر الزمان پر بھی ایمان لانا داخل ہے۔

اور اس آیت کی پوری تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے

فائدہ صابئین کے بارہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ ستارہ پرستوں کا گروہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صابئین سے بے دین لوگ مراد ہیں اور محققین کا قول یہ ہے کہ صابئین ایک فرقہ ہے کہ جو روحانیت کا قائل ہے اور کواکب اور نجوم کی ارواح کو مدبر عالم مانتا ہے اور انبیاء کرام اور نبوت کا بالکل منکر ہے صابئین کے مقابلہ میں حنفاء کی جماعت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام حنیف تھے ان کی بعثت کے وقت نمرود کی قوم صابئی العقیدہ تھی جن کا ابراہیم علیہ السّلام نے رد فرمایا۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ

ہم نے لیا تھا قول بنی اسرائیل سے اور بھیجے

اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

ان کی طرف رسول جب آیا اُن پاس کوئی رسول جو نہ خوش آیا

اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝۷۰ ق وَ

اُن کے جی کو کتنوں کو جھٹلایا اور کتنوں کا خون کرنے لگے اور

حَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ

خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہوگئے اور بہرے ہوگئے

تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ

پھر اللہ متوجہ ہوا ان پر پھر اندھے اور بہرے ہوگئے ان میں بہت

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾

اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں۔

رجوع بسوئے ذکر یہود

قال تعالیٰ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ... الیٰ ..... وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

اوپر سے اہل کتاب کے قبائح کا ذکر چلا آرہا تھا اب پھر اس کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق عہد لیا ہم نے اولاد یعقوب سے کہ توحید پر قائم رہنا اور اگر نبی آخر الزماںؐ کا زمانہ پاؤ تو ان پر ایمان لانا اور اُن کی مدد کرنا اور اس عہد کے یاد دلانے کے لیے ہم نے اُن کی طرف بہت سے پیغمبر بھیجے لیکن عناد اور سرکشی سے ان کا یہ حال ہوا کہ جب کبھی کوئی رسول اُن کے پاس کوئی ایسا حکم لے کر آیا جس کو اُن کا نفسِ امّارہ پسند نہیں کرتا تھا تو اُن لوگوں نے اُن میں سے کچھ پیغمبروں کی تو تکذیب کی اور کچھ پیغمبروں کو قتل کرنے لگے اور یہ گمان کر بیٹھے کہ ہمیں اس پر کوئی سزا نہ ملے گی اور خدا تعالیٰ کے حِلم سے یہ گمان کر لیا کہ پیغمبروں کے قتل کرنے یا جھٹلانے پر ہم کو کوئی سزا نہ ملے گی اور نہ کوئی بلا اور مصیبت ہم پر آئے گی اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے نڈر اور اپنے جرائم کے انجام سے بے فکر ہو کر بیٹھ گئے پس شدت جہالت اور قساوت قلبی کی وجہ سے حق کے دیکھنے اور سُننے سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور جو ناکردنی کام تھے وہ کیئے کسی نبی کو قتل کیا اور کسی کو قید کیا خدا تعالیٰ نے ان پر بُخت نصر کو مسلّط کیا جس نے ان کو خوب ذلیل اور رسوا کیا پھر ایک مدّت دراز کے بعد جب یہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز آئے اور تائب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور ان کی توبہ قبول کی اور شاہان فارس میں سے کسی عظیم بادشاہ کو ان کی دستگیری اور رستگاری کے لیے کھڑا کیا جس نے ان کو بخت نصر کی ذلت اور خواری اور قید اور گرفتاری سے چھڑا کر بابل سے بیت المقدس کی طرف واپس کیا پھر کچھ زمانہ بعد وہی شرارتیں سوجھیں اور پرانی قساوت قلبی عود کر آئی اور پھر حسب سابق ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے کہ حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا ارادہ کیا مگر اس ارادہ میں خدا کی قدرت سے وہ ناکام رہے اور اب نبی آخر الزماںؐ کے قتل کی فکر میں ہیں اور یہ لوگ اگرچہ خدا کے قہر اور غضب سے اندھے ہو گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو برابر دیکھ رہا ہے چنانچہ امت محمدیہ کے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوا رہا ہے۔

فائدہ قفال مروزیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دو مرتبہ فتنہ اور ابتلاء کا ذکر ہے وہ ایک نہایت اجمالی اشارہ ہے جس کی تفصیل سورۂ اسراء کی اس آیت وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا میں مذکور ہے (تفسیر کبیر ص ۴۷۰ ج ۳)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی

الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ

مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ

کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا

رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور تمہارا مقرر جس نے شریک کیا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا

رجوع بذکر نصاریٰ وابطالِ عقیدۂ الوہیت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ... الیٰ ... وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

(ربط) یہاں تک زیادہ تر یہود کی قباحتوں اور شرارتوں کا بیان تھا انبیاء کا قتل وغیرہ انہیں سے سرزد ہوا تھا اب نصاریٰ کے عقائد فاسدہ کا بطلان ظاہر فرماتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُن کے ایمان باللہ کا کیا حال ہے اور یہ ظاہر ہو جاتے کہ اُن کا دین ہیچ ہے اور وہ کسی چیز پر نہیں جیسا کہ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ میں بتلا یا گیا اس جگہ نصاریٰ کے دو فرقوں کے عقائد کا بطلان بیان فرماتے ہیں نزول قرآن کے وقت نصاریٰ میں کا ایک فرقہ حضرت

عیسیٰ علیہ السّلام ہی کو خدا کہتا تھا اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ خدا تعالیٰ دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لیے حضرت مریمؑ کے پیٹ سے مجسم ہو کر بشکل مسیح دنیا میں ظاہر ہوا اُن کا قول یہ تھا کہ اللہ یہی تھا جو مسیح کی صورت میں آیا جیسا کہ ہندوؤں کا اپنے اوتاروں کی نسبت بھی اعتقاد ہے کہ ایشر یعنی خدا تعالیٰ شیر اور انسانوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے چونکہ یہ اعتقاد بالکل لغو تھا اس لیے حق تعالیٰ نے اس قول کے ابطال کے دلائل بیان نہیں فرمائے بلکہ صرف حضرت مسیحؑ کے قول کے نقل پر اکتفاء کیا کما قال تعالیٰ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ کہ وہ توحید کے داعی تھے اور شرک سے منع کرتے تھے اور ڈراتے تھے اور نصاریٰ کا یہ عقیدہ حضرت مسیح علیہ السّلام کی صریح تعلیم اور صریح ہدایت اور نصیحت کے خلاف ہے اور حضرت مسیحؑ کا یہ قول جو قرآن میں ذکر کیا گیا اناجیل مروّجہ میں موجود ہے اور نصاریٰ کا دوسرا فرقہ تثلیث کا قائل تھا اور یہ کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ اور عیسیٰؑ اور روح القدس ان تینوں میں خدائی دائر ہے یعنی ان میں کا ہر ایک خدا ہے اور تینوں کا مجموعہ ایک خدا ہے گویا کہ خدا تعالیٰ نصاریٰ کے نزدیک بارگاہ الوہیت کا ایک فرد اور ایک ممبر ہے اس گروہ کا عقیدہ یہ تھا کہ خدائی تین حصوں میں منقسم ہو گئی ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں عقیدے صریح کفر ہیں۔

عیسائیوں میں ایک تیسرا گروہ اور بھی تھا کہ جو تثلیث کا تو قائل تھا مگر بجائے روح القدس حضرت مریمؑ کو خدا مانتا تھا یعنی حضرت مسیحؑ کے ساتھ اُن کی والدہ مریمؑ کی بھی عبادت کرتا تھا اور اُن سے اپنی حاجات طلب کرتا تھا خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ سب کفر ہے پہلا قول بھی کفر اور دوسرا قول بھی کفر ہے حق جل شانہٗ نے ان آیات میں نصاریٰ کے دونوں فرقوں کے عقائد کا ابطال فرمایا جو اتحاد کے قائل تھے اور جو تثلیث کے قائل تھے اور پہلے دلیل الزامی پیش کی کہ تمہارا یہ قول حضرت مسیح کے قول اور ہدایت کے صریح خلاف ہے اس کے بعد مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ الخ سے دلیل تحقیقی بیان فرمائی اور اس عقیدۂ فاسدہ کے ابطال پر عقلی اور نقلی دلائل بیان فرمائے چنانچہ فرماتے ہیں بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ خدا بعینہٖ یہی مسیح ہے جو مریم کا بیٹا ہے اور مجسّم ہو کر بشکل مسیح دنیا میں آیا ہے یہ عقیدہ فرقہ یعقوبیہ اور ملکانیہ کا تھا جو نصاریٰ کے دو فرقے تھے اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ مریمؑ نے اللہ کو جنا ہے اور اللہ تعالیٰ ذات عیسیٰ میں حلول کر گیا ہے اور اس کے ساتھ متحد ہو گیا ہے حالانکہ یہ بات بالکل مہمل اور سراسر خلاف عقل ہے اس لیے کہ قدیم اور ازلی کا حادث کے ساتھ اتحاد اور امتزاج عقلاً محال ہے بداہتِ[1] عقل سے یہ امر ثابت ہے کہ دو مختلف حقیقتوں کا آپس

---

[1] دیکھو الاجوبۃ الفاخرہ ص۱۵۵ سوال ثامن عشر۔

میں متحد ہو جانا قطعاً ناممکن ہے جس طرح حرکت اور سکون اور نور اور ظلمت اور وجود اور عدم کا اتحاد عقلاً ناممکن ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر واجب اور ممکن اور حادث اور قدیم کا اتحاد اور امتزاج ناممکن اور محال ہے اور اگر بالفرض والتقدیر۔ حادث اور قدیم کا اتحاد ممکن ہے تو پھر محال اور واجب کا اور ممکن اور ممتنع کا اتحاد بھی عقلاً ممکن ہونا چاہیئے جس کا سوائے مجنون اور دیوانہ کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا معلوم ہوا کہ حقیقت خداوندی اور حقیقت انسانی کا اس طرح ایک ہو جانا محال ہے اور اگر عقلاء نصرانیت یہ دعویٰ کریں کہ یہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے تو پھر نصاریٰ یہ بتلائیں کہ خدا تعالیٰ کا جسم فرعون اور جسم نمرود کے ساتھ اور رامچندر اور کرشن کے ساتھ متحد ہو جانا کس دلیل سے محال ہے نصاریٰ کے نزدیک جب ایک جسم بشری میں خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول جائز ہے تو نمرود اور فرعون اور کرشن اور رامچندر کے جسم میں خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول کس دلیل سے محال ہے نصاریٰ اس کا جواب دیں اور اگر بالفرض نصاریٰ کے نزدیک مریمؑ کے بیٹے کا خدا ہونا ممکن ہے تو کوسلیا کے بیٹے یعنی رامچندر کا اور دیوکی کے بیٹے یعنی کہنیا کا خدا ہونا کیوں ناممکن ہے اور بشن اور مہادیو اور برہما جن کو ہندو لوگ اسی طرح خدا مانتے ہیں جس طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں نصاریٰ بتلائیں کہ یہ کیوں خدا نہیں ہو سکتے۔

حق جل شانہٗ نے اس فرقہ کی جو خدا تعالیٰ اور مسیحؑ بن مریمؑ کو ایک بتاتے تھے تکذیب کی اور یہ فرمایا کہ ان کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ بعینہٖ مسیحؑ ابن مریمؑ ہے صریح کفر ہے اور فرمایا کہ تعجب ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیحؑ بن مریمؑ ہے حالانکہ مسیح بن مریم نے خود بتاکید ابلغ یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے جس میں صراحۃً اپنے بندہ اور مربوب ہونے کا اقرار اور اعتراف ہے تم ان کو خدا کیسے کہتے ہو پہلا کلمہ جو گہوارہ میں ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ الخ تحقیق بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھ کو کتاب اور حکمت دی اور مجھ کو نبی بنایا اور حضرت مسیح نے یہ کہا اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ جیسا کہ آل عمران میں گذرا۔

چنانچہ انجیل مرقس باب ۱۲ درس ۲۸-۲۹ میں ہے کہ جب مسیح سے یہ پوچھا گیا کہ سب حکموں میں سب سے اول کونسا ہے تو یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ اھ

حضرت مسیحؑ کا یہ قول حق تعالیٰ نے نصاریٰ پر بطور حجت پیش کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل مسیحؑ بن مریمؑ کے معتقد نہیں کیونکہ مسیح تو لوگوں کو خدا کی عبادت کی طرف بلایا کرتے تھے اور خود بھی عبادت اور بندگی کیا کرتے تھے اور اس سے دعا مانگا کرتے تھے تمام انجیلوں

سے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدائے واحد کے عبادت گزار بندے تھے عابد تھے معبود نہ تھے ساجد تھے مسجود نہ تھے حادث اور مولود تھے قدیم اور غیر مخلوق نہ تھے مصیبت کے وقت خدا کو پکارتے تھے خدا نہ تھے معاذ اللہ کیا خدا بھی کسی سے فریاد کرتا ہے اور مصیبت کے وقت اُس کو پکارتا ہے اور حضرت مسیحؑ فقط خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ کی عبادت کی طرف دعوت دینے پر اکتفاء نہ کرتے تھے بلکہ شرک کرنے والوں کو خدا کے بے پناہ عذاب سے ڈراتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ تحقیق جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک گرداتے سو اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا مطلب یہ ہے کہ مشرک کی کبھی بخشش نہ ہوگی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وقال تعالیٰ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ وغیر ذلك من الآیات

اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مشرک کا ٹھکانا آگ ہے اور ایسے ظالموں کا جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانیں کوئی یار و مددگار نہیں جو اُن کی مدد کرے اور ان سے عذاب کو دور کرے۔

فائدہ آیت اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ الخ میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے اور مثل یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ کے یہ بھی حضرت عیسیٰؑ ہی کا قول ہے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور اسی کو ابن کثیرؒ نے اختیار کیا اور اسی کے مطابق ہم نے تفسیر کی اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ الخ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو پہلے کلام کی تصدیق کے لیے لایا گیا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک اور

مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا

بندگی کسی کو نہیں مگر ایک معبود کو اور اگر نہ چھوڑیں گے جو

یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

بات کہتے ہیں البتہ جو ان میں منکر ہیں پاویں گے دکھ کی

اَلِیۡمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَہٗ ؕ وَ
مار کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ پاس اور گناہ بخشواتے اور

اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ
اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور کچھ نہیں مریم کا بیٹا مگر رسول ہے

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ ؕ
گذر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے

کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ
دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسی بتاتے ہیں

الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۷۵﴾ قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ
ان کو نشانیاں پھر دیکھ کہاں اولٹے جاتے ہیں تو کہہ تم ایسی چیز

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا ؕ
پوجتے ہو سوا اللہ چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے برے کی نہ بھلے کی

وَ اللّٰہُ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۶﴾
اور اللہ وہی ہے سنتا جانتا

اِبطالِ عقیدۂ تثلیث

قال اللہ تعالیٰ لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ..... الی ..... وَاللّٰہُ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ
گذشتہ آیات میں نصاریٰ کے اُس فرقہ کا رد تھا جو یہ کہتا تھا کہ اللہ ہی تھا جو مسیح کی صورت میں آیا یہ فرقہ ملکانیہ اور یعقوبیہ کا قول تھا جیسا کہ پہلے گذرا اب آئندہ آیات میں نصاریٰ کے اُن فرقوں کا رد ہے جو تثلیث کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ خدا تین حصہ ہو گیا ایک اللہ رہا اور ایک مسیح اور ایک روح القدس اور بعضے نصاریٰ بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو

تثلیث میں شامل کرتے ہیں اور مسیحؑ کے ساتھ اُن کی والدہ مریمؑ کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ پہلے قول کی طرح یہ تثلیث کا قول بھی صریح کفر ہے چنانچہ فرماتے ہیں البتہ جس طرح عقیدۂ اتحاد اور حلول کفر ہے اسی طرح عقیدۂ تثلیث بھی کفر ہے پس بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہوئے جنہوں نے یہ کہا کہ خدا تین معبودوں میں کا تیسرا معبود ہے یعنی خدا تین ہیں باپ. بیٹا روح القدس اور ہر ایک دوسرے کا عین ہے یہ قول نصاریٰ کے دو فرقوں مرقوسیہ اور نسطوریہ کا تھا اور زمانۂ حال کے اکثر نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے اور بعض نصاریٰ تثلیث کے تو قائل تھے مگر بجائے روح القدس کے حضرت مریمؑ کو تثلیث میں داخل کرتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ اور عیسیٰؑ اور مریمؑ تین معبود ہیں اور الوہیت ان تینوں کے درمیان مشترک ہے جیسا کہ اس سورت کے اخیر میں حق تعالیٰ کا حضرت مسیح سے یہ سوال أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ - اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس آیت میں یعنی إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ میں اصل مقصود اُن قائلین تثلیث کا رد کرنا ہے جو خدا تعالیٰ کے سوا حضرت مسیح اور حضرت مریم کو خدا مانتے تھے جیسا کہ سدیؒ سے منقول ہے کہ یہ آیت نصاریٰ کے اُس گروہ کے رد میں نازل ہوئی ہے جو خدا کے ساتھ مسیح اور اُن کی والدہ مریم کو خدا ٹھہراتے تھے اور سیاق و سباق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ آئندہ آیت وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ میں حضرت مریم کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور پھر كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ میں حضرت مسیحؑ اور مریمؑ دونوں کو ملا کر ان کی الوہیت کا ابطال فرمایا غرض یہ کہ تثلیث جس قسم کی بھی ہو بہرحال سراسر شرک ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے تثلیث کو کفر قرار دیا اور فرمایا بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک ہی ذات کیونکہ خدا وہ ہے کہ جو خود بخود ہو اور تمام کائنات کا مبدأ اور منتہا ہو اور مبدأ کل اور منتہائے کل واحدانیت ہی کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے اس میں شرکت کی گنجائش نہیں اور حضرت عیسیٰؑ کی یہ شان نہیں تمام ملتوں اور شریعتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خداوند معبود وہ ہے کہ جو واجب الوجود ہو اور واہب الوجود ہو واجب الوجود کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات سے خود بخود موجود ہو اور واہب الوجود کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے ماسوا کو وجود اور حیات بخشنے والا ہو اور مبدأ کل اور منتہائے کل ہو اور خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حدود اور قیود سے پاک اور منزہ ہو اور یہ مضمون قرآن کریم کی بے شمار آیتوں سے ثابت ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی انسان اور بشر اور کوئی حیوان اور جانور اور کوئی شجر اور حجر کوئی شئی بھی مبدأ کل نہیں بن سکتی اس لیے کہ ہر چیز ایک خاص اور معین حد رکھتی ہے کہ اُس سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی ہر ایک متناہی اور محدود ہے اور مقید بقیود ہے پس ثابت ہوا کہ ان میں سے کوئی چیز خدا نہیں ہو سکتی لہذا حضرت عیسیٰؑ

بھی خدا اور معبود نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ حادث تھے اور محدود اور متناہی وجود اور تشخص رکھتے تھے اور مبدأ کل نہ تھے اور اگر یہ دونوں گروہ اپنے اپنے اقوال کفریہ سے باز نہ آتے اور عقیدۂ حلول واتحاد اور عقیدۂ تثلیث سے تائب ہو کر توحید کے قائل نہ ہوئے تو خوب سمجھ لیں کہ جو لوگ ان میں سے اپنے کفر پر قائم ہیں یعنی عقیدۂ حلول واتحاد یا عقیدۂ تثلیث پر قائم ہیں ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا کیا نصاریٰ اپنے اس کفر وشرک سے اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں مانگتے یعنی اُن کو چاہیے کہ اپنے اقوال کفریہ سے توبہ کریں اور اُس سے اپنا گناہ بخشوائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے وہ توبہ سے بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

دلائل ابطال الوہیت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام

اب یہاں سے اُن کے عقیدۂ فاسدہ کے ابطال پر دلائل شروع ہوتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور کچھ نہیں وہ مسیح جن کا حدوث ساری دنیا کو معلوم ہے وہ مریم کے بیٹے ہیں ایک عورت کے پیٹ سے وجود میں آتے ہیں مگر وہ خدا کے رسول ہیں صرف رسالت کے ساتھ موصوف ہیں معاذ اللہ ربوبیت اور الوہیت کے ساتھ موصوف نہیں جو ذات عدم کے بعد ایک عورت کے پیٹ سے وجود میں آئے وہ خدا کیسے ہو سکتی ہے اُن سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزات قاہرہ اور نشانات باہرہ عطا کیے اور نصاریٰ بھی اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا نہیں کہتے جس طرح کے خوارق اور معجزات حضرت مسیحؑ سے ظاہر ہوتے اسی طرح کے معجزات دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ظہور میں آتے معجزات کا ظاہر ہونا الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ نبوت اور رسالت کی دلیل ہے اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہے تو حضرت آدمؑ اور ملائکہ کرام اس شان میں حضرت مسیحؑ سے بہت بڑھے ہوتے ہیں اور اگر مردوں کو زندہ کرنا خدائی کی دلیل ہے تو حضرت الیاسؑ اور حضرت الیسعؑ کا مردوں کو زندہ کرنا کتاب السلاطین باب ۱۷ میں مذکور ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدھا بن جانا اور مذبوحہ گائے کے گوشت کا ٹکڑا لگا دینے سے مقتول کا زندہ ہو جانا اور زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دینا علماء اہل کتاب کے نزدیک بھی مسلّم ہے مگر یہ لوگ حضرت موسیٰؑ کو خدا نہیں کہتے اور اگر آسمان پر اٹھایا جانا دلیل الوہیت ہے تو حضرت ایلیاؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا دوسری کتاب السلاطین باب دوم میں مذکور ہے اور فرشتے تو دن رات آسمان پر آتے جاتے ہیں تو کیا وہ خدا ہو گئے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ صدیقہ

تھیں بڑی ولی تھیں اور صاحب کرامات تھیں خدا نہ تھیں وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے رسول تھے اور صاحب معجزات تھے اور اُن کی والدہ ولیہ اور صاحب کرامات تھیں مگر خدا ان میں سے کوئی بھی نہ تھا نہ یہ نہ وہ اس لیے کہ دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ حوائج بشری میں وہ سب انسانوں کی طرح تھے جس طرح سب لوگوں کو بھوک اور پیاس لگتی ہے اور پیشاب اور پیخانہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی کھانا کھا کر زندہ رہتے تھے اور ان کو بھی بھوک پیاس لگتی تھی اور پیشاب و پیخانہ کی ضرورت لاحق ہوتی تھی بس وہ دونوں کیونکر خدا ہو سکتے ہیں خدا تعالیٰ ان باتوں سے منزہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو بشری حاجتوں میں گھرا ہوا ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے ؟ خدا تعالیٰ نے اُنکے قول کے بطلان پر یہ دلیل قائم فرمائی جو نہایت عجیب دلیل ہے وہ یہ کہ وہ دونوں یعنی مسیح اور اُنکی والدہ کھانے اور پہننے کے محتاج تھے اور خدائی اور احتیاج کا جمع ہونا دن اور رات کے جمع ہونے سے زیادہ محال ہے خدا وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں اور ظاہر ہے کہ جو شخص غذا کا محتاج ہو گا وہ غذا کے وجود اور اس کے سامان کا پہلے محتاج ہو گا ایک دانہ حاصل کرنے کے لیے بغیر زمین اور آسمان اور چاند اور سورج اور ہوا اور پانی اور گرمی اور سردی حتیٰ کہ بغیر کھاد (یعنی نجاست) اُس کو کوئی چارہ نہیں خلاصہ یہ کہ جو غذا کا محتاج ہو گا وہ زمین سے لے کر آسمان تک تمام چیزوں کا محتاج ہو گا۔ پس اگر معاذ اللہ خدا بھی کھانے کا محتاج ہو تو ایک خرابی تو یہ لازم آئے گی کہ خدا بھی اپنے وجود میں دوسروں کا محتاج ہو حالانکہ سنا سب سے یہی تھا کہ خدا کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور سب خدا کے محتاج ہوتے ہیں مگر یہاں ماجرا برعکس نکلا کہ خدا ہی دوسروں کا محتاج اور دست نگر ہوا دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ پھر خدا اور بندہ میں کیا فرق رہا۔ بندہ کی طرح خدا بھی محتاج نکلا خدا کے لیے تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ سب سے بے نیاز ہو اس لیے کہ جتنی حکومت بڑھتی ہے اسی قدر بے نیازی میں اضافہ ہو جاتا ہے پس کیا اس احکم الحاکمین کے لیے ہر طرح سے استغنا۔ اور بے نیازی ضروری نہ ہو گی تیسری خرابی یہ ہے کہ بشر غذا کا اس لیے محتاج ہوتا ہے کہ اس کا وجود بغیر غذا کے تھم نہیں سکتا اور بغیر غذا کے زندہ اور موجود اور باقی نہیں رہ سکتا جس کا حاصل یہ ہے کہ بشر کا وجود، اصلی اور خانہ زاد نہیں ورنہ اپنا وجود تھامنے میں دوسروں کا دست نگر نہ ہوتا پس اگر خدا بھی غذا اور سامان غذا کا محتاج ہو تو یہ مطلب ہو گا کہ معاذ اللہ خدا سے اپنا وجود آپ تھم نہیں سکتا اور اپنے وجود اور حیات اور بقاء میں سامانِ غذا کا محتاج ہے پس جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنے وجود اور بقاء میں غذا اور سامانِ غذا سے مستغنی نہ ہو اور بھوک اور پیاس اور پیشاب اور پیخانہ کی ضرورت اس کو لاحق ہوتی ہو وہ ذات خدا کیونکر بن سکتی ہے

یہ ایسی قوی اور واضح اور روشن دلیل ہے جس پر نہ کوئی حکیم اور فلسفی کسی قسم کا نقض وارد کر سکتا ہے اور نہ کسی جاہل کو اسکے سمجھنے میں دشواری ہو سکتی ہے یعنی کھانا پینا الوہیت کے منافی ہے اگرچہ نہ کھانا الوہیت کی دلیل نہیں ورنہ سارے فرشتے خدا بن جائیں معاذ اللہ دیکھئے تو سہی کہ ہم کس طرح ان کے لئے مسیح کی اثبات بشریت وعبدیت اور ابطال الوہیت کے دلائل اور براہین بیان کرتے ہیں جن کے جواب سے وہ بالکل عاجز ہیں پھر انہیں دیکھئے کہ وہ قبول حق سے کس طرح پھیرے جا رہے ہیں یعنی تعجب کی بات ہے کہ ہم عیسیٰؑ کی عبدیت اور بشریت کے ایسے دلائل اور براہین بیان کرتے ہیں جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں مگر با ایں ہمہ وہ قبول حق سے روگرداں ہیں اور اُن کو خدا ہی کہے جاتے ہیں۔

دلیل دیگر بر ابطال الوہیت مسیح مع توبیخ

(اے نبی) آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ کیا تم مسیح اور اُن کی والدہ کی پرستش کرتے ہو جن کا درجہ تمہارے نزدیک بھی خدا سے کمتر اور فروتر ہے اور خدا کے برابر نہیں حضرت عیسیٰؑ نصاریٰ کے نزدیک خدا کے بیٹے تھے باپ کے ہم مرتبہ نہ تھے اور ظاہر ہے کہ جو کمتر ہوگا اور کسی سے مرتبہ میں کم ہوگا وہ خدا نہیں ہو سکتا اسلئے کہ عقلاً خدا کیلئے یہ ضروری ہے کہ خدا سب سے اعلیٰ اور برتر ہو جو کسی سے بھی کمتر ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں تم ایسی ذات کی پرستش کرتے ہو جو تمہارے کسی ضرر اور کسی نفع کی مالک نہیں معلوم ہوا کہ خدا وہی ہو سکتا ہے جو کہ تمام کے نفع اور ضرر کا مالک ہو اور جو شخص نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر نہ ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا بلکہ وہ عبد ہے کیونکہ عجز منافی الوہیت کے ہے اور بقول نصاریٰ حضرت مسیحؑ نے چیخ چیخ کر صلیب پر جان دیدی نہ اپنی ذات کو نفع پہنچا سکے اور نہ یہود کے ضرر کو اپنے سے ہٹا سکے پس تم نے مسیح کو کیسے معبود بنا لیا اور نصاریٰ کے قول پر اگر واقعہ صلیب کو حق مان لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ خدائے معبود تو مغلوب ہوا اور جو بندے اس کے دشمن تھے وہ خدا پر غالب آگئے (معاذ اللہ) اور ظاہر ہے کہ جب بقول نصاریٰ حضرت مسیحؑ قتل کر دیئے گئے تو وہ اپنی مصیبت نہ ٹال سکے تو دوسروں کی مصیبت کیا دفع کر سکیں گے اور اللہ وہی سننے والا اور جاننے والا ہے یعنی وہ تمہارے ان اقوال کفریہ کو سنتا ہے اور تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور حضرت مسیح تمام عالم کے اقوال کو سننے والے اور مخلوق کے دلوں کے احوال جاننے والے نہ تھے پس وہ کیونکر خدا ہوئے۔

نصاریٰ بتلائیں کہ جس وقت مسیحؑ نے صلیب پر چلا کر جان دی اس جان دینے کے وقت بھی مسیح مجسم خدا تھا یا نہیں اور اس وقت ان میں اور خدا میں عینیت تھی یا غیریت تھی

اور صلیب پر جس نے جان دی وہ خدا تھا یا بندہ تھا علماء نصاریٰ ہی اس عقدہ کو حل کریں۔

علماء فرنگ کا ایک عذر لنگ

اور تحمیق و تجہیل سے بچنے کے لیے ایک عجیب و غریب تاویل

نصاریٰ جب اس نامعقول عقیدۂ تثلیث کی تفہیم سے اور مسلمانوں کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ تثلیث فی التوحید خدا کا ایک بھید ہے ہم نہیں سمجھ سکتے یہ سب دھوکہ اور فریب ہے اور اپنی بے عقلی اور حماقت کی پردہ پوشی ہے عقیدۂ تثلیث سراسر خلافِ عقل ہے فوق العقل اور ماوراء عقل نہیں۔ فوق العقل اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے ادراک سے عقل قاصر اور درماندہ ہو اور وہ چیز ادراک اور مشاہدہ سے بالا اور برتر ہو اور خلافِ عقل وہ چیز ہے کہ عقل دلیل اور برہان کی بناء پر اس کی نفی کرتی ہو اور اس کو مردود اور باطل اور محال قرار دیتی ہو مثلاً عقل حکم کرتی ہے کہ ایک شئ میں وجود اور لا وجود کا اجتماع اور ارتفاع محال ہے اور اسی طرح ایک شئ میں وحدت اور کثرت کا اجتماع اور ارتفاع زوجیت اور فردیت کا اجتماع اور ارتفاع ناممکن اور محال ہے اور اسی طرح عقل حکم کرتی ہے کہ ایک محل میں ضدّین کا اجتماع محال ہے مثلاً نور اور ظلمت کا اور حمرت اور صفرت کا اور حرارت و برودت کا اور بینائی اور نابینائی کا اور حرکت اور سکون کا ایک مادہ واحدہ شخصیہ میں ایک جہت اور ایک حیثیت سے اجتماع محال ہے ہر عاقل کی عقل اس کے محال اور ناممکن ہونے کا حکم کرتی ہے اور جو شخص ان چیزوں کو ممکن سمجھے وہ عقل سے کورا اور بے بہرہ ہے یہ چیزیں خلاف عقل ہیں فوق العقل اور وراء العقل نہیں اسی طرح توحید اور تثلیث کا اجتماع اور اتحاد سراسر خلاف عقل ہے وراء عقل نہیں عقل دلائل اور براہین سے خالق اور مخلوق اور عابد اور معبود کے اتحاد کو باطل اور مردود قرار دیتی ہے یہ نہیں کہ عقل اسکے ادراک سے قاصر ہے دیکھو ازالۃ اوہام ص۲۴۰ تا ص۲۴۴

بلکہ تمام اہل اسلام اور اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے اگر کلام الٰہی میں کوئی ایسی شئ پائی جائے کہ ادلۂ عقلیہ اور نقلیہ کے خلاف ہو تو اس میں تاویل واجب ہے اور ظاہری معنی پر اس کو محمول کرنا جائز نہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں فان الانبیاء علیھم السلام یخبرون الناس بما تقصر عقولھم عن معرفتہ لا بما یعرفون انہ ممتنع فیخبرونھم بمجاورات العقول لا بمحالات العقول دیکھو الجواب الصحیح ص۳۲۷ ج۱۔

مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء امور غیبیہ اور عالم غیب کی چیزوں کی خبر دیتے ہیں جو ادراک اور احساس سے بالاتر ہیں مگر ان میں کوئی شئی محال اور ناممکن نہیں حضرات انبیاء نے ملائکہ اور جنت اور جہنم کی خبر دی ان میں سے کوئی چیز بھی عقلاً محال نہیں البتہ فی الحال ہمارے ادراک اور مشاہدہ سے بالا اور برتر ہیں یہ چیزیں معلوم الوجود اور مجہول الکیفیت ہیں ایسی چیزوں کو انبیاء کرام کے اعتماد پر تسلیم کر لینے کا نام ایمان بالغیب ہے معاذ اللہ کسی نبی نے محال اور ناممکن شئی پر ایمان لانے کی دعوت نہیں دی اور جن امور غیبیہ پر انبیاء کرام نے ایمان لانیکا حکم دیا ہے وہ دنیاوی زندگی میں غیب ہیں قیامت کے دن جب اُن سے پردہ اٹھا دیا جائے گا تو سب کچھ آنکھوں سے نظر آجائے گا۔

اطلاع عقیدۂ تثلیث کا مفصل ابطال سورۂ نساء کی اس آیت وَلَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ کی تفسیر کے ذیل میں گذر چکا ہے اور راس ناچیز نے اس موضوع پر دو احسن الحدیث فی ابطال التثلیث،، کے نام سے ایک مستقل رسالہ بھی لکھ دیا ہے طالبان حق اس کی مراجعت کریں وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ ۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ

تو کہہ اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے

دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ

دین کی بات میں ناحق اور مت چلو خیال پر ایک

قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا

لوگوں کے جو بہک گئے ہیں آگے اور بہکا گئے بہتوں کو اور بھولے

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝۷۷ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ ١٠ ع ١١ ١٣

سیدھی راہ سے لعنت کھائی منکروں نے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ

بنی اسرائیل میں سے داؤد کی زبان پر اور عیسےٰ بیٹے

مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا

مریم کی یہ اس سے کہ گنہ گار تھے اور حد پر نہ رہتے تھے آپس میں

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا

نہ منع کرتے برے کام سے جو کر رہے تھے کیا برا کام ہے

يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جو کرتے تھے تو دیکھے ان میں بہت لوگ رفیق ہوتے ہیں کافروں کے

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ

بری تیاری بھیجی ہے اپنے واسطے کہ اللہ کا غضب ہوا

عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا

ان پر اور ہمیشہ وہ عذاب میں ہیں اور اگر یقین

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا

رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو اس پر اترا تو ان کو

اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

رفیق نہ ٹھہراتے پر ان میں بہت لوگ بے حکم ہیں

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ

تو پاوے گا سب لوگوں میں زیادہ دشمنی مسلمانوں سے یہود کو

وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ

اور مشرک والوں کو اور تو پاوے گا سب سے نزدیک محبت میں

اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ

مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ ان میں

قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے

پ

تنبیہ اہل کتاب بر سبب گمراہی ایشان ومانعت از اتباع گمراہان پیشینان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ ..... اِلٰی .... وَاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ

(ربط) اوپر کی آیتوں میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ اور اُن کی گمراہی کا بیان تھا اب ان آیات میں اہل کتاب کی گمراہی اور تباہی کا سبب بیان کرتے ہیں اور گمراہوں کی پیروی سے منع فرماتے ہیں اہل کتاب کی گمراہی کا سبب یہ ہوا کہ ان لوگوں نے دین میں غلو کیا اور افراط اور تفریط سے کام لیا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں یہ غلو کیا کہ اُنکو خدا ٹھہرایا یہ افراط ہوا اور یہود نے اُن کو ایسا گھٹایا کہ اُن کی نبوت کو بھی نہ مانا اور اُنکو ساحر اور کذاب بتلایا اور اُن کی والدۂ ماجدہ مریم صدیقہؑ پر زنا کی تہمت لگائی یہ تفریط ہوئی اور ہر بدعت وضلالت کا سبب یہی غلو فی الدین یعنی افراط وتفریط ہے چنانچہ فرماتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق حد سے تجاوز نہ کرو یعنی دین کے بارہ میں افراط اور تفریط دونوں ہی مذموم ہیں یہود کا غلو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ تھا کہ وہ انکی ماں پر زنا کی تہمت دھرتے تھے اور انکو مولودِ ناجائز بتلاتے تھے اور نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ وہ اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا سمجھتے تھے خدا تعالیٰ نے فرمایا اے اہل کتاب تم اپنے دین کے بارہ میں ناحق غلو کو راہ نہ دو جو اصل بات ہے اس پر قائم رہو اصل بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے مقرب اور برگزیدہ بندے اور رسول ہیں اور انکی پیدائش خدا کی قدرت یعنی کلمۂ کن سے ہوئی وہ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے جیسا کہ نصاریٰ کا خیال ہے اور نہ کذاب اور مفتری ہیں جیسا کہ یہود کا خیال ہے اور اے اہل کتاب تم ان لوگوں کی خواہشوں اور بلا دلیل خیالات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود بھی گمراہ ہوتے اور اپنے سوا اور بہتوں کو بھی گمراہ کیا اور یہ باطل عقیدے لوگوں میں پھیلا گئے تم ان کی راہ پر نہ چلنا اور یہ لوگ سیدھی راہ سے بہک چکے ہیں اور غلو اور افراط اور تفریط کی وجہ سے حدِ لعنت کو پہنچ چکے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کی راہ اختیار کی ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی جن لوگوں پر داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت ہوئی وہ اصحاب السبت ہیں اور جن لوگوں پر عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی وہ اصحاب المائدہ ہیں اہل سبت نے جب سَبْت (ہفتہ) کے دن مچھلیوں کا شکار کیا جسکی اُن کو ممانعت تھی تو داؤد علیہ السلام نے اُنکے لیے بد دعا کی کہ بار خدایا ان پر لعنت فرما اور ان کو بندر بنا دے چنانچہ آپ کی بد دعا سے وہ سب آدمی بندر بن گئے اور اصحاب مائدہ نے جب اُس خوان سے جو اُنکی درخواست اور طلب پر آسمان سے اترتا تھا کھایا اور اس سے ذخیرہ جمع کیا اور پھر بھی ایمان نہ

لائے تو عیسٰی علیہ السلام نے اُنکے لیئے بد دعا کی کہ اے پروردگار ان پر لعنت کر اور انکو سُور بنا دے چنانچہ وہ سب سور بنا دیئے گئے اور یہ لعنت اس لیئے ہوئی کہ اللہ کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی لعنت اس درجہ تباہ کن اور مہلک ثابت ہوئی کہ اعلانیہ طور پر بندر اور سور کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے تاکہ دیکھ کر لوگ عبرت پکڑیں کہ انبیاء کرام کی معصیت اور لعنت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے باقی رہا مسخ معنوی وہ ایک امر خفی ہے جو ظاہری طور پر عبرت کا سبب نہیں بن سکتا نیز مسخ باطنی اور معنوی کسی خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں اس زمانہ میں بھی جو لوگ حدود شریعت سے نکل چکے ہیں اور معصیت پر دلیر اور بے باک ہو چکے ہیں دل اور باطن اُن کا بھی مسخ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے آمین وہ آپس میں ایک دوسرے کو اس برے کام سے منع نہیں کرتے تھے جس برے کام کو وہ خود کرتے تھے یعنی وہ اپنے سابق عصیان اور اعتداء پر قائم اور مستمر تھے بلاشبہ وہ کام بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا یہ بہت ہی برا کام ہے جو شخص باوجود قدرت کے برائی سے روک ٹوک نہیں کرتا گویا کہ در پردہ اس برائی پر راضی ہے اور ایک معنی کر اس میں شریک ہے۔

ذکر یہود حاضرین

اوپر کی آیت میں یہود کے اسلاف کا ذکر تھا اب حضور پرنورﷺ کے زمانہ کے یہود کا ذکر فرماتے ہیں (اے نبی) آپ ان یہود میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے کہ آپ کی عداوت میں اس درجہ غلو کر چکے ہیں کہ آپ کی دشمنی میں کافروں سے یعنی بت پرستوں سے دوستی کرتے ہیں اور آپکے مقابلہ میں اہل مکہ کی مدد کرتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ آپؐ حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں بیشک برا ہے وہ کام جو انہوں نے مرنے سے پہلے آخرت کا عذاب بھگتنے کے لیئے آگے بھیجدیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے یعنی اُنکے اعمال خدا کے غضب اور دائمی عذاب کا باعث بنے اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر اور ایمان لاتے اُس نبی پر جسکی بشارت توریت اور انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں اور ایمان لاتے اس کتاب پر جو اس نبی آخر الزماںؐ کی طرف اتاری گئی تو ان بت پرست کافروں کو دوست نہ بناتے اور خدا پرستوں کے مقابلہ میں بت پرستوں کو ترجیح نہ دیتے لیکن اکثر ان میں سے بدکار ہیں اور حد سے تجاوز کر چکے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں غرق ہیں (اے نبی) البتہ آپ مسلمانوں کی دشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ سخت یہود کو پاؤ گے اور ان کو کہ جو مشرک ہیں اور غیر مسلم قوموں میں سے مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ قریب اُن لوگوں کو پائیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں مطلب یہ ہے کہ دوست تو یہ بھی نہیں مگر یہود اور مشرکین کے لحاظ سے

غنیمت ہیں کہ دوستی کا دم تو بھرتے ہیں یہ دوستی میں ان کا قریب ہونا اس سبب سے ہے کہ ان میں کچھ لوگ عالم ہیں اور کچھ لوگ درویش یعنی گوشہ نشین اور تارک الدنیا ہیں اور اس سبب سے کہ یہ تکبر نہیں کرتے اس علم اور درویشی اور تواضع کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں سے دوستی رکھنے کے لحاظ سے قریب ہو گئے یہ آیت نصاریٰ کے ایک خاص گروہ یعنی نجاشی اور انکے اصحاب کے بارہ میں نازل ہوئی جنہوں نے قرآن سن کر اسلام قبول کر لیا اور جب انہوں نے قرآن سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جس کا بیان آئندہ آیت میں آئے گا۔

فائدہ حق جل شانہ نے اس آیت میں نصاریٰ کے قُربِ مودت کا سبب بیان فرما دیا کہ علم اور درویشی اور تواضع کی وجہ سے نصاریٰ میں قبولِ حق کی استعداد یہود اور مشرکین سے زیادہ موجود ہے اور اُن کی طبیعت اوروں سے نرم ہے اس لیئے ایسے نصاریٰ جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں بہ نسبت یہود اور مشرکین کے مسلمانوں کی عداوت میں کم اور ان سے دوستی میں قریب ہیں آیت میں جو اوصاف بیان کیئے گئے وہ عہد نبوی کے عیسائیوں اور یہودیوں کے بیان کیئے گئے اس کے بعد جب کبھی اور جہاں کہیں جس مقدار میں یہ اوصاف موجود ہوں گے اسی نسبت سے اسلام اور مسلمانوں کی محبت اور عداوت میں قریب اور بعید ہوں گے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو نصاریٰ تھے اُن میں قبول حق اور سلامت روی کا مادہ اور قوموں سے زیادہ تھا چنانچہ قیصر روم اور مقوقس شاہ مصر اور نجاشی شاہ حبشہ نے جو معاملہ آپؐ کے پیغام رسالت اور آپ کے صحابہ کے ساتھ کیا وہ اس کا شاہد عدل ہے بہ نسبت یہود کے نصاریٰ نے زیادہ اسلام قبول کیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آیت میں نصاریٰ کی جو مدح کی گئی وہ علی الاطلاق نہیں بلکہ وہ بمقابلہ یہود اور مشرکین ہے کہ اُن سے غنیمت ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ نصاریٰ تمہارے محب اور خیر خواہ ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بہ نسبت یہود اور ہنود کے غنیمت ہیں اور پھر نصاریٰ سے وہ نصاریٰ مراد ہیں جو فی الحقیقت نصرانی ہوں اور کسی درجہ میں اوصاف مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوں عابد و زاہد اور گوشہ نشین ہوں اور مغرور اور متکبر نہ ہوں اور نرم دل ہوں اور سنگ دل نہ ہوں اور وہ نصاریٰ مراد نہیں جو محض نام کے نصرانی ہیں اور در پردہ وہ دھری اور لا مذہب ہیں جیسے آج کل کی مغربی اقوام جو اسلام اور مسلمانوں کے شدید ترین دشمن ہیں جنکو خدا سے اور حضرت مسیحؑ سے ذرہ برابر واسطہ نہیں اُن کا مطمح نظر اور مقصود اصلی دنیاوی اقتدار ہے اور مکر و فریب اور عیاری اور چالاکی اُن کا شعار ہے آج کل کے نصاریٰ اُن صفات کے ساتھ موصوف نہیں جن کا ذکر آیت میں ہے لہٰذا موجودہ زمانہ کے نصاریٰ کا

وہ حکم نہ ہوگا کہ جو ان نصاریٰ کا ہے جن میں قسیس اور رہبان ہوں یعنی جن نصاریٰ میں خدا ترس اور راہب (تارک الدنیا) ہوں

حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے الحمد للہ قد تم تفسیر الجزء السادس من القرآن الکریم وللہ الحمد والمنۃ۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ
اور جب سنیں جو اترا رسول پر تو دیکھے ان کی آنکھیں
تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ
ابلتی آنسوؤں سے اس پر جو پہچانے بات حق ، کہتے ہیں
رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا
اے رب ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ اور ہم کو کیا ہوا
نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ
کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور جو پہنچا ہم پاس حق اور ہم کو توقع ہے
يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ
کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے پھر انکو بدلا
اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
دیا انکے رب نے اس کہنے پر باغ نیچے ان کے بہتی
خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ
نہریں رہا کریں ان میں اور یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا اور جو
كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾ ع — ۱۱ ع ۹ ۱
منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ کے لوگ

حکایت حال اسلام طائفہ نصرانیان گوشہ نشینان

وبیان کیفیت وجدِ ایشان بوقت سماع قرآن

قال اللہ تعالیٰ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ .. إلى ... أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

(ربط) اس آیت میں بھی نصاریٰ کی ایک خاص جماعت کا ذکر ہے جو قرآن کریم کو سن کر وجد اور طرب میں آگئے اور قرآن کریم کی لذت سے اس درجہ محظوظ ہوتے کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے اور روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ اور غیر اختیاری طور پر کسی پسندیدہ حالت اور کیفیت کے طاری ہو جانے ہی کا نام وَجد ہے۔

شانِ نزول

یہ آیت نجاشیؒ شاہ حبشہ اور اسکے اصحاب کے بارہ میں نازل ہوئی کہ جب حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم پڑھ کر سنائی تو جو علماء اور زہاد وہاں بیٹھے ہوتے تھے سب رونے لگے اور نجاشی بھی برابر روتا رہا اور مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہیں صحابہ نے جواب دیا کہ وہ انہیں خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہتے ہیں اور اُنکی والدہ ماجدہ مریمؑ کو صدیقہ اور ولیہ اور تارک الدنیا کہتے ہیں کہ اُن سے بغیر باپ کے جبرئیل امینؑ کی پھونک مارنے سے عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوتے نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا خدا کی قسم عیسیٰ علیہ السلام تمہارے پیغمبر کے قول سے تنکا برابر بھی زائد نہیں تمہارے نبی نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ کہا وہ بالکل حق اور درست ہے قرآن کریم سن کر نجاشی شاہ حبشہ اور اس کے رفقاء نے اسلام قبول کیا اور اس بات کی شہادت دی کہ یہ وہی پیغمبر برحق ہیں جن کی عیسیٰؑ بن مریمؑ نے بشارت دی ہے اسی جماعت کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اسی قسیست اور رہبانیت اور عدم تکبر کی وجہ سے بعض کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعضے جیسے نجاشی شاہ حبشہ اور اس کے رفقاء جب اس کلام کو سنتے ہیں کہ جو بارگاہ خداوندی سے اس پیغمبر آخر الزمان پر اتارا گیا ہے تو اے دیکھنے والے تو اُن کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں بسبب اس کے کہ انہوں نے کچھ حق کو پہچان لیا یعنی اُن کے رونے کا سبب یہ تھا کہ اُن پر اس کا کلام الٰہی ہونا منکشف ہوا اور اس کلام سے متکلم قدیم کی عظمت اور جلال کا کچھ جلوہ نظر آیا اور جان لیا کہ یہ وہی کلام ہے جس کے اخیر زمانہ میں نازل کرنے کا خدا تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت وعدہ کیا ہے روایات میں ہے کہ جب حضرت جعفرؓ سورۂ مریم کی قراءت سے فارغ ہوئے تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور درباریوں سے یہ کہا کہ بخدا تمہارے صاحب یعنی مسیح بن مریمؑ اس مضمون سے جو قرآن میں حضرت مسیح کی بابت کہا گیا ہے ایک تنکے کے مقدار بھی زائد نہیں

غرض یہ کہ یہ لوگ حق کو پہچان گئے اور سمجھ گئے کہ یہ قرآن کریم انجیل سے کہیں زائد افضل اور اکمل ہے اس لیے یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم اس نبی آخر الزماںؐ پر اور اس کی کتاب پر دل و جان سے ایمان لے آئے ہیں پس ہم کو حق کے شاہدوں کے ساتھ لکھ لے یعنی ہم کو امت محمدیہ کے زمرہ میں لکھ لے جو دنیا میں حق کی شہادت دیتی ہے اور قیامت کے دن اور امتوں پر گواہی دے گی اور ایک روایت میں ہے کہ حبشہ کے بعض لوگوں نے نجاشی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں پر یہ طعن کیا کہ تم بغیر دیکھے کیسے ایمان لے آئے تو انہوں نے جواب میں کہا اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور اس دین حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے اور ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بختوں کے زمرہ میں داخل فرمائے مطلب یہ ہے کہ جس کو نیک بختوں کے زمرہ میں داخل ہونے کی طمع ہو وہ دین حق کو قبول کرے، حق قبول کرنے والوں کو ملامت کرنا یہ نیک بختی نہیں پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس مخلصانہ قول کے عوض میں جو انہوں نے صدق دل سے کہا تھا ایسے باغات عطاء کیے جن کے درختوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی صلہ ہے مخلصین کا اور ان کے برعکس جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ بغیر دین حق کے قبول کے محض قسیسیت اور رہبانیت عذاب اخروی سے نہیں بچاسکتی

. ◦ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ◦ .

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحَرِّمُوا۟ طَيِّبَٰتِ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ

اے ایمان والو! مت حرام ٹھہراؤ ستھری چیزیں جو اللہ نے تم کو حلال

لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿۸۷﴾

کیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو

وَكُلُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلًا طَيِّبًا ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ

اور کھاؤ اللہ کے دیئے سے جو حلال ہو ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے

ٱلَّذِىٓ أَنتُم بِهِۦ مُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾

جس پر یقین رکھتے ہو

حکم پانزدہم ممانعت از رہبانیت

قال تعالیٰ یَآ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا..... الیٰ .... اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ

(ربط) شروع سورت میں ایفاء عہود کی تاکید کے بعد احکام فرعیہ اور حلال وحرام کو بیان فرمایا پھر خاص خاص مناسبتوں سے یہود ونصاریٰ کے عقائد اور اعمال کے ذکر کا سلسلہ شروع ہو گیا اب پھر اصل موضوع کی طرف عود فرماتے ہیں اور چونکہ قریبی آیتوں میں نصاریٰ کی تعریف میں یہ فرمایا کہ ان میں کچھ رُہبان بھی ہیں اور "رہبانیت" لذاتِ دنیاوی کے ترک کا نام ہے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام اس لیے اس احتمال سے کہ مبادا مسلمان - رہبانیت کو اچھی چیز نہ سمجھنے لگیں اس آیت میں خدا تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھنے کی ممانعت فرماتے ہیں اور یہ حکم دیتے ہیں کہ جو چیزیں خدا نے حلال کی ہیں اُن کو کھاؤ اور دل میں خدا کا خوف رکھو اہل کتاب کی طرح دین میں غلو مت کرو نصاریٰ کی رہبانیت بھی دین میں غلو اور افراط کی ایک خاص صورت ہے دور تک اسی طرح احکام کا سلسلہ چلا گیا چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! تم قسم اور عہد کے ذریعہ اپنے اوپر اُن پاکیزہ چیزوں کو حرام مت کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں نصاریٰ کی طرح رہبانیت اختیار کرنا اور حلال اور پاکیزہ چیزوں کو ترک کر دینا عند اللہ کوئی اچھی چیز نہیں یہ دین میں غلو اور افراط ہے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور حدود شریعت سے آگے نہ بڑھو کہ یہود کی طرح دنیاوی لذات اور شہوات اور حرام خوری میں منہمک ہو جاؤ۔ شہوات ولذات میں انہماک یہ بھی غلو ہے اور تفریط ہے تحقیق اللہ تعالیٰ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعتدال اور توسط پسندیدہ ہے اور خدا تعالیٰ نے تم کو جو حلال اور پاکیزہ چیزیں دی ہیں جن میں حرمت کا شائبہ نہیں ان میں سے کھاؤ اور اعتدال کے ساتھ اُن کو استعمال کرو نہ حلال سے حرام کی طرف دوڑو اور نہ حلال میں اتنے منہمک ہو جاؤ کہ خدا سے غافل ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو اس کے حکم اور رضاء کے خلاف کوئی کام مت کرو۔

شانِ نزول

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعونؓ کے گھر میں لوگوں کو نصیحت کی اور قیامت کے کچھ اَحوال اور اَہوال بیان کیے لوگ آپ کے اس وعظ سے نہایت متاثر ہوئے اور رونے لگے اس کے بعد اکابر صحابہ میں سے دس آدمی یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ اور اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور ابو ذر غفاریؓ اور سالمؓ مولی ابی حذیفہ اور مقدادؓ بن اسودؓ اور سلمان فارسیؓ اور معقلؓ بن مقرنؓ یہ سب عثمانؓ بن مظعونؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور سب نے اس

پر اتفاق کیا کہ دن بھر روزہ اور رات بھر نماز ادا کریں گے اور فرش پر نہ سوئیں گے اور گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے اور نہ عورتوں اور خوشبو کے قریب جائیں گے اور ٹاٹ پہنا کریں گے اور دنیا کو بالکل ترک کر دیں گے اور اپنی شرمگاہوں کو کاٹ ڈالیں گے اور راہب بن جائیں گے اور ان باتوں پر قسمیں کھائیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بلا کر یہ فرمایا مجھ کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہیں یہودیت اور نصرانیت دے کر نہیں بھیجا گیا ہیں تو ملت حنیفیہ سَمْحہ یعنی ملت ابراہیمیہ دے کر بھیجا گیا ہوں جو نہایت سہل اور آسان ہے تحقیق تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے خدا کی قسم ہیں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور اپنی عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ میری امت سے نہیں (تفسیر قرطبی ص۲۶۲ ج ۶۔ وتفسیر ابن کثیر ص۸۷ ج ۲)

فائدہ کسی حلال چیز کو اس نیت سے ترک کر دینا کہ اس ترک سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا یہ رہبانیت ہے جس کو اسلام نے بدعت اور ممنوع قرار دیا ہے اور اگر کسی حلال چیز کو بعض اوقات کسی جسمانی یا نفسانی علاج کی خاطر ترک کر دیا جائے تو یہ مباح ہے داخل بدعت اور ممانعت نہیں جیسے کسی طبیب جسمانی یا روحانی کے کہنے سے بغرض علاج اگر گوشت وغیرہ سے پرہیز کرلیا جائے تو یہ جائز ہے ۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ

نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بے فائدہ قسموں پر

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ج

لیکن پکڑتا ہے جو قسم تم نے گرہ باندھی

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ

سو اس کا اتار کھلانا دس محتاجوں کو

اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ

بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک گردن

رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط ذٰلِكَ

آزاد کرنی پھر جس کو پیدا نہ ہو تو روزے تین دن کے یہ اتار ہے

كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ
تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور تھامتے رہو اپنی قسمیں
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۸۹
یوں بتاتا ہے تم کو اللہ اپنے حکم شاید تم احسان مانو

حکم شانزدہم متعلق بہ قسم

قال اللہ تعالیٰ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ .... الیٰ .... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(ربط) اوپر کی آیت میں چونکہ تحریم طیبات کا ذکر تھا اور تحریم کی ایک قسم یمین بھی ہے اس لیے بہت سے لوگ کھانے پینے میں قسم کھالیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ چیز اب ہم پر حرام ہوگئی لہٰذا اس مناسبت سے اس مقام پر قسم اور کفارہ کے احکام بیان فرماتے ہیں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت انہی لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی جن کا پہلی آیت میں ذکر ہو چکا ہے اُن لوگوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم دنیا کو بالکل ترک کردیں گے اور عورتوں کے قریب نہ جائیں گے گذشتہ آیت کے نازل ہونے کے بعد ان قسم کھانے والوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ ہم تو ترک لذائذ پر قسم کھا چکے ہیں اب ہم اپنی قسموں کا کیا کریں اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں (تفسیر قرطبی ص۲۶۴ ج۶ وروح المعانی ص۹ ج۷)

اللہ تعالیٰ تمہاری فضول اور بے قاعدہ قسموں پر تو مواخذہ نہ کرے گا جن کا حکم سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے لیکن اُن قسموں پر مواخذہ کرے گا جن کو تم نے مضبوط باندھا ہے اور پکا کرلیا ہے پکی قسم سے مراد یہ ہے کہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی پختہ طور پر قسم کھاتے تو ایسی قسم کا کفارہ اگر آدمی[۱] اس کو پورا نہ کرے دس محتاجوں کو کھانا دے دینا ہے اوسط درجہ کا جیسا تم اپنے گھروالوں کو کھلاتے ہو یا اُن دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کپڑا پہنا دینا یا کسی گردن کو (قید غلامی) سے چھڑا دینا یعنی ایک غلام یا لونڈی آزاد کردینا ان تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے پھر جس شخص کو ان تین میں سے کسی ایک پر بھی مقدور نہ ہو یعنی جو شخص بوجہ افلاس دس مسکینوں کو کھانا

[۱] یہ قید اس لیے لگائی کہ محض قسم کھانے سے بالاتفاق کفارہ واجب نہیں ہوتا جب تک حانث نہ ہو یعنی جب تک قسم کو نہ توڑے۔

کپڑا دینے اور غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کی قسم کا کفارہ تین دن کے روزے ہیں جو متواتر رکھے ہوں گے جیسا کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ کا لفظ آیا ہے اور جو قراءت متواتر نہ ہو تو کم از کم خبر واحد یا تفسیر صحابی ضرور سمجھی جائے گی جو مرفوع کے حکم میں ہوگی یہ جو اوپر مذکور ہوا تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب قسم کھا بیٹھو اور پھر اس کو توڑ ڈالو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو یعنی اگر تم نے کسی جائز امر پر قسم کھائی ہے تو اُس کو پورا کرو اور اگر کسی وجہ سے اس کو پورا نہ کرسکو یا اس کے توڑنے میں کوئی خوبی اور مصلحت دیکھو تو اس کا کفارہ دو تاکہ تمہارے دلوں میں اللہ کے نام کی عظمت محفوظ رہے یوں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ کی نعمتوں کو موقع اور محل میں صرف کرو مثلاً زبان کو اللہ کے ذکر اور اس کے احترام اور تعظیم میں صرف کرو جھوٹی قسمیں کھا کر اللہ کے نام کی بے حرمتی نہ کرو اور خدا کا نام لے کر حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ

اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت

وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ

اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ

شاید تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں

بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ

دشمنی اور بیر شراب سے اور جوئے سے اور

يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے پھر اب تم

مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا

باز آؤ گے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو

فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ

پھر اگر تم پھر و گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا

الۡمُبِيۡنُ ﴿۹۲﴾ لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کھول کر جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیئے

جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوا وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

اُن پر نہیں گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّاٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوا وَّاَحۡسَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ

نیک کیئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ

ع ۷ ۱۳ ۲

يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۹۳﴾ ع

چاہتا ہے نیکی والوں کو

حکم ہفدہم تحریم خمر و قمار

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ ..... الٰی ... وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

(ربط) اوپر کی آیتوں میں حلال کو حرام سمجھنے کی ممانعت تھی اب اس آیت میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ جیسے حلال کو حرام سمجھنا گناہ ہے ایسے ہی حرام کو حلال سمجھنا بھی گناہ اور حرام ہے جیسے شراب اور جوا وغیرہ وغیرہ، اہل عرب ۔ شراب اور جوے کو حلال اور طیب سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ یہ چیزیں حلال اور طیب نہیں بلکہ خبیث اور رجس ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے اور ان کا استعمال حرام ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ جس چیز کو حق تعالیٰ نے حرام کر دیا اسکے قریب نہ جاؤ جز ایں نیست کہ شراب اور جوا اور بتوں کے تھان انصاب ان پتھروں کو کہتے ہیں جن کو مشرک لوگ کسی دیوی یا دیوتا کے نام پر کھڑا کر دیتے تھے اور اُن کو پوجتے تھے اور وہاں قربانیاں کیا کرتے تھے انصاب اور اصنام ہیں یہ فرق ہے کہ انصاب بے مورت والے پتھر ہوتے تھے اور اصنام مورت والے یعنی انصاب ان گھڑت پتھروں کو کہتے ہیں جنکو زمانہ جاہلیت میں پوجتے تھے اور اصنام تراشی ہوئی مورتوں کو کہتے ہیں اور فال کے تیر جاہلیت میں دو قسم کے ازلام (پانسے) تھے ایک قسم کے ساتھ عرب جوا کھیلا کرتے تھے اور دوسری قسم سے فال لیا کرتے تھے یہ سب چیزیں گندی اور پلید اور قابل

نفرت ہیں شیطانی کام ہیں پس تم ان ناپاک اور شیطانی کاموں سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ناپاک اور شیطانی کاموں سے بچنے ہی سے فلاح ہو سکتی ہے شراب انسان کی عقل جیسی بے مثال نعمت کو ضائع کرتی ہے اور عقل ہی وہ چیز ہے جو برے اور بھلے میں تمیز کرتی ہے اور انسان کو ناجائز خواہشوں سے روکتی ہے جب عقل ہی نہ رہے گی تو برے کاموں سے کیونکر بچے گا اور جوا، مال کو ضائع اور برباد کرتا ہے اور معبودانِ باطل کے تھانوں اور تیروں کی تعظیم اور اُن کی پرستش انسان کی عزت کو برباد کر دیتی ہے اور ایک ادنیٰ اور حقیر چیز کے سامنے سر جھکانے سے انسان ذلیل وخوار ہو جاتا ہے اور تیروں سے فال لے کر کام کرنا یہ سراسر جہالت اور وہم پرستی ہے جو علم کو ضائع کر دیتی ہے یہ سب برے کام ہیں شیطان کے اغوا سے کچھ لوگ ان کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے سے تمہارے درمیان عداوت اور نفرت ڈلوا دے شراب سے باہم عداوت اور نفرت کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرابی جب شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں اور اُن کی عقل زائل ہو جاتی ہے تو بسا اوقات اُن کی زبان سے ایک دوسرے کی نسبت بے ہودہ الفاظ نکلتے ہیں جو باہمی نزاع کا سبب بنتے ہیں اور بسا اوقات ضرب اور قتل تک نوبت پہنچتی ہے اور اس طرح سے اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت بیٹھ جاتی ہے۔

اور جوئے سے باہم عداوت یوں پیدا ہوتی ہے کہ بعض وقت آدمی جوئے میں اپنے کل مال سے ہار جاتا ہے اور وہ بالکل مفلس اور بے دست و پا رہ جاتا ہے پھر جب وہ اپنا مال دوسرے کے پاس دیکھتا ہے تو اس کو اس کے ساتھ عداوت ہو جاتی ہے غرض یہ کہ شراب اور جوا عداوت اور نفرت کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں یہ تو شراب اور جوئے کی دنیوی مضرت ہوئی اور اُخروی مضرت یہ ہے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے یعنی شیطان کا مقصود تم کو شراب اور جوے کی ترغیب سے یہ ہے کہ تم ان میں پڑ کر یادِ الٰہی اور نماز سے غافل ہو جاؤ کیونکہ شراب اور جوئے میں پھنس کر یادِ الٰہی اور نماز کا ہوش ہی نہیں رہتا اور اسکی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھ لو نماز کا تو کیا کھانے پینے کا بھی ہوش ہی نہیں رہتا پس جب تم پر شراب اور جوئے کی دنیوی اور اخروی مضرتیں واضح ہو گئیں سو بتلاؤ کیا اب بھی ان گندی اور پلید چیزوں سے باز آؤ گے جو تمہاری دنیا اور آخرت کی خرابی کا ذریعہ ہیں یعنی اب عقل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان گندی اور ناپاک چیزوں سے باز آجاؤ جو تم کو مولائے برحق کی یاد سے روکتی ہیں عرب میں شراب غایت درجہ مرغوب تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو تدریجاً حرام فرمایا اول یہ آیت نازل ہوئی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ جس میں صراحۃً ممانعت نہ تھی اس لیے بعض نے شراب پی اور بعض نے اس کو ترک کر دیا اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی جو پہلی آیت سے زیادہ سخت

تھی وہ آیت یہ تھی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے بوقت صلوٰۃ شراب کا استعمال ترک کر دیا حضرت عمرؓ کو جب پہلی آیت سنائی گئی تو یہ کہا اللّٰھُمَّ بیّن لنا فی الخمر بیانا شافیا اے اللہ شراب کے بارہ میں کوئی شافی اور واضح حکم نازل فرما پھر جب دوسری آیت نازل ہوئی اور عمرؓ کے سامنے پڑھی گئی تو عمرؓ نے پھر وہی کہا اللّٰھم بیّن لنا فی الخمر بیانا شافیا سب سے اخیر میں سورۂ مائدہ کی یہ آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ الخ نازل ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت پڑھ کر سنائی جب آپ اس لفظ یعنی فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پر پہنچے تو حضرت عمرؓ نے کہا انتھینا انتھینا یعنی ہم باز آئے باز آئے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تمام صحابہ شراب سے باز آگئے اور یہ حکم سنتے ہی لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے حتیٰ کہ شراب مدینہ کی گلی کوچوں اور نالیوں میں گندے پانی کی طرح بہنے لگی اور مدینہ منورہ اور تمام بلاد اسلام اس ام الخبائث سے یک لخت پاک ہوگئے۔

لطائف و معارف

(۱) شروع آیت میں حق تعالیٰ نے چار چیزوں کا ذکر کیا اور اس آخری آیت میں صرف شراب اور جوئے کا ذکر کیا کیونکہ اصل مقصود انہی دو چیزوں کی حرمت بیان کرنا تھی باقی شروع آیت میں شراب اور جوئے کے ساتھ بت پرستی اور فال کے تیروں کا ذکر اس لیے کیا کہ مسلمانوں کے دلوں میں شراب اور جوئے کی برائی خوب راسخ ہو جائے کہ شراب خواری بمنزلہ بت پرستی کے ہے۔

(۲) خمر ماخوذ ہے خَمَرَ الشَّیْءَ بمعنی سَتَرَہٗ وَغَطَّاہُ سے جس کے معنی ہیں اس نے اُس کو ڈھانک لیا شراب بھی چونکہ عقل کو ڈھانک لیتی ہے اور اس پر پردہ ڈال دیتی ہے اس لیے عربی میں اس کو خمر کہتے ہیں۔

اور میسر۔ قمار (جوئے) کو کہتے ہیں جو یُسر بمعنی سہولت سے ماخوذ ہے چونکہ جوئے میں مال آسانی سے مل جاتا ہے اور محنت اور مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اس لیے اُسے مَیْسِر کہتے ہیں ان دونوں چیزوں میں اگرچہ کچھ نہ کچھ فوائد اور منافع ہیں لیکن مفاسد اور مضرتیں بہت زیادہ ہیں اس لیے شریعت اسلامیہ نے ان دونوں چیزوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا اور دنیا کے لیے روحانی اور اخلاقی اور مادّی اور جسمانی مضرتوں سے حفاظت کا سامان مکمل کر دیا

(۳) خمر (شراب) کی سب سے بڑی مضرت یہ ہے کہ میخوار کی عقل نشہ کی حالت میں بالکل جاتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ چند روز بعد ہوش و حواس کی حالت

ہیں بھی اس سے دیوانہ وار حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں اس کی زبان اُس کے اختیار اور قابو سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کو اپنے اقوال و افعال کے عواقب اور انجام کا ہوش نہیں رہتا۔

(دوسرے) یہ کہ شراب بہیمی خواہشوں کو بڑھاتی ہے اور بسا اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ عصمت و عفت کو جڑ (بنیاد) سے اکھاڑ کر پھینکتی ہے یا کم از کم متزلزل کر دیتی ہے اور زنا اور بدکاری اور بے حیائی پر آمادہ کرتی ہے۔

(تیسرے) یہ کہ آدمی عبادت اور ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے بلکہ فرائض زندگی کی بھی کوئی قدر و قیمت اسکی نگاہ میں نہیں رہتی۔

(چوتھے) یہ کہ شراب مال و دولت کی بربادی کا ذریعہ ہے شرابی کی دولت و ثروت سب شراب کی نذر ہو جاتی ہے اور بسا اوقات اس قدر تنگ آجاتا ہے کہ زندگی سے تنگ آکر خودکشی کر لیتا ہے

(پانچواں) یہ کہ شراب خواری باہم دشمنی اور عداوت پیدا کرتی ہے اور باہمی تعلقات کو توڑ ڈالتی ہے

(چھٹے) یہ کہ شرابی کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو جاتا ہے اور صحت بدنی میں فرق آجاتا ہے اور اس کی تمام جسمانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اس لیے کہ شراب میں غذائیت نہیں ہے کہ وہ ہضم ہو سکے شراب چونکہ معدہ میں جاکر تحلیل نہیں ہوتی اس لیے دن بدن معدہ کو کمزور کرتی جاتی ہے اور قے کا مرض لگ جاتا ہے اور قلت غذا کی وجہ سے بدن میں اتنا خون پیدا نہیں ہو سکتا جو تقویت بدن کا باعث بن سکے اور جس قدر خون پیدا ہوتا ہے اس میں شراب کی سمیت موجود ہوتی ہے جو بدن کو روز بروز گھلاتی رہتی ہے اور دن بدن نظام عصبی میں فرق آتا جاتا ہے عضلات اور عروق بھی بگڑتے جاتے ہیں پھیپھڑا گلنے لگتا ہے اور کھانسی اور سل شروع ہو جاتی ہے اکثر اطباء کا بیان ہے کہ اگرچہ سل کی بیماری بغیر شراب پینے کے بھی ہو جاتی ہے لیکن ۹۵ فیصدی مریض سل کے شرابی ہی ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی بچتے ہیں۔

(ساتویں) یہ کہ شرابی قویٰ کے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے اکثر کام کاج سے جی چرانے لگتا ہے بغیر نشہ کے کام نہیں کر سکتا کام کرنے کے لیے بھی اسے شراب پینی پڑتی ہے یہاں تک کہ اس کے قویٰ بالکل جواب دے جاتے ہیں۔

اس لیے قرآن پاک نے شراب کو نجس اور عمل شیطان اور حرام قرار دیا اور اس کے پینے والے پر حد مقرر کی یورپ کی متمدن قوموں پر شراب خواری کے مفاسد خوب واضح ہو چکے ہیں اور شراب کی وجہ سے نظام تمدن کی خرابیاں اُن کی نظروں کے سامنے ہیں اور اس کے معترف ہیں کہ یہ چیز حرام ہونے کے قابل ہے مگر قانوناً اس کو جرم نہیں قرار دیا اسلامی تعلیم جہاں پہنچی اس نے شراب اور شراب خوری کا قلع قمع کر دیا اور پورے ملک کو اس لعنت سے محفوظ کر دیا۔

(۴) اور اسی طرح میسر یعنی قمار (جوئے) کو سمجھو کہ وہ بھی حرام اور باطل ہے قمار لوگوں کے مال چھین

لینے اور اُچک لینے کا ایک خاص طریقہ ہے جو وہمی حرص اور طمع اور آرزو پر مبنی ہے جوئے میں مال چونکہ بے مشقت مل جاتا ہے اس لیے جواری عموماً کاہل اور آرام طلب اور فکرِ معاش سے غافل ہوتے ہیں اور وہمی اور خیالی منصوبوں میں پڑ جاتے ہیں بارجیت کے چکر میں رہتے ہیں اور قرض لیتے رہتے ہیں اور جب قرض نہیں ملتا تو چوری اور چکاری اور لوٹ کھسوٹ پر کمر باندھ لیتے ہیں علاوہ ازیں قمار باہمی بغض و عناد پیدا کرتا ہے اس لیے کہ ہارنے والوں کو ہار کر غیظ و غضب آتا ہے اور کینہ اور انتقام پر آمادہ کرتا ہے اور چونکہ ہارجیت کسی سے خاص نہیں رہتی اس لیے جواری ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور ذرا بھی اُن کو دوسرے پر رحم نہیں آتا اور مال کے ساتھ اُن کے جان کے بھی لاگو ہو جاتے ہیں اور خون ناحق کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں پھر یہ کہ جس جواری کو بھی دیکھئے وہ کنگال ہی نظر آئے گا جواریوں کا روپیہ ہر وقت گھومتا رہتا ہے اور جواری جوئے کے چکر میں پھنس کر ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ اُسے جوئے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا وہ نہ دین کا رہتا ہے اور نہ دنیا کا نہ طاعت و عبادت کا اور نہ زن و فرزند اور عزیز اور اقرباء کا اُس کی ساری دنیا قمار خانہ ہوتی ہے غرض یہ کہ شراب کی طرح جُوّا بھی دشمنِ عقل اور دشمنِ مال اور دشمنِ اخلاق ہے جواریوں کو طرح طرح کے جرائم پر آمادہ کرتا ہے اور نظام تمدن کا مخرّب ہے ان مفاسد کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس ناپاک اور پلید چیز کو اپنے بندوں پر حرام فرما دیا تاکہ فلاح کو پہنچیں۔

حکم بامتثال جمیع احکام

گذشتہ آیت میں ایک خاص حکم کے امتثال کا حکم تھا اب اس آیت میں تمام احکام میں اطاعت کا حکم دیتے چنانچہ فرماتے ہیں اور اے ایمان والو! تم تمام احکام میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو اور اللہ اور رسول کی نافرمانی سے ڈرتے اور بچتے رہو لہٰذا شراب اور جوئے سے بھی بچتے رہو پس اگر تم اطاعت سے اعراض کروگے تو ہمارا اور ہمارے رسول کا کچھ نقصان نہیں کروگے اپنا ہی نقصان کروگے بس خوب جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف حکم کا واضح طور پر پہنچا دینا ہے نہ کہ تم کو مجبور کرنا سو وہ پہنچا چکے اس پر بھی نہ مانو تو تم جانو۔

عدم تاثیم بر استعمال خمر و میسر قبل از تحریم

جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو صحابہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول

اللہ ہمارے جو بھائی تحریم سے پہلے شراب پیتے رہے اور جوئے کا مال کھاتے رہے اور مر گئے ان کا کیا حال ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جن لوگوں نے تحریم سے پہلے شراب پی یا جوا کھیلا ان پر کوئی گناہ نہیں جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان پر کوئی گناہ نہیں اس چیز میں کہ جو وہ حرام ہونے سے پہلے کھا چکے ہیں یعنی حرام ہونے سے پہلے شراب اور جوئے کا مال جو کھا چکے ہیں اس پر کوئی گناہ اور مواخذہ نہیں بشرطیکہ وہ خدا سے ڈرتے رہے اور ان چیزوں کے استعمال سے بچتے رہے جو اس وقت حرام تھیں اور خدا پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے یعنی اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس چیز کو جس وقت چاہے حلال کرے اور جس وقت چاہے حرام کرے پھر ان لوگوں نے مدارج تقویٰ اور ایمان میں ترقی کی اور ان چیزوں سے پرہیز کیا کہ جو بعد میں حرام کی گئیں اور ان کی حرمت پر ایمان لائے خدا کے بندے ہیں جو حکم آتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں پھر تقویٰ اور ایمان میں اور ترقی کی اور غایت درجہ کے پرہیزگار اور نیکوکار بن گئے کہ شبہات سے بھی تورّع اور احتیاط برتی یعنی مدارج تقویٰ اور ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبۂ احسان تک جا پہنچے، جو مرد مومن کے لیے ترقی کا آخری مقام ہے جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ اور مرتبۂ احسان روحانی ترقیات کا آخری مقام اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور ظاہر ہے کہ محبوبیت خداوندی روحانی ترقی کا آخری مقام ہے۔

فائدہ ایمان اور تقویٰ کے تکرار اور لفظ ثم کے بار بار لانے سے اشارہ اس طرف ہے کہ ایمان اور تقویٰ میں مراتب اور درجات ہیں آخری مرتبہ مقام احسان ہے جہاں بندہ پہنچ کر خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

ہمینت بس کہ داند ماہرویم ∴ کہ من نیز از خریداران اویم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ

اے ایمان والو البتہ تم کو آزمائے گا اللہ کچھ

مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ

ایک شکار کے حکم سے جس پر پہنچیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تاکہ معلوم کرے اللہ

مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ

کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ

دکھ کی مار ہے اے ایمان والو نہ مارو شکار

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ

جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر تو

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا

بدلہ ہے اس مارے کے برابر مواشی میں سے وہ ٹھہراویں دو معتبر تمہارے کہ نیاز

بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ

پہنچاوے کعبہ تک یا گناہ کا اتارا ہے کئی محتاج کا کھانا یا اس کے برابر

ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا

روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا

سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

جو ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ اور اللہ زبردست

ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا

ہے بدلہ لینے والا ۔ حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اس کا کھانا فائدہ کو

لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ

تمہارے اور مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو

حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ

احرام میں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس جمع ہو گے اللہ نے

اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ

کیا ہے کعبہ جو گھر ہے بزرگی کا ٹھہرا لوگوں کے واسطے اور مہینہ

الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ

بزرگی کا اور قربانی لے جانی اور گلے میں لٹکن والیاں یہ اس واسطے کہ تم سمجھو کہ

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ

اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں اور

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

اللہ ہر چیز سے واقف ہے جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ ۭ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہیں

اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر میں کرو گے اور جو چھپا کر

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ

تو کہہ برابر نہیں گندا اور پاک اگرچہ تجھ کو خوش لگے گندے

الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳/۴

کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو شاید تمہارا بھلا ہو

حکم ہشدہم متعلق بہ شکار در حالت احرام

قال تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ ... الیٰ ... لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

(ربط) پچھلے رکوع میں تحریم طیبات اور اعتداء سے ممانعت فرما کر بعض چیزوں یعنی شراب اور جوتے سے اجتناب کا حکم دیا اب اس رکوع میں اُن بعض چیزوں کے ارتکاب سے منع فرماتے ہیں جن کی حرمت دائمی نہیں بلکہ بعض احوال کے ساتھ مخصوص ہے جیسے شکار کہ وہ صرف حالت احرام اور حدود حرم کے اندر حرام ہے اس لیے ارشاد فرماتے ہیں کہ احرام میں اور حرم کے اندر شکار کو

حلال نہ سمجھو اور اس کا ارتکاب نہ کرو شکار کی حرمت سے احرام کا احترام اور حرم محترم اور بیت اللہ کی تعظیم وتکریم مقصود ہے نیز شروع سورت میں بھی احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت مذکور تھی (غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ) مگر اجمالاً تھی قدرے اس کی تفصیل فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ احرام اور حرم کے ادب اور احترام کو ملحوظ رکھو چونکہ تم ایمان کے مدعی ہو اس لیے البتہ حق تعالیٰ تم کو گاہ بگاہ کسی شکار کی چیز سے تمہارے ایمان کی آزمائش کرے گا کہ شکار حالت احرام میں تمہارے سامنے آجائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے بسہولت پہنچ سکیں گے اور تم بسہولت شکار پر قادر ہو گے یہ آزمائش کا وقت ہو گا تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور خدا کے ڈر سے اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور کون اصحاب سبت کی طرح جن کو شنبہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت کر دی گئی تھی مکاری اور حیلہ بازی سے خدا کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے پس جو اس ممانعت کے بعد قانون سے تجاوز کریگا یعنی شکار کریگا تو اس کیلئے دردناک عذاب ہے اب اس تنبیہ کے بعد وہ قانون بتلاتے ہیں اے ایمان والو تمہارے ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حالت احرام میں خاص طور پر ادب اور تواضع کو ملحوظ رکھو اس لیے تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارو اور جو شخص تم میں سے حالت احرام میں قصداً اس شکار کو مار ڈالے تو جیسا جانور اس نے قتل کیا ہے اسی کے مثل اور مانند اس پر اس کا تاوان لازم ہے امام شافعیؒ کے نزدیک مماثلت سے خِلقی مماثلت مراد ہے پس شتر مرغ کے قتل میں اونٹ واجب ہے اور گورخر کے قتل میں گائے اور ہرن کے قتل میں بکری اور خرگوش کے قتل میں بکری کا نوزائیدہ بچہ وعلیٰ ہذا القیاس اور جن جانوروں میں مویشی یا چوپایوں کے ساتھ خِلقی مماثلت مفقود ہو ان میں قیمت کے لحاظ سے مماثلت قائم کی جائے۔

اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ آیت میں مماثلت سے مماثلت بالخلقت مراد نہیں بلکہ مماثلت بالقیمت مراد ہے پس جس قیمت کا جانور محرم نے قتل کیا اسی قیمت کا مویشی اس پر واجب ہے اس مماثلت کا حکم تم میں کے دو معتبر شخص لگائیں یعنی مماثلت کی تشخیص میں ایسے دو شخصوں کا قول معتبر ہے جو مسلمان دیندار اور سمجھدار اور صاحب بصیرت اور تجربہ کار ہوں وہ جو حکم لگاویں معتبر ہے پھر اس اندازہ اور تخمینہ کے بعد کہ فلاں جانور اس شکار کے مانند ہے شکار کرنے والے کو اختیار ہے کہ یا تو اس شکار کے بدلہ میں اس قدر قیمت کا جانور لے کر مثلاً بکری گائے اونٹ قربانی کرے کہ جو خانہ کعبہ پہنچنے والی ہو یعنی اس جانور کو حدود حرم میں پہنچایا جائے اور وہاں ذبح کر کے وہاں کے مسکینوں پر اس کا تصدق کیا جائے اور خود اس میں سے نہ کھائے یا اس پر کفارہ واجب ہے کہ اس کی قیمت کے برابر غلہ لے کر مسکینوں کو کھلا دینا ہے فی محتاج صدقۃ الفطر کی مقدار تقسیم کر دے یعنی اگر ھدی خانہ کعبہ نہ پہنچ سکے تو اس کی قیمت کا اناج لے کر

مسکینوں پر تقسیم کرے یا اُس غلہ کے برابر روزے ہیں یعنی اگر یہ بھی نہ کرسکے تو جس قدر مسکینوں کو اس کی قیمت کا اناج پہنچتا اُن کی شمار کے مطابق روزے رکھے علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا اس آیت میں کلمہ اَوْ تخییر کے لیے ہے یا ترتیب کے لیے ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تخییر کے لیے ہے اور امام احمدؒ اور امام زفرؒ کہتے ہیں کہ ترتیب کے لیے ہے تخییر کا مطلب یہ ہے کہ قاتل صید کو اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے اختیار کرے اور ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ اول ہدی واجب ہے اور اگر ہدی دستیاب نہ ہو سکے تو اس مقتول جانور کی قیمت کے بمقدار مسکینوں کو کھانا دینا ہے اور اگر بوجہ افلاس کے کھانا بھی نہ دے سکے تو ہر مسکین کے عوض روزہ رکھے اور یہ جزاء اس لیے واجب کی گئی تاکہ وہ اپنے کیے ہوئے وبال کا مزہ چکھے یعنی یہ اس کے گناہ کی سزا ہے کہ اس نے حالت احرام میں کیوں شکار کیا اللہ نے وہ خطا معاف کی جو اس سے پہلے ہو چکی یعنی نزول حکم سے پہلے یا اسلام لانے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کسی نے یہ حرکت کی تھی تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا یعنی اس ممانعت کے بعد پھر حالت احرام میں شکار کریگا تو اللہ اس سے آخرت میں بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ عزیز منتقم کی ناراضگی سے بچو

تتمۂ حکم سابق

حلال کر دیا گیا تمہارے لیے حالت احرام میں دریا کا شکار اور دریا کا طعام دریا کے شکار سے مچھلی مراد ہے کہ وہ تمہارے لیے حلال ہے اور دریا کے طعام سے وہ مچھلی مراد ہے کہ جو پانی سے جدا ہو کر مرگئی جو تم نے نہیں پکڑی تھی وہ بھی حلال ہے اور یہ حلال کیا جانا تمہارے فائدے کے لیے اور مسافروں کے فائدے کے لیے ہے اگر یہ حلال نہ کیا جاتا تو تم کو اور جو لوگ سفر کرتے ہیں اُن کو سخت تکلیف اٹھانی پڑتی۔

ف تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دریا سے ہر ایک پانی مراد ہے خواہ وہ سمندر ہو یا ندی نالہ یا جھیل یا تالاب ہو اور حرام کر دیا گیا تم پر خشکی اور جنگل کا شکار کرنا جب تک تم احرام کی حالت میں رہو اس سورت میں خدا تعالیٰ نے محرم کے لیے جنگلی شکار کی حرمت تین جگہ بیان کی اول شروع سورت میں فرمایا غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ پھر اس کے بعد اس رکوع کے اول میں فرمایا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ پھر اب تیسری بار فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا اس تکرار سے مقصود صرف تاکید ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے جس چیز سے اس نے منع کر دیا اس کو نہ کرو

اور بحالت احرام شکار اس لیے حرام کیا گیا کہ محرم کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہے اور اللہ نے خانہ کعبہ کو محترم گھر لوگوں کے قائم اور باقی رہنے کا ذریعہ بنایا ہے دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک یہ خانہ کعبہ باقی ہے جس وقت خدا تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوگا کہ کارخانہ عالم کو ختم کر دیا جائے تو اس بیت حرام کو اٹھا لیا جائے گا جیسا کہ بنانے کے وقت سب سے پہلے یہی مکان بنایا گیا تھا اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ اسی طرح جب دنیا کا کارخانہ ختم کیا جائے گا تو سب سے پہلے خانہ کعبہ کو اٹھا لیا جائے گا جب تک خانہ کعبہ باقی ہے اس وقت تک دنیا بھی باقی ہے غرض یہ کہ خانہ کعبہ ایک محترم مکان ہے جس کا ادب اور احترام فرض ہے اس لیے حدود حرم میں اور حالت احرام میں شکار ممنوع قرار دیا گیا اور ماہ حرام کو اور قربانی کو اور قربانی کے جانوروں کے گلے کے ہاروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قیام امن کا ذریعہ بنایا ہے کہ عرب کے لوگ اشہر حُرُم یعنی ماہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب میں قتل و قتال سے رُک جاتے ہیں اور قربانی کے جانوروں سے کوئی تعرض نہیں کرتے کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں جو حرم میں ذبح ہوں گے یہ یعنی کعبہ اور ماہ حرام اور ہدی اور قلائد کو تمہارے لیے موجب امن قرار دینا اس لیے ہے کہ تم سمجھ جاؤ کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر شئ کو جانتا ہے اور وہ تمہاری دینی اور دنیوی مصالح اور ضروریات سے واقف ہے اس لیے اُس نے ان چیزوں کو واجب الاحترام قرار دیا تاکہ تمہارے لیے قیام امن کا ذریعہ اور جان و مال کی حفاظت کا سبب بنیں خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سخت سزا دینے والا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ اہل اطاعت کو بخشنے والا مہربان ہے ہمارے رسول کے ذمہ سوائے اللہ کا پیغام پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں یعنی جب رسولؐ نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تو اب تمہارا کوئی عذر باقی نہیں رہا اگر تم اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرو گے تو سزا پاؤ گے اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو یعنی وہ تمہارے ظاہر و باطن سے خبردار ہے (اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاک اور گندہ اور پاکیزہ برابر نہیں یعنی حلال و حرام اور اطاعت اور معصیت اور سعادت اور شقاوت اور مسلم اور کافر برابر نہیں اگرچہ اے دیکھنے والے تجھ کو ناپاک اور گندہ کی بہتایت بھلی معلوم ہو یعنی اگرچہ تجھ کو حرام مال کی زیادتی پسند ہو مگر وہ حلال کی برکت کو نہیں پہنچتا گلاب کا ایک قطرہ پیشاب کے ایک مٹکہ سے کہیں بہتر ہے پس اے عقلمند و اللہ سے ڈرو اور اسکی نافرمانی سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ معلوم ہوا کہ عاقل اور دانا وہ ہے جو خدا سے ڈرے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ

اے ایمان والو مت پوچھو بہت چیزیں کہ اگر تم پر

لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ
کھولے تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے جس وقت قرآن اترتا ہے

تُبْدَ لَكُمْ ۖ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ
تو کھولی جاویں گی اللہ نے ان سے درگزر کی ہے اور اللہ بخشنا ہے تحمل والا ویسی

سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠٢﴾
باتیں پوچھ چکے ہیں ایک لوگ تم سے پہلے پھر سویرے اُن سے منکر ہوتے

ممانعت از سوالات غیر ضروریہ

قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ... الیٰ.. ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِھَا کٰفِرِیْنَ

(ربط) پچھلے دو رکوع میں احکام منزلہ میں غلو اور تساہل سے منع فرمایا اب ان آیات میں غیر ضروری اور لایعنی سوالات کی ممانعت فرماتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین رسول کا فریضہ ہے شریعت کے نازل کرنے سے مقصود ہی بیان احکام ہے پس جن امور کا شریعت نے صراحۃً کوئی حکم بیان نہیں کیا اُن کے متعلق فضول اور دور از کار سوالات مت کرو جس طرح شریعت کا بیان موجب ہدایت وبصیرت ہے اسی طرح شریعت کا سکوت بھی ذریعۂ رحمت وسہولت ہے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کا سکوت سہو اور نسیان کی بناء پر نہیں بلکہ کمال حکمت پر مبنی ہے جس چیز کو اُس نے حلال یا حرام کیا وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس چیز سے سکوت کیا اس میں گنجائش رہی اور مجتہدین کو اس میں اجتہاد کا موقعہ ملا اور لوگوں کے لیے اس کے فعل اور ترک میں ایک گونہ سہولت نکلی لہذا اگر تم نے زمانۂ نزول وحی میں اس قسم کے لایعنی سوالات کیے تو بہت ممکن ہے کہ بذریعہ وحی کوئی ایسا حکم نازل ہو جائے کہ جس سے تمہاری سہولت اور راحت ختم ہو جاتے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ اور اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہے لہذا زمانہ نزول وحی میں اس قسم کے فضول سوالات سے غایت درجہ احتیاط ضروری ہے البتہ زمانہ رسالت گذر جانے کے بعد کتاب وسنت کی روشنی میں دینی مسائل کی چھان بین کی ممانعت نہیں کیونکہ اب اگر کوئی جدید حکم دیا جائے گا تو وہ کتاب وسنت سے قیاسی واستنباطی ہوگا جس سے وحی منزل کی طرح قطعی طور پر کوئی حلال چیز حرام یا حرام چیز حلال نہیں ہوسکتی اگلی امتیں اسی کثرت سوال کی بدولت بہت سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار

ہو چکی ہیں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے گائے کی تشریح میں لایعنی سوالات کیے اور سختی میں مبتلا ہوئے جس کا بیان سورۂ بقرہ میں گذر چکا۔

چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں" یعنی آپ سے نہ پوچھو کہ یہ چیز روا ہے یا نہیں یہ کام کریں یا نہ کریں بلکہ جو فرمایا اس پر عمل کرو نہ فرمایا اسکو معاف جانو اس میں دین آسان رہے اور جو ہر بات کا جواب آوے تو دین تنگ ہو جائے پھر عمل نہ کر سکو جیسے اگلے نہ کر سکے پھر (آیندہ آیت میں) کفر کی رسمیں بتائیں کہ پوچھنے کی حاجت نہیں جو اللہ نے نہ فرمایا وہ بے اصل ہے اور اسی طرح بے فائدہ باتیں پوچھی کسی نے پوچھا میرا باپ کون تھا یا میری عورت گھر میں کس طرح ہے اگر پیغمبر جواب دے شاید برا جواب آوے اور پشیمان ہو" (موضح القرآن)

اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ادب کو ملحوظ رکھو اور اس کے احکام میں پیش قدمی نہ کرو یعنی ایسی فضول اور لایعنی باتوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ شاید اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری معلوم ہوں گی اس لیے کہ اول تو لایعنی اور فضول سوال کرنا جرأت اور جسارت اور گستاخی ہے اور سراسر خلاف ادب ہے جو حکم آجائے اس پر عمل کرو جو نہ آئے خاموش رہو علاوہ ازیں ممکن ہے کہ تمہارے سوال کے بعد رسولؐ ایسی بات بیان کرے جو تمہارے لئے باعث ناگواری اور موجب شرمساری ہو یا سبب گرانی ہو کہ تمہارے سوال کی وجہ سے وہ چیز تم پر فرض ہو جائے اور پھر تم کو اس پر عمل کرنا دشوار ہو پس تمہارا پوچھنا فضول ہے اللہ کا رسولؐ خود بیان کرے گا اور اگر تم ان باتوں کے متعلق اس وقت سوال کرو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو وہ باتیں تم پر ظاہر کر دی جائیں گی یعنی جب تک رسول اللہ تم میں موجود ہیں اور وحی کا سلسلہ جاری ہے اس وقت تک اگر تم کوئی بات پوچھو گے تو اس کا جواب تم کو ضرور دیا جائے گا پس ایسی بات نہ پوچھو جس کا جواب تم کو ناگوار معلوم ہو ان سوالات سے پہلے جو سوالات تم کر چکے ہو ان کو اللہ نے معاف کیا آیندہ نہ کرنا اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے مؤاخذہ میں جلدی نہیں کرتا ایسی ہی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے پوچھیں اور پھر ان سے منکر ہو گئے جیسے قوم صالح نے صالح علیہ السلام سے سوال کیا کہ پتھر سے ناقہ نکالو جب خدا نے اُن کا سوال پورا کر دیا تو وہ اس معجزہ کے منکر ہو گئے اور اونٹنی کو انہوں نے ذبح کر ڈالا اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بہت سے سوال کیے اور جب بتائے گئے تو حجتیں نکالنی شروع کیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے مائدہ کا سوال کیا اور پھر اس کی ناشکری کی اور انجام بھگتا۔

www.ahlehaq.org

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ

نہیں ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ

وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے ہیں اللہ پر

الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

جھوٹ اور اُن میں بہتوں کو عقل نہیں اور جب کہیے ان کو

تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا

آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو کفایت ہے

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا

جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر ان کے باپ نہ علم رکھتے

يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

ہوں کچھ اور نہ راہ جانتے تو بھی

حکم نوز دہم ۱۹ ابطال بعض رسوم شرکیہ واقوال کفریہ

قال اللہ تعالیٰ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ ..... الیٰ .... وَّلَا يَهْتَدُوْنَ

(ربط) شروع پارہ میں نذر اور قسم کے ذریعہ حلال اور طیّب کو اپنے اوپر حرام کرنے کی ممانعت فرمائی اور گزشتہ رکوع میں لایعنی سوالات کی ممانعت فرمائی کہ مبادا لوگوں کے سوال کی وجہ سے کوئی چیز حرام نہ کردی جائے ان آیات میں رسوم جاہلیت کا ابطال فرماتے ہیں اور اہل جاہلیت کی گمراہی کو بیان کرتے ہیں کہ ان جاہل مشرکوں نے بغیر حکم خداوندی اپنی طرف سے بہت سی چیزیں اپنے اوپر حرام کرلیں اور پھر ان کی دلیری دیکھو کہ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا یہ محض افتراء ہے اور ان بے عقلوں کی جہالت اس درجہ پہنچ چکی ہے کہ جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام پر چلو تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقہ پر چلیں گے چنانچہ فرماتے

پ ۷

ہیں اللہ نے نہ تو بحیرہ مشروع کیا نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام ولیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ یہ رسوم اللہ کی مقرر کردہ ہیں اور اللہ ان سے خوش ہوتا ہے اور ان میں کے اکثر بے عقل ہیں بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام یہ سب زمانہ جاہلیت کی رسوم ہیں مشرکین عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر اونٹنی پانچ بچے جنتی اور اس کا پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس کے کان چیر کر اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے نہ اس سے سواری لیتے اور نہ اس کو ذبح کرتے اور نہ اس پر بوجھ لادتے اور نہ اس کو کسی پانی اور چراگاہ سے روکتے وہ جہاں چاہتی چرتی پھرتی اس اونٹنی کو وہ لوگ بحیرہ کہتے تھے اور اگر کوئی سفر میں جاتا یا بیمار ہوتا تو یہ کہتا کہ اگر میں اپنے سفر سے واپس آ گیا یا میں نے اپنی اس بیماری سے شفا پائی تو میری یہ اونٹنی سائبہ ہے یعنی آزاد ہے جہاں چاہے پھرے اب یہ اونٹنی سواری اور بار برداری کی مشقت سے آزاد ہے تو وہ اونٹنی سائبہ (آزاد) ہو جاتی اور اس کا حکم وہی ہو جاتا جو بحیرہ کا حکم تھا اُس زمانہ کا سائبہ ایسا ہے جیسا کہ اِس زمانہ میں ہندو لوگ سانڈ چھوڑتے ہیں اور وصیلہ وہ بکری ہے کہ جو مادہ جننے کے بعد پھر دوبارہ مادّہ جنے اور درمیان میں نر بچہ پیدا نہ ہوا ہو اسکو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ وصیلہ اس بکری کو کہتے ہیں جو اپنی ماں کے ساتویں بطن سے اپنے بھائی کے ساتھ پیدا ہو تو ایسی بکری کو ذبح نہ کرتے تھے اور حَام اس شتر نر کو کہتے ہیں کہ جس کی جفتی سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں ایسے اونٹ کو بھی اہل عرب سواری وغیرہ کی خدمت سے آزاد کر دیتے تھے اور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے گویا کہ اس نے اپنی پشت کی حمایت اور حفاظت کر لی اس لیے اسکو حام یعنی حامی کہتے تھے۔

یہ بدرسمیں مشرکین عرب میں مدتوں سے چلی آتی تھیں اور اُن کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان رسموں کو مشروع کیا ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے خدا تعالیٰ نے ان رسموں کو ہرگز مشروع نہیں کیا ان کے بڑوں نے خدا پر بہتان باندھا اور عوام کالانعام نے اسے قبول کر لیا۔

الغرض ان آیات میں اس بات کی تنبیہ کر دی گئی کہ جس طرح فضول اور لایعنی سوالات کر کے احکام شرعیہ میں تنگی اور سختی کا سبب بننا جرم ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ جرم ہے کہ اپنی رائے سے حلال و حرام تجویز کرے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جہالت کو چھوڑو اور اس کی طرف آؤ جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول کی طرف آؤ اور اس کی اطاعت کرو تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہم کو وہی دین کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں اور بزرگوں کو پایا ہے یعنی ہم اپنے بزرگوں کو چھوڑ کر تمہاری اطاعت کیوں کریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا اُن کے لیے اُن کا آبائی دین کافی ہے اگرچہ ان کے آباء و اجداد نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں مطلب یہ ہے کہ تقلید اور پیروی ایسے شخص کی کرنی چاہیئے جو علم اور ہدایت پر ہو اور تمہارے آباء و اجداد تو جاہل اور گمراہ تھے انہیں

حق اور باطل کی تمیز نہ تھی اُن کے پیچھے کیوں چلتے ہو۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کی تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا

ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

جو کوئی بہکا جب تم ہوئے راہ پر اللہ پاس پھر جانا ہے تم سب کو پھر جتا دیگا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾

جو کچھ تم کرتے تھے

حکم بستم متعلّق بحفاظتِ دین خود

قال تعالیٰ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ... الیٰ .... بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(ربط) گزشتہ آیات میں کفار اور مشرکین کی جہالتوں کو بیان فرمایا اب اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ تم ان معاندین کی فکر میں نہ پڑو تم اپنی ہدایت کی فکر کرو تم اُن کی اصلاح کی جو کوشش کر سکتے تھے وہ کر چکے اب اگر یہ لوگ تمہارا کہنا نہیں مانتے اور تمہاری نصیحتوں کو نہیں سنتے اور اپنے عناد اور ضد اور جہالتوں اور ضلالتوں سے باز نہیں آتے تو تمہارا کچھ نقصان نہیں اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو برا کام کرتے دیکھا جائے تو اس کو منع نہ کیا جائے کہ ہمیں اُس کی برائی کیا نقصان کرے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اس کے بعد بھی اگر کوئی ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی سے اپنی گمراہی پر جما رہے تو پھر اس کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر چکے پس اے ایمان والو اگر وہ لوگ تمہارے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہیں سنتے تو تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور اپنے دین کی فکر کرو اور انکی فکر چھوڑ دو جو شخص باوجود تمہاری نصیحت اور تفہیم کے گمراہ ہوگا وہ تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا بشرطیکہ تم خود راہ ہدایت پر ہو یعنی جب تم خود ہدایت پر ہو گئے اور دوسرے لوگوں کو سمجھاتے رہے اور وہ تمہارے سمجھانے سے ہدایت پر نہ آئے تو تمہارے ذمہ کوئی الزام نہیں یا یہ معنی ہیں کہ جب تم ہدایت پر ہو تو گو کافر تمہارے کیسے ہی دشمن ہوں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم سب کا اخیر ٹھکانہ اللہ ہی کی طرف ہے سو وہ تم کو اُن تمام باتوں

سے آگاہ کر دیگا کہ جو تم کرتے تھے یعنی تمہارے نیک و بد اعمال کی جزاء دیگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

اے ایمان والو! گواہ تمہارے اندر جب پہنچے کسی کو تم میں

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ

موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص معتبر چاہئیں تم میں سے یا

اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ

دو اور ہوں تمہارے سوا اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں

فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ

پھر پہنچے تم پر مصیبت موت کی دونوں کو کھڑا کرو بعد

الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ

نماز کے پھر وہ قسم کھاویں اللہ کی اگر تم کو شبہ پڑے کہیں ہم نہیں لیتے

ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ

قسم مال پر اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی نہیں

اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓي اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ

تو ہم گنہ گار ہیں پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ دونوں

اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ

حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہوں انکی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے

عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ

ان میں جو بہت نزدیک ہیں پھر قسم کھاویں اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے

شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا ۖ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾

ان کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہیں کہا نہیں تو ہم بے انصاف ہیں

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ

اس میں لگتا ہے کہ شہادت ادا کریں راہ پر یا

يَخَافُوا أَن تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ

ڈریں کہ الٹی پڑے گی قسم ہماری ان کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَاسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٠٨﴾ ع

اور سن رکھو اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو

حکم بست و یکم متعلق بہ وصیت و شہادت

قال تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ ... الیٰ ... وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ

(ربط) گذشتہ آیت میں حفاظتِ دین کا حکم تھا اس آیت میں حفاظتِ مال کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں کہ مرتے وقت کسی کو وصی اور گواہ بنا لینا چاہیئے پہلی آیت میں دینی مصلحت کے متعلق حکم تھا اور اس آیت میں دنیوی مصلحت کے متعلق حکم ہے۔

یا یوں کہو کہ گذشتہ آیت میں یہ بیان تھا کہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور مال کا حساب دینا پڑے گا اب اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے تم کو وصیت کر دینی چاہیئے اور اس پر کسی کو گواہ بنا لینا چاہیئے تاکہ حق ضائع نہ ہو لہٰذا اس کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں۔

شانِ نزول ان آیتوں کا شان نزول ایک واقعہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا وہ واقعہ یہ ہے کہ تمیم بن اوس داری اور عدی بن بدّاء جو اس وقت دونوں نصرانی تھے بغرض تجارت مدینہ سے شام گئے اور ان کے ساتھ بُدیل مولیٰ عمرو بن العاص بھی تھے جو مسلمان تھے بدیل وہاں جاکر بیمار ہو گئے اس لیے انہوں نے اسی بیماری کی حالت میں اپنے کل مال کی جو ان کے پاس تھا ایک فہرست لکھی اور اس کو اپنے اسباب میں

رکھ دیا اور اپنے دونوں نصرانی ساتھیوں سے اُس کا ذکر نہ کیا جب اُن کا مرض سخت ہوگیا اور مرنے لگے تو انہوں نے اپنا مال تمیم اور عدی کے سپرد کیا اور یہ وصیت کی کہ جب تم مدینہ واپس جاؤ تو میرا یہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا پھر بُدَیل مرگئے اور وہ دونوں نصرانی اپنے کام سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آئے اس مال میں ایک چاندی کا پیالہ بھی تھا جس پر سونے کا جھول چڑھا ہوا تھا اور اس میں تین سَو مثقال چاندی تھی ان نصرانیوں نے وہ پیالہ تو مال میں سے غائب کرلیا اور باقی کل مال بدیل کے وارثوں کو لاکر دے دیا وارثوں نے جب اس مال کی دیکھ بھال کی تو اس میں سے اُن کو ایک فہرست برآمد ہوئی جس میں ہر چیز کی تفصیل تھی جب اس فہرست کے مطابق انہوں نے مال کی جانچ پڑتال کی تو اس میں اُن کو وہ چاندی کا پیالہ نہ ملا وہ لوگ تمیم اور عدی کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ کیا بدیل نے بیماری کی حالت میں اپنا مال فروخت کر دیا تھا انہوں نے کہا کہ نہیں وارثوں نے کہا کہ ہم کو اس سامان میں ایک فہرست ملی ہے جس میں اس کے کل مال اور اسباب کی تفصیل ہے اس فہرست کے مطابق ہم کو ایک چاندی کا پیالہ نہیں ملتا جس پر سونے کا جھول تھا اور اس میں تین سو مثقال چاندی تھی انہوں نے کہا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں جو چیز اس نے ہمارے سپرد کی تھی وہ ہم نے تمہارے سپرد کر دی وارثوں نے یہ معاملہ اور یہ مقدمہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا مگر وہ دونوں اپنے انکار پر قائم رہے اور چونکہ مدعین یعنی اولیاء میت کے پاس خیانت کے کوئی گواہ نہ تھے اس لیے تمیم اور عدی سے قسمیں لی گئیں کہ ہم نے اس مال میں کوئی خیانت نہیں کی کیونکہ وہ دونوں نصرانی اس مقدمہ میں مدعی علیہ تھے اس لیے اُن سے قسمیں لی گئیں اور وہ جھوٹی قسمیں کھا گئے اور قصہ ختم ہوگیا کچھ دنوں کے بعد کہیں سے وہ پیالہ پکڑا گیا جس کے پاس پیالہ ملا اس سے دریافت کیا گیا کہ تیرے پاس یہ پیالہ کہاں سے آیا اس نے کہا کہ یہ پیالہ میں نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے اب دوبارہ یہ مقدمہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا اس وقت یہ دونوں نصرانی خریداری کے مدعی بن گئے اور یہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ پیالہ اس کے مالک سے یعنی اُس میت سے خرید لیا تھا لیکن چونکہ ان کے پاس خریداری کے گواہ نہ تھے اور ورثہ خریداری کے منکر تھے اس لیے اب آپ نے اُن کے بجائے وارثوں سے قسمیں لیں وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت کے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے وہ پیالہ فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم) وہ رقم وارثوں کو دلائی گئی اور قصہ ختم ہوا اس بارہ میں خدا تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں اے مسلمانو! تمہارے درمیان گواہی (کا نصاب) جب کہ تم میں کسی کو موت آپہنچے یعنی وصیت کا وقت آپہنچے تو ایسی حالت میں کہ جب مال ورثہ کے سپرد کرنے کی ضرورت ہو تو گواہی کا نصاب ایسے دو شخص

ہیں جو ثقہ اور معتبر ہوں اور تم میں سے ہوں یعنی مسلمان ہوں مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرتے وقت اپنے ورثہ کے متعلق غیروں کو وصیت کرنا چاہے اور اپنا مال ومتاع اُن کے حوالہ کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ مسلمانوں میں سے دو معتبر شخصوں کو وصیت کرے تاکہ وہ اس کی وصیت کو پورا کریں اور اس کے مال میں خیانت نہ کریں یا اگر مسلمان نہ ملیں تو تمہارے غیروں یعنی کفار میں سے دو شخص گواہ بنا لیے جائیں اگر تم سفر کی حالت میں ہو پھر تمہیں اس غربت میں موت کی مصیبت آپہنچے اور اس مسافرت کی حالت میں تمہارے رفیق سفر سب کافر ہیں مسلمان کوئی نہیں تو انہی میں دو شخصوں کو اپنا وصی بنا لو ایسی حالت میں کہ جب مسلمان نہ ہو تو غیر مسلم کو وصی بنانا جائز ہے پھر ان غیر مسلم اوصیاء کا حکم یہ ہے کہ اے وارثو! اگر تم کسی وجہ سے ان کی امانت اور صداقت کے بارہ میں شک اور تردد میں پڑ جاؤ اور تمہیں ان اوصیاء کے متعلق خیانت کا گمان ہو تو ان دونوں غیر مسلموں کو عصر کی نماز کے بعد روک لو پھر وہ دونوں مجمع عام میں قسم کھائیں اور قسم کے ساتھ یہ کہیں کہ ہم اس قسم کے عوض میں کسی قسم کا مال نہیں چاہتے اگرچہ وہ شخص جس کے نفع کے لیے ہم گواہی دے رہے ہیں ہمارا قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو یعنی ہم جھوٹی گواہی اپنے رشتہ داروں کے لیے بھی نہیں دیتے غیر کے لیے تو کیا دیں گے اور ہم اللہ کی فرض کی ہوئی گواہی کو نہیں چھپاتے اگر ہم ایسا کریں گے تو بے شک ہم گنہگاروں میں سے ہوں گے پھر اگر بعد میں کسی طریقہ سے یہ اطلاع ملے کہ وہ دونوں شاہد یعنی وصی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یعنی انہوں نے میت کے مال میں خیانت کی ہے اور جھوٹی قسم کھائی ہے تو دو اور شخص ان کی جگہ قسم کھانے کے لیے کھڑے ہوں ان لوگوں میں سے جن کا ان دونوں نے حق دبایا ہے یعنی میت کے ورثہ میں سے دو شخص کھڑے ہوں جو میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں پھر وہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ بے شک ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور ہم نے اپنی اس قسم میں کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو بے شک ہم ظالموں میں سے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو بدیل کے دو وارث کھڑے ہوتے اور عصر کے بعد انہوں نے یہ قسم کھائی کہ یہ دونوں شخص جھوٹے اور خائن ہیں اور ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے تب اس پیالہ کی قیمت اُن نصرانیوں سے لے کر ان کو دلائی گئی جب اس واقعہ کے بعد تمیم داری رضی اللہ عنہ اسلام لے آتے تو کہا کرتے تھے کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول سچا ہے میں نے پیالہ لیا تھا اب میں اپنے اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں اور اللہ سے معافی مانگتا ہوں شہادت کا یہ طریقہ جو ان آیات میں مذکور ہوا یہ اس امر کے بہت زیادہ قریب اور نزدیک ہے کہ لوگ صحیح طریقہ پر شہادت دیا کریں یا وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں کے بعد وارثوں پر قسمیں لوٹائی جائیں گی یعنی انہیں یہ اندیشہ ہوگا کہ اگر ہم نے جھوٹی قسم کھائی تو ہمارے بعد ورثہ سے قسم لی جائے گی اور ورثہ قسم کھا کر ہماری قسم کو بے اعتبار بنا دیں گے اس اندیشہ اور خیال سے وہ جھوٹی

قسم پر جرأت نہ کریں گے اور اے لوگو قسم کھاتے ہیں اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ کا حکم سنو اور جو اللہ کا حکم نہ سنتے وہ فاسق ہے اور اللہ فاسقوں کو توفیق نہیں دیتا یعنی جو لوگ امانت میں خیانت کرتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں وہ اللہ کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت نہیں دیتا بلکہ انکو اُنکی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ قیامت کے اسکی سزا پائیں۔

❊ ❊ ❊

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا

جس دن اللہ جمع کرے گا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو

عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ

خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جانتا جب کہے گا اللہ

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى

اے عیسےٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی

وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ

ماں پر جب مدد کی میں نے تجھ کو روح پاک سے تو کلام کرتا لوگوں سے

فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں

وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ

اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت

الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ

میرے حکم سے پھر دم مارتا اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور

تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى

چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے

بِاِذْنِیْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ

میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا اُن پاس

بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ

سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾

جادو ہے صریح

خاتمۂ احکام سورت بر تذکیر آخرت و ذکر انعامات و احسانات خداوندانام بر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام برائے اثبات عبدیت و اثبات رسالت

قال تعالیٰ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ ... الیٰ ..... اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

(ربط) قرآن مجید میں حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ شرائع اور احکام کے بیان کے بعد یا تو اپنی ذات وصفات یا انبیاء کرام کے احوال یا قیامت کے احوال بیان فرماتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور آخرت کا تذکرہ اور استحضار امتثال احکام میں ممد اور معاون ہو اس لیے ختم سورت پر قیامت کا حال ذکر فرمایا کہ اس دن تمام انبیاء مجتمع ہوں گے اور اُن کی قوموں اور امتوں کی زجر اور توبیخ کے لیے اُنہی کے سامنے علی رؤس الاشہاد سوال وجواب ہوں گے تاکہ امتیں سن لیں اور ڈر جائیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ جو لڑکی زندہ گاڑی گئی تھی اس سے سوال ہو گا کہ کس گناہ پر ماری گئی تو سوال تو موءودہ سے ہو گا مگر اس سوال سے مقصود وآید (یعنی زندہ گاڑنے والے) کی توبیخ اور سرزنش ہو گی اسی طرح قیامت کے دن جو انبیاء کرام سے سوال ہو گا تو اس سے مقصود امتوں اور قوموں کی توبیخ اور سرزنش ہو گی حق جل شانہ نے ان آیات میں بالاجمال تمام انبیاء سے سوال کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کو عیسائیوں نے خدا ٹھہرا رکھا ہے کیونکہ اوپر سے سلسلۂ کلام اہل کتاب کے غلو اور افراط اور تفریط کے متعلق چلا آرہا ہے اس لیے حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا

اس تذکرہ سے اصل مقصود تو نصاریٰ کے عقائد کی تردید ہے جو انہیں خدا اور خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اس لیے کہ دوسری امتوں کا کفر انبیاء کرام کی ذات تک محدود تھا اور نصاری کا کفر حق نبوت سے تجاوز کر کے خدا تعالیٰ کی حد تک پہنچ چکا تھا اس لیے کہ خداوند قدوس کے لیے بیٹا تجویز کرنا بارگاہِ خداوندی میں ایسی عظیم گستاخی ہے کہ جس سے آسمان و زمین کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے ان آیات میں اصل مقصود تو نصاریٰ کی تردید ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہود کی بھی تردید و تکذیب ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسیٰ پر اپنے انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جس سے ایک طرف تو ان کا بندہ اور محتاجِ خدا ہونا ثابت ہوا اس لیے کہ انعام و احسان اور تائید روح القدس اور حفاظت جبرئیلی اور نزول مائدہ کی ضرورت بندہ کو ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کو اور دوسری طرف اُن کا برگزیدۂ خدا ہونا ظاہر ہو گیا اس طرح سے یہود اور نصاری کے غلو اور افراط و تفریط دونوں کی تردید ہو گئی اور اس تذکرہ اور حکایت سے مقصود یہ ہے کہ یہ سن کر نصاریٰ اور یہود دونوں اپنے اپنے کفر اور عناد سے باز آجائیں چنانچہ فرماتے ہیں یاد کرو اُس ہولناک دن کو کہ جس دن اللہ تعالیٰ کافروں کے الزام کے لیے رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان رسولوں سے پوچھے گا کہ تم کو تمہاری امتوں کی طرف سے کیا جواب دیا گیا تھا یعنی جب تم نے ان کو خدا کی طرف بلایا تو انہوں نے تمہاری دعوت کا کیا جواب دیا اُسے قبول کیا یا رَدّ کیا اس سوال کرنے سے خدا تعالیٰ کا مقصود منکرین اور مکذّبین کو توبیخ کرنا ہوگا پیغمبر جواب میں کہیں گے ہمیں حقیقت حال کا علم نہیں تحقیق آپ ہی تمام غیبوں کے جاننے والے ہیں ظاہر و باطن سب تجھ ہی پر روشن ہے ہم تو صرف ظاہر ہی کو کچھ جان لیتے ہیں ہم تیرے سامنے کیا بیان کریں ہمارا علم تیرے علم کے سامنے کوئی چیز نہیں بلکہ بمنزلہ عدم علم کے ہے اور اسی دن جب تمام پیغمبر جمع ہوں گے عیسیٰ علیہ السّلام کو بلا کر اُن سے اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے میرے اُس انعام اور احسان کو یاد کر جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہیں قیامت کے دن ان احسانات کے یاد دلانے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی زجر اور توبیخ مقصود ہو گی یعنی ان انعامات اور احسانات کو یاد دلا کر ان پر یہ امر ظاہر کیا جائے گا کہ دنیا میں عیسیٰ علیہ السّلام کے بارہ میں دونوں گروہ غلطی پر تھے عیسیٰؑ خدا کے بندے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کا محسن ہے اُن میں جو کچھ خوبی تھی وہ خدا ہی کی دی ہوئی تھی پس نصاریٰ کو کیا حق تھا کہ انہوں نے عیسیٰؑ کو تو خدا بنا لیا اور عیسیٰؑ کے محسن کو بھول گئے اور یہودیوں کے لیے کب مناسب تھا کہ جس ذات پر خدا تعالیٰ کے ایسے عجیب و غریب انعامات و احسانات ہوتے ہوں اس کو مفتری اور کذاب سمجھیں اور اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی ماں پر احسانات کی تفصیل نہیں کی اشارہ اور اجمال پر اکتفا کیا تفصیل اسکی سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے کہ وہ طاہرہ اور مطہرہ اور صدیقہ تھیں اور حق تعالیٰ

نے ان کو تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی تھی اور اے عیسیٰ بن مریم اس وقت کو بھی یاد کرو کہ جب میں نے تجھ کو روح القدس یعنی جبریل امینؑ سے قوت اور مدد دی جو تیری تائید اور تقویت کے لیے ہر وقت تمہارے ساتھ رہتے تھے مطلب یہ ہے کہ حظیرۃ القدس کے انوار و برکات ہر وقت تمہارے محافظ اور نگہبان تھے اور افضل الملائکۃ المقربین یعنی جبریل امین کے معیت کی وجہ سے نفس و شیطان کی یہ مجال نہ تھی کہ اپنی ظلمتوں سے آپ کی نورانیت کو پھیکا ہی کر سکے من جانب اللہ روح القدس کی یہ تائید اس کی دلیل تھی کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں معاذ اللہ خدا نہیں خدا کو کسی کی تائید اور تقویت کی کیا ضرورت ہے اور اللہ کے اس انعام کو بھی یاد کرو کہ آپ گہوارہ میں بھی اور بڑی عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرتے تھے یعنی زمانۂ طفولیت اور زمانۂ کہولت کے کلام میں باعتبار فصاحت و بلاغت اور باعتبار موعظت و حکمت کوئی فرق نہ تھا دونوں یکساں تھے زمانۂ شیر خوارگی میں آپ نے یہ کلام کیا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور اس شیر خوارگی میں جو پہلا کلمہ آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ تحقیق میں اللہ کا بندہ ہوں اور نبوت و رسالت ملنے کے بعد وحی اور الہام سے کلام فرمایا دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کا کلام ایک ہی شان اور ایک ہی صفت کا تھا دونوں میں کوئی تفاوت نہ تھا حالانکہ ان دو حالتوں کا کلام غایت درجہ مختلف اور متفاوت ہوتا ہے یہ بھی من جانب اللہ ایک عظیم معجزہ تھا جو آپ کے حق میں اور آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں نعمت عظیمہ تھی جس سے اُن کی طہارت اور نزاہت ثابت ہوئی اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت و رسالت ثابت ہوئی اور ولادت سے لے کر زمانۂ کہولت تک مختلف حالات اور تغیرات کا پیش آنا اس سے حضرت عیسیٰؑ کی عبدیت ثابت ہوئی اور الوہیت کی نفی ہو گئی اس لیے کہ خدا تعالیٰ ولادت اور تغیرات سے پاک اور منزہ ہے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حالت کہولت میں کلام کرنے سے مراد یہ ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد بھی اسی قسم کا کلام سراپا حکمت التیام فرمائیں گے لہٰذا لفظ وَکَہْلًا میں آپ کے نزول من السماء کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے اس لیے کہ آپ زمانۂ کہولت سے پہلے آسمان پر اٹھائے گئے نزول کے بعد آپ کہولت کو پہنچیں گے اور حکمت و موعظت کی باتیں لوگوں کو بتلائیں گے۔

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ میں نے تم کو لکھنا اور دانائی اور توریت اور انجیل سکھائی کتاب سے کتابت اور فن تحریر مراد ہے اور حکمت سے کلام صواب مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام لکھنا جانتے تھے مگر افسوس کہ نصاریٰ کے پاس حضرت مسیحؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی انجیل موجود نہیں بخلاف ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ اُمّیؐ

تھے لکھنا نہیں جانتے تھے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ اس لیے آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو کاتبین وحی کو بلا کر املاء کرا دیتے بحمدہٖ تعالیٰ مسلمانوں کے پاس وہ اصل قرآن محفوظ ہے جو کاتبین وحی اور خلفاء راشدین کے مبارک ہاتھوں نے لکھا اور یہ دنیا کے سارے قرآن اس کی نقل مطابق اصل ہیں اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل اور صورت بناتا تھا پھر تو اس مصنوعی صورت وشکل میں پھونک مارتا تھا پھر وہ تیری بنائی ہوئی صورت میرے حکم سے حقیقۃً پرندہ بن جاتی تھی یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ تھا کہ آپ مٹی سے پرند کی صورت بناتے اور پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ سچ مچ کا پرندہ بن جاتا اور اڑنے لگتا اور باِذْنِی کی قید اس لیے لگائی کہ اس پرندہ میں جان ڈالنا خدا تعالیٰ کا کام تھا حضرت عیسیٰؑ کا کام نہیں تھا جیسے مریمؑ کے گریبان میں پھونک مارنا جبریلؑ کا کام تھا اور بچہ کو پیدا کرنا اور اس میں جان ڈالنا خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اس وجہ سے ہر جگہ باذنی کی قید بڑھائی تاکہ ان معجزات کو دیکھ کر کسی کو ان کی خدائی کا شبہ نہو اس باذنی کے لفظ سے یہ بتلا دیا کہ عیسیٰ علیہ السّلام کے یہ تمام کام اپنی قدرت سے نہ تھے بلکہ خدا کی قدرت سے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا کام تو صرف صورت بنانا اور اس میں پھونک مارنا تھا باقی اس میں جان ڈالنا یہ حق تعالیٰ کا کام تھا عجب نہیں کہ نفخ عیسوی سے باذن اللہ پرند بن جانے کا معجزہ - نفخ جبریلی کا کوئی نمونہ ہو واللہ اعلم۔

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے ہاتھ پھیر کر اچھا اور چنگا کر دیتے تھے بیمار پر ہاتھ پھیرنا تمہارا کام تھا اور شفا اور تندرستی عطا کرنا اور چنگا کر دینا یہ میرا کام تھا میں نے تمہاری برگزیدگی ثابت کرنے کے لیے تم کو یہ معجزہ عطا کیا تمہارے دستِ برکت میں میرا دست قدرت کارفرما تھا اور تمہارا ہاتھ میرے بے چون وچگوں کے ہاتھ کے لیے روپوش تھا اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبر سے نکالتا تھا عیسٰے علیہ السّلام جب یہ چاہتے کہ کوئی مردہ زندہ ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور خدا سے دعا مانگتے اس کے بعد وہ مردہ زندہ ہو جاتا اس حالت کو دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھ لیتا تھا کہ یہ مردہ دراصل حق تعالیٰ کی قدرت اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی دعا کی برکت سے زندہ ہوا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک بندہ کی دعا قبول کی اور اپنی قدرت اور رحمت سے مردہ کو زندہ کر دیا زندہ کرنے والے عیسیٰ علیہ السّلام نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو یہ معجزات اس لیے عطا کیئے کہ اطباء اور حکماء بھی ان بیماریوں کے علاج سے بالکل عاجز اور درماندہ تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السّلام اطباء کی طرح کوئی طبیب نہیں بلکہ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں جن کو خدا نے ایسے معجزات

عطا کیے ہیں جن سے تمام اطباء عالم عاجز اور درماندہ ہیں یہاں تک منافع اور فوائد کا بیان تھا اب آئندہ آیت میں دفع مضرت کے انعام کو بیان کرتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ میں نے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو تیرے پاس آنے سے روک دیا اور انہوں نے جو تیرے قتل اور سلب کا منصوبہ بنایا تھا اس کو میں نے یک لخت ملیا میٹ کر دیا اور تجھ کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور وہ تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے جب کہ تو ان کے پاس اپنی نبوت و رسالت کے روشن دلائل لے کر آیا تو ان میں کے جو کافر تھے وہ یہ بولے کہ نہیں ہیں یہ معجزات مگر کھلا جادو اپنی نادانی اور عناد سے معجزات کو جادو سمجھے معجزہ وہ ہے کہ جس کا مثل لانے سے سارا عالم عاجز ہو اور جادو تو ایک فن ہے جو سیکھ لے اس کو آجاتا ہے۔

خلاصۂ مضمون آیات مذکورہ بالا

ان آیات میں حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا جس سے ایک طرف اُن کا برگزیدۂ خداوندی ہونا ثابت ہوا جس سے یہود کا رد ہوا اور دوسری طرف ان کی عبدیت ثابت ہوئی اور اُن کی الوہیت کی نفی ہوئی جس سے نصاریٰ کی تردید ہوئی کیونکہ روح القدس کی تائید اور تقویت اور گہوارہ میں اُن کی تربیت اور کتاب و حکمت کی تعلیم اور ہدایت اور بنی اسرائیل کے شر سے حفاظت (جیسا وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ میں ذکر ہے) یہ سب اس امر کے دلائل اور براہین ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ خدا نہ تھے اس لیے کہ خدا کو کسی کی تائید اور تقویت اور تعلیم اور تربیت اور کسی کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے یہ سب امور عبدیت کے دلائل ہیں اور سلسلۂ انعامات و احسانات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو معجزات اُن کو عطا کیے گئے وہ ان پر اللہ کا انعام اور احسان تھے اور وہ معجزات اُن کی نبوت و رسالت کے دلائل تھے نہ کہ الوہیت اور ابنیت کے دلائل تھے اس سے مقصود نصاریٰ کی غلطی کو واضح کرنا ہے کہ وہ احیاء موتی اور ابراء اکمہ و ابرص جیسے معجزات کو حضرت عیسےؑ کی الوہیت کی دلیل سمجھ بیٹھے اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا حالانکہ یہ معجزات قاہرہ اُن کی نبوت و رسالت کی دلیل تھے نہ کہ الوہیت اور ابنیت کی دلیل تھے معاذ اللہ خدا کو کسی کے انعام و احسان اور کسی کی تائید و حفاظت کی ضرورت نہیں اور قیامت کے دن ان انعامات کے ذکر کرنے سے تمام اہل کتاب کی توبیخ مقصود ہے جنہوں نے ان کی شان میں افراط اور تفریط کی اور آیندہ سوالات کی تمہید ہے جن کا آیندہ آیت ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ میں ذکر آئے گا۔

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا

اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہ یقین لاؤ

بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

مجھ پر اور میرے رسول پر. بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکمبردار ہیں

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ

جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے

رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ

کہ اتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے. بولا

اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ

ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے. بولے ہم چاہتے ہیں

نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ

کہ کھاویں اس میں سے اور چین پاویں ہمارے دل اور ہم جانیں کہ تو نے

صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ

ہم کو سچ بتایا اور رہیں ہم اس پر گواہ. بولا

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا

مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً

آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور نشانی

مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ

تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا. کہا اللہ نے

مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ

میں اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس پیچھے تو میں اسکو وہ عذاب کرونگا

عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

جو نہ کروں گا کسی کو جہان میں

قصّۂ نزُولِ مائدہ

قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ ... الیٰ ... اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ

(ربط) ان آیات میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے ایک خاص انعام اور خاص معجزہ کا ذکر فرمایا ہے جس سے یہود اور نصاریٰ دونوں ہی کو تنبیہ مقصود ہے یعنی مائدہ کے نازل ہونے کا قصہ ذکر فرماتے ہیں جس کی طرف یہ سورت منسوب ہے یعنی سورۂ مائدہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور اُس پر آسمان سے مائدہ اتارا جو اُن کی نبوت و رسالت کی آیتِ باہرہ اور حجتِ قاہرہ تھی اور اس بات کی بھی دلیل تھی کہ جس کے لیے یہ آسمانی رزق کا خوان اتارا جارہا ہے وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہے کہ من وسلویٰ کی طرح اس مائدہ سے خدا کا رزق کھائے اور اس کا شکر بجا لاتے معاذ اللہ وہ خدا نہیں ہے رزق کا محتاج بندہ ہوتا ہے نہ کہ خدا موسیٰ علیہ السّلام کا قول ہے رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے واضح معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ صریح جادو ہے تو اس وقت میں نے اپنے خاص الخاص لطف و عنایت سے حواریین کے دل میں یہ القاء کیا کہ تم ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر یعنی عیسےٰ علیہ السّلام پر انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور اے اللہ تو گواہ رہ کہ ہم تیرے حکم ماننے والے ہیں جو حکم دے گا اس کی تعمیل کریں گے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان تھا کہ حواریین کے دل میں یہ القاء اور الہام کیا کہ تم ہمارے نبی برحق پر ایمان لاؤ چنانچہ ایمان لے آئے اور خدا کو اپنے اسلام پر گواہ بنالیا اس کے بعد اب دوسرے انعام کا ذکر فرماتے ہیں کہ حواریین کی درخواست کی بنا پر آسمان سے مائدہ نازل ہوا ایمان اور اسلام باطنی رزق اور اُخروی نعمت ہے اور مائدہ ظاہری رزق اور دنیوی نعمت ہے چنانچہ فرماتے ہیں یاد کرو اس وقت کو جب کہ حواریین نے عیسیٰ علیہ السّلام سے یہ عرض کیا اے عیسیٰ بن مریم علیک السّلام کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تیرا پروردگار ہم پر آسمان سے نعمتوں سے بھرا ہوا ایک خوان اتارے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حواریین کو حق تعالیٰ کی قدرت میں کسی قسم کا کوئی شک تھا بلکہ مطلب یہ تھا کہ اے مسیح بن مریمؑ کیا خداوند عالم آپ کے طفیل میں آپ کے خادموں اور غلاموں کے لیے اپنے عام دستور و عادت کے خلاف

آسمان سے اَنواعِ نعمت کا کوئی خوان اتار سکتا ہے، ہم تو اس قابل نہیں کہ ہمارے لیے آسمان سے خوان اتارا جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آپ جیسی برگزیدہ ذات بارگاہِ خداوندی میں یہ سوّال کرے اور قبول ہو جائے تو آپ کے طفیل ہماری یہ آرزو پوری ہو جائے اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بڑے شخص کو اپنے ساتھ بازار لے جانا چاہے اور یہ کہے کہ کیا آپ میرے ساتھ بازار چلنے کی تکلیف برداشت کر سکیں گے عیسٰی علیہ السّلام نے اُن کے جواب میں کہا اللہ سے ڈرو اگر تم میری نبوت و رسالت پر یقین رکھتے ہو یعنی تمہارا یہ سوّال اول تو خلاف ادب ہے خلاف عادت امور کی فرمائش خلاف ادب ہے اس قسم کی فرمائشیں معاندین کا طریقہ ہے اور علاوہ ازیں اس سوّال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں میری نبوت و رسالت میں شک ہے جب ہی تو تم نے مجھ سے اس معجزہ اور خارق عادت امر کی فرمائش کی گویا کہ بزبان حال اس سوّال سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ تم اپنے ایمان کو معجزات اور خوارق عادات کے مشاہدہ پر موقوف رکھنا چاہتے ہو یہ علامت شک اور تردد کی ہے نیز مجھ کو یہ ڈر ہے کہ وہ خوان تمہارے لیے فتنہ کا سامان نہ بن جائے لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور ایسی چیز کا سوّال نہ کرو جو تمہارے لیے فتنہ کا سبب بنے اور میری نسبت شک میں پڑ کر اپنے ایمان کو متزلزل نہ کرو حواریین بولے ہم آپ پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اور ہمیں ذرہ برابر شک نہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان میں سے کھائیں جو آسمان سے نازل ہو کیونکہ جو رزق آسمان سے نازل ہوگا وہ سراسر مبارک ہوگا اور اس کے کھانے سے ظاہری اور باطنی شفاء اور صحت حاصل ہوگی اور تیری عبادت اور اطاعت میں قوت کا ذریعہ بنے گا دنیا کے رزق سے بعض مرتبہ دل میں معصیت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے مگر جو رزق آسمان سے نازل ہوگا وہ دل میں تیری اطاعت اور بندگی کا ایسا جوش اور ولولہ پیدا کرے گا کہ ہم کو عبادت اور بندگی میں ملائکہ کا ہمرنگ بنا دیگا اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس آسمانی خوان سے کھا کر ہمارے دل مطمئن ہو جائیں یعنی ہمارے دل طمانینت اور سکینت سے ایسے لبریز ہو جائیں کہ ہمارے ایمان میں شک اور تردد کا امکان ہی ختم ہو جائے اور شہودی اور حسّی طور پر ہم یہ جان لیں کہ آپ نے نعماء جنت کے بارہ میں ہم کو جو خبریں دی ہیں اس میں آپ نے ہم سے سچ بولا ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں حق ہیں اور یہ آسمانی خوان جنت کی نعمتوں کا ایک نمونہ ہے اگرچہ استدلالی اور برہانی طریقہ پر ہم کو آپ کی صداقت کا پہلے ہی سے علم حاصل ہے مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں علم استدلالی کے ساتھ علم شہودی اور علم عیانی بھی مل جائے تاکہ کفر اور نفاق اور ارتداد کے خطرہ سے ہم نکل جائیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس معجزہ پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں کہ ہم بنی اسرائیل کے سامنے گواہی دیں کہ ہم نے یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تاکہ جن لوگوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا ان کے سامنے گواہی دیں اور آپ کی نبوت و رسالت کو ثابت کر سکیں، ہم کو تبلیغ اور دعوت کا

اجر ملے اور اُن کو ہدایت ملے عیسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس درخواست سے اُن کی غرض صحیح ہے تو بولے اور یہ دعا کی بارخدایا اے ہمارے پروردگار ہماری ظاہری اور باطنی تربیت کے لیے آسمان سے ایک خوان اتار جو ہمارے اگلے اور پچھلوں کے لیے عید بنے یعنی جو لوگ اس وقت موجود ہیں اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں آئیں گے سب کے لیے خوشی کا سامان ہو مطلب یہ ہے کہ تیرا یہ انعام سلف سے لے کر خلف تک جاری رہے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو کہ جنت کی نعمتوں میں شک اور شبہ نہ کرسکیں اس کا نمونہ تم کو دنیا میں دکھلا دیا اور اے اللہ ہم کو رزق عطا فرما اور اس پر شکر کی توفیق دے اور سب عطا کرنے والوں میں تو ہی سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے دنیا میں جو شخص کسی کو کچھ دیتا ہے وہ اپنے نفع کے لیئے دیتا ہے اور اس کے عوض کا طلب گار ہوتا ہے اور تیری عطا بلا عوض اور بلا نفع کے ہے۔

من نکردم خلق تاسو دے کنم ∴ بلکہ تابر بندگاں جو دے کنم

وَارْزُقْنَا (ہم کو روزی دے) لفظ اگرچہ عام ہے مگر یہاں خاص روزی مراد ہے یعنی وہی خُوان جس کا سوال تھا۔

نکتہ حواریین نے جو نزول مائدہ کی درخواست کی اس کا آغاز هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ سے کیا جو کسی قدر خلاف ادب معلوم ہوتا ہے اور غرض وغایت یہ بیان کی نُرِيدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انہوں نے دعا اور استدعاء میں جن آداب عبودیت کو ملحوظ رکھا وہ ظاہر ہیں اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا سے دعا کو شروع کیا اور وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ پر ختم کیا

اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں نے تمہاری درخواست منظور کی اور تحقیق میں تمہاری درخواست کے مطابق وہ خوان آسمان سے تم پر ضرور اتاروں گا پھر تم سے جو کوئی اس کے بعد ناشکری کرے تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا اس لیے کہ جب نعمت غیر معمولی اور نرالی ہے تو اس کی ناشکری پر عذاب بھی غیر معمولی اور نرالا آئے گا۔

جمہور علماء سلف و خلف کا قول یہ ہے کہ یہ مائدہ حسب وعدۂ خداوندی آسمان سے اترا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ اور یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اسکی خبر ہے جو حق اور صدق ہے یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو اور اس کی خبر واقع نہ ہو اور اس کو امام ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ اور امام قرطبیؒ نے اور جمہور علماء تفسیر نے اختیار کیا ہے جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے کہ وہ مائدہ آسمان سے اترا اور اس میں گوشت تھا اور روٹی تھی اور اس کے متعلق یہ حکم دیا گیا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور چھپا کر نہ رکھیں اور دوسرے دن کے لیئے ذخیرہ نہ کریں پس جن لوگوں نے اس حکم کی

خلاف ورزی کی وہ بندر اور سؤر کی صورت اور شکل بنا دیئے گئے اور تین دن کے بعد وہ ہلاک ہو گئے (دیکھو تفسیر[1] قرطبی ص۳۷۲ اور تفسیر ابن کثیر ص۱۱۶ ج۲)

اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ یہ مائدہ نازل ہی نہیں ہوا یہ تہدید سن کر مانگنے والے ڈر گئے اور اپنی درخواست واپس لے لی اور مانگا ہی نہیں اور اپنے اس سوال سے توبہ اور استغفار کی مگر یہ قول صحیح نہیں ظاہر قرآن کے بھی خلاف ہے اور اخبار اور آثار متواترہ کے بھی خلاف ہے سلف اور خلف سے یہی منقول ہے کہ یہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا غرض یہ کہ اتنا امر قطعی اور یقینی ہے کہ آسمان سے خوان اترتا تھا اور ایک مدت تک اترتا رہا باقی رہا یہ امر کہ اس خوان میں کیا کیا چیزیں تھیں اور کب تک اترتا رہا اسکی تفصیل میں اختلاف ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (دیکھو تفسیر درمنثور ص۳۴۶ ج۲)

جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مائدہ کس شان سے نازل ہوا اور عیسےٰ علیہ السلام نے کس شان سے اس کا استقبال کیا واللہ اعلم۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسےٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ

لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوائے

دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ

اللہ کے بولا تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا

اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ

کہ کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا اگر میں نے

[1] قال الامام القرطبی اخرج الترمذی فی ابواب التفسیر عن عمار بن یاسر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انزلت المائدۃ من السماء وامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا وادخروا ورفعوا لغد فمسخوا قردۃ وخنازیر (تفسیر قرطبی ص۳۷۲ ج۶)

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا

یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں اور میں نہیں جانتا جو

فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ

تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات میں نے نہیں کہا اُن کو

اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ

مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا

وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے بھر لیا

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز سے

شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ

خبردار ہے اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہیں اور اگر ان کو

لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا

ذکر مخاطبت ربُّ العزّت با عیسیٰ علیہ السّلام در یوم قیامت برائے تنبیہ نصاریٰ جیاری بر بطلان عقیدہ اُلوہیت

قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ... الیٰ ..... اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

(ربط) اوپر سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا قصہ چلا آرہا ہے اور یہ اسی گفتگو کا تتمہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے قیامت میں ہوگی اوّلاً حق تعالیٰ حضرت عیسٰیؑ کو بلا کر اپنے وہ

عظیم الشان انعامات واحسانات یاد دلائیں گے جو اُن پر اور ان کی والدہ پر مبذول ہوئے بعد ازاں نصاریٰ کے عقیدہ باطلہ یعنی عقیدۂ الوہیت و مریمؑ کے متعلق دریافت کیا جائے گا جس سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ توحید کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے منع کرتے رہے اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتے رہے اور دن رات خدا ہی کی عبادت اور بندگی میں لگے رہے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ ان لوگوں سے برارت اور بیزاری ظاہر فرمائیں گے جنہوں نے اُن کو خدا ٹھہرایا معلوم ہوا کہ عقیدۂ الوہیتِ مسیح اور عقیدۂ ابنیت اور عقیدۂ تثلیث یہ سب بدعتیں اور گمراہیاں ہیں جو حضرت مسیح کے بعد دین مسیح میں داخل ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السّلام ان سب سے بری اور بیزار ہیں

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر انعامات خاصہ کا ذکر اور معجزۂ احیاء موتی اور معجزۂ نزول مائدہ کا ذکر یہود کی توبیخ کے لیے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اپنی عبدیت کا اعتراف واقرار اور اپنی الوہیت سے تبری اور بیزاری کا ذکر نصاریٰ کی توبیخ کے لیے ہے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور عبادت اور بندگی خاص اسی کا حق ہے اور جس طرح تمام انبیاء کرام توحید کی دعوت دیتے چلے آئے کما قال تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ- وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔

اسی طرح عیسیٰ بن مریمؑ بھی لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے معاذ اللہ انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اُس دن کو کہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کو جمع کر کے سوال کرے گا اور عیسے علیہ السّلام کو اپنے انعامات اور احسانات یاد دلائے گا اور اس کے بعد عیسیٰ علیہ السّلام سے کہے گا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے جو ایک کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اس کی گود میں پلا اور پرورش پائی اور جوان ہوا جس میں الوہیت کا امکان ہی نہیں کیا تونے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو حالانکہ تم اور تمہاری ماں دونوں خدا تعالیٰ سے دون یعنی کمتر ہیں اور جو خدا سے کمتر ہو وہ خدا کا ہمسر نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا سب سے اعلیٰ اور بالا اور برتر ہونا ہے پس بتلاؤ کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا لو یا ان لوگوں نے خود اپنی طرف سے یہ عقیدہ تراش لیا ہے خطاب تو عیسیٰ علیہ السّلام کو ہوگا اور مورد عتاب نصاریٰ ہوں گے وہ اس قابل بھی نہیں کہ اُن سے باز پرس کی جا سکے کیونکہ کسی مولود کو عقلاً اپنے معبود ہونے کا گمان ہو ہی نہیں سکتا۔ جو کسی کے پیٹ سے پیدا ہو وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے عرب کے نصاریٰ حضرت مریمؑ کو بھی خدا کہتے تھے اس لیے سوال میں حضرت مسیحؑ کے ساتھ ان کی والدہ کا بھی ذکر کیا گیا۔

قیامت کے دن یہ سوال حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے محض ان کی امت کی سرزنش کے لیے

کیا جائے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب سے وہ جھوٹے ٹھہریں اور ان پر اللہ کی حجت قائم ہو

عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جواب باصواب

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تو عیسیٰ علیہ السلام اس سوال پر کانپ اٹھیں گے اور تمام بدن پر لرزہ طاری ہو جائے گا جب سکون ہو جائے گا تو نہایت ادب سے عرض کریں گے اور کہیں گے سبحانک یعنی تو پاک ہے اور میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں کہ تو شرک سے پاک اور منزہ ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ ذات و صفات اور افعال میں کوئی تیرا شریک ہو سکے نیز میرے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں زبان سے ایسی بات کہوں جو میرے لیے کسی طرح زیبا نہیں یعنی تو تو شریک اور زن و فرزند سے پاک ہے اور میں تیرا عبد اور عابد ہوں معبود نہیں میں تیرا مربوب (پروردہ) ہوں رب نہیں اور پھر میں نبی ہو کر ایسی جھوٹی بات کیوں کہنے لگا جو نہ بحیثیت عبدیت مجھ کو سزاوار ہے اور نہ بحیثیت نبوت کے اس لیے کہ منصب نبوت ہدایت خلق کے لیے عطا کیا جاتا ہے نہ کہ بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے اور شرک کی دعوت دینے کے لیے اگر بالفرض والتقدیر میں نے یہ بات کہی ہو گی تو تیرے علم میں ہو گی اس لیے کہ تو تو میرے باطن اور ضمیر کی بات کو خوب جانتا ہے اور میں تیرے جی کی بات کو بالکل نہیں جانتا اس لیے کہ بے شک تو ہی تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے پس جب میں اس قدر عاجز اور لاچار ہوں اور اس درجہ بے خبر ہوں کہ بغیر آپ کے بتلائے ہوئے کسی غیب کا مجھے علم نہیں ہو سکتا تو میں الوہیت کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہوں اے خداوند عالم آپ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے مجھے رسول بنا کر بھیجا میں نے ان سے صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے یہاں تک تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق عرض و معروض کی اب آئندہ آیت میں قوم کے متعلق عرض کرتے ہیں اور اے پروردگار عالم میں ان کا نگران اور نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا یعنی مجھے انکے صرف وہ حالات معلوم ہیں جو میرے سامنے پیش آئے پھر جب آپنے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا اور دنیا سے اٹھا لیا تو میری نگرانی ختم ہو گئی اور اسوقت آپ ہی انپر نگران اور نگہبان تھے یعنی آسمان پر اٹھائے جانیکے بعد جو کچھ ہوا مجھے اسکی خبر نہیں اور اسی طرح نزول کے بعد جب میری وفات ہو گئی اس کے بعد کی مجھے خبر نہیں کہ کس طرح یہ لوگ گمراہ ہوتے اور ان کی گمراہی کا کیا سبب ہوا اور آپ ہی ہر چیز پر نگہبان ہیں مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کس طرح مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لیا یہ جو کچھ کیا سب میری تعلیم اور تلقین کے خلاف کیا آب آیندہ ان کی جزاء اور سزا کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار اگر تو ان

کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں تجھ پر کوئی اعتراض نہیں تو مالک مطلق ہے اور وہ مملوک مطلق ہیں اور مالک مطلق کو اپنی مِلک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے نافرمان بندے کو سزا دینا نہ خلافِ انصاف ہے اور نہ قابل اعتراض مالک اپنی کسی مملوک چیز کو بلا وجہ بھی تنور میں ڈال دے تو کوئی اعتراض نہیں مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار یہ تو مجرم بھی ہیں جنہوں نے مجھ کو اور میری ماں کو تیرے شریک گردانا ان کا سزا دینا تو کیا خلاف انصاف ہوتا۔ بالفرض والتقدیر اگر یہ لوگ شرک بھی نہ کرتے بلکہ عابد و زاہد ہوتے تب بھی تجھ کو عذاب دینے کا حق ہے اس لیے کہ یہ سب تیرے بندے اور مملوک ہیں اور تو مالک مطلق ہے تو اپنی مِلک میں جو چاہے تصرف کرے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں اور اے پروردگار عالم اگر تو ان کو معاف کر دے گو وہ معافی اور بخشش کے مستحق نہیں تو تو بے شک زبردست اور حکمت والا ہے یعنی بڑے سے بڑے مجرم کو معاف کر سکتا ہے یعنی آپ کو قدرت ہے کہ اگر اپنے قہر و غلبہ اور کمال قدرت سے ان کو بخشش دیں اور جنت میں داخل کر دیں تو کر سکتے ہیں اور آپ کا یہ فعل بھی حکمت سے خالی نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ آپ مختار مطلق اور مالک مطلق ہیں جو چاہیں کریں اگر سزا دیں تو عین عدل ہے اور اگر معاف فرما دیں تو محض فضل ہے تجھے نہ کوئی عدل سے روک سکتا ہے اور نہ فضل سے روک سکتا ہے تو عزیز ہے یعنی زبردست اور غالب ہے کوئی مجرم تیرے قبضۂ قدرت سے نکل نہیں سکتا اور تو حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے تیرا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں تو تو اگر کسی مجرم کو معاف کرے گا تو وہ معافی بھی بے موقع اور خلاف حکمت نہ ہوگی۔

اس طرز کلام سے عیسٰے علیہ السّلام کا مقصود یہ ہے کہ بار خدایا یہ لوگ کافر اور مشرک ہیں اور میں ان سے بالکل بری اور بیزار ہوں آپ مالک مطلق اور عزیز مطلق ہیں ان کے بارہ میں جو چاہیں حکم صادر فرمائیں مجھے ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں آپ ان مجرمین کے حق میں جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ مالکانہ اور حاکمانہ اور قادرانہ اور حکیمانہ ہوگا میں اس فیصلہ میں کیا دم مار سکتا ہوں آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں میری مجال کیا ہے کہ بارگاہ ربوبیت میں لب کشائی کر سکوں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کہ از ہرۂ آنکہ از بیم تو ∴ کشاید زباں جز بہ تسلیم تو
زباں تازہ کردن باقرار تو ∴ نینگیختن علت از کار تو
بتہدید گر برکشد تیغ حکم ∴ بمانند کرّو بیاں صمّ و بکم
وگر دردھد یک صلائے کرم ∴ عزازیل گوید نصیبے برم

اس ناچیز نے ان آیات کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب امام فخر الدین رازیؒ کے کلام کی تشریح ہے حضرات اہل علم تفسیر کبیر ص۴۸۶ ج۳ کی مراجعت کریں

تنبیہ ناظرین کرام پر ہماری اس تفسیر اور تحریر سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہو گی کہ عیسیٰ علیہ السّلام کا مقصود اس کلام سے کفار کے حق میں شفاعت اور سفارش نہیں بلکہ مقصود تفویض و تسلیم ہے کہ آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں اس وجہ سے عیسیٰ علیہ السّلام نے فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ نہیں فرمایا جو استدعاء رحم پر دلالت کرتا ہے بلکہ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ فرمایا جو کمال قہر وغلبہ پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ قیامت کے دن کافروں کے حق میں کوئی شفاعت اور سفارش نہیں ہو سکتی اور یہ ماجرا قیامت کے دن کا ہے اس لیے عیسیٰ علیہ السلام نے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کا لفظ استعمال نہیں کیا جو کافروں کے شفاعت کے لیے موہم ہو بخلاف ابراہیم علیہ السّلام کے کہ انہوں نے دار دنیا میں اپنے پروردگار سے یہ عرض کیا رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جو ان میں سے میرا تابع ہوا یعنی مجھ پر ایمان لایا تو وہ میرا آدمی ہے یعنی مسلمان ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اور میری نبوت کو نہ مانا تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی دنیا اور دار تکلیف میں ہے لہذا اگر تو اس کو اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق دے کر اس کے گناہوں کو معاف کرے تو کر سکتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کو اُن کا سچ اُن کو

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

ہیں باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں گے ان میں ہمیشہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى

اللہ کو سلطنت ہے آسمان کی اور زمین کی اور جو ان کے بیچ ہے اور وہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

چیز پر قادر ہے

ع ۱۶ ۵

نتیجۂ مخاطبات و محاسبات مذکورہ

قال اللہ تعالیٰ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ... الٰے.... وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(ربط) گزشتہ آیات میں قیامت کے دن اعمال واحوال کی تفتیش اور محاسبہ کا ذکر تھا اب ان آیات میں اُس تفتیش اور محاسبہ کا نتیجہ ذکر کرتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام جواب سے فارغ ہو جائیں گے اور نصاریٰ کے ذہن سے اظہار تبری وبیزاری کے بعد جب ان کا معاملہ اور فیصلہ حق تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے سپرد کر دیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کا سچ نفع دے گا سچوں سے مراد انبیاء کرام اور اُن کے متبعین ہیں یعنی جو لوگ دنیا میں عقائد اور اعمال کے اعتبار سے سچے تھے آج قیامت کے دن اُن کا صدق اُن کو نفع دیگا اور جن لوگوں نے دنیا میں خدا اور اس کے رسول پر جھوٹ بولا اور حضرت مسیحؑ اور اُن کی ماں کو خدا بتایا آج اُن کے لیے کوئی بہتری نہیں کیونکہ یہ لوگ سچے نہیں اور یہ دن سچوں کے نفع کا ہے اور صادقین کے نفع کی صورت یہ ہوگی کہ ان کے لیے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اللہ اُن سے راضی ہوا ان کے صدق کی وجہ سے اور وہ اللہ سے راضی ہوئے کہ اللہ نے میدان حشر میں سب کے سامنے اُن کا صدق ظاہر فرمایا اور سب کے سامنے اُن کو سر بلند کیا اور اُن کے دشمنوں کا جھوٹ ظاہر کر کے سب کے سامنے اُن کو ذلیل اور رسوا کیا یہی بڑی کامیابی ہے کہ عزت کے ساتھ دارِ کرامت میں داخل کر دیئے گئے اور ساتھ ساتھ خوشنودی کا پروانہ بھی عطا کر دیا گیا رضائے خداوندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان کے درمیان میں ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ بھی آگئیں تو خدا کیسے بنائے گئے یہ جملہ پہلے جملہ یعنی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ کی دلیل ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو ذات آسمانوں اور زمین کی اور تمام اشیاء کی مالک ہے اسی کا راضی ہو جانا فوز عظیم ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمائے کامیابی کا اصل دار و مدار اس کی قدرت اور مشیت پر ہے کسی کے استحقاق کی بناء پر نہیں۔

نکتہ یہ اس سورت کی آخری آیتیں ہیں جن میں حق تعالیٰ نے اپنا مالک ارضین وسموات وکائنات ومخلوقات ہونا بیان کیا ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام

ــــ

۱؎ دیکھو تفسیر ابن کثیر ص۱۲۲ ج ۲۔

اور اُنکی والدہ وغیرہ سب آگئے اس آیت سے اس کا مستحق عبادت ہونا بھی ثابت ہوا پس چونکہ اس سورت کے شروع میں ایفاءِ عقود و عہود کا حکم تھا اس لیے خاتمہ سورت پر سب سے اہم اور مقدم عہد اور میثاق یعنی توحید فی العبادۃ کو ذکر فرمایا گویا کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ بمنزلہ متن کے تھا اور تمام سورت اُس کی شرح اور تفصیل تھی جس چیز سے سورت کا آغاز ہوا تھا اسی پر سورت کا اختتام ہوا اللّٰھُمَّ اجعلنا من عبادك الفائزین المفلحین الراضین عنك والمرضیین عندك اٰمین یا رب العالمین۔

لطائف و معارف

(۱) یہ دونوں رکوع اس سورت کے آخری رکوع ہیں جو اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی تردید و تکذیب پر اور ذکر معاد اور حساب و کتاب اور جزاء و سزا کے بیان پر مشتمل ہیں اور ان دونوں باتوں کا تعلق اور ارتباط ما قبل کے مضامین سے بالکل واضح اور روشن ہے

(۲) حق جل شانہ نے ان آیات میں قیامت کا کچھ حال بیان کیا کہ اُس دن تمام انبیاء جمع ہوں گے اور اُن کی قوموں اور امتوں کو بھی حاضر کیا جائے گا اور قوموں اور امتوں کی زجر اور توبیخ کے لیے اُن کی موجودگی میں اُن کے سامنے انبیاء کرام سے پوچھا جائے گا کہ جب تم نے اپنی اپنی قوموں کو ہمارے احکام پہنچائے تھے تو انہوں نے تم کو کیا جواب دیا تھا تمہاری اطاعت کی یا تکذیب کی انبیاء کرام ابتداء میں نہایت ادب سے عرض کریں گے لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ پھر اس کے بعد امتوں کے متعلق عرض کریں گے کہ یہ غلط کہتے ہیں ہم نے تیرے سب احکام پہنچا دیئے فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ وقال تعالیٰ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا

(۳) پھر انبیاء کرام سے دریافت کرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو بلائیں گے اور اول اُن کو اپنے انعامات و احسانات یاد دلائیں گے جس کا وہ دل و جان سے اعتراف اور اقرار کریں گے اور پھر تذکیر انعامات کے بعد اُن سے یہ سوالات ہوں گے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ اور یہ تمام ماجرا یعنی انبیاء کرام کو جمع کرنا اور عیسے علیہ السلام کو بلا کر اولاً اپنے انعامات کو یاد دلانا اور پھر اُن سے یہ سوال کرنا کہ کیا تم نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ یہ سب قیامت کے دن ہوگا۔

جیسا کہ ابوموسیٰ اشعری کی حدیث مرفوع میں اس کی تصریح ہے[1]

(۴) اور اس تمام تذکرہ سے اصل مقصود نصاریٰ کی تردید ہے جو اُن کو خدا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر اپنے انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جس سے اُن کا بندہ اور محتاجِ خدا ہونا صاف ظاہر ہے اور اسی ضمن میں یہود کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو اُن کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں ان آیات میں حق تعالیٰ نے یہود کو متنبہ کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السّلام بھی موسیٰ علیہ السّلام کی طرح خدا کے رسول اور صاحب معجزات عظیمہ تھے۔

(۵) ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے احیاءِ موتی اور ابراء اکمہ و ابرص کے معجزہ کا ذکر ہے جس کی تفصیل سورۃ آل عمران میں گذر چکی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے سرسید علی گڑھی کی تقلید میں ان معجزات کا انکار کیا اور اس پر اضافہ یہ کیا کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور عیسائیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا ماننا ہے پس مرزائے قادیان خدا تعالیٰ کی ان آیات کا منکر ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے معجزات ذکر کیے ہیں۔ مرزائے قادیان اُن کو شرک کی تعلیم قرار دیتا ہے قادیان کے اس نادان کو خبر نہیں کہ معجزات سے کسی کی خدائی ثابت نہیں ہوتی بلکہ معجزات نبوت و رسالت کی دلیل ہوتے ہیں اُن سے نبوت و رسالت ثابت ہوتی ہے قرآن کریم میں حضرت مسیحؑ کے معجزات کے ذکر کرنے سے یہود کا رد مقصود ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی نبوت و رسالت کے منکر تھے مرزائے قادیان کہتا ہے کہ وہ احیاء موتیٰ نہ تھا بلکہ قریب الموت مردہ کو مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کے لیے

---

[1] حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ جس قدر بھی مخاطبات خداوندی کا ذکر ہے وہ سب قیامت کے دن ہوں گی اور اس بارہ میں ایک صریح حدیث مرفوع بھی آتی ہے وھو ھذا۔ رواہ الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ ابی عبد اللہ مولیٰ عمر بن عبد العزیز وکان ثقۃ قال سمعت ابا بردۃ یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابیہ ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ یدعی بالانبیاء و اممھم ثم یدعی بعیسی فیذکرہ اللہ نعمتہ علیہ فیقربھا فیقول یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الایۃ۔ ثم یقول انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ فینکر ان یکون قال ذلک قال فیؤتی بالنصاری فیسئلون فیقولون نعم ھو امرنا بذلک قال فیطول شعر عیسی علیہ السّلام فیأخذ کل ملک من الملائکۃ بشعرۃ من شعر رأسہ وجسدہ فیجاثیھم بین یدی اللہ عزوجل مقدار الف عام حتی ترفع علیھم الحجۃ ویرفع لھم الصلیب وینطلق بھم الی النّار تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۰ ج ۲ اور دیکھو تفسیر در منثور للسیوطی ص ۳۴۵ ج ۲ اہل علم کیلئے ہم نے اصل حدیث کو بلفظہ نقل کر دیا ہے۔

حرکت دے دیتے تھے اور اگر یہ عاجز (یعنی مرزا) عمل مسمریزم کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو امید قوی رکھتا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریمؑ سے کم نہ رہتا۔ (ازالۃ الاوہام)

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؛ کجا عیسیٰ کجا دجّالِ ناپاک

(۶) ان آیات میں حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر جن انعامات کا ذکر فرمایا ان میں کا ایک انعام یہ ہے وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ اے عیسٰے تم اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے بنی اسرائیل کو یعنی یہود کو تمہارے قریب آنے سے بھی باز رکھا اور اُن کی دست درازی سے تمہاری حفاظت کی دشمن تمہیں قتل تو کیا کر سکتے انہیں تو اتنی بھی قدرت نہ ہوئی کہ تمہارے قریب ہی آسکیں اور تمہیں پکڑ سکیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کا صریح رد ہے جو یہود کی طرح حضرت عیسیٰؑ کو مقتول اور مصلوب مانتے ہیں جیسا کہ مسیلمۂ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے اذناب یہ کہتے ہیں کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السّلام کو سولی دی مگر وہ اس سولی سے مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہوگئے اس لیے یہود نے ان کو مردہ سمجھ کر قبر میں دفن کر دیا مگر چونکہ وہ مرے نہ تھے اور صرف بے ہوش ہوگئے تھے اس لیے قبر سے زندہ نکل آئے اور چھپ کر ملک شام سے کشمیر پہنچ گئے اور وہاں جاکر اپنے زخموں کا علاج کرایا اور اچھے ہوگئے اور زندگی پوری کر کے اپنی موت سے مرے اور کشمیر کے شہر سری نگر محلہ خان یار میں دفن ہوئے یہ سب ہذیان ہے اور یہود سے بڑھ کر حضرت مسیح پر بہتان ہے کیونکہ یہود جو قتل اور صلیب کے مدعی ہیں اس کا بظاہر کچھ نہ کچھ منشا تو بیان کرتے ہیں اور مسیلمۂ قادیان کے پاس تو سوائے جھوٹ اور بہتان کے کوئی دلیل نہیں شاید اس زمانہ میں کشمیر بیت المقدس سے زیادہ مقدس اور متبرک ہوگا جس کو عیسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کے لیے اختیار فرمایا اور غالباً فن طب کا مرکز ہوگا اور مایوس العلاج مریضوں کی امید گاہ ہوگا جہاں عیسیٰ علیہ السّلام اپنے زخموں کا علاج کرانے پاپیادہ سفر کر کے پہنچے حضرت عیسیٰؑ اگرچہ مسیحا تھے مگر اپنے زخموں کے علاج کیلئے کشمیر کی طرف ہجرت فرمائی۔

خوب سمجھ لو کہ اس آیت میں اس خیال باطل کی صریح تردید موجود ہے اس آیت کا سیاق اور مدلول یہ ہے کہ جب یہود نے حضرت مسیحؑ کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی پوری حفاظت فرمائی اور اُن کو یہود کی دست درازی اور اُن کے شر سے بالکلیہ محفوظ رکھا کفّ کے معنی عربی زبان میں باز گردانیدن یعنی روکنے کے ہیں جیسا کہ سورۃ فتح میں ہے وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ۔ هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ اس قسم کے تمام مواضع میں کفِّ ایدی سے لڑائی سے ہاتھوں کا روکنا مراد ہے اور اسی سورۃ مائدہ میں یہ آیت گذر چکی ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا

نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ يَّبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ فَكَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ یہ آیت یہود بنی نضیر کے بارہ میں نازل ہوئی جب انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے ہاتھوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے روک دیا یعنی آپ کی حفاظت فرمائی اور بنی نضیر کو اپنے ارادوں میں ناکام فرمایا یہ مطلب ہے اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ يَّبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ فَكَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ کا ٹھیک اسی طرح یہود نے حضرت مسیحؑ کے قتل وصلب کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل یعنی یہود کے ہاتھوں کو حضرت مسیح تک پہنچنے سے روک لیا اور عیسیٰ علیہ السّلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور دشمنوں کے ناپاک ہاتھوں کو مسیح بن مریمؑ تک پہنچنے ہی سے روک دیا۔

پس اگر بقول مرزائے قادیان اس امر کو تسلیم کر لیا جائے کہ یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھا دیا تو پھر خدا تعالیٰ نے اُن کی کیا حفاظت کی یہود کی قدرت اور امکان میں جو تھا وہ سب کچھ کر گزرے اپنے خیال میں اُن کو سولی پر چڑھا دیا اور مار بھی ڈالا اور اپنے خیال میں مار کر قبر میں دفن بھی کر دیا اُن کی قدرت میں جو تھا وہ سب کچھ کر گزرے تو خدا نے اُن کی کیا حفاظت کی اور خدا نے بنی اسرائیل کو کس کام سے روکا جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

پھر یہ کہ خدا تعالیٰ نے جب صریح طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدۂ قتل وصلب کی ان واضح الفاظ میں تردید کر دی وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ، (انہوں نے مسیح کو نہ مارا اور نہ سولی پر چڑھایا) تو اب اس خیال باطل کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔

نکتہ لفظ کَفَّ جس کے معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اس کا استعمال اُس موقع پر ہوتا ہے جہاں آپس میں دونوں کا اجتماع ہی نہ ہوا ہو اور ایک دوسرے سے بالکل الگ رہا ہو کَفَفۡتُ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَنۡكَ کا مطلب یہ ہو گا کہ میں نے بنی اسرائیل کو مسیح بن مریمؑ تک پہنچنے ہی سے روک دیا اور ایک دوسرے سے مل ہی نہیں سکے پس قتل اور صلب کی خود بخود نفی ہو گئی

(۷) آیت فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِيۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ شَهِيۡدٌ اس آیت میں مرزائے قادیان نے وفات مسیح پر استدلال کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام مر چکے ہیں

جواب یہ استدلال بالکل غلط ہے ہم سورۂ آل عمران میں آیت اِنِّيۡ مُتَوَفِّيۡكَ کی تفسیر میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی پورا پورا لے لینے کے ہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد ہیں تب بھی مرزا قادیان کا مدعا یعنی وفات قبل النزول ثابت نہ ہو گی اس لیے کہ دلائل اور شواہد اور آیت کے سیاق وسباق اور حدیث مرفوع سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے اور نزول من السماء کے بعد قیامت سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں اور مرزا صاحب نے اپنی متعدد تصانیف میں اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہو گا چنانچہ لکھتے ہیں اور یاد رکھو کہ

اب عیسیٰ تو ہرگز نازل نہیں ہوگا کیونکہ جو اقرار اُس نے آیت فلما توفیتنی کی رو قیامت کے دن کرنا ہے
۔ اھ کشتی نوح صـ ۶۹ ۔

نیز مرزا صاحب حقیقۃ الوحی صـ ۳۰ میں لکھتے ہیں۔
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ الآیۃ اس جگہ اگر توفی کے معنی مع جسم عنصری آسمان پر اٹھانا تجویز کیا جائے تو یہ معنی بدیہی البطلان ہیں کیونکہ قرآن کریم کی انہی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ سوال حضرت عیسیٰؑ سے قیامت کے دن ہوگا علاوہ ازیں قیامت کے دن اُن کا یہ جواب ہوگا الخ
اھ دیکھو حقیقۃ الوحی صـ ۳۰

اور ضمیمہ حقیقۃ الوحی صـ ۴۳ میں اس طرح ہے۔

فان عیسٰے یجیب بھذا الجواب یوم الحساب اعنی یقول فلما توفیتنی فی یوم یبعث الخلق و یحضرون کما تقرؤن فی القرآن ایھا العاقلون اھ ضمیمہ حقیقۃ الوحی صـ ۴۳۔

یعنی عیسٰے علیہ السّلام یہ جواب قیامت کے دن دیں گے یعنی فلما توفیتنی قیامت کے دن کہیں گے جس دن مخلوق قبروں سے نکل کر میدان حشر میں حاضر ہوگی جیسا کہ تم قرآن میں پڑھتے ہو اے عقل مندو۔

مرزا صاحب کی ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سوال و جواب قیامت کے دن پیش آئیں گے اور نزول کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام نزول من السماء کے بعد ایک عرصہ دراز تک زندہ رہیں گے اور مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے اور روضۂ اقدس میں حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب مدفون ہوں گے۔

(۸) **ایک شبہ** مرزا صاحب کہتے ہیں کہ توفی کے معنی سوائے مارنے یا موت دینے کے صحیح نہیں ہو سکتے اس لیے کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے فلما توفیتنی کا لفظ استعمال فرمایا اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کی توفی یقیناً موت سے واقع ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی توفی بھی ضرور موت کے ذریعہ واقع ہوگی دیکھو ازالۃ الاوہام صـ ۹۱ مصنفہ مرزا غلام۔

ازالہ اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا اور سمجھنا کہ حضور پُر نورؐ اور حضرت عیسیٰؑ کی توفی بالکل یکساں اور ہمرنگ ہے کم عقلی اور عربی زبان سے ناواقفی کی دلیل ہے بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

(۱) فاقول کما قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (بخاری شریف ص۶۹۳)
(میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح خدا کے نیک بندہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا الخ)
حضور پُر نورؐ نے اس حدیث میں اپنے ایک قول کو حضرت عیسیٰؑ کے ایک قول کے ساتھ تشبیہ دی ہے اپنی توفی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی تاکہ یہ لازم آئے کہ دونوں کی توفی ایک قسم کی تھی۔

(۲) حدیث میں ہے کہ مشرکین مکہ ایک درخت پر ہتھیار لٹکایا کرتے تھے اور اس درخت کا نام ذات انواط تھا صحابہ نے ایک مرتبہ عرض کیا یارسول اللہ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر کر دیجئے جیسا کہ اُن کے یہاں ہے اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
هذا كما قال قوم موسىٰ اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی تمہاری یہ درخواست تو ایسی ہے جیسے قوم موسیٰ نے بتوں کو دیکھ کر یہ درخواست کی تھی کہ اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایک خدا تجویز کر دیجئے جیسے ان بت پرستوں کے لیے خدا ہیں کیا اس تشبیہ سے کسی مسلمان کو ادنی درجہ کا بھی یہ وہم وگمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام نے بھی بنی اسرائیل کی طرح بت پرستی کی درخواست کی تھی حاشا وکلا ومعاذ اللہ یہ تشبیہ محض قول میں تھی کہ جس طرح بنی اسرائیل نے بت پرستوں کو دیکھ کر یہ کہا تھا اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھۃ اسی طرح تم نے مشرکین کے درخت کو دیکھ کر یہ کہا اجعل لنا ذات انواط

(۳) قرآن کریم میں ہے كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ یعنی جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ذریعہ پیدا کیا تو کیا قیامت کے دن دوبارہ پیدائش بھی اسی طرح ماں باپ کے ذریعہ ہوگی کہا جاتا ہے کہ زید مثل شبیر کے ہے اور جس طرح وہ میرا بھائی ہے اسی طرح میں اس کا بھائی ہوں کیا ان تشبیہات سے کوئی ادنیٰ عقل والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ دونوں بھائیوں کی ولادت اور وفات یکساں اور ہمرنگ ہے تشبیہ میں ادنیٰ مماثلت کافی ہوتی ہے پوری مطابقت اور مساوات ضروری نہیں خود مرزا صاحب ازالۃ الاوہام کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

تشبیہات میں پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنی مماثلت کی وجہ سے بلکہ ایک جزء میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں دیکھو ازالۃ الاوہام ص۶۷ طبع اول۔

اسی طرح حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مقصود اس تشبیہ سے یہ ہے کہ جس طرح عیسےٰ علیہ السلام رفع جسمانی کی بناء پر اپنی قوم سے جدا ہو گئے اور اُن کی قوم نے اُن کی عدم موجودگی میں جو گمراہی پھیلائی وہ اس سے بالکل بری ہیں اسی طرح حضور پر نورؐ بھی اپنی وفات کے بعد لوگوں سے جُدا

ہو گئے اور آپ کو معلوم نہیں کہ لوگوں نے آپ کی عدم موجودگی میں کیا کیا آپ اس سے بری اور بے تعلق ہیں
الحمدللہ آج بروز چہارشنبہ بوقت ساڑھے چار بجے ۱۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۳ھ کو سورۂ مائدہ کی تفسیر
سے فراغت حاصل ہوئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی بنعمتہ تتم الصالحات ولہ الحمد اولاً وآخراً سبحان ربك رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین وعلینا معهم یا ارحم الراحمین

آیاتہا ۱۶۵ (۶) سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ (۵۵) رکوعاتہا ۲۰

سورۂ انعام مکی ہے اور اسمیں ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ آیات اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرائیں

الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۭ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①

اندھیریاں اور اجالا پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَام

یہ سورت مکی ہے ہجرت سے پہلے مکۂ معظمہ میں نازل ہوئی سوائے چھ آیتوں کے کہ وہ ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ تا آخر سہ آیات اور قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا تا آخر سہ آیات۔ روایات میں ہے کہ یہ پوری سورت ایک ہی دفعہ رات کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے کاتب وحی کو بلا کر اسی وقت پوری سورت لکھا دی مگر حافظ ابن صلاح ؒ نے اپنے

فتاوی میں ان روایات کی صحت سے انکار کیا ہے جو پوری سورت کے دفعۃً نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں (دیکھو روح المعانی صہ ج ۶) لیکن روایات کثیرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری سورت دفعۃً نازل ہوئی اور اسی کو امام رازیؒ اور جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے اور احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی۔

حق تعالیٰ نے اس سورت میں توحید اور رسالت اور معاد اور قیامت کے دلائل قاہرہ بیان فرمائے ہیں اور مشرکین اور ملحدین اور مبتدعین کے مذہب کا پورا ابطال کیا ہے (تفسیر کبیر صہ ج ۲)

فرقہ دھریہ (جو لوگ سرے ہی سے خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں) اُن کے مقابلہ میں آثارِ قدرت وعظمت کو ذکر کرکے وجود صانع کو ثابت کیا اور مشرکین عرب جو بت پرستی میں مبتلا تھے اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے اُن کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی صفات قاہرہ کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ تمام عالم اس کے قبضۂ قدرت اور قبضۂ تصرف میں ہے اور وہ اس کے وجود اور عدم کا مالک ہے جس طرح اس نے اس عالم کو ابتداءً پیدا فرمایا اسی طرح وہ دوبارہ اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے اسی طرح سے توحید اور حشر و نشر کو ثابت کیا کہ جس خدا تعالیٰ نے تم کو پہلی مرتبہ حیات بخشی وہی خدا دوبارہ بھی تم کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ یہ سورت اصولِ دین کا ماخذ ہے علماء نے عقائد کے مسائل اکثر اسی سورت سے مرتب کیے ہیں امام ابو اسحاق اسفرائینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سورت توحید کے اصول اور قواعد پر مشتمل ہے اور چونکہ گذشتہ سورت کا اختتام الوہیت مسیحؑ کے ابطال اور نصاریٰ کی توبیخ پر ہوا تو اس سورت کا افتتاح اور آغاز اثبات توحید سے ہوا اور درمیان میں اثبات رسالت اور حشر و نشر اور جنت و جہنم کے دلائل بیان فرمائے اور حسب عادت کریمہ درمیان میں انبیاء کرام کے قصے ذکر کیے مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا قصہ بیان فرمایا پھر اخیر سورت میں شرک اور رسوم جاہلیت کا ابطال فرمایا اور اس کے مقابلہ میں بعض مکارم اخلاق کو بیان فرمایا اور چونکہ اس سورت میں انعام (جانوروں) کے متعلق مشرکین کی جہالتوں اور رسموں کا بیان ہے اس لیے اس سورت کا نام سورۃ الاَنعام ہے۔

یا یوں کہو کہ سورۂ مائدہ کا زیادہ حصہ اہل کتاب کے محاجہ میں تھا اور اس سورت یعنی سورۃ الانعام کا اکثر حصہ مشرکین اور ملحدین کے محاجہ میں ہے جو توحید اور رسالت اور قیامت کے منکر تھے اس لیے اس سورت میں زیادہ تر توحید اور عدل اور نبوت و رسالت اور مبداء و معاد اور قیامت کے دلائل بیان کیے گئے اور چونکہ یہ ساری سورت ایک ہی دفعہ نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم اصولِ دین کی شان سب سے بلند ہے اور سب سے پہلے بندہ پر اصول دین کا جاننا اور سیکھنا ضروری ہے (تفسیر کبیر ج ۴ صہ ۲)

تمحید بر خالقیت و اثبات وحدانیت و ابطالِ مجوسیت

قال تعالیٰ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ

(ربط) یہ سورت چونکہ اصولِ دین کے بیان پر مشتمل ہے اس لیے حق تعالیٰ نے تمحید اور توحید سے اس سورت کا آغاز فرمایا اور آسمان اور زمین اور نور اور ظلمت کے لیے اپنا خالق ہونا بیان کیا تاکہ توحید ثابت ہو اور مشرکین اور مجوس کا رد فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے دو خالق ہیں ایک یزدان جو خیر کا خالق ہے یعنی نور اور روشنی کا پیدا کرنے والا ہے اور دوسرا اھرمن جو شر کا خالق ہے یعنی ظلمت اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتلا دیا کہ ہر ظلمت اور ہر نور کا اور ہر اندھیرے اور اجالے کا پیدا کرنے والا وہی ہے مطلب یہ ہے کہ علویات ہوں یا سفلیات نور ہو یا ظلمت لیل ہو یا نہار موت ہو یا حیات سب کا خالق وہی ہے غرض یہ کہ عالم کی تمام کائنات اور تمام اضداد اور متقابلات سب اسی کے قبضۂ تصرف میں ہیں کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں اس کی قدرت کاملہ ضِدَّیْن (بلندی اور پستی روشنی اور تاریکی) کو محیط ہے کوئی ضد اس کے احاطۂ قدرت سے خارج نہیں آسمان و زمین کی پیدائش سے وجود باری کو ثابت کیا اور منکرین خدا کا رد کیا کہ یہ کون و مکان اور زمین و آسمان کی یہ وسیع عمارت خود بخود بن کر نہیں کھڑی ہو گئی بغیر بانی کے بناء کا وجود اور بغیر صانع کے صنعت کا ظہور عقلاً محال ہے اور نور اور ظلمت کی پیدائش سے مجوس کا رد کیا کہ جو نور اور ظلمت کو مدبر عالم سمجھتے ہیں اور ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ سے مشرکین عرب کا رد کیا جو غیر اللہ کی عبادت اور پرستش کرتے ہیں۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی حکومت زمین و آسمان میں بیان کی اور پھر اپنا عالم الغیب ہونا بیان کیا پھر ان عجائب قدرت کو بیان کر کے کافروں کے اعراض اور انکار اور تکذیب کا نتیجہ بیان کیا تاکہ مشرکین عرب کو اس سے عبرت ہو جو شخص آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرے گا تو ضرور سمجھ جائے گا کہ کوئی ان کا صانع ضرور ہے اتنا بڑا مکان اور اتنی وسیع عمارت بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود نہیں بن گئی اور جو شخص اپنی پیدائش میں غور کرے گا تو اس پر خدا تعالیٰ کا حشر و نشر پر قادر ہونا واضح ہو جائے گا کہ جس خدا نے ہم کو پہلی بار مٹی سے پیدا کیا تو کیا وہ پھر دوبارہ ہم کو زندہ نہیں کر سکتا چنانچہ فرماتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جو اعیان اور جواہر میں سے ہیں اور جس نے ٹھہرائیں اندھیریاں اور اجالا جو اعراض میں سے ہیں یعنی قابل تعریف وہ ہے کہ جو جواہر (آسمان و زمین) اور اعراض (تاریکی اور روشنی) کا پیدا کرنے والا ہے خواہ تم اس کی تعریف کرو یا نہ کرو پھر تعجب کی بات یہ ہے

کہ خدا کی اس عظیم قدرت اور عجیب وغریب صنعت کے مشاہدہ کے بعد بھی یہ منکر اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو برابر قرار دیتے ہیں یعنی اسکی ساتھ اپنے بتوں کو شریک گردانتے ہیں جو محض عاجز اور درماندہ ہیں نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ بربہم کی با بمعنی عن ہے اور یعدلون بمعنی ینحرفون ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا وہ ہے کہ جس نے بلندی اور پستی اور تاریکی اور روشنی کو پیدا کیا اور وہی مستحق تعریف ہے مگر یہ کافر اس سے انحراف کرتے ہیں یعنی اس سے پھرے ہوئے ہیں اور اس کی عظمت و وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے آیت میں نور سے راہ حق کی طرف اشارہ ہے اور ظلمت سے غلط راہ کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ کلمۂ الحمد للہ۔ پانچ سورتوں کے شروع میں مذکور ہے اوّل سورۂ فاتحہ، دوم اس سورت کے شروع میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سوم سورۂ کہف کے شروع میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ چہارم سورۂ سباء کے شروع میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ پنجم سورہ فاطر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

نکتہ اس میں یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے شروع میں تحمید عام کا ذکر تھا اور اس کے بعد چار سورتوں میں تحمید خاص کا ذکر ہے جو اسی تحمید عام کا ایک فرد یا جزئی ہے اس لیے کہ الحمد للہ رب العالمین میں تمام عالمین کی ربوبیت کا ذکر ہے اور عالم سے مراد جمیع ماسوی اللہ ہے جس میں ہر موجود داخل ہے اور آسمان وزمین کا پیدا کرنا اور بندوں کی تربیت کے لیے آسمان سے کتاب نازل کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اسی تحمید عام کے تحت میں مندرج ہیں (تفسیر کبیر ص $\frac{4}{3}$)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَ

وہی ہے جس نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرا دیا ایک وعدہ اور ایک

اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲

وعدہ ٹھہر رہا ہے اس کے پاس پھر تم شک لاتے ہو

دلیل دیگر بر وجود صانع

قال تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ... الیٰ .... ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ

(ربط) یہ اثبات صانع کی دوسری دلیل ہے چنانچہ فرماتے ہیں خدا وہی ہے جس نے تم کو بواسطہ آدم علیہ السلام کے مٹی سے پیدا کیا جس سے پستی میں بڑھ کر کوئی چیز نہیں پھر ہر ایک کی حیات اور

زندگی کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا جس میں نہ کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی اور سارے عالم کی دوبارہ زندہ ہونے کی جو مدت مقرر فرمائی وہ اُسی کے نزدیک ہے یعنی اُس کو معلوم ہے اس کے سوا کسی کو اس مدت کا علم نہیں یعنی ہر شخص کی مدت کا علیحدہ علیحدہ وقت مقرر ہے اور ایک وقت سارے عالم کی فنا کا مقرر ہے جس کا علم اللہ ہی کو ہے پھر بھی تم اللہ اور قیامت کے بارہ میں شک کرتے ہو یعنی خود تمہارا اپنا ہی وجود وجودِ صانع کیلئے بھی دلیل ہے اور ثبوتِ قیامت کی بھی دلیل ہے مگر تعجب ہے کہ تم ایسے قوی اور محکم دلائل کے ہوتے ہوئے بھی وجود باری اور ثبوت قیامت میں شک کرتے ہو کیا انسان مٹی سے اور نطفہ سے خود بخود بن گیا بلاشبہ یہ کسی قدیر و حکیم کی کاریگری ہے اس سے وجود صانع ثابت ہوا اور جس خدا نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہوا اس سے حشر و نشر اور قیامت کا اثبات ہوا۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ

اور وہی ہے اللہ آسمان اور زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا

وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو تم

اثباتِ علم باری تعالیٰ

قال تعالیٰ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۔

(ربط) گذشتہ آیت میں صانع مختار کے وجود پر دلیل قائم کی اب اس آیت میں اس کے علم محیط پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ جس طرح صانع عالم کی قدرت تمام کائنات کو محیط ہے اسی طرح اُس کا علم بھی تمام کائنات کو محیط ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور وہی ایک معبود برحق ہے آسمانوں میں اور زمین میں اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمہارے چھپے اور کھلے کو جانتا ہے خواہ تم کوئی فعل کھلے کرو یا چھپا کر کرو اس کو سب معلوم ہے اور خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو تمہارے عمل کے مطابق تم کو جزاء اور سزا دے گا۔

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا

اور نہیں پہنچتی ان کو کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر کرتے ہیں

عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ④ فَقَدۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا

اس سے تغافل سو جھٹلا چکے حق بات کو جب

جَآءَهُمۡ ؕ فَسَوۡفَ يَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا

اُن تک پہنچی اب آگے آوے گی اُن پر حقیقت اس بات کی

بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ⑤ اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ

جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں ہم نے پہلے ان سے

مِّنۡ قَرۡنٍ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مَا لَمۡ نُمَكِّنۡ لَّكُمۡ

سنگتیں ان کو جمایا تھا ہم نے ملک میں جتنا تم کو نہیں جمایا

وَاَرۡسَلۡنَا السَّمَآءَ عَلَيۡهِمۡ مِّدۡرَارًا ۖ وَّجَعَلۡنَا الۡاَنۡهٰرَ

اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان برساتا اور بنا دیں نہریں بہتی ان

تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمۡ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَنۡشَاۡنَا

کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہوں پر اور کھڑی کی

مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ ⑥

ان کے پیچھے اور سنگت

وعید و تہدید بر اعراض و تکذیب

قال تعالیٰ وَمَا تَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ ..... الیٰ ..... قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ ۔

(ربط) گذشتہ آیات میں دلائل توحید کا بیان تھا اب ان آیات میں آیات الٰہیہ سے اعراض اور تکذیب پر وعید اور تہدید کا ذکر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ان کفار مکہ کے پاس کوئی نشانی اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے نہیں پہنچتی مگر اس سے منہ پھیرنے والے اور تغافل برتنے والے بن جاتے ہیں جو معجزہ بھی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جادو کہہ کر ٹلا دیتے

ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ لوگ بہت ہی بدخو ہیں پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے حق کو جب وہ ان کے پاس آگیا اور پہنچ گیا حق سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے یا قرآن کی آیتیں یا معجزات، ہیں پس عنقریب ان کے سامنے اُن چیزوں کی حقیقت آجائے گی جن کی یہ ہنسی اڑاتے تھے یعنی ان کو اپنے استہزاء کا مزہ معلوم ہوجائے گا کیا اہل مکہ نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کیا اور ان کے استہزاء کا مزہ اُن کو چکھایا جن کو ہم نے دنیا میں وہ جسمانی اور مالی قوت اور استقرار اور تمکن عطا کیا تھا جو تم کو نہیں دیا بڑے قدآور اور تنآور تھے ان کی عمریں تم سے دراز تھیں اور اُن کی روزی بھی بہ نسبت تمہارے بہت فراخ تھی اور ہم نے ان پر موسلادھار پانی برسایا یعنی وہ لوگ سرسبز اور شاداب ملکوں کے رہنے والے تھے اور نہایت خوش حال اور مالدار تھے قحط سالی اور امساک باراں کی اُن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تھی اور ہم نے اُن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری کیں یعنی وہ لوگ باغوں والے اور چشموں والے تھے پھر باوجود اس قوت وشوکت اور راحت وثروت کے ان کے گناہوں یعنی تکذیب حق اور اعراض عن الحق کی وجہ سے ان کو ہلاک کردیا تاکہ ان کی تباہی اور بربادی لوگوں کے لیے عبرت بنے اور اُن کے بعد ہم نے دوسرے لوگوں کو پیدا کیا اسی طرح اگر تم پر بھی عذاب نازل کرکے تم کو ہلاک کردیں تو تعجب کیا ہے مطلب یہ ہے کہ اے اہل مکہ! پہلی امتوں کے حالات پر نظر کرو کہ کس طرح عیش وآرام میں تھیں جب انہوں نے خدا کے پیغمبروں کو جھٹلایا تو اُن کا انجام کیسا خراب ہوا پس جب ہم نے ان امتوں کو ہلاک کردیا کہ جو ہر بات میں تم سے بڑھ چڑھ کر تھے تو تمہارا ہلاک کرنا کیا مشکل ہے۔

فائدہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کفر کے تین درجے ہیں اولؔ اعراض عن الحق یعنی حق سے منہ پھیرنا اور اس سے تغافل برتنا دومؔ تکذیب حق یعنی حق کو جھٹلانا سومؔ استہزاء بالحق یعنی حق کا مذاق اڑانا یہ کفر کا آخری درجہ ہے (تفسیر کبیر ص ج ۱۲/۴) ۔

وَلَوْ	نَزَّلْنَا	عَلَيْكَ	كِتٰبًا	فِىْ قِرْطَاسٍ	فَلَمَسُوْهُ
اور اگر	اتاریں ہم	اُن پر	لکھا ہوا	کاغذ میں	پھر ٹٹول لیں اسکو

بِاَيْدِيْهِمْ	لَقَالَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا	
اپنے ہاتھ سے	البتہ کہیں گے	منکر	نہیں	یہ کچھ	مگر	

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

جادو ہے صریح اور کہتے کیوں نہ اترا اس پر کوئی

مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا

فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ اتاریں تو فیصل ہو چکے کام پھر ان

يُنْظَرُوْنَ ⑧ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ

کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ تو وہ بھی صورت میں ایک مرد

لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ⑨ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

کرتے اور ان پر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو لاتے ہیں اور ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے

مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا

تیرے پہلے پھر الٹ پڑی اُن سے ہنسنے والوں پر جس بات پر

۱ ع۱۰ ۷ بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ

ہنسا کرتے تھے تو کہہ پھرو ملک میں تو دیکھو

انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪

آخر کیسا ہوا جھٹلانے والوں کا

ازالۂ شبہات منکرین نبوت

قال تعالیٰ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ ... الی ..... كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○

(ربط) گذشتہ آیات میں اثبات صانع اور توحید کا بیان تھا اب ان آیات میں معاندین اور منکرین نبوت کے چند شبہات کا جواب دیتے ہیں کفار مکہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کبھی تو یہ شبہ کرتے کہ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب کیوں نہیں اتری اور کبھی یہ کہتے کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو کر ہمارے سامنے آکر آپؐ کی صدق کی گواہی

کیوں نہیں دیتا اور کبھی یہ کہتے کہ نبی بشری اور انسانی صورت میں کیوں بھیجا گیا فرشتہ کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا ان آیات میں اس قسم کے مزخرفات اور مہملات کا رد کیا گیا ہے۔

یا یوں کہو کہ گذشتہ آیات میں کافروں کے اعراض اور تکذیب کا بیان تھا کہ یہ کفار خدا تعالیٰ کی آیات قدرت سے اعراض کرتے ہیں اور ان کی تکذیب کرتے ہیں اب ان آیات میں اُنکے عناد اور تمسخر کو بیان کرتے ہیں کیونکہ حق سے اعراض اور بے توجہی یہ کفر کا ادنیٰ درجہ ہے اور حق کا انکار اور اُسکی تکذیب یہ کفر کا دوسرا درجہ ہے اور دیدہ و دانستہ حق سے انحراف اور اس سے نفرت اور اس سے تمسخر یہ کفر کا اعلیٰ درجہ ہے اور وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ الخ میں حق جل شانہ نے اپنے نبی کے تسلّی کیلئے یہ بتلا دیا کہ یہ سب مسخرا پن کی باتیں ہیں تم سے پہلے اور پیغمبروں سے اُنکے زمانہ میں کافر ایسی ہی باتیں کرتے تھے جس کا نتیجہ ان کو بھگتنا پڑا اور سب کے سب تباہ اور برباد ہوئے ان کافروں کو چاہیئے کہ اُن کے آثار قدیمہ سے عبرت پکڑیں کہ ان تکذیب اور تمسخر کرنے والوں کے بڑے بڑے آباد شہر ویران اور کھنڈر بنا دیئے گئے چنانچہ فرماتے ہیں اور یہ لوگ اس درجہ معاند اور ضدی ہیں کہ اے نبی اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کوئی کتاب آسمان سے نازل کریں اور یہ اُس کتاب کو آسمان سے اترتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پھر اس کو اپنے ہاتھوں سے بھی چھو لیں اور یہ محسوس کر لیں کہ کوئی تخییل اور نظر بندی نہیں تب بھی یہی کہیں گے کہ یہ صریح جادو ہے یہ ضد اور عناد کی انتہاء ہے کہ آنکھ کے مشاہدہ اور ہاتھ سے چھو لینے کے بعد بھی کسی چیز کو جادو بتلاتے ایسے ضدی اور عنادی کو جو محسوسات اور ملموسات میں بھی مکابرہ کرتا ہو اُسے کبھی ہدایت نہیں ہو سکتی اور نہ اس کا شبہ کبھی مٹ سکتا ہے۔

حق جل شانہ نے متعدد مواضع میں محسوسات میں اُن کے مکابرہ کا ذکر کیا ہے کما قال تعالیٰ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ وقال تعالیٰ وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ۔

نضر بن حارث اور عبداللہ بن ابی امیہ اور نوفل بن خویلد نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ اے محمد اگر تو اللہ کے پاس سے کاغذ میں لکھی ہوئی ایک کتاب ہمارے پاس لاتے اور اس کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو اس کے من جانب اللہ ہونے کی اور تیری نبوت کی شہادت دیں تو ہم تجھ پر ایمان لا سکتے ہیں بغیر اس کے ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ سوال محض عناد کی بناء پر ہے اگر ہم ان کے کہنے کے مطابق آسمان سے کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیں اور یہ لوگ اُس کتاب کو اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور یہ کہیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے اور یہ معاندین یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ پر کوئی ایسا فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا جو ہمارے روبرو ہو کر آپکی صداقت کی شہادت دے مطلب یہ تھا کہ جو فرشتے آپ پر اترتے ہیں وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتے اور ہمارے پاس

آکر آپ کی نبوت کی تصدیق کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم ان کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر یقین کر لیتے جیساکہ دوسری آیتوں میں ہے اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا - اور - لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ فَیَکُوْنَ مَعَہٗ نَذِیْرًا - اور - لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ حق تعالیٰ اُن کے جواب میں فرماتے ہیں اور اگر ہم ان کی فرمائش کے مطابق اسی طرح کوئی فرشتہ اتارتے تو بات فیصل ہو جاتی یعنی فرشتہ کے آنے اور دیکھنے کے بعد بھی اگر تکذیب کرتے تو سب ایک ہی دفعہ ہلاک کر دیئے جاتے پھر ان کو ایک پل کی بھی مہلت نہ دی جاتی کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائشی معجزہ دیئے جانے کے بعد مہلت نہیں دی جاتی اُن کے دیکھتے ہی عالم آخرت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے کما قال تعالیٰ یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَیَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا -

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ان کی یہ فرمائش پوری کر دی جاتی تو یہ ضدی اور عنادی پھر بھی ایمان نہ لاتے اور تکذیب کرتے تو یک لخت سب ہلاک کر دیئے جاتے اور اللہ تعالیٰ فی الحال ان کو ہلاک کرنا نہیں چاہتے اس لحاظ سے ان کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا بھی عین رحمت سمجھنا چاہیئے کہ توبہ کے لیے وقت مل گیا اور اگر ہم کسی فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو البتہ کسی مرد ہی کی صورت میں بھیجتے تاکہ اس کی بات چیت سن سکیں اور اس سے نفع حاصل کر سکیں کیونکہ فرشتہ اگر اپنی اصلی صورت میں آتا تو بسبب کمال نورانیت اور کمال جلال و جمال یہ لوگ اس کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے اس کے رعب اور ہیبت سے ان کا دم نکل جاتا یہ صرف حضرات انبیاء کرام کا ظرف ہے کہ اصلی صورت میں فرشتہ کی رؤیت کا تحمل کر سکتے ہیں عام لوگ تو ایک منٹ کے لیے بھی فرشتے کا اصلی صورت میں رویت کا تحمل نہیں کر سکتے تو لا محالہ اگر فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو آدمی ہی کی صورت میں بھیجتے تاکہ مجانست صوری کی بناء پر لوگ اُس کی تعلیم و تلقین سے منتفع ہو سکیں اور اس صورت میں ہم ان کو اُسی اشتباہ میں ڈال دیتے جس اشتباہ میں وہ اب پڑے ہوتے ہیں یعنی اس فرشتہ کو بشکل بشر دیکھ کر بھی کہتے کہ یہ تو آدمی ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کا اس بناء پر انکار کرتے ہیں کہ آپ بشر ہیں اسی طرح اگر فرشتہ کو بشکل بشر رسول بنا کر بھیجتے تو تب بھی یہی اعتراض کرتے اور وہی اشتباہ بحالہ باقی رہتا۔

تسلیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم

یہاں تک کفار کے عناد اور اعراض اور تکذیب اور استہزاء کا ذکر کیا جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اس لیے اب آئندہ آیت میں آپ کی تسلی کا مضمون بیان فرماتے

ہیں اور اے نبی کریمؐ آپ ان کے استہزاء سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں البتہ تحقیق آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کیا گیا پس آگھیرا اُن ہنسی کرنے والوں کو اُس عذاب نے جس پر وہ ہنسا کرتے تھے اور اگر اُس قہر اور عذاب کا انکار کریں تو آپ اُن سے یہ کہدیجیے کہ ذرا ملک میں پھرو پھر دیکھو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا کہ سب تباہ اور برباد ہوگئے یہی حشر ان کافروں کا ہوگا جو آپؐ کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں کہہ

لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

اللہ کا ہے اُس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو جمع کرے گا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ

دن قیامت تک اس میں شک نہیں جنہوں نے

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَهٗ

ہاری اپنی جان وہی نہیں مانتے اور اسی کا

مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ

ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں اور وہی ہے سب سنتا

الْعَلِيْمُ ۝۱۳ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑوں اپنا مددگار اللہ کے سوا جو بنانے

وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ

والا ہے آسمان و زمین کا اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں کھلاتا کہہ مجھ کو حکم ہوا ہے

اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

کہ سب سے پہلے حکم مانوں اور تو نہ ہو

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ
شریک پکڑنے والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ
ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اس پر

فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی اور اگر پہنچاوے تجھ

اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
کو اللہ کچھ سختی پھر اس کو کوئی نہ اٹھاوے سوائے اس کے اور اگر تجھ کو

بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ
پہنچاوے بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور پہنچتا

فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾
ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

اثبات توحید

قال تعالیٰ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... الیٰ ...... وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

(ربط) گذشتہ آیت میں توحید کا بیان تھا اب پھر اس کی طرف عَود فرماتے ہیں اور توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ تمام مکانیات اور تمام زمانیات سب اللہ ہی کی ملک ہیں قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ظرفِ مکان کی تمام مظروفات کی ملکیت کو بیان کیا اور وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ سے ظرفِ زمان کی تمام مظروفات کی ملکیت کو بیان کیا مطلب یہ ہوا کہ سب کون و مکان اور زمین و زمان سب اسی کی ملک ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی کریم آپ ان معاندین سے بطور الزام و اتمام حجت یہ پوچھیے کہ کس کی ملک ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اول تو وہ خود ہی برجواب دیں گے کہ یہ

سب اللہ کی ملک ہے جس سے توحید ثابت ہو جائے گی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ اور اگر بالفرض وہ کسی خوف اور ڈر کی بناء پر یا شرم اور حیاء کی بناء پر اس کا جواب نہ دیں تو آپ کہدیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اور تمہارے بت کسی چیز کے بھی مالک نہیں اور اُن سے یہ بھی کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے لیے محض اپنے فضل و کرم سے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ دیا ہے یعنی لازم کر لیا ہے یہ نہیں کہ اس پر کسی کا زور اور دباؤ ہے وہ اپنی رحمت سے عقوبت میں جلدی نہیں کرتا اور توبہ اور انابت کو قبول کرتا ہے لہٰذا اگر تم کفر اور شرک سے توبہ کرو گے اور اس کی طرف متوجہ ہو گے تو وہ ارحم الراحمین تمہارے اگلے گناہ معاف کر دیگا مطلب یہ ہے کہ جب توحید تمہارے اقرار سے ثابت ہو گئی اور حجت تم پر قائم ہو گئی تو اُس کا مقتضا یہ تھا کہ تم فوراً ہلاک کر دیئے جاتے لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے اس لیے وہ عقوبت میں جلدی نہیں کرتا حق تعالیٰ نے ایک تختی پر یہ لکھ کر کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے عرش پر آویزاں کر دیا ہے غرض یہ کہ ان سرکشوں کو اور باوجود حجت پوری ہو جانے کے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمسر بنانے پر خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت اور حلم کی وجہ سے اگرچہ دنیا میں سزا نہیں دی مگر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ وہ تم سب کو روز قیامت کی طرف اکٹھا کرے گا جس میں ذرہ برابر کوئی شک نہیں اور اس وقت حساب و کتاب کے بعد تم کو سزا دی جائے گی جن لوگوں نے شرک اختیار کر کے اپنی جانوں کو گھاٹے میں رکھا وہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان کی تقدیر میں گھاٹا ہے جس سے وہ باہر نہیں نکل سکتے اور مزید اثبات توحید اور اتمام حجت کے لیے اُن سے یہ کہہ دیجئے کہ اسی کی ملک ہے جو رات اور دن میں ساکن اور برقرار ہے یعنی کل موجودات جن پر دن اور رات گذرتی ہے وہ سب اسی کی ملک ہے زمانہ اور زمانیات اسی کے احاطۂ قدرت میں ہے۔

گذشتہ آیت میں یہ بتلایا کہ زمین اور آسمان یعنی ہر مکان اور ہر مکین اور تمام مکانیات کا وہی مالک ہے اور اس آیت میں یہ بتلایا کہ مکان کی طرح زمان لیل و نہار اور تمام اوقات اور تمام زمانیات بھی اسی کی مملوک ہیں اور اسی کے قبضہ اور تصرف میں ہیں اور وہی ان کی باتوں کا سننے والا اور ان کے دلوں اور حالات کا جاننے والا ہے اس آیت کا اور گذشتہ آیت قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا حاصل یہ نکلا کہ مکان اور زمان اور تمام مکانیات اور زمانیات سب اسی کی ملک ہیں پھر اثبات توحید کے بعد اُن سے یہ کہیئے کہ کیا میں ایسے اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست اور معبود ٹھہراؤں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا اور کس کو اپنا معبود اور کارساز ٹھہراؤں اور وہ اللہ ہی سب کو روزی دیتا ہے اور نہ اس کو روزی نہیں دی جاتی یعنی وجود اور سامان بقاء میں سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج

نہیں پس ایسی ذات کو چھوڑ کر جو سب کو روزی دیتا ہو اور ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں وہ کسی کا محتاج نہ ہو کسی اور کو اپنا ولی اور کارساز بنانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے کما قال تعالیٰ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو خدا کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ خدائے برحق کا جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں کہ بلا شرکت غیر اس کے سامنے گردن ڈال دوں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تو ہرگز ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا اے نبی آپ ان مشرکوں سے کہدیجئے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھ کو ایک بڑے دن کے عذاب میں گرفتار ہونے کا ڈر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کا پہلا فرمانبردار بنوں اور مشرکوں کے گروہ میں شامل نہ ہوں اگر بالفرض میں اس کے حکم کی مخالفت کروں اور تمہارے کہنے سے تمہارا دین اختیار کر لوں تو اس صورت میں مجھے روز قیامت کے عذاب کا ڈر ہے قیامت کے دن کو بڑا دن اس لیے کہا گیا کہ اس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی۔

ف اس قسم کی آیات میں آپ پر رکھ کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے یعنی بفرض محال اگر خدا کے کسی معصوم اور برگزیدہ بندہ سے بھی عصیان سرزد ہو جائے تو عذاب الٰہی کا اندیشہ ہے پھر کسی کو کب لائق ہے کہ کفر و شرک اور معصیت میں ملوّث ہو کر عذاب الٰہی سے بے فکر اور مامون ہو کر بیٹھ جائے۔

جس شخص سے اس دن وہ عذاب ہٹا دیا جائے پس اس پر اللہ نے بڑی ہی رحمت اور عنایت فرمائی اور یہی (عذاب خداوندی سے نجات) کھلی کامیابی ہے اور اے بندے اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کا دور کرنے والا نہیں یعنی مرض اور قحط اور افلاس اور دیگر مصائب کو خدا ہی دور کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا اور اے بندے اگر خدا تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں کیونکہ وہ ہر شئی پر قادر ہے یعنی نفع و نقصان سب اسی کے ہاتھ میں ہے پس اس کے سوا کسی کو اپنا ولی اور کارساز نہ بناؤ عاجزوں کی خوشامد کرنے سے کیا فائدہ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر سب بندے اسی کے زیر حکم ہیں سب پر اسی کا زور چلتا ہے جو چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم کو رد کر سکے ہر شئی اس کے سامنے مقہور اور مجبور ہے اس کی عظمت اور جلال اور علو اور قدرت کے سامنے سب کی گردنیں خم ہیں قاہر اس کو کہتے ہیں جس کو اپنے ارادہ پورا کرنے سے کوئی شئی عاجز نہ کر سکے۔

ف قاہر کے معنی غالب کے ہیں اور فوق کے معنی بلند اور برتر کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فوقیت حسّی اور مکانی نہیں کیونکہ وہ مکان اور جہت سے بالا اور برتر ہے

اس آیت میں فوق سے فوقیت قہر اور غلبہ مراد ہے جیسا کہ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ میں فوقیت شان اور فوقیت مرتبہ مراد ہے اور وہی ہے حکمت والا خبردار اس کا کوئی تصرّف حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اپنے علم کے مطابق ہر ایک کو جزاء اور سزا دیگا اور اس کی شان فوقیت اور قہر اور شانِ علم وحکمت کا مقتضی یہی ہے کہ اس کے سوا کسی کو اپنا ولی اور کارساز نہ بنایا جائے مطلب یہ ہے کہ الوہیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ قدرت کاملہ اور قہر تام ہو کہ اس پر کسی کا زور نہ چل سکے اور علم عام اور محیط ہو اور ہر نفع اور ضرر کا مالک ہو اور ایسی ذات والا صفات کو چھوڑ کر کسی کو معبود اور کارساز بنانا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف لا

تو کہہ کس چیز کی بڑی گواہی کہہ اللہ گواہ

شَهِيدٌۢ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وقفہ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا

میرے اور تمہارے بیچ اور اترا ہے مجھ کو یہ

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ط اَئِنَّكُمْ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کردوں اور جس کو یہ پہنچے کیا تم

لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ط

گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں

قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ج قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ

تو کہہ میں نہیں گواہی دونگا تو کہہ وہی ہے معبود ایک واحد اور میں قبول نہیں

بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

رکھتا جو تم شریک کرتے ہو جن کو ہم نے دی ہے کتاب

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ م اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

اس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے ہاری اپنی

ع ۲ ۱۰ ۸

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

جان وہی نہیں مانتے اور اس سے ظالم کون جو جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

باندھے اللہ پر یا جھٹلاوے اس کی آیتیں مقرر بھلا نہیں پاتے

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

گنہگار

اثباتِ توحید و رسالت

قَالَ تَعَالٰى قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً .... الیٰ ..... اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

(ربط) گذشتہ آیات میں توحید و رسالت کو فرداً فرداً بیان فرمایا اب ان آیات میں توحید و رسالت کو مجتمعاً بیان فرماتے ہیں مشرکین مکہ نے کہا اے محمد ہم کسی کو نہیں دیکھتے کہ جو آپ کو سچا جانے اور آپ کی نبوت کی شہادت دے اور ہم نے علماء یہود و نصاریٰ سے بھی تیری بابت دریافت کیا انہوں نے بھی آپ کی نبوت کی شہادت نہیں دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی نبوت و رسالت پر شہادت اور گواہی طلب کرتے ہیں آپ اُن سے یہ کہدیجئے کہ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ میری نبوت کا گواہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں یہ قرآن کریم میری نبوت کا ناقابل تردید گواہ ہے نیز علماء اہل کتاب میری نبوت کو ایسا یقینی طور پر جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں مگر حق پوشی کرتے ہیں اس لیے ایمان نہیں لاتے چنانچہ فرماتے ہیں (اے نبی) آپ ان مشرکین مکہ سے جو آپکو مفتری بتلاتے ہیں یہ پوچھیئے کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑھ کر ہے کہ اس کی گواہی رد نہ کی جاسکے اس سوال کے بعد اُن کے جواب کا انتظار نہ کیجئے اور یہ کہدیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اس لیے کہ اللہ سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم میری نبوت پر مقبول الشہادت گواہ چاہتے ہو تو وہ خدا ہے جس سے بڑھ کر گواہ نہیں اور اللہ کی شہادت اور گواہی یہ ہے کہ اُس نے مجھ کو دلائل نبوت اور براہین رسالت دیکر بھیجا ہے اور من جملہ شواہد رسالت یہ ہے کہ میری طرف یہ قرآن بذریعہ وحی

کے اتارا گیا جو اللہ کا کلام ہے اور میری نبوت کا گواہ ہے اگر میں اللہ کا رسول نہ ہوتا تو وہ مجھ پر اپنا کلام نازل نہ کرتا اور قرآن کریم کا کلام الٰہی ہونا اس کے اعجاز سے عیاں ہے نیز یہ قرآن تمام علوم رشد و ہدایت کا جامع ہے مجھ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ اس سے تم کو اور جس کو یہ پہنچے عذاب الٰہی سے ڈراؤں کہ جو توحید اور رسالت کو نہ مانے گا اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا کیا اس شہادت کبریٰ کے بعد تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں آپ کہہ دیجیے کہ میں تو یہ گواہی نہیں دے سکتا آپ ببانگ دھل کہہ دیجیے کہ جز این نیست کہ وہ معبود اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں بری اور بیزار ہوں اُس چیز سے جس کو تم خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو اور نبوت و رسالت کی شہادت اور گواہی کے بارہ میں آپ اُن سے یہ کہہ دیجیے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توریت و انجیل) دی ہے وہ نبی کریم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں علماء یہود اور نصاریٰ کو یقین کامل ہے کہ آپ بلاشبہ وہی نبی آخر الزماںؐ ہیں جن کی انبیاء سابقین بشارت دیتے چلے آئے انہوں نے آپؐ کے چہرہ کو دیکھ کر آپ کو اس طرح پہچان لیا ہے جس طرح انسان اپنے بیٹے کی صورت دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے البتہ جو لوگ حاسد اور معاندین ہیں اور جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارہ میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے حسد اور تکبّر اُن کو نبی برحق پر ایمان لانے کی اجازت نہیں دیتا ایمان نہ لا کر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں عقل کا مقتضی یہ ہے کہ حق پر ایمان لانا چاہیئے ان لوگوں نے حق سے اعراض کر کے اپنی جانوں پر بڑا ہی ظلم کیا اور اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا تحقیق بلاشبہ ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب طرح طرح سے خدائے وحدہٗ لاشریک پر جھوٹ باندھتے یہود اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے پیارے ہیں سوائے چند روز کے ہمیں آگ نہیں چھوئے گی اور عزیرؑ اور مسیحؑ خدا کے بیٹے ہیں اور مشرکین کہتے تھے کہ بت اللہ کے شریک ہیں اللہ نے ہم کو ان کی عبادت کا حکم دیا ہے اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ نے سردار جنوں کی لڑکیوں سے شادی کی ہے اور اُس نے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ کو حرام کیا ہے وغیرہ وغیرہ غرض یہ اور اس قسم کے صدہا بہتان اللہ پر باندھتے تھے اور آیات قرآنیہ اور دلائل نبوت اور براہین رسالت کی تکذیب کرتے تھے اور سب کو جھٹلاتے تھے اللہ تعالےٰ نے ان سب فرقوں کے بارہ میں فرمایا کہ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور آیات خداوندی کو جھٹلاتے ہیں ان ظالموں کو عذاب الٰہی سے کبھی رستگاری نہ ہوگی۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ

اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے شریک

أَشْرَكُوٓا أَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۲﴾

والوں کو کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم دعویٰ کرتے تھے

ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا

پھر نہ رہے گی ان کی شرارت مگر یہی کہ کہیں گے قسم اللہ کی اپنے رب کی

كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۳﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَ

ہم شریک نہ کرتے تھے دیکھ تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور

ضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ

کھوئی گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے اور بعضے ان میں کان

إِلَيْكَ ج وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ

رکھتے ہیں تیری طرف اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف رکھے ہیں کہ اسکو نہ سمجھیں

وَفِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَإِن يَرَوْا كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا

اور اُن کے کانوں پر بوجھ اور اگر دیکھیں ساری نشانیاں یقین نہ لاویں

بِهَا ط حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ

اُن پر جب تک نہ آویں تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہیں وہ

كَفَرُوٓا إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ

منکر یہ کچھ نہیں مگر نقلیں ہیں اگلوں کی اور وہ

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ج وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّآ

اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر

أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا

آپ کو اور نہیں سمجھتے اور کبھی تو دیکھے جس وقت

عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّنَا

اُن کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہیں کاش کہ ہم کو بھیجیں اور ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتیں

وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا

اور رہیں ایمان والوں میں کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے

يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ

پہلے اور اگر پھر بھیجے تو پھر کریں وہی جو منع ہوا تھا

وَإِنَّهُمْ لَكَٰذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوٓا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

ان کو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ

اور ہم کو پھر نہیں اٹھنا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ان کو کھڑا

رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ

کیا ہے ان کے رب کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں بولے کیوں نہیں قسم ہمارے رب

قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾ قَدْ ع ۳ / ۹

کی فرمایا تو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا خراب

خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَتْهُمُ

ہوئے جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ پہنچے اُن پر

السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَٰحَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَ

قیامت بے خبر کہنے لگے اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اس میں اور

هُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۚ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٣١﴾

وہ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سنتا ہے بُرا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ

اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾

سو بہتر ہے ڈر والوں کو کیا تم کو سمجھ نہیں

بیان انجام و حال مجادلین و معاندین

قال اللہ تعالیٰ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ... الیٰ ... وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(ربط) گذشتہ آیت میں مشرکین کا نہ فلاح پانا مذکور تھا اب ان آیات میں مشرکین مکہ کے جدال اور عناد کا کچھ حال بیان کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ قیامت کے دن ان ظالموں کو اپنی امیدوں کے خلاف ایسی درد انگیز حسرتیں دیکھنی پڑیں گی جو بیان سے باہر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو کہ جب ہم سب عابدوں اور معبودوں کو میدان حشر میں جمع کریں گے اور پھر مشرکین سے بطور توبیخ و سرزنش یہ کہیں گے کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کے متعلق تم یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ خدا کے شریک ہیں جن کو تم اپنا مددگار اور کارساز سمجھتے تھے آج ایسی سختی اور مصیبت کے وقت وہ کہاں چلے گئے اپنے ان شرکاء کو بلاؤ تاکہ تمہاری سفارش کریں پھر ان کا عذر اور بہانہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ یہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ اپنے پروردگار کی کہ ہم دنیا میں مشرک نہ تھے قیامت کے دن مشرکین جب اپنے لیے عذاب اور اہل توحید کے لیے نجات کو دیکھیں گے تو اس وقت شرک سے نفرت اور بیزاری ظاہر کریں گے اور اپنے شرک کو چھپانے کے لیے اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے اور ہم نے دنیا میں کوئی شرک نہیں کیا

ف فتنہ کا ترجمہ ہم نے عذر اور بہانہ سے کیا ہے ابو اسحاق زجاج (امام نحو) یہ فرماتے ہیں کہ فتنہ کے اصل معنی کسی پر شیفتہ اور فریفتہ ہونے کے ہیں پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرک جو اپنے بتوں پر اس قدر شیفتہ اور فریفتہ ہیں اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے ان محبوبوں سے بری اور بے زار ہو جائیں گے اس کی مثال ایسی ہے

جیسے کوئی شخص کسی محبوب پر عاشق ہو پھر جب اُس کو اس کے عشق میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس سے بیزار ہو جائے اس پر وہ محبوب یا کوئی دوسرا شخص اس سے یہ کہے کہ بس تیرا عشق اس بیزاری اور نفرت سے زیادہ کچھ نہ تھا (دیکھو تفسیر قرطبی ص۴۰۱ ج ۶)

دیکھو تو سہی کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر کیسا سفید جھوٹ بولا جن کی ساری عمر پرستش کرتے رہے آج یک لخت اُن سے بری اور بیزار ہو گئے اور اُن کے معبود بنانے کا صاف انکار کر دیا اور دیکھو تو سہی کہ وہ جھوٹے اور من گھڑت معبود اُن سے کیسے غائب ہوتے کہ کوئی اُن کے کام نہ آیا یہاں تک تو منکرین توحید کی مذمت کا بیان تھا اب آگے منکرین قرآن کی شناعت بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور ان مشرکین سے بعض وہ ہیں کہ جو آپ کے قرآن پڑھنے کے وقت آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان اور ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور نضر بن حارث اور عتبہ اور شیبہ پسرانِ ربیعہ اور حارث بن عامر اور ابیؓ بن خلف اور امیۃ بن خلف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت قرآن پڑھ رہے تھے ان لوگوں نے آپ کا قرآن سنا پھر سب نے نضر بن حارث سے پوچھا کہ اے ابوقتیلہ کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ محمدؐ کیا کہتے ہیں نضر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا کہتے ہیں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی زبان کو ہلاتے ہیں اور اگلے لوگوں کی کہانیاں بیان کرتے ہیں جیسے میں تمہیں گذشتہ لوگوں (یعنی رستم اور اسفندیار اور اہلِ فارس کے قصے سناتا ہوں) ابوسفیان نے کہا میرے خیال میں اس کی بعض باتیں سچی معلوم ہوتی ہیں ابوجہل نے کہا ہرگز نہیں تو اس کی کسی بات کے سچا ہونے کا اقرار نہ کر، ہمیں مرنا قبول ہے مگر اس پر ایمان لانا قبول نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (روح المعانی وغیرہ)

مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اگرچہ آپ کا قرآن سنتے ہیں جس کے دلائل اعجاز اور اسرار بلاغت آفتاب کی طرح روشن ہیں مگر دل چونکہ عناد سے لبریز ہیں اس لیے قرآن کا سننا ان کو سودمند نہیں ہوتا اور ان کے اسی عناد اور سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اس کو سمجھ نہ سکیں اور اُن کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں سے سمجھ کو چھین لیا ہے اور حق کے سننے سے اُن کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے وہ قرآن کے اعجاز اور اس کی خوبیوں کا ادراک نہیں کر سکتے اور ان لوگوں کے عناد اور سرکشی کا یہ حال ہو گیا ہے کہ یہ لوگ اگر ساری نشانیاں اور تمام معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تب بھی ان پر یقین نہ کریں اور اُن کے جادو ہونے کا حیلہ بہانہ نکال کھڑا کریں اور اس عناد کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس جھگڑنے کے لیے آتے ہیں تو یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کے قصے اور داستانیں ہیں جس طرح ہم رستم

اور اسفندیار کے قصے سناتے ہیں اسی طرح قرآن میں قوم عاد اور ثمود کے قصے ہیں یہ کوئی اعجاز نہیں اور نہ دلیل نبوت ہے تمام اہل ملل اس قسم کی باتیں اور قصے بیان کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کافر لوگ قرآن کے سننے اور اس پر ایمان لانے سے اوروں کو منع کرتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں یعنی خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور وہ اس عمل سے صرف اپنی ہی جانوں کو ہلاک اور تباہ کر رہے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں نور حق اور نور ہدایت ظاہر اور کامل ہو کر رہے گا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور یہ سمجھتے بھی نہیں کہ کفر کرکے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور اے نبی کریم کاش آپ اس وقت کو دیکھیں کہ جب یہ کافر دوزخ پر کھڑے کیے جائیں گے تو اس وقت نہایت حسرت سے یہ کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں لوٹا دیئے جاویں اور دنیا میں واپسی کے بعد ہم اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں "یعنی دوزخ کے کنارہ پر پہنچ کر حکم ہوگا کہ ٹھہراؤ تو کافروں کو توقع پڑے گی کہ شاید پھر ہم کو دنیا میں بھیجیں تو اب کی بار کفر نہ کریں ایمان لاویں سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس واسطے ان کو نہیں ٹھہرایا بلکہ اس تدبیر سے اُن کے منہ سے اقرار کروا دیا کہ ہم نے کفر کیا تھا حالانکہ پہلے منکر ہوتے تھے کہ ہم شریک نہ کرتے تھے اور پھر بھیجنا ان کو عبث ہے" (موضح القرآن) آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا اور یہ وعدہ کہ اگر ہم دوبارہ دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تو ایمان لانے والوں سے ہو جائیں گے ان کی یہ تمنا اور یہ وعدہ شوق اور رغبت اور صدق دل سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اب ان پر وہ چیز ظاہر ہو گئی جس کو وہ پہلے سے چھپاتے تھے یعنی وہ اعمال شنیعہ جو چھپ کر کرتے تھے اُن کا راز فاش ہو گیا اور ابھی ابھی جو وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ کہہ چکے تھے اُس جھوٹ کی قلعی کھل گئی اور جس عذاب کے منکر تھے وہ آنکھوں کے سامنے آگیا اس لیے اب چار و ناچار محض جان بچانے کے لیے دوبارہ دنیا میں واپس جانے کی تمنا کرنے لگے اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ ہم دنیا میں واپس ہو کر پکے ایماندار بن جائیں گے اور ہرگز آیات الٰہیہ کی تکذیب نہ کریں گے یہ اشقیاء بالفرض اگر دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تو پھر وہی کام کریں گے جس سے اُن کو منع کیا گیا اور بے شک وہ اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں کفر اور تکذیب اور بدی اور شرارت اُن کے خمیر میں داخل ہے جب مصیبت اُن کو آکر گھیر لیتی ہے تو ایمان کا وعدہ کرنے لگتے ہیں اور چند روز کے بعد وہ سارے عہد و پیمان فراموش کر دیتے ہیں كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ اور یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ سوائے اس دنیاوی زندگانی کے اور کوئی ہماری زندگانی ہی نہیں اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے آج کل یورپ کے مادہ پرستوں کا یہی مذہب اور یہی خیال ہے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیا ہے خوب مزے اڑا لو

یہ لوگ حلال وحرام کی تقسیم کے قائل نہیں اور نہ آخرت کے قائل ہیں لا مذہب اور دھری لوگوں کا یہی خیال ہے کہ یہ کارخانۂ عالم باقتضاء مادہ وطبیعت چل رہا ہے یہ لوگ نہ کسی حلال وحرام کے قائل ہیں اور نہ کسی جزاء وسزا کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ساری باتیں یہیں ہیں اور جب قیامت آجائے گی اور حقیقت آنکھوں کے سامنے آجائے گی اس وقت عجب حال ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر آپ اس وقت کا مشاہدہ کریں جس وقت یہ لوگ بازپرس اور جواب دہی کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو آپ عجب منظر دیکھیں گے خدا تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کرکے ان سے پوچھے گا کہ کیا موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا جس کے تم دنیا میں منکر تھے حق نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی ضرور حق ہے خدا تعالیٰ فرمائیں گے پس چکھو عذاب کا مزہ بدلے میں اس کے جس کا تم کفر کرتے تھے یعنی تم نے خود قیامت کے حق ہونے کا اقرار کرلیا جس کے تم دنیا میں منکر تھے اب تم اس کفر کا مزہ چکھو اس کے بعد ان کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا تحقیق خراب اور برباد ہوئے وہ لوگ جنہوں نے حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کو جھٹلایا یعنی جنہوں نے خدا کے سامنے حساب کے لیے پیش ہونے کا انکار کیا یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آکھڑی ہوگی تو اس وقت یہ کہیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے قیامت کے بارہ میں کی اور بے دھڑک ہوکر گناہ کیے جس کی اب کوئی تلافی نہیں اور یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوتے ہوں گے جس سے پشت جھکی ہوئی ہوگی آگاہ ہوجاؤ وہ بہت ہی بُرا بوجھ ہوگا جو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور بلاشبہ ظاہر ہے کہ کفر اور معصیت کے بوجھ سے بڑھ کر کون سا بوجھ برا اور بڑا ہوسکتا ہے اور اس مصیبت کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ یہ سمجھے ہوتے ہیں کہ اس دنیاوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں جیسا کہ گذرا یہ بالکل غلط ہے اور حقیقت اس کے برعکس ہے یہ دنیاوی زندگانی کچھ نہیں مگر چند روز کھیل اور دل بہلانا ہے اور کھیل اور تماشہ پر فریفتہ ہونا نابالغوں اور بے عقل اور بے شعور بچوں کا کام ہے اور البتہ دار آخرت وہ دار بقاء اور دار دوام ہے سو وہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور لہو ولعب سے بچتے ہیں کیا تم کو سمجھ نہیں کہ حیات باقیہ کے مقابلہ میں لہو ولعب کو ترجیح دیتے ہو مرد بنو حقیقی منافع کی فکر کرو بچوں اور نابالغوں کی طرح کھیل اور تماشہ پر کیوں مفتون بنے ہوئے ہو

خلق اطفالند جز مست خدا ∴ نیست بالغ جز رهیده از هوا

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ

ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو غم دلاتی ہیں ان کی باتیں

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ

سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف اللہ کے حکموں سے

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ

منکر ہوتے جاتے ہیں اور جھٹلایا ہے بہت رسولوں کو تجھ سے

قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا

پہلے پھر صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر

حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ

جب تک پہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں اور تجھ

جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ

کو پہنچ چکا ہے کچھ احوال رسولوں کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے انکا

اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِى

تغافل کرنا تو اگر تو سکے ڈھونڈ نکالنی کوئی سرنگ

الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ

زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر ان کو لادے ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا

اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

جمع کر لاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ

مانتے وہ ہیں جو سنتے ہیں اور مُردوں کو اُٹھادے گا

اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

اللہ پھر اس کی طرف جاویں گے اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتری اس پر

اٰيَةً مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ

کچھ نشانی اس کے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اتارے کچھ نشانی

اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

لیکن ان بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی ہلتا نہیں

فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ

زمین میں نہ جانور ہے کہ اڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک امت ہے

اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى

تمہاری طرح چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر اپنے

رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ

رب کی طرف اکٹھے ہوں گے اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور

بُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ

گونگے ہیں اندھیروں میں جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو

يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

تسلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و تلقین صبر

قال تعالیٰ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ ... الیٰ ... يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(ربط) اوپر کی آیتوں میں منکروں کے انکار اور تکذیب کا بیان تھا جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو۔ بمقتضائے شفقت و رأفت صدمہ اور رنج ہوتا تھا کما قال تعالیٰ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا وقال تعالیٰ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ لہٰذا حق جل شانہٗ ان آیات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تشفی فرماتے ہیں کہ اے نبی

آپ ان لوگوں کی تکذیب سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں یہ تکذیب کرنے والے آپ کی تکذیب نہیں کر رہے ہیں بلکہ فی الحقیقت اللہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کو جھٹلا رہے ہیں خدا تعالیٰ خود ہی ان کو سمجھ لے گا آپؐ فکر میں نہ پڑیں اور آپ کو تو انبیاء سابقین کے حالات بذریعہ وحی معلوم ہو چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم کی تکذیب پر کیسا صبر کیا بالآخر اللہ نے اُن کو غالب کیا اور خدا تعالیٰ نے اُن سے جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا کما قال تعالیٰ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ وَقَالَ تعالیٰ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ اسی طرح آپؐ بھی ان کی تکذیب پر صبر کیجیے اللہ آپؐ کو ان پر غالب کرے گا اور فتح و نصرت کے خدا تعالیٰ نے جو آپؐ سے وعدے کیے ہیں وہ ایک ایک کر کے پورے ہوں گے ابوجہل نے ایک مرتبہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ ہیں آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتا بلکہ ان باتوں کو غلط سمجھتا ہوں جو آپ بیان کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر قرطبی ص۴۱۶ ج ۶ و تفسیر ابن کثیر)

تحقیق ہم کو یہ بات خوب معلوم ہے کہ تجھ کو وہ باتیں غم میں ڈالتی ہیں جو یہ کہتے ہیں سو یہ لوگ حقیقت میں آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کی جنگ درحقیقت اللہ کے ساتھ ہے آپؐ ان ظالموں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جایئے خدا خود ہی ان کو سمجھ لے گا اور اگر کسی درجہ میں آپ کی بھی تکذیب ہے تو آپ کی یہ تکذیب کوئی نئی بات نہیں البتہ تحقیق آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کی تکذیب کی گئی اور طرح طرح سے ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں پس انہوں نے اپنی تکذیب اور ایذاؤں پر صبر کیا تھا یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری مدد پہنچی حالانکہ وہ بے سروسامان تھے اور اللہ کی باتوں یعنی اس کے وعدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قلیل کو کثیر پر غالب کرے اور اے نبیؐ بے شک تیرے پاس پیغمبروں کی بعض خبریں پہنچ چکی ہیں جن میں اُن کے صبر اور استقلال کا حال بھی مذکور ہے پس تو اُن سے اپنی تسلی کر اور یقین رکھ کہ جس طرح پہلے نبیوں کے پاس اُن کے جھٹلاتے اور ستاتے جانے کے بعد ہماری مدد پہنچی اسی طرح ہماری مدد تیرے پاس پہنچے گی اور تو کامیاب ہو گا اور تیرے جھٹلانے والے ہلاک ہوں گے اور اگر آپ پر اُن کا اسلام سے اعراض کرنا گراں اور بھاری ہے اور آپ کی تمنا اور خواہش یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ لوگ حق کو قبول ہی کر لیں پس اگر آپ سے یہ ہو سکتا ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالیں یا آسمان میں جانے کے لیے کوئی سیڑھی تلاش کریں پھر وہاں سے ان کی فرمائش کے مطابق کوئی معجزہ اور نشانی اُن کے پاس لے آویں تو کر گذریئے اور اُن کی فرمائش کے مطابق زمین اور آسمان میں سے کوئی نشانی لا کر اُن کو دکھلا سکتے ہو تو دکھلا دیجیے

یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا اس لیے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے مقصود اس سے آپ کو اُن کے ایمان سے نا امید کرنا ہے اور آپ کو تسلی دینا ہے کہ آپ اُن کے اعراض اور تکذیب سے رنجیدہ نہ ہوں خدا تعالیٰ کو اُن کی ہدایت منظور نہیں اور اُن کے ایمان نہ لانے میں تکوینی طور پر اللہ کی حکمتیں ہیں جن کے ادراک سے عقل قاصر ہے۔

کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان کے ساتھ ہمیشہ ایسی نشانی رہنی چاہیئے جسے دیکھ کر ہر کوئی یقین کرلے اور ایمان لانے پر مجبور ہوجائے سو شاید بمقتضائے شفقت حضور پُرنورؐ کا دل بھی چاہا ہو تو تادیب وتنبیہ کے لیے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تکوینی اور تقدیری امور میں اللہ کی مرضی کے تابع رہو اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ سب ایمان لے آئیں تو بن نشانی سب کے دل پھیر دیتا اور سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا اور اگر تکوینی اور تقدیری طور پر اللہ یہ چاہتا کہ سب ایمان لے آئیں تو سب کو شروع ہی سے بغیر نشانیوں کے ہدایت پر جمع کر دیتا مگر اللہ کو سب کی ہدایت منظور نہیں۔

درکارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است ∴ دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد

پس تو نادانوں میں سے مت ہو یعنی ان بدبختوں کے ایمان کی فکر میں مت پڑ ایسے سنگ دلوں کے ایمان اور ہدایت کی فکر میں پڑنا نادانی ہے مقصود اس سے حضور پُرنورؐ کی تادیب ہے کہ شفقت اور ایمان وہدایت کی حرص میں مبالغہ نہ کر بیں جز ایں نیست حقیقت یہ ہے کہ حق کو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں یعنی جو زندہ ہیں اور حق کے طالب ہیں ورنہ جو مردہ دل ہیں وہ کب کسی کی مانتے ہیں اور یہ معاندین فی الحال تو حکماً مردے ہیں اور ایک روز حقیقۃً مردے ہونگے اور قیامت کے دن اللہ سب مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر وہ سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اس وقت ان کو ان کے اعراض اور تکذیب کی سزا ملے گی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں جن کے دل میں اللہ نے کان نہیں دیئے وہ سنتے نہیں مگر یہ کافر کہ مثال مردے کے ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے۔ اھ اور یہ معاندین یہ کہتے ہیں کہ اس مدعی رسالت پر اس پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی نشانی سے وہ خاص نشانیاں مراد ہیں جن کی وہ فرمائش کرتے تھے جیسے فرشتے کا اترنا وغیرہ وغیرہ ورنہ یوں تو آپ سے بہت سی نشانیاں دیکھتے رہتے تھے جن کو جادو کہہ کر ٹلا دیتے تھے آپ کہہ دیجئے کہ بے شک اللہ اس پر قادر ہے کہ تمہاری فرمائش کے مطابق کوئی نشانی اتار دے مگر اس کی حکمت اور مصلحت اس کو مقتضی نہیں لیکن اُن میں کے اکثر آدمی اُس کی مصلحت کو جانتے نہیں اور نہ اُن کو اس کے انجام کی خبر ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ نشانی کا اترنا سبب عذاب اور ہلاکت کا ہے یعنی فرمائشی نشان کا انجام یہ ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے تو سب ہلاک کر دیئے جائیں گے کما قال تعالیٰ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ

طالب حق کی ہدایت کے لیے وہ نشانات بہت کافی ہیں جو آپ سے ظاہر ہو چکے ہیں۔

(ربط) گذشتہ آیت وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ میں قیامت کے دن مردوں کے بعث اور دوبارہ زندہ ہونے کو بیان فرمایا تھا اب آئندہ آیت میں اس کی تاکید کے لیے دواب اور طیور کے بعث اور حشر کو بیان فرماتے ہیں کہ بعث ایک ایسا امر ہے کہ قیامت کے دن جانور جو کہ غیر مکلف ہیں وہ بھی زندہ کیے جائیں گے اور ایک جانور کا دوسرے جانور سے قصاص لیا جائے گا تو انسان تو احکام الٰہیہ کا مکلف ہے اور مورد جزاء و سزا ہے اُس کا حشر کیوں نہ ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں اور نہیں ہے کوئی جانور جو زمین میں چلتا پھرتا ہو اور نہیں ہے کوئی پرندہ کہ جو اپنے دو بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ بھی تمہاری طرح[1] اُمتیں اور جماعتیں اور مختلف گروہ ہیں پیدائش رزق اور موت اور حشر و نشر اور قصاص میں تمہارے مماثل ہیں حشر اجساد میں تمام حیوانات انسان کے مشابہ ہیں ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز بغیر لکھے نہیں چھوڑی یعنی ہر چیز ہمارے علم میں ہے اور جب یہ بات ہے تو ہر چیز کا حشر اور بعث ہم پر کیا مشکل ہے پھر یہ سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف اکھٹے کیے جائیں گے تاکہ ایک دوسرے کا انصاف ہوجائے یعنی آدمی اور بہائم اور پرند سب کے سب قیامت کے دن انصاف کے لیے اللہ کے آگے حاضر کیے جائیں گے حیوانات نے جو ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے اس کا اس سے بدلہ لیا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا حیوانات کا حشر باز پرس کی غرض سے نہیں ہوگا بلکہ اس لیے ہوگا کہ جو تکلیفیں اُن کو دنیا میں پہنچی ہیں ان کا عوض اور بدلہ ان کو دلایا جائے تاکہ عدل خداوندی ظاہر ہوجائے کہ خدا تعالیٰ کا عدل اور انصاف ایسا ہوتا ہے اور اس کے بعد تمام جانور مٹی کر دیئے جائیں گے اس وقت کافر یہ تمنا کرے گا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا اور جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا یہ لوگ عقل کے بہرے اور گونگے ہیں اور مختلف قسم کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے ہیں پس ان کی ہدایت ناممکن ہے اس لیے آپ ان کے اعراض اور تکذیب سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں کیونکہ جو شخص دوسرے کی نہ سن سکے اور نہ دوسرے سے راستہ پوچھ سکے وہ کس طرح تاریکیوں سے باہر نکل سکتا ہے اصل بات یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہے گمراہ کر دے اور جس کو چاہے سیدھے راستہ پر کر دے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ع

ع اوست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند

---

[1] یہ زجاج سے منقول ہے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں قال ابو ھریرۃ ھی امثال لنا علے معنی انہ یحشر البھائم غدا و یقتص للجماء من القرناء ثم یقول اللہ لھا کونی ترابا وھذا اختیار الزجاج فانہ قال الا امم امثالکم فی الخلق والرزق والموت والبعث والاقتصاص (تفسیر قرطبی ص۴۲۰ ج ۶)

وہ مالک مطلق ہے وہ اپنی مرضی کا مختار ہے اس کو کافروں کے کفر سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا جو وہ زبردستی ان کو راہ پر لاتے۔

شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کی نشانیاں سب جہان ہیں، ہیں ہر قسم کے جانوروں کا کارخانہ ایک قاعدہ پر باندھا ہے انسان کا بھی ایک قاعدہ رکھا ہے وہ پیغمبروں کی زبان سے ان کو سکھاتا ہے اگر دھیان کریں یہی نشانی بس ہے پیغمبروں کے قول پر لیکن بہرا اور گونگا اندھیرے میں پڑا کیا دیکھے اور کیا سمجھے (موضح القرآن)

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر

ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤٠﴾

قیامت کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ

بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا

شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾ ع ۴ ۱۱ ۱۰

ہے اور بھول جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے۔

اثبات توحید

قال تعالیٰ قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ ... الیٰ ... وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ

(ربط) ابتداء سورت سے اثبات توحید اور ابطال شرک کا مضمون چلا آرہا ہے اب ان آیات میں ایک خاص طریقہ سے اثبات توحید فرماتے ہیں مشرکین عرب بتوں کو خدائی کا کارکن سمجھتے تھے مگر جب کوئی مصیبت آن پڑتی تو اللہ ہی کو پکارتے اور اسی سے دعا مانگتے مقصود یہ ہے کہ جب یہ جانتے ہو کہ نفع و نقصان سب ہمارے ہی اختیار میں ہیں اور تمہارے ان بتوں کا کوئی اختیار نہیں تو پھر کیوں ان کی عبادت کرتے ہو صرف ہماری پرستش کیوں نہیں کرتے چنانچہ فرماتے ہیں اے

نبی آپ ان مشرکین سے یہ کہیے کہ بھلا مجھ کو یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے یا تم پر قیامت ہی آجاوے جو تمام مصیبتوں کا مجموعہ ہے تو کیا اس وقت بھی غیر اللہ کو پکاروگے اگر تم دعوائے اشراک میں سچے ہو یعنی جب تم بتوں کو پوجتے ہو اور اُن کو خدا کا شریک سمجھتے ہو تو اگر تم اس اعتقاد میں سچے ہو تو مصیبت کے وقت بھی اُنہی کو پکارا کرو تاکہ وہ تمہاری مدد کریں مگر اسوقت تم ایسا نہیں کرتے بلکہ اُسوقت تم خاص اللہ ہی کو پکارتے ہو پس وہ اُس مصیبت کو دفع کردیتا ہے جس کے دفع کرنے کیلئے تم دعا مانگتے تھے اگر چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے اور اسوقت تم ان بتوں کو بھول جاتے ہو جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے الزام ہے کہ مصیبت اور سختی کے وقت تو تم خالص اللہ ہی کو پکارتے ہو اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے مگر فراخی اور راحت میں تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کا کلمہ پڑھنے لگتے ہو اگر تمہارے بت کچھ ہیں تو دونوں حالتوں میں تم اُن کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے وہذا لقولہ تعالیٰ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت امتوں پر تجھ سے پہلے

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

پھر اُن کو پکڑا سختی میں اور تکلیف میں شاید وہ گڑگڑاویں

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

پھر کیوں نہ جب پہنچا اُن پر عذاب ہمارا گڑگڑاتے ہوتے اور لیکن سخت ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھاتے شیطان نے جو کام کر رہے تھے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ

پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی ان کو کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر

شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

چیز کے یہاں تک کہ جب خوش ہوتے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے ان کو بے خبر

فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

پھر تب ہی وہ رہ گئے ناامید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالموں کی

ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اور سراہیے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا تو کہہ دیکھو تو اگر

اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ

چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے تمہارے دل پر

مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ

کون وہ رب ہے اللہ کے سوا جو تم کو یہ لا دیوے دیکھو ہم کیسی پھیرتے ہیں

الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ

باتیں پھر وہ کنارہ کرتے ہیں تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر

عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

عذاب اللہ کا بے خبر یا رو برو کوئی ہلاک ہوگا مگر وہی لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ

جو گنہگار ہیں اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں نہیں مگر خوشی اور

مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

ڈر سنانے کو پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوارا پکڑی نہ تو ڈر ہے اُن پر نہ وہ

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ

غم کھاویں اور جنہوں نے جھٹلائیں ہماری آیتیں ان کو لگے گا

الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ

عذاب اس پر کہ بے حکمی کرتے تھے تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے

عِندِي خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ

کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں

لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰٓى إِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ

تم سے کہ میں فرشتہ ہوں میں اسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو حکم آتا ہے تو کہہ کب

ع ٥ ٩ ١١ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ وَأَنذِرْ

برابر ہو سکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہیں کرتے اور خبردار

بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوٓا إِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ

کر دے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہوں گے اپنے رب کے پاس اُن کا

لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾

کوئی نہیں اس کے سوا حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہیں

بیان تباہی وبربادی مکذبین رسالت ومنکرین قیامت

قال تعالیٰ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلٰٓى أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ ۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

(ربط) گذشتہ آیات میں مشرکین پر وقوع عذاب کو فرض کر کے اُن کے شرک کو باطل فرمایا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ کافروں پر عذاب خداوندی کا نزول کوئی فرضی چیز نہیں بلکہ بار بار پہلی امتوں پر اس کا وقوع ہو چکا ہے اس لیے ان آیات میں مُکذّبین رسالت ومنکرین قیامت کی تنبیہ اور تہدید کے لیے یہ بتلاتے ہیں کہ ہم نے پہلی امتوں کو تنبیہ کے لیے اول مصیبتوں میں مبتلا کیا تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں مگر وہ ایسے سخت دل ہو گئے کہ اس پر بھی نہ سنبھلے اور نہ سمجھے تب ہم نے ان کو بھلا دا دیکر خوب نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے جس سے وہ عیش و عشرت میں مست ہو گئے اور خدا کی نافرمانیوں میں غرق ہو گئے اور فسق وفجور میں حد سے گذر گئے یہاں تک کہ جرم کا پیمانہ لبریز ہو گیا تب ہم نے دفعۃً ناگہانی عذاب میں ان کو پکڑ لیا اور سب کو نیست ونابود کر دیا اور طریقہ بھی یہی ہے کہ اول مجرم کو تنبیہ کی جاتی ہے تاکہ وہ آقا کی طرف

رجوع کرے لیکن اگر باوجود تنبیہ کے تمرّد اور سرکشی پر اتر آئے تو اس کو ڈھیل دی جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ نافرمانی میں دلیر اور بے باک ہو جاتا ہے تو یکایک اس کو پکڑ کر تباہ اور برباد کر دیا جاتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرے اور اللہ اُسے نعمتیں دے تو اُسے خوش نہ ہونا چاہیئے بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہیے کہ اُسے اللہ کی طرف سے ڈھیل دی جا رہی ہے (تفسیر قرطبی ص ۴۲۶ ج ۶ وتفسیر ابن کثیر ص ۱۳۲ ج ۲)

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی کریم البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے مختلف امتوں کی طرف رسول بھیجے اور اُن کی امتوں نے اُن کو جھٹلایا بس ہم نے ان کو بطور تنبیہ تنگی معیشت اور بیماری میں پکڑا یعنی سختی اور تکلیف میں اُن کو مبتلا کیا تاکہ وہ ہمارے آگے گڑ گڑائیں اور روئیں اور عاجزی کریں اور کفر وشرک سے توبہ کریں مگر ان سنگ دلوں پر تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس جس وقت ہمارا عذاب ان کے پاس آیا تو اس وقت کیوں نہ گڑ گڑائے یعنی اُن کو چاہیئے تھا کہ ایسی حالت میں وہ گڑ گڑا لیتے تو اُن کا معاملہ ہی ختم ہو جاتا اور بلا دور ہو جاتی تضرع اور زاری سے اُن کے لیے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر وہ نہ گڑ گڑائے لیکن ان کے دل اور سخت ہو گئے اور ایمان کے لیے نرم نہ ہوئے نہ وہ ہمارے آگے گڑ گڑائے اور نہ انہوں نے ہمارے پیغمبروں کی تکذیب سے توبہ کی اور شیطان نے اُن کے اعمال کفریہ کو ان کی نظر میں آراستہ کرکے دکھلایا کہ تم جو کر رہے ہو وہ بہت خوب ہے پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو اُن کو کی گئی تھی اور دیدہ و دانستہ نافرمانی اور سرکشی پر اتر آئے تو پھر ہم نے تنبیہ کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کیا جو ان کی خواہش کے مطابق تھا اور ہماری حکمت کے بھی موافق تھا وہ یہ کہ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یعنی اُن کی سختی اور بدحالی کو دور کر دیا اور اُن کے رزق میں وسعت کی اور ہر قسم کی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے کیونکہ جب وہ تنبیہ سے باز نہ آئے تو ہم نے اُن کو دنیا کی وہ تمام نعمتیں دیں جو کافروں کو دیتے ہیں تاکہ ناؤ پوری بھر کر ڈوبے یہاں تک کہ جب وہ اُن نعمتوں پر جو اُن کو دی گئیں یہیں خوش ہو گئے اور اترانے لگے اور حد سے گذر گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ ہم ان ہی نعمتوں کے مستحق ہیں اور ہماری دی ہوئی نعمتوں میں اس قدر سرشار ہوئے کہ ہم کو بھول گئے تو ہم نے اُن کو اچانک پکڑ لیا کہ ہمارا عذاب یک لخت ان پر آ گیا اور اُن کو اس کے آنے کی خبر نہیں ہوئی اور عیش و عشرت اور صحت و سلامت کی حالت میں یکا یک عذاب آنے میں حکمت یہ تھی کہ ان چیزوں کے چھوٹنے کا افسوس بہت زیادہ ہوگا اگر بحالت افلاس و تنگدستی ان پر عذاب آتا تو اُن کو اس قدر صدمہ اور رنج نہ ہوتا پس وہ اس ناگہانی عذاب کے آتے ہی ہر چیز سے نا امید ہو گئے یعنی اس وقت اُن کو یہ معلوم ہو گیا کہ اب ہم کو کبھی راحت نصیب نہ ہوگی ہمارے برابر کوئی بدنصیب نہیں۔

شاہ صاحبؒ موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ گنہگار کو تھوڑا سا پکڑتا ہے اگر وہ گڑ گڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا اور اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر بھلا دیا اس کو اور خوبی کے دروازے کھولے جب خوب گناہ میں غرق ہوا تو بے خبر پکڑا گیا یہ ارشاد ہے کہ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب توبہ کرے یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں" انتہی۔

پس کاٹ دی گئی جڑ اس ظالم گروہ کی یعنی سب کے سب یک لخت اور ایک ساتھ ہلاک ہوگئے اُن میں سے کوئی بھی نہ بچا اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا اس بات پر کہ اُس نے اپنی رحمت سے ظالموں اور پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کیا اور اللہ کی زمین کو ان مفسدوں سے پاک کیا اس آیت میں اشارہ اس طرف ہے کہ پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنا مجموعہ عالم پر اللہ کا بڑا انعام ہے جس پر حمد اور شکر لازم ہے اے نبی آپ ان کافروں سے یہ کہیئے کہ بتلاؤ اگر اللہ تمہاری شنوائی اور بینائیوں کو چھین لے اور تم کو اندھا اور بہرا کر دے کہ تم نہ کچھ سن سکو اور نہ کچھ دیکھ سکو اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے کہ کچھ نہ سمجھ سکو مطلب یہ ہے کہ تمہارے یہ تینوں اعضاء جو اشرف الاعضاء ہیں وہ بیکار ہو جائیں اور اُن کے جاتے رہنے کی وجہ سے تمہارے تمام جسم کا نظام درہم برہم ہو جائے تو بتلاؤ کہ اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں لاکر دیدے تو پھر تم اس کے سوا دوسروں کی کیوں پرستش کرتے ہو مطلب یہ ہے کہ مستحق عبادت وہ ذات ہے جو ان اعضاء اور قواتے ادراکیہ کے دینے اور چھیننے پر قادر ہو اور یہ بت جنکو تم پوجتے ہو کس طرح مستحق ہوتے (اے نبی) دیکھیئے تو سہی کہ ہم کس طرح پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے اپنی توحید کی نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ ان کے ماننے اور قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور منہ پھیرتے ہیں (اے نبی) آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجیئے کہ بتلاؤ تو سہی کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب ناگہاں اور ایکبارگی آجاتے کہ پہلے سے جس کی کوئی علامت اور نام ونشان نہ ہو یا روبرو اور آشکارا طور پر آنکھوں دیکھتے تم پر عذاب آجائے تو سوائے ظالموں کے اور کون ہلاک کیا جائے گا یعنی تم ہی ہلاک ہوگے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ عذاب آنے سے پہلے ہی اپنے ظلم اور شرک سے توبہ کر لو اور ہم نہیں بھیجتے پیغمبروں کو مگر بشارت دینے والے ڈرانے والے اہل ایمان اور اہل طاعت کو جنت کی بشارت دینے کیلئے اور منکرین اور مکذبین کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیے اور اس لیے نہیں بھیجے گئے کہ وہ معاندین کے فرمائش کے مطابق معجزات دکھلائیں پس جو کوئی ایمان لے آیا اور اُس نے اپنی حالت کو درست کر لیا پس اُن پر قیامت کے دن کچھ خوف نہیں اور نہ وہ آخرت میں غمگین ہوں گے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کو عذاب پہنچے گا اس لیے کہ وہ دین کی حدود سے باہر نکل چکے تھے اے نبی آپ ان معاندین سے جو آپ سے قسم قسم کے معجزات

کی فرمائشیں کرتے ہیں یہ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جن سے تمہاری حاجتیں پوری کرسکوں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں کہ جو تم آئندہ کی باتیں پوچھا کرو تو میں فوراً بتلا دیا کروں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں جو تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو کہ یہ کیسا نبی ہے جو کھاتا اور پیتا ہے اور عورتیں اور اولاد رکھتا ہے میں تو اللہ کا نبی اور رسول ہوں جو جنس بشر سے ہوتے چلے آئے اور جب نبی نوع بشر سے ہوگا تو لوازم بشریت اور خواص انسانیت سے کیسے پاک اور منزہ ہوسکتا ہے میں رسالت کے ساتھ ملکیت کا مدعی نہیں تاکہ تم مجھ پر یہ طعن کرو کہ یہ کیسا نبی ہے جو بیوی اور بچے بھی رکھتا ہے جیسا کہ معاندین کہتے تھے اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا کیا خدا تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے رسول تو فرشتہ ہونا چاہیے سو آپ کہدیجئے کہ نبوت کے لیے ملکیت ضروری نہیں باوجود بشر ہونے کے میں اللہ کا رسول بھی ہوں مجھ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ الخ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو بذریعہ وحی مجھ پر نازل کی جاتی ہے اور اس کے اتباع کی دوسروں کو دعوت دیتا ہوں آپ ان معاندین سے کہہ دیجئے کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہوسکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اندھا اور سمجھا یعنی عالم اور جاہل اور مشعل ہدایت کا پیرو اور نور حق سے آنکھ بند کرنے والا برابر نہیں ہوسکتے کیا تم دھیان نہیں کرتے کہ حق اور باطل کا فرق تم پر واضح ہوجائے اور آپ اس قرآن سے ان لوگوں کو خبردار کر دیجئے کہ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف اکٹھے کیے جائیں یعنی جن کو قیامت کا خوف لگا رہتا ہے ان کو قرآن کے ذریعہ نصیحت کیجئے اور بتلا دیجئے کہ قیامت کے دن ان کے لیے خدا کے سوا نہ کوئی کارساز اور حمایتی ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا شاید وہ پرہیزگاری کریں یعنی قرآن سے مسلمانوں کو ڈراؤ تاکہ وہ اس پر عمل کرکے پرہیزگار بن جائیں اور ابو السعودؒ یہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ سے گنہگار مسلمان مراد نہیں بلکہ کافروں کا گروہ مراد ہے کہ جو حشر و نشر کو جائز اور ممکن سمجھتے تھے اور اس کے بارہ میں متردد تھے البتہ وہ کافر جو قطعی طور پر حشر و نشر کے منکر تھے وہ مراد نہیں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

اور نہ ہانک اُن کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

چاہتے ہیں اس کا منہ تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ

وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو ان کو ہانک دے

فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ

پھر ہوئے تو بے انصافوں میں اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو

بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ

ایک سے کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب میں سے

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ ﴿۵۳﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ

کیا اللہ کو معلوم نہیں حق ماننے والے اور جب آویں تیرے پاس

يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى

ہماری آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے

نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ

اوپر مہربانی کہ جو کوئی کرے تم میں برائی نادانی سے پھر

ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵۴﴾ وَ

اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی تو یوں ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان اور

ع ۶ ۵ ۱۳ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾

اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتیں اور تو کھل جاوے راہ گنہگاروں کی

حکمِ اعزاز و اکرام درویشانِ اسلام بتقدیم سلام و تبشیر ایشاں برحمت خداوند انام

قال تعالیٰ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ .. الیٰ ..... وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ

(ربط) اوپر سے سلسلۂ کلام مشرکین کے بارہ میں چلا آرہا ہے یہ آیت قریش کے بعض مغرور اور متکبر سرداروں کے بارہ میں نازل ہوئی ایک مرتبہ سرداران قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ فقیر اور غلام ہوتے ہیں جیسے بلال رض اور صہیب رض اور عمار رض اور مقداد رض اور ابن مسعود رض ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کے پاس آکر بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں لیکن آپ کے پاس رذیل لوگ بیٹھتے ہیں اور ہم اشراف قریش ہیں ہمارا اُنکے ساتھ مل کر بیٹھنا ہمارے لیے عیب اور عار ہے اس لیے ہم جب آپ کے پاس آیا کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو اٹھا دیا کریں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال اس طرف ہوا کہ سرداران قریش کی یہ درخواست منظور کر لیجائے شاید اس بہانہ سے یہ لوگ اسلام لے آئیں اور حضرت عمر رض نے بھی یہی مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرکے دیکھیے تو سہی کہ سرداران قریش اس کے بعد کیا کرتے ہیں یعنی امتحاناً ان کی یہ درخواست منظور کر لیجائے (معاذ اللہ) اس سے درویشان اسلام اور فقراء مسلمین کی تحقیر مقصود نہ تھی بلکہ رؤساء قریش کی تالیف قلب بامید ہدایت مقصود تھی اور چونکہ خود صحابہ کو اس کا علم تھا اس لیے اس سے ان کی دل شکنی بھی نہ ہوتی یہ رائے ابھی خیال ہی کے درجہ میں تھی عمل کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوگئیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ممانعت آگئی کہ آپ ہرگز ایسا نہ کریں (تفسیر قرطبی ص ۴۳۱ ج ۶ وتفسیر کبیر ص ۵ ج ۴)

اور بذریعہ وحی آپ کو بتلا دیا گیا کہ یہ تدبیر نافع نہ ہوگی اور حکم آگیا کہ آپ ان متکبرین کی تبلیغ کی خاطر اپنی مجلس سے درویشان اسلام کو جدا نہ کیجئے بلکہ یہ درویش جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوں تو ان کو سلام کیجئے اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی بشارت ان کو سنا دیجئے یہ لوگ اگرچہ غریب اور فقیر ہیں مگر حق کے طالب صادق ہیں ان کی خاطر داری اور تالیف قلوب روسائے کفار کی تالیف پر ہزار درجہ مقدم ہے اس آیت سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ نیکوں اور بزرگوں کا احترام اور اُن کی ایذاء رسانی اور تحقیر اور گرانی خاطر سے اجتناب غایت درجہ ضروری اور لازم ہے۔ شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؎

حبِّ درویشاں کلید جنت است ؞ دشمن ایشاں سزائے لعنت است

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی آپ اپنی مجلس سے اُن لوگوں کو علحدہ اور دور نہ کیجئے جو صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور صرف اُس کی ذات پاک یعنی صرف اس کی رضامندی اور خوشنودی کے طلب گار ہیں یعنی یہ لوگ خداوند ذوالجلال کے اس درجہ عاشق صادق ہیں کہ سوائے رضاء مولیٰ کوئی چیز بھی ان کے پیش نظر نہیں ان کی عبادت کسی دنیاوی اور اُخروی نعمت کے حصول کے لیے نہیں ؎

خلاف طریقت بود کا ولیا ❊ تمنا کنند از خدا جز خدا

یہ لوگ عشق خداوندی کے اس منزل میں پہنچ چکے ہیں کہ سوائے رضاء مولیٰ کوئی چیز بھی ان کو مطلوب نہیں مطلب یہ ہے کہ یہ فقراء مسلمین اپنی عبادت میں مخلص ہیں اور اخلاص کا اقتضاء یہ ہے کہ مخلص کے اکرام اور احترام کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے اور رؤساء قریش علاوہ ازیں کہ ان کو غریب اور مسکین ہونے کی وجہ سے حقیر سمجھتے تھے ان کے اخلاص اور ایمان پر طعن کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ آپ کے گرد کھانے پینے کی غرض سے جمع ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب کے لیے فرماتے ہیں نہیں ہے ان کے حساب سے آپ پر کوئی ذمہ داری اور جواب دہی اور نہ آپ کے حساب سے ان پر کوئی ذمہ داری اور جواب دہی ہے یعنی قیامت کے دن ان کے اعمال کی بابت آپ سے باز پرس نہ ہوگی جب کہ وہ ظاہر میں متقی اور پرہیزگار ہیں تو آپ پر ظاہر کے مطابق معاملہ کرنا ضروری ہے جب وہ ظاہر میں نیک ہیں تو آپ بھی ان کو نیک ہی سمجھئے اور اگر ان کے دل میں کچھ کھوٹ ہوگا تو اس کا حساب لینے والا اللہ ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کا قول ہے اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ پس جب ان کے باطن کی تحقیق اور تفتیش آپ کے ذمہ نہیں سو اگر بالفرض آپ ان سرداران قریش کی ہدایت اور ایمان کی طمع میں ان غریب مخلصوں کو اپنی مجلس سے ہٹانے لگیں تو ظالموں میں ہو جائیں گے یعنی نکالنا جب مناسب ہوتا کہ جب تجھ کو یہ خوف ہوتا کہ ان کی وجہ سے مجھ سے باز پرس ہوگی اور جب یہ خوف نہیں تو ایسے مخلصین کا اپنی مجلس سے ہٹانا بے انصافی ہے۔

ف (۱) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان فقراء مومنین کا طرد نہیں فرمایا مگر چونکہ ایک دینی مصلحت کی بناء پر ان کی علیحدگی کا ارادہ فرمایا اس لیے اسکو مجازاً طرد سے تعبیر کر دیا گیا گویا کہ ایسے مخلصین کی علیحدگی کا خیال بمنزلہ نکال دینے کے ہے۔

ف (۲) آیت میں خطاب اگرچہ بظاہر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مقصود سنانا اُن ظالموں کو ہے جو ان درویشان اسلام کو مجلس سے اٹھانا چاہتے تھے اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض سے آزمایا ہے کسی کو فقیر اور کسی کو امیر بنایا اور کسی کو تندرست اور کسی کو بیمار کیا ہمارا مقصود اس سے امتحان اور آزمائش ہے کسی کو دنیا کے معاملہ میں آگے اور آخرت کے معاملہ میں پیچھے کیا اور کسی کو اس کے برعکس تاکہ یہ مالدار اور رئیس لوگ یہ کہیں کہ کیا یہی فقیر اور درویش لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان سے انعام اور احسان کیا ان کو اسلام کی توفیق دی یعنی اسلام اگر خدا کا انعام ہوتا تو ان حقیر اور رذیل لوگوں پر کیوں ہوتا اس کے مستحق تو ہم تھے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ ہم رئیسوں پر تو انعام نہ کرے اور ان فقیروں پر انعام کرے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ان لوگوں کا گمان یہ تھا کہ ہم معزز لوگ ہیں اور

ہماری دنیاوی خوشحالی اس بات کی علامت ہے کہ ہم اللہ کے محبوب اور مقبول بندے ہیں ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو دل کو دیکھتا ہے اور اس بات کو کہ کون اللہ کے حق کو مانتا ہے اللہ تعالےٰ نے اس کا جواب تو یہ عطا فرمایا کہ دنیا کی امیری اور فقیری خدا کے نزدیک مقبول اور محبوب ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ منجانب اللہ فتنہ اور آزمائش ہے ایک ضد کو دوسری ضد سے آزماتے ہیں امیروں کا فقیروں سے آزمانا اس طرح ہے کہ وہ ان کو نظر حقارت سے نہ دیکھیں اور فقیروں کا امیروں سے آزمانا اس طرح ہے کہ وہ ان کی دولت پر حسد نہ کریں آئندہ آیت میں ان متکبر اور مغرور اور معاند لوگوں کے اس بے ہودہ اعتراض کا ایک اور جواب ارشاد فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا انعام اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کی نعمت کے قدر دان اور شکر گذار ہوں ناقدروں اور ناشکروں پر انعام نہیں ہوتا چنانچہ فرماتے ہیں کیا اللہ اپنے شکر گذاروں کو خوب طرح جاننے والا نہیں یعنی خدا خوب جانتا ہے کہ کون دل سے اس کی نعمتوں کا قدر دان اور شکر گذار ہے اور کون ناشکر اور ناقدرا ہے پس ان درویشوں نے اللہ کی نعمت ہدایت کی قدر کی اسلیے اُن کو اسلام اور ہدایت کی توفیق سے نوازا اور تم جیسے متکبرین اور معاندین کو کیا دے جن کا شیوہ ناشکری ہے اور چونکہ یہ درویشان اسلام خدا کے مقبول اور محبوب ہیں اس لیے آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز ان کو اپنی مجلس سے اٹھانے کا خیال بھی نہ کریں بلکہ جب یہ مخلص لوگ آپ کے پاس حاضر ہوں جو صدق دل سے ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ان سے یہ کہیئے کہ سلامتی ہو تم پر گھبراؤ نہیں اللہ کی طرف سے تم پر سلامتی اور امن ہے تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر تمہارے لیے رحمت اور مہربانی کو لکھ لیا ہے یعنی لازم کر لیا ہے اور وہ رحمت اور مہربانی یہ ہے تحقیق تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برا کام کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اپنی حالت کو درست کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ؎

درد مندان گنہ را روز و شب ✤ شربتے بہتر ز استغفار نیست
آرزو مندان وصل یار را ✤ چارہ غیر از نالہا وزار نیست

اور اسی طرح ہم دلائل توحید کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ مجرمین کی راہ خوب آشکارا اور ظاہر ہو جاوے کہ لوگ اس راہ پر چلنے سے اجتناب کریں مطلب یہ ہے کہ حق اور باطل کی راہ الگ الگ اور جدا اور ممتاز ہو جائے تاکہ چلنے والوں کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

✤ ✤ ✤ ✤

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

تو کہہ مجھ کو منع ہوا ہے کہ پوجوں جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوا

اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا

تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر سو تو میں بہک چکا اور نہ ہوا راہ

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ

پانے والا تو کہہ مجھ کو شہادت پہنچی میرے رب کی اور تم نے اسکو

بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ

جھٹلایا میرے پاس نہیں جس کی شتابی کرتے ہو حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے

يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ

کھولتا ہے حق بات اور وہ ہی بہتر چکانے والا تو کہہ اگر میرے

عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ

پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے کام میرے تمہارے بیچ

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا

اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی انکو نہیں

يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ

جانتا اس کے سوا اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے اور نہیں جھڑتا

مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ

کوئی پتہ جو وہ نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

اور نہ ہرا نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں

بت پرستی کی مذمت اور ممانعت اور خدا پرستی کی حقانیت اور دعوت

قال اللہ تعالیٰ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ... الیٰ ... وَلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

(ربط) ان آیتوں میں حق جل شانہٗ نے بت پرستی کی مذمت اور ممانعت ذکر فرمائی اور بعد ازاں خدا پرستی کی حقانیت اور اس کی دعوت کا ذکر فرمایا کہ جو اوصاف معبود میں ہونے چاہئیں وہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں خدا کے سوا نہ کوئی عالم الغیب ہے اور نہ کوئی قادر مطلق ہے اور نہ کوئی نفع اور ضرر کا مالک ہے پس جب یہ اوصاف خدا کے سوا کسی میں نہیں پاتے جاتے تو پھر خدا کے سوا کسی اور کی پرستش کیوں کرتے ہیں توحید ہی سیدھا راستہ ہے جس کی اسلام تم کو تعلیم دیتا ہے پس تم ایک ہی خدا کی عبادت اور بندگی کرو اور اسی سے ڈرو جس کی طرف تم سب مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے یہ سلسلۂ کلام قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ سے شروع ہو کر وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ تک چلا گیا چنانچہ فرماتے ہیں آپ ان لوگوں سے جو آپ کو بُت پرستی کی دعوت دیتے ہیں یہ کہہ دیجئے کہ مجھ کو ممانعت کی گئی کہ میں اُن معبودوں کی پرستش کروں جن کو تم خدا کہہ کر پکارتے ہو حالانکہ تم اس کا اعتراف اور اقرار کرتے ہو کہ وہ اللہ سے کمتر ہیں اور جو کمتر ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا اور نہ مستحق عبادت ہوسکتا ہے خدا تو وہ ہے جو سب سے بالا اور برتر ہو آپ یہ بھی کہدیجئے کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کرتا یعنی میں نہ بتوں کی پرستش کروں گا اور نہ فقراء مسلمین کو اپنے پاس سے ہٹاؤں گا اگر میں ایسا کروں تو گمراہ ہو جاؤں اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں حالانکہ میں تو من جانب اللہ ہدایت دے کر بھیجا گیا ہوں میں کیسے گمراہی کے راستہ کو اختیار کرسکتا ہوں آپ کہہ دیجیے کہ تحقیق میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں کہ تمہارے بتوں کا عجز ظاہر ہے اور عاجز کی عبادت سراسر حماقت ہے اور تم نے اس روشن دلیل کو جھٹلایا جس میں شک اور تردد کی بھی گنجائش نہیں اور جو روشن دلائل میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں تو تم اس کے جواب سے تو عاجز ہو مذاق اڑانے کے لیے یہ کہتے ہو کہ اگر یہ حق ہے تو اس کی تکذیب پر فوراً عذاب کیوں نازل نہیں ہو جاتا تو آپ کہدیجئے میرے پاس وہ عذاب نہیں جس کی تم جلدی کرتے ہو یعنی عذاب کا نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں جب اللہ کو منظور ہوگا تم پر نازل کر دیگا جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل کر چکا ہے حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے اللہ تعالیٰ حق کو دلائل اور براہین سے بیان کرتا ہے اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے میرا اور تمہارا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جب چاہے گا فیصلہ کر دے گا فیصلہ کی تاریخ مجھے معلوم نہیں آپ کہدیجیے کہ تحقیق اگر وہ عذاب جس کو تم جلدی مانگ رہے ہو میرے پاس

ہوتا یعنی میرے اختیار میں ہوتا تو میں اب تک اس کو نازل کر چکا ہوتا اور میرے اور تمہارے درمیان میں جھگڑا ابھی طے ہو چکا ہوتا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے کوئی اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں نکل سکتا سب اُس کی نظر میں ہیں وہ علیم بھی ہے اور حلیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے عذاب میں جلدی نہیں کرتا اور اس کی تاخیر حکمت سے خالی نہیں اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ کوئی ظالم اور کوئی مجرم اُس کی نظر سے پوشیدہ نہیں وہ سب کو خوب جانتا ہے اب آئندہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت کاملہ کا ذکر ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ عذاب میں تاخیر جہل یا عجز کی بناء پر نہیں بلکہ علم عظیم اور حکمت بالغہ کی بناء پر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں یا غیب کے خزانے جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی جان سکتا ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو لفظ مفاتح آیا ہے اس میں علماء تفسیر کے دو قول ہیں (۱) بعض علماء کے نزدیک مفاتح، مفتح، بکسر المیم کی جمع ہے جس کے معنی کنجی کے ہیں ان علماء نے مفاتح الغیب کا ترجمہ غیب کی کنجیوں سے کیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جن کنجیوں سے غیب کا قفل کھلتا ہے وہ سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں یعنی وہی خدائے برحق عالم الغیب ہے اس کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں۔

(۲) اور بعض علماء کے نزدیک مفاتح۔ مَفتح۔ بفتح المیم کی جمع ہے جس کے معنی خزانہ کے ہیں ان علماء نے مفاتح الغیب کا ترجمہ غیب کے خزانوں سے کیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ غیب کے تمام خزانے صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اس کو اختیار ہے کہ اپنے خزانہ میں سے جس کو چاہے اور جتنا چاہے دے یا جتنا چاہے اُتنا بتلا دے کما قال تعالیٰ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

پہلے قول کی بناء پر خدا تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا اور اس کے احاطۂ علمی کا بیان کرنا مقصود ہوگا اور دوسرے قول کی بناء پر خدا تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال تصرف اور کمال ملکیت کا بیان کرنا مقصود ہوگا کہ تمام ممکنات اس کے قبضۂ قدرت اور دست تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے خلاصۂ کلام یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ علم غیب اور احاطۂ علمی اور کمال قدرت اور کمال تصرف سب حق تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں آئندہ آیات میں پھر اس کے احاطۂ علمی کو بیان کرتے ہیں اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے مطلب یہ ہے کہ خشکی اور تری کی ہر چیز کی اس کو خبر ہے اور نہیں گرتا درخت سے کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اس کو یعنی خدا کو پتوں کی گنتی بھی معلوم ہے اور نہیں ہے کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں اور نہیں ہے کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب یعنی لوح محفوظ

میں ثبت ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں خواہ وہ کلی ہو یا جزئی فلاسفۂ یونان کا ایک نادان گروہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم کلیات کا تو ہے مگر جزئیات کا علم نہیں اس آیت سے اُن کا رد ہو گیا

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم

اور وہی ہے کہ تم کو بھر لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو

بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ

دن کو پھر تم کو اٹھاتا ہے اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو ٹھہرا دیا پھر

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾ ع ۷/۵ ۱۳

اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتا دے گا تم کو جو کرتے ہو

دلائلِ کمالِ قدرت

قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ ..... الیٰ .... ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا بیان تھا اب اس آیت میں حق تعالیٰ کے کمال قدرت اور کمال تصرف کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹتے رہتے ہیں کبھی حیات سے موت کی طرف اور کبھی خواب سے بیداری کی طرف یہ تصرفات حق تعالیٰ کے کمال قدرت اور کمال تصرف پر دلالت کرتے ہیں اور خواب کے بعد بیداری یہ بعث بعد الموت کا نمونہ ہے جس سے قیامت کا امکان ثابت ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جو رات کو سلا کر تم کو پورا لے لیتا ہے تمہارے ہوش و حواس کو معطل کر دیتا ہے کہ مردے اور سوتے میں کوئی فرق نہیں رہتا اور خوب جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا اور کسب کیا اور پھر وہ تم کو دن میں نیند سے اٹھاتا ہے تاکہ اس سونے اور جاگنے کے دوران سے عمر کی مدت مقررہ پوری کر دی جائے یعنی تمہاری دنیاوی عمر پوری ہو جائے پھر مرنے کے بعد تمہارا اسی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تم کو جتائے گا جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے اور اس کے مناسب سزا دے گا خوب سمجھ لو کہ تمہارا سلانا اور جگانا یہ صحتِ بعث اور امکانِ قیامت کی

واضح دلیل ہے ۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى

اور اسی کا حکم غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک

اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا

کہ جب پہنچے تم میں کسی کو موت اس کو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ اور وہ

يُفَرِّطُوْنَ ۝٦١ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا

قصور نہیں کرتے پھر پہنچائے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک انکا ہے تحقیق

لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝٦٢ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ

سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ شتاب لیتا ہے حساب تو کہہ کون تم کو بچا لاتا

مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ

ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چپکے

لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝٦٣

اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

تو کہہ اللہ بچاتا ہے اُن سے اور ہر گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو

تُشْرِكُوْنَ ۝٦٤ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

تو کہہ اسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ

یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا ٹھہراوے تم کو کئی

شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

فرقے کر کر اور چکھا دے ایک کو لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیر سے

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

ہم کہتے ہیں باتیں شاید وہ سمجھیں اور اُس کو جھوٹ بتایا تیری قوم

وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ ؕ لِكُلِّ نَبَاٍ

نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ میں نہیں تم پر داروغہ ہر چیز کا ایک

مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ

وقت ٹھہر رہا ہے اور آگے جان لوگے اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ

يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

بکتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر جب تک کہ بکنے لگیں

فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا

اور کسی بات میں ، اور کبھی بھلاوے تجھ کو شیطان تو نہ

تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى

بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ اور نہ

الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ

پرہیزگاروں پر نہیں کچھ ان کا حساب لیکن

ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ

نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈریں اور چھوڑ دے جنہوں نے ٹھہرا دیا اپنا دین

لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ

کھیل اور تماشا اور بہکے دنیا کی زندگی پر اور اس سے نصیحت دے

تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ان کو کہ گرفتار نہ ہو جائے کوئی اپنے کیئے میں کہ نہیں اُس کو اللہ کے سوا

وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ

حمایتی نہ سفارش والا اور اگر بدلہ دے سارے بدلے قبول نہ ہوں اس

مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ

سے وہی ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے کیئے میں ان کو پینا ہے

مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ ۷۰ ع ۱۰

گرم پانی اور مار ہے دکھ والی بدلہ کفر کرنے کا

نوعِ دیگر از دلائلِ کمالِ قدرت وکمالِ حکمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ

گذشتہ آیات کی طرح ان آیات میں دوسری طرح سے اپنی کمال قدرت اور کمال حکمت کے دلائل اور حساب وکتاب اور حشر ونشر کا حق ہونا بیان فرماتے ہیں اور وہی اللہ قاہر اور غالب ہے اپنے بندوں پر یعنی خدا سب پر غالب اور زبردست ہے اور تمام بندے اس کی قدرت اور مشیت کے نیچے مقہور اور مجبور ہیں اور وہ رفعت شان اور بلندی رتبہ میں سب سے بالا اور برتر ہے امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں فوقیت سے باعتبار مکان اور جہت کے فوقیت مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے پاک اور منزہ ہے بلکہ قہر اور غلبہ اور قدرت کے اعتبار سے فوقیت مراد ہے (تفسیر کبیر ص۵۹ ج ۴)

اور اس کے قہر اور غلبہ اور فوقیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے کہ جو تمام زندگی تمہارے اعمال کو لکھتے ہیں اور تمہاری جان کی حفاظت اور نگہبانی کرتے ہیں پس اس طرح تمام عمر تم اس قاہر غالب کی نگرانی میں رہتے ہو یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے فرشتے اُس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ فرشتے قبض روح میں کوتاہی نہیں کرتے یعنی جس کام پر وہ متعین ہیں اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں جس وقت اور جس طرح قبض

روح کا حکم ہوتا ہے اُسی طرح اُس کو بجا لاتے ہیں قبض روح میں فرشتے رشوت نہیں لیتے پھر مرنے کے بعد یہ سب بندے اپنے مولائے برحق کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے تحقیق سن رکھو حکم اسی کا ہے اس کے سوا کسی اور کا حکم اور فیصلہ نہیں چلتا اور وہ سب حساب لینے والوں سے جلد حساب لینے والا ہے طرفۃ العین میں تمام مخلوقات کا حساب لے لے گا اور ایک لحظہ میں ساری عمر کی بھلائی اور برائی واضح کر دے گا باوجود بے شمار مخلوقات کے ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مانع نہ ہوگا جس طرح وہ تمام عالم کو بلا غلطی کے بیک وقت رزق دینے پر قادر ہے اسی طرح وہ قیامت کے دن تمام عالم کا بیک وقت حساب کرنے پر قادر ہوگا اور یہ اسکے کمال قدرت اور کمال قہر کی دلیل ہے۔

ف جاننا چاہیئے کہ فرشتے تین قسم کے ہیں ایک قسم تو وہ ہے کہ جو انسان کی مضرتوں سے حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں کما قال تعالیٰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ دوسری قسم وہ ہے کہ وہ فرشتے انسان کے اعمال کی حفاظت اور کتابت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں کما قال تعالیٰ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ وَقَالَ تعالیٰ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ تیسری قسم وہ فرشتے ہیں کہ جو انسان کی جان نکالنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور اس قسم کے فرشتوں کے سردار حضرت عزرائیلؑ ہیں اس لیے آیات میں توفی اور موت کی اسناد کبھی ملک الموت کی طرف ہوتی ہے اور کبھی دیگر ملائکہ کی طرف ہوتی ہے جو ملک الموت کے اعوان اور مددگار ہیں اور کبھی باری تعالیٰ کی طرف اسناد ہوتی ہے کہ اصل حکم اللہ ہی کا ہے بغیر اس کے حکم کے کسی کو موت نہیں آتی آپ ان لوگوں سے جو خدا تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی اور قہر کے منکر ہیں یہ کہیئے کہ بتلاؤ کہ وہ کون ذات ہے جو تم کو جنگل اور سمندر کی تاریکیوں یعنی پریشانیوں اور حیرانیوں سے اس حالت میں نجات دیتا ہے کہ تم اُس کو گڑگڑاتے اور آہستہ پکارتے ہو یعنی ایسے وقت میں تم صرف اللہ ہی کو پکارتے ہو اور بتوں کو بھول جاتے ہیں تو پھر بے فائدہ ان کو کیوں پوجتے ہو اور اُس وقت تم خدا سے یہ وعدہ کرتے ہو کہ اے اللہ اگر تو نے ہم کو ان مصیبتوں کے تاریکیوں سے نکال دیا تو ہم ضرور بالضرور تیرے شکر گذاروں میں سے ہو جائیں گے آپ کہہ دیجیئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان تاریکیوں سے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرنے لگتے ہو یعنی نجات پانے کے بعد اپنے وعدے پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے رہائی کے بعد بدستور اسی کفر و شرک کی طرف لوٹ جاتے ہو آپ کہہ دیجیئے کہ تم خدا کے اس مہلت دینے سے بے فکر نہ ہو جاؤ جس طرح وہ شدتوں اور مصیبتوں سے نجات دے سکتا ہے اسی طرح وہ تم کو پہلے کی طرح دوبارہ بھی مبتلا کر سکتا ہے کیونکہ وہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ اوپر کی جانب سے یعنی آسمان کی جانب سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے جیسے پتھر برسانا ہوا اور بارش کا طوفان آجانا یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے جیسے زلزلہ اور

خسفؑ اور غرق مانند فرعون اور قارون کے یا تم کو کسی داخلی اور اندرونی عذاب میں مبتلا کر دے وہ یہ کہ تم کو گروہ گروہ بنا کر آپس میں بھڑا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے یعنی باہمی خود غرضیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ تم کو باہمی جنگ و جدال اور پارٹی بندی کے عذاب میں مبتلا کر دے اس امت کو پہلی قسم کے عذابوں سے محفوظ کر دیا گیا یعنی اس امت پر اُس قسم کا کوئی عذاب نازل نہ ہوگا جیساکہ پہلی امتوں پر نازل ہوا البتہ یہ امت تیسری قسم کے عذاب میں مبتلا ہوگی جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہیے وہ باہمی پارٹی بندی اور آپس کی جنگ و جدال کا عذاب ہے جب خود غرضی آتی ہے تو پھوٹ پڑ جاتی ہے اور آپس کا ائتلاف مبدّل با ختلاف ہو جاتا ہے جو داخلی عذاب ہے اے نبی آپ دیکھیے تو سہی کہ ہم کس طرح بار بار اپنی نشانیوں اور دلیلوں کو بیان کرتے ہیں شاید یہ لوگ سمجھ جائیں اور حق کی طرف رجوع کریں لیکن یہ ایسے نادان ہیں کہ کسی طرح ان کی سمجھ میں نہیں آتا بلکہ آپ کی قوم نے تو اس قرآن کو جھٹلایا حالانکہ وہ بالکل برحق ہے اس کے حق اور کلام الٰہی ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں یا یہ معنی ہیں کہ آپؐ کی قوم نے آنے والے عذاب کو جھٹلایا اور یہ کہا کہ یہ سب جھوٹی دھمکیاں ہیں عذاب وغیرہ کچھ نہیں آئے گا حالانکہ اس عذاب کا آنا جس کی خبر دی گئی ہے وہ حق اور صدق ہے وہ عذاب اپنے وقت پر ضرور آئے گا آپ کہدیجیے کہ حق تو واضح ہو چکا ہے میں تم پر نگہبان اور داروغہ نہیں ہوں یعنی حق کا منوانا اور نہ ماننے والوں پر عذاب کا نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں میں تو صرف اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں حق کا دل میں اتارنا یا نہ ماننے پر سزا دینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم اس خبر کی صداقت کو جان لوگے جب وہ خبر تمہارے سامنے آئے گی اس وقت تمہیں اُس خبر کی سچائی معلوم ہو جائے گی اور خود جان لوگے کہ جس عذاب سے تم کو قرآن میں ڈرایا گیا تھا وہ کہاں تک حق اور صدق تھا۔

اور اے نبی جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں بکواس کرتے ہیں یعنی ان کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور ان میں عیب نکالتے ہیں تو آپ ایسے لوگوں سے کنارہ کش ہو جایئے یہاں تک کہ وہ اس طعن و استہزاء کو چھوڑ کر دوسری بات میں لگ جائیں مشرکین عرب اپنی مجالس میں بیٹھ کر قرآن کا استہزاء کیا کرتے تھے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں اُن سے کنارہ کرو اور اُن کے پاس نہ بیٹھا کرو تاکہ تم اُن کے زمرہ میں داخل ہو کر اُن کی طرح مستحق عذاب نہ بن جاؤ کما قال تعالیٰ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ اس آیت میں خطاب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کو ہے مگر مراد سب مسلمان ہیں کیونکہ سب مسلمان نبی کے تابع ہیں اور اگر شیطان تجھ کو بھلا دے یعنی اس مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت تجھے یاد نہ رہے اور بھولے سے ان کی مجلس میں بیٹھ جائے تو یاد آنے کے بعد ان ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا ہے تو یاد آنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور جو لوگ خدا سے ڈرتے

ہیں اور آیات اللہ پر طعن اور استہزاء اور نکتہ چینی کو برا جانتے ہیں اور ایسی مجالس میں شرکت سے حتی الوسع بچتے ہیں تو ایسے لوگوں پر ان مشرکین کے طعن اور استہزاء کے حساب میں سے کوئی مؤاخذہ اور دارو گیر نہیں یعنی مسلمانوں سے اُن کے اعمال قبیحہ کا کوئی مؤاخذہ نہیں وہ جانیں اور ان کا کام لیکن مسلمانوں کے ذمہ بشرط قدرت اور بقدر ضرورت نصیحت کرنا اور ان کو سمجھانا فرض ہے شاید وہ تمہاری نصیحت کرنے سے ان باتوں سے باز آجائیں اور عجب نہیں کہ تمہارا ان کی مجلس سے اُٹھ کھڑا ہونا اور ان کے اس فعل قبیح پر اپنی ناگواری کا اظہار کسی وقت اُن کی ہدایت کا سبب بن جائے اور وہ اس ناشائستہ حرکت پر نادم ہو کر تائب ہو جائیں

ان آیات میں حق جل شانہٗ نے مسلمانوں کو کافروں کی خاص اس مجلس سے کنارہ کشی کا حکم دیا جہاں آیات اللہ پر طعن اور استہزاء کیا جاتا ہو اب آئندہ آیت میں ایسے لوگوں کی عام مجالست اور مصاحبت ترک کرنے کا ارشاد ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ایسے ظالموں کی مجالست اور مصاحبت میں مجلس استہزاء اور تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکہ میں ڈال دیا اور دنیا کے نشہ میں مست ہو کر یہ سمجھ بیٹھے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیا ہے ایسے لوگوں کو چھوڑ دو اور ان سے قطع تعلق کر دو جسے اپنے انجام اور مرنے کے بعد کی فکر نہ ہو وہ بے عقل ہے اور اس قرآن کے ذریعہ اُن کو آخرت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایئے تاکہ کوئی نفس اپنی بد اعمالی کی وجہ سے گرفتار مصیبت نہ ہو جائے یعنی نصیحت سے فائدہ یہ ہے کہ شاید یہ لوگ اپنے بُرے اعمال کو ترک کر دیں اور دوزخ میں جانے سے بچ جائیں اس لیے کہ قیامت کے دن اُس نفس کے لیے سوائے اللہ کے کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارشی ہے اور اگر کوئی نفس اُس دن اپنی خلاصی کے لیے ہر قسم کا بدلہ بھی دیوے تو وہ اُس سے قبول نہ کیا جائے گا غرض یہ کہ کسی صورت پیچھا نہیں چھوٹے گا کیونکہ یہی لوگ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنا رکھا ہے گرفتار عذاب ہوئے ہیں اپنے برے اعمال کی بناء پر ان کے پینے کو سخت کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے اس لیے کہ وہ کفر کرتے تھے اور آخرت کے اور اس کے عذاب کے منکر تھے۔

قُلۡ اَنَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا

تو کہہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا

وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى

اور پھیرے جاویں الٹے پاؤں جب اللہ ہم کو راہ دے چکا

اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ

جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں بھٹکتا اس کے رفیق

يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ

پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس تو کہہ اللہ نے راہ بتائی

الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا

سو یہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو

الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ

نماز اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس پاس اکٹھے ہوؤ گے اور

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ

وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان اور زمین اور جس دن

يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ

کہے گا ہو تو ہو جاوے گا اسی کی بات سچ ہے اور اسی کی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ

سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے گا صور جاننے والا

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

چھپا اور کھلا اور وہی ہے تدبیر والا

الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

خبردار

ابطال شرک، اثبات توحید وحشر

قال تعالیٰ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا . . . الیٰ . . . وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ

(ربط) اوپر سے توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال چلا آرہا ہے اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ جو دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اُن کو اتنی عقل نہیں کہ قابل مضحکہ یہ امر ہے کہ ایسی ذات کو معبود بنا لیا جائے کہ جو کسی قسم کے نفع اور ضرر کی مالک نہ ہو ہنسی کے قابل تو یہ بت پرست ہیں کہ جو جہالتوں اور ضلالتوں میں حیران اور سرگرداں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں آپ ان مشرکوں سے یہ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا کسی ایسی چیز کو اپنی حاجت روائی کے لیے پکاریں جو نہ ہم کو کچھ نفع ہی پہنچا سکے اور نہ ہم کو کچھ نقصان ہی پہنچا سکے یعنی کیا ہم تمہارے کہنے سے بتوں کو پوجنے لگیں جو محض عاجز ہیں اور کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور کیا بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو راہ راست پر لگا دیا ہے ہم اپنی ایڑیوں پر کفر کی طرف الٹے پاؤں لوٹ جائیں جب کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو کفر سے نکال کر سیدھے راستہ پر چلا دیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اُس صحیح راستہ کو چھوڑ کر پھر اسی گمراہی کے راستہ کی طرف الٹے پیر لوٹ جائیں جس پر پہلے چل رہے تھے لہٰذا تمہاری یہ توقع کہ ہم کفر اختیار کرلیں بالکل فضول ہے ہم سے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اور اگر معاذ اللہ ایسا ہو جائے کہ ہم توحید کی صاف اور سیدھی شاہراہ چھوڑ کر شرک کی راہ اختیار کرلیں تو ہماری مثال اُس شخص کی سی ہو گی جس کو جنات نے جنگل میں لے جا کر سراسیمہ اور حیران اور پریشان کر کے ڈال دیا ہو اور بھٹکتا پھرتا ہو جسے یہ خبر نہیں کہ جانا کہاں ہے اس کے کچھ رفیق راہ راست پر ہیں جو اس کو سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس آ یہ خدا تعالیٰ نے اُن کافروں کی مثال بیان کی ہے جو خدائے برحق کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں اور مسلمان اُن کو راہ راست کی طرف بلاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مشرک کی مثال اُس مسافر کے مانند ہے جس کو جنات اور چڑیلوں نے جنگل میں راہ راست سے بہکا کر اُس کے رفیقوں سے جدا کر دیا اور وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہے اور اس کے رفقاء از راہ خیر خواہی اُسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آ سیدھا راستہ اس طرف ہے مگر وہ حیران اور مخبوط الحواس ہے عالم حیرانی میں ہے کچھ نہیں سمجھتا کہ کدھر جائے اور کس کا کہنا مانے ایسی حالت میں اگر اُس نے چڑیلوں کا کہنا مانا تو سیدھا راستہ اُس کو کبھی نہ ملے گا اور مر جائے گا اور اگر اس نے اپنے رفیقوں کا کہنا مانا تو اس مہلک بیابان سے نجات پا جائے گا اور راہ راست پر آجائے گا اسی طرح سمجھ لو کہ مسافرِ آخرت کی سیدھی راہ توحید اور اسلام کی راہ ہے اور یہ سفر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی رفاقت اور معیت میں طے ہوسکتا

ہے جو ان کی آواز پر کان دھرے گا وہ منزل مقصود کو پہنچے گا اور جو شیاطین الانس والجن کی آواز پر چلے گا تو وہ صحرائے ضلالت اور بیابانِ حیرت میں بھٹکتا پھرے گا حتیٰ کہ ہلاک ہو جائے گا آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی ہدایت وہی حقیقی ہدایت ہے یعنی ہدایت صرف دین اسلام ہے اور شرک اور بت پرستی گمراہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار کے مطیع اور فرمان بردار رہیں اور اسی کی عبادت کریں اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم نماز قائم رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور وہ وہی ذات ہے کہ جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر محکم کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن وہ قیامت اور حشر کو کہے گا کہ ہو جا سو فوراً وہ حشر اور قیامت ہو جائے گی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہر کام ہے جب خدا کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو "کن" کہہ دیتا ہے اتنے کہنے ہی سے وہ کام فوراً ہو جاتا ہے اسی طرح جب وہ قیامت کو کہے گا کہ ہو جا سو وہ ہو جائے گی اسی کی بات حق ہے اور اسی کی سلطنت اور بادشاہی ہو گی جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی اُس دن سوائے اُس کے کوئی ظاہری اور مجازی بادشاہ بھی نہ ہو گا جتنے بادشاہ دنیا میں ہوئے ہیں اُن کا عجز ظاہر ہو جائے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ درحقیقت بادشاہت خدا ہی کے لیے ہے اور اس کے سوا سلطنت کے جس قدر بھی دعوے تھے وہ سب جھوٹے تھے کما قال تعالیٰ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وقال تعالیٰ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِيْنَ عَسِيْرًا

صور کے متعلق جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ ایک سینگ ہے جس میں قیامت کے دن اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے پھونک مارتے ہی تمام خلقت فنا ہو جائے گی پھر دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو سب زندہ ہو جائیں گے اور یہی بات احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہؓ سے ثابت ہے تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر از ص ۱۴۶ ج ۲ تا ص ۱۴۹ ج ۲۔ دیکھیں جس میں نفخ صور اور حساب و کتاب کا مفصل حال بیان کیا ہے نیز دیکھو تفسیر قرطبی ص ج ۲۔

وہی جاننے والا ہے پنہاں اور آشکارا کا یعنی چھپے اور کھلے کا اور وہی ہے حکمت والا خبردار ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزاء دے گا پس جس ذات کی یہ شان ہو کہ وہ خالق سموات و ارض ہو اور عالم الغیب والشہادۃ اور حکیم و خبیر ہو اُس کی عبادت اور بندگی کو چھوڑ کر شرک کی راہ کیسے اختیار کی جا سکتی ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے

اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ

مورتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم صریح بہکے

مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

ہوتے اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان و

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ

زمین کی اور تاکہ اس کو یقین آوے پھر جب اندھیری

الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ

آئی اس پر رات دیکھا ایک تارا . بولا یہ ہے رب میرا . پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجھ

اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ

کو خوش نہیں آتے چھپ جانے والے پھر جب دیکھا چاند چمکتا . بولا یہ ہے رب میرا

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ

پھر جب وہ غائب ہوا . بولا اگر نہ راہ دے مجھ کو رب میرا تو بے شک میں رہوں

الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ

بہکتے لوگوں میں پھر جب دیکھا سورج جھلکتا . بولا

هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ

یہ ہے رب میرا یہ رب سب سے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا . بولا اے قوم میں

بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ

بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے

فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾

بنائے آسمان و زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰہِ وَقَدْ ھَدٰىنِ ؕ

اور اس سے جھگڑی اس کی قوم بولا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجھ کو سوجھا چکا

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا ؕ

اور میں ڈرتا نہیں ان سے جن کو شریک ٹھہراتے ہو اس کا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے

وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ

سمائی ہے میرے رب کے علم میں سب چیز کو کیا تم دھیان نہیں کرتے اور

كَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ

کیونکر ڈروں تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے

بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ

ہو اللہ کے ساتھ جس پر نہیں اتاری اس نے کچھ سند اب دونوں فرقوں میں

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

کس کو چاہیئے خاطر جمع کہو اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے

وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ

اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر انہیں کو ہے خاطر جمع اور وہی ہیں

۹ ع۱۲ ۱۵ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی

راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اس کی

قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ

قوم کے مقابل - درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے

عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ

خبردار اور اس کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب سب کو ہدایت دی

وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ

اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد ہیں داؤد اور

سُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَ

سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور

كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَ

ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور

عِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ

عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمٰعیل

وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى

اور الیسع اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ

جہان والوں پر اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں اور اولاد میں اور بھائیوں میں

وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

اور اُن کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر راہ دے جس کو چاہے اپنے بندوں میں

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ

اور اگر وہ لوگ شریک کرتے البتہ ضائع ہوتا جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے

الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ

جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر ان

بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

باتوں کو نہ مانیں یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کیے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں اُن سے منکر

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ

وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی اللہ نے تو چل اُن کی راہ تو کہہ

لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع

میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

ع ۱۰ ۸ ۱۶

ابراہیم علیہ السّلام کا بت پرستوں اور ستارہ پرستوں سے مناظرہ

قال تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً .. الیٰ .. اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ

(ربط) ابتداء سورت سے اثبات توحید اور ابطال شرک کا سلسلہ چلا آرہا ہے اب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں جو مشرکین اور اہل کتاب سب کے نزدیک مسلَّم بزرگ تھے اس لیے اُن کا مناظرہ ذکر کیا تاکہ سب پر حجت ہو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم بت پرستی کے ساتھ کواکب پرست یعنی ستارہ پرست بھی تھی اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ موت اور حیات سعادت اور نحوست فتح وظفر اور شکست اور ہزیمت یہ تمام تغیراتِ عالم تاثیر کواکب کا نتیجہ ہیں اس لیے انکی خوشنودی کے لیے اُن کی پرستش ضروری ہے غرض یہ کہ کوئی بتوں اور مورتوں کو پوجتا تھا اور کوئی ستاروں کو اپنا رب ٹھہراتے ہوئے تھا حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے اس عقیدۂ فاسدہ کی تردید کی اور جس طرح اُن کے سفلی معبودوں کی تردید کی اسی طرح اُن کے علوی معبودوں کا بھی رد فرمایا سب سے پہلے ابراہیم علیہ السّلام نے بتوں کی پرستش کو باطل کیا اور یہ بتلایا کہ بتوں کی عبادت سراسر گمراہی اور جہالت ہے جن بتوں اور مورتیوں کو تم نے خود تراش کر بنایا ہے وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں کما قال تعالیٰ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور باپ کو بھی توحید کی دعوت دی کما قال تعالیٰ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا۔

اس کے بعد ستاروں کی خدائی کو باطل کیا اور یہ بتلایا کہ جس طرح تمہاری خود تراشیدہ مورتیں قابل پرستش نہیں اسی طرح یہ ستارے بھی قابل پرستش نہیں ان میں الوہیت کا گمان کرنا غلط ہے جس طرح بت الوہیت کے لائق نہیں اسی طرح یہ ستارے بھی الوہیت کے لائق نہیں کیونکہ یہ ستارے اُفول

اور غروب اور تغیر اور انقلاب کی وجہ سے خدائی کے لائق نہیں اس لیے کہ ان کا یہ تغیر اور انقلاب اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ سب فانی اور حادث ہیں اور سب کے سب کسی خاص نظام میں جکڑے ہوئے ہیں اور کسی کے حکم کے سامنے مسخر ہیں ذرہ برابر بھی اُس سے عدول حکمی نہیں کر سکتے اُس نے اُن کی چال اور رفتار اور سمت اور جہت اور مسافت سب معین کر دی ہے کہ ذرہ برابر اس سے باہر نہیں جا سکتے جو ان کی کمزوری اور لاچارگی پر دلالت کرتا ہے اور ان میں یہ تغیرات اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ کسی عزیز مقتدر کے ارادہ اور مشیت کے محکوم ہیں اور اس کے سامنے مجبور اور مقہور ہیں جو انہیں چکر کھلا رہا ہے لہٰذا کواکب اور سیارات کو مدبر عالم اور مربی کائنات سمجھنا غلط ہے چونکہ ابراہیم علیہ السلام تمام ملتوں میں مسلم تھے اس لیے حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مواضع میں اثبات توحید اور ابطال شرک کے بارہ میں ابراہیم علیہ السلام کے مناظرے اور مکالمے اُن کی قوم کے ساتھ ذکر فرماتے حضرت ابراہیمؑ کا ایک مکالمہ اپنے باپ کے ساتھ سورۂ مریم میں ذکر فرمایا۔ دوسرا مناظرہ اس مقام پر ذکر فرمایا جس کی اس وقت تفسیر کی جا رہی ہے۔

تیسرا مناظرہ اپنے زمانے کے بادشاہ نمرود کے ساتھ فرمایا جس کا ذکر تیسرے پارہ کے شروع میں ہے جو اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۤجَّ اِبْرٰهٖمَ کی تفسیر میں گذر چکا

اور چوتھا مناظرہ کہ بتوں کو توڑ کر پھاؤلہ بڑے بت کے کاندھے پر رکھ دیا جس کا ذکر سورۂ انبیاء میں ہے فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ کہ جو چیز خود تمہاری تراشیدہ ہو اور بازار میں فروخت ہو سکتی ہو اور اس کی گردن میں رسّی باندھی جا سکتی ہو اور بسولہ سے اس کو توڑا جا سکتا ہو وہ خدا کیسے ہو سکتی ہے مطلب[۱] یہ ہے کہ جو شخص بت پرستی یا ستارہ پرستی میں مبتلا ہو اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے کہ جس کو شیاطین اور جنات نے بہکا کر راستہ سے الگ کر دیا ہو اور وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہو اور اس کے رفقاء اس کو سیدھے راستہ (یعنی توحید) کی طرف بلاتے ہوں مگر وہ ایسا حیران و پریشان اور مخبوط الحواس ہو گیا کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کدھر جائے چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اُس وقت کو کہ جب اُس ابراہیمؑ نے کہ جس کو تمام مشرکین عرب اہل کتاب اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تو ان بتوں کو اپنا معبود ٹھہراتا ہے جن کو تم نے بسولہ سے تراش کر بنایا ہے بلاشبہ میں تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں کہ تم نے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی مورت کو خدا بنا لیا ہے کیا بندہ بھی خدا کو بنایا کرتا ہے اور جس طرح ہم نے ابراہیمؑ کو بت پرستی کی گمراہی اور جہالت اور حماقت دکھلائی اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور عجائب قدرت دکھلانے

[۱] ماقبل کے ساتھ ربط کی طرف اشارہ ہے۔

لگے یعنی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینیں اُن کی نظروں کے سامنے کر دی گئیں اور چاند اور سورج اور ستاروں اور درختوں اور پہاڑوں اور سمندروں کے عجائبات ان پر منکشف کر دیئے گئے حتیٰ کہ نظر فرش سے لے کر عرش تک پہنچ گئی اور اوپر سے لے کر نیچے تک تمام اشیاء کے حقائق اور بواطن اُن کو دکھلا دیئے گئے تاکہ تمام مخلوقات سماوی اور ارضی کی عاجزی اور لاچارگی اور اُن کی ذلت اور خاکساری اور اُن کے اِمکان اور حدوث کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں اور اس سے وجود باری پر استدلال کریں اور اُن کے شرک کا بطلان ظاہر کریں اور تاکہ وہ ہماری خالقیت اور وحدانیت پر اُن کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں کہ جہاں کسی شبہ اور تردد کا غلبۂ خیال اور غلط ادراک کا کوئی احتمال ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ مشاہدہ کے بعد شک اور تردد کی گنجائش نہیں رہتی حضرت ابراھیمؑ کو بچشم سَر اور بچشم سِرّ (دل) دکھلا دیا گیا کہ آسمان اور زمین اور شمس اور قمر اور کواکب اور نجوم سب خداوند ذوالجلال کے حکم کے سامنے مسخر اور رام ہیں جس طرح چاہتا ہے وہ اِن اَجرام اور اجسام کو نچا رہا ہے اور اپنی قدرت کا تماشا دنیا کو دکھلا رہا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز خدا نہیں ہو سکتی مطلب یہ ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرا دیا اور آسمان اور زمین کے تمام حقائق اور بواطن اُن کو آنکھوں سے دکھلا دیئے جس کو دیکھ کر اُن کو عین الیقین آگیا کہ یہ تمام کارخانۂ عالم خود بخود نہیں چل رہا ہے بلکہ کسی واحد قہار کے ارادہ اور حکم سے چل رہا ہے یہ عجیب و غریب نظام بخت اتفاق سے یا بے شعور طبیعت یا اندھے اور بہرے مادہ سے نہیں چل رہا ہے غرض یہ کہ اس ملکوت السموات والارض کے مشاہدہ اور معاینہ سے بت پرستی کی طرح کواکب پرستی کی جہالت اور ضلالت اور حماقت نظروں کے سامنے آگئی اور اوپر سے لے کر نیچے تک حدوث عالم کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا تاکہ قوم کو وجود باری اور وحدانیت کو دلیل اور برہان سے سمجھا سکیں پس جب اس رات نے اندھیرا کر لیا یعنی رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ زہرہ یا مشتری کو دیکھا کہ چمک رہا ہے اُسے دیکھ کر اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا اے قوم کیا[1] تمہارے زعم کے مطابق یہ ستارہ میرا اور تمہارا رب ہے یعنی یہ ستارہ میرا اور تمہارا مربی اور مدبّر ہے اور میرے احوال میں متصرف ہے اچھا ذرا ٹھہرو تھوڑی دیر میں اس کی ربوبیت کی حقیقت تم پر کھل جائے گی پس جب وہ ستارہ چھپ گیا تو الزاماً کہا کہ میں چھپنے والوں کو اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونے والوں کو اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر ہونے والوں کو اور حجاب اور پردہ میں ستور

---

[1] اشارہ اس طرف ہے کہ "ہذا ربی" یہ کلام بطریق استفہام ہے بمعنی أہذا ربی اور اس استفہام سے مقصود اپنی قوم کی تفہیم ہے۔

ہو جانے والوں کو دوست بھی نہیں رکھتا چہ جائیکہ اُن کو خدا مانوں اس لیے کہ اُفول اور غروب ایک قسم کی دنائت اور پستی ہے اور ایک قسم کا سقوط اور انحطاط ہے اور ایک قسم کا عیب ہے ایسی چیز تو قابل محبت بھی نہیں چہ جائیکہ لائق الوہیت اور مستحق عبادت ہو کیونکہ تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال پروردگار کے لیے محال ہے یہ شان تو حادث کی ہے اور آفلین بصیغۂ جمع لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اُفول اور غروب اس کوکب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہزارہا اور لکھو کھا غروب ہونے والے کواکب میں سے ایک کوکب یہ بھی ہے اس کوکب کو دوسرے کواکب پر خاص فضیلت اور برتری نہیں جو اس کو معبود بنایا جائے (تفسیر البحر المحیط ص۱۶۷ ج ۴)

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ستارہ پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ طلوع کے وقت کواکب کی تاثیر قوی ہوتی ہے اور اُفول اور غروب سے ستارہ کی تاثیر زائل یا کم از کم ضعیف اور مضمحل ضرور ہو جاتی ہے بلکہ زوال کے بعد سے ستاروں کی تاثیر گھٹنی شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ غروب سے ان کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اُن کی تاثیر بھی ختم ہو جاتی ہے پس لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ ستارہ خدا ہوتا تو طلوع اور اشراق سے اُفول اور غروب کی طرف اور قوت سے ضعف کی طرف منتقل نہ ہوتا اور نہ اُس کی تاثیر زائل ہوتی اور نہ ضعیف اور کمزور پڑتی اس لیے کہ ضعف اور اضمحلال اور قوت اور تاثیر کا فناء اور زوال الوہیت اور ربوبیت کے منافی ہے دیکھو تفسیر کبیر ص۸۰ ج ۴۔

پس کواکب کے یہ تغیرات اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ سب کسی قادر قاہر کے مقدور اور مقہور ہیں اور کسی حاکم اعلیٰ کے محکوم اور مجبور ہیں لہٰذا خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا محکوم اور مقدور و مقہور اور مجبور نہیں ہو سکتا اور ایک مجبور قیدی اور لاچار بے گاری کو رب بنانا حماقت ہے۔

یا یوں کہو کہ جس طرح ضعف بصارت اس امر کی دلیل ہے کہ نورِ چشم اُس کا ذاتی نہیں بلکہ کسی بصیر قدیم کا عطیہ ہے اسی طرح کواکب اور سیارات کے نور کا ضعف اور اضمحلال اس امر کی دلیل ہے کہ آفتاب اور ماہتاب میں جو نور ہے وہ اُن کا ذاتی نہیں بلکہ وہ نور السموات والارض کا عطیہ ہے اور اس کے جمال بے مثال کا ایک عکس اور پرتو ہے ورنہ اگر یہ نور آفتاب اور ماہتاب کا ذاتی ہوتا تو ان کو کسوف اور خسوف لاحق نہ ہوتا اور چاند اور سورج کو کبھی گرہن نہ لگتا پس جو ذات والاصفات شمس اور قمر کے نور کی اور ان کی حرکت کی مالک ہے وہی خدائے برحق اور رب العالمین ہے کہ جس نے اپنی حکمت بالغہ سے شمس اور قمر کو علیحدہ علیحدہ نور کی ایک خاص مقدار اور خاص کیفیت عطاء کی اور ان کی حرکت کے لیے ایک خاص مقدار اور خاص مسافت معین کر دی جس سے وہ باہر نہیں نکل سکتے پس کواکب کا یہ اُفول و غروب اُن کی فقیری اور دستگیری اور کمزوری اور لاچارگی پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ کمزوری اور لاچاری الوہیت اور ربوبیت

کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی

یا یوں کہو کہ جو چیز پردہ میں چھپ گئی وہ محجوب اور مستور ہوگئی اور جو مستور ہوا وہ محصور ہوا اور جو محصور ہوا وہ مغلوب اور مقہور ہوا اور جو مقہور ہوا وہ لاچار اور مجبور ہوا اور لاچار اور مجبور خدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا وہ ہے جو ہر چیز کے لیے ساتر اور حاصر ہو اور سب پر غالب اور جبّار اور قاہر ہو وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ۔

پس جب یہ ستارہ غروب ہوگیا تو ابراہیم علیہ السّلام نے اسی شب میں یا کسی دوسری شب میں اس سے اعلیٰ اور برتر نور کے طلوع کا انتظار کیا پس جب چاند کو طلوع ہوتے دیکھا تو پہلے کی طرح کہا کیا تمہارے زعم کے مطابق یہ میرا اور ساری قوم کا رب ہے اچھا تھوڑی دیر اس کا بھی انتظار کرو اس کی حقیقت اور کیفیت بھی تم پر واضح ہوجائے گی پس جب وہ غائب ہوگیا تو بولا کہ اگرچہ چاند عظمت اور نورانیت کے اعتبار سے ستارہ سے بلند ہے مگر اس کی عظمت بھی قاصر ہے اور الوہیت اور ربوبیت کے لیے عظمت مطلقہ اور کاملہ چاہیئے عظمت قاصرہ و ناقصہ ربوبیت کے لیے کافی نہیں اگر میرا پروردگار میری رہنمائی نہ کرے تو میں گمراہوں میں سے ہوجاؤں کہ کسی چیز میں قاصر اور ناقص اور ناتمام عظمت دیکھ کر اُس کو خدا مان لوں یعنی یہ خدا کا فضل ہے کہ میں اپنی قوم سے مخالف ہوں اور خالص توحید پر ہوں اگر اُس کی ہدایت اور توفیق نہ ہوتی تو میں بھی ان گمراہوں کی طرح کواکب کی الوہیت کا قائل ہوتا مطلب یہ ہے کہ ہدایت کا حصول بھی پروردگار کی طرف سے ہے اور اس کا بقاء اور ہدایت پر ثابت وقائم رہنا یہ بھی پروردگار کی توفیق اور اعانت سے ہے پھر اس کے بعد ابراہیمؑ نے ایک اور نور کے ظہور کا کہ جو اس عالم کون وفساد میں سب سے زیادہ عظیم نور ہے یعنی طلوع آفتاب کا انتظار کیا تاکہ اس کی ربوبیت کا بطلان ظاہر فرمائیں پس جب سورج کو طلوع ہوتے دیکھا تو قوم سے کہا کیا تمہارے زعم اور خیال کے مطابق میرا اور تمہارا یہ رب ہے اور ہمارے احوال کا مدبر اور ان میں یہ متصرف ہے یہ تو بظاہر چاند اور ستاروں سے بہت بڑا ہے ممکن ہے کہ یہ کوکب اپنی عظمت کی وجہ سے خدا ہوسکے پس جب وہ بھی غروب ہوگیا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی علی الاطلاق اکبر نہیں اور اس کوکب کی بھی کبریائی مطلقہ اور قاہرہ اور دائمہ نہیں لہٰذا اس کو بھی خداوند ذوالجلال اور کبیر متعال کا شریک نہیں قرار دیا جاسکتا اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت اور جلال کو کبھی فنا اور زوال نہیں اور نہ اس میں کسی قسم کے اختلال یا اضمحلال کا ذرہ برابر کوئی احتمال ہے پس ثابت ہوگیا کہ ستارے اور شمس و قمر کسی طرح خدا نہیں ہوسکتے لہٰذا جب یہ بات واضح ہوگئی تو اے میری قوم کے لوگو! کان کھول کر سن لو کہ میں بلاشبہ بری اور بیزار ہوں اُن تمام چیزوں سے جن کو تم خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو یہ تو سب خدا کے مزدور ہیں اور اس کے حکم کے سامنے مقہور اور مجبور ہیں جو وقت ان کی حاضری اور روانگی وطلوع اور

غروب کا اس نے متعین کر دیا ہے اس میں ایک منٹ کی تاخیر نہیں کر سکتے پھر ان کو خدا کیسے بنایا جاسکتا ہے اور اس برأت اور بیزاری کے اعلان کے بعد فرمایا تحقیق میں ظاہرًا اور باطنًا اُس ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یعنی جو تمام علویات اور سفلیات کا خالق اور مالک ہے اور اُس نے اس قصر دنیا کی زینت کے لئے شمس اور قمر اور نجوم کو پیدا کیا یہ تمام ستارے اس دار دنیا کے لیے بمنزلہ لال ٹینوں اور قندیلوں کے ہیں سب اس کے کارخانۂ قدرت کے بنے ہوئے ہیں لہٰذا جو ان لال ٹینوں اور قندیلوں کو اپنا رب سمجھے وہ بڑا ہی نادان ہے میں سب سے قطع تعلق کر کے صرف ایک اللہ کی طرف مائل ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ۔

ف بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السّلام کو تین قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑا ایک گروہ وہ تھا کہ جو زہرہ کو پوجتا تھا اور ایک گروہ وہ تھا جو چاند کو پوجتا تھا اور ایک گروہ وہ تھا جو آفتاب کی پرستش کرتا تھا اس لیے حضرت ابراھیم ؑ نے بتدریج تینوں فرقوں کی گمراہی کو واضح کیا اور یہ ثابت کیا کہ غروب ہونے والی چیز حادث اور فانی ہے اُس کا معبود ہونا محال ہے خدا کے لیے بقاء اور دوام ضروری ہے اور فنا اور زوال اور تغیر اور تبدل الوہیت کے منافی ہے اور جب چاند اور سورج معبود نہیں ہو سکتے تو پتھر کے خود تراشیدہ بت بدرجۂ اولیٰ معبود نہیں ہو سکتے ۔

عارف رومی قدس سرہٗ السّامی ملکۂ سبا یعنی بلقیس کے قصہ میں فرماتے ہیں جس کی قوم شمس و قمر اور ستاروں کی پرستش کرتی تھی ان کی تردید میں فرماتے ہیں ؎

(۱) آفتاب از امرِ حق طبّاخِ ماست ⁂ ابلہی باشد کہ گویم او خدا ست

دلیل اوّل سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے جو ہماری کھیتیوں کو پکاتا ہے اور حکم خداوندی کا تابع ہے وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے باورچی کو خدا کہنا صاف بیوقوفی ہے

(۲) آفتابت گر بگیرد چوں کنی ⁂ آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی

دلیل دوم تیرا یہ معبود سورج اگر اس کو گہن لگ جائے تو بتلا کہ تو اس سے اس گہن کی سیاہی کو کس طرح دور کرے گا اس سیاہی کو دور کرنا تیری قدرت میں نہیں ذرا غور تو کر کیا خدا کو بھی سیاہی لگ جاتی ہے ۔

نے بدرگاہ خدا آری صداع ⁂ کیں سیاہی را ببر دادہ شعاع

کیا ایسی حالت میں تو بارگاہ خداوندی میں اپنی مصیبت اور مشکل کو نہیں پیش کرے گا اور یہ درخواست نہیں کرے گا کہ اے خدا اس کی سیاہی کو دور کر اور اس کی شعاع کو واپس فرما پس ایسی

بے بس مخلوق کیسے خدا ہو سکتی ہے خدا وہ ہے جو نور اور ظلمت کا مالک ہو اور جب چاہے آفتاب اور ماہتاب کی روشنی کو چھین لے اور جب چاہے اُسے واپس کر دے۔

(۳) گر گذشت نیم شب خورشید کو ∴ تا بنالی یا امان یابی ازو

دلیل سوم اگر آدھی رات تجھ پر قاتلانہ وار کیا جائے جب کہ سورج غائب ہوتا ہے تو پھر کون ہے کہ جس کے حضور میں تو نالہ و فریاد کرے یا اُس سے امان پائے۔

حادثات اغلب بشب واقع شود ∴ واں زماں معبود تو غائب بود

قتل اور چوری کے حادثات اکثر رات کے وقت میں ہوتے ہیں اور اس وقت تیرا معبود غائب ہوتا ہے اُس کو کچھ خبر نہیں کہ تجھ پر کیا گذر رہی ہے لہٰذا ایسا معبود اختیار کرو جو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے

سوئے حق گر راستانہ خم شوی ∴ وارہی از اختراں محرم شوی

تو اگر صدق دل سے حق تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو ستاروں کی عبادت سے چھوٹ جائے اور اسرار الٰہیہ کا محرم بن جائے مثنوی ص۵ دفتر چہارم۔

پھر عارف رومی اسی دفتر چہارم ص۱۳۱ پر دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی کے سمجھانے کیلئے بعض اشیاء عالم کے انقلابات اور تغیرات اور کون و فساد یعنی بننے اور بگڑنے کو بطور نظائر بیان فرماتے ہیں

(۴) روز دیدی طلعت خورشید خوب ∴ مرگ اورا یاد کن وقت غروب

دلیل چہارم دن میں تو نے آفتاب کے طلوع کا بہت عمدہ جلوہ دیکھا ہے غروب کے وقت اس کی موت کا بھی تو کرشمہ دیکھ کہ آفتاب کے حسن و جمال پر کس طرح موت آتی ہے آفتاب کی اس حالت سے تجھ کو عبرت پکڑنی چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ آفتاب کا یہ نور اُس کا ذاتی نہیں بلکہ نور السموات والارض کا عطیہ اور ادنیٰ سا پرتو ہے۔

(۵) بدر را دیدی بریں خوش چار طاق ∴ حسرتش راہم ببیں وقت محاق

دلیل پنجم تو نے آسمان کے خوبصورت خیمہ پر چودھویں رات کا چاند تو دیکھ لیا اب اس کے بعد اس کے محاق یعنی اُس کے گھٹنے اور بتدریج بے نور ہونے کے وقت اس کی حسرت کو بھی دیکھ کہ کس طرح بتدریج اس کے حسن و جمال کو زوال آیا۔

(۶) کودکے از حُسن شد مولائے خلق ∴ بعدِ فردا شد خرِف رسوائے خلق

دلیل ششم ایک نوعمر لڑکا اپنے حُسن و جمال کی وجہ سے مخلوق کا سردار بن جاتا ہے بعد چندے پیر فرتوت یعنی بڈھا پھوس ہو کر دنیا کی نظر میں رسوا اور قابل

نفرت ہو جاتا ہے۔

(۷) گر تنِ سیمیں براں کردت شکار ∴ بعد پیری بیں تنے چو پنبہ زار

دلیل ہفتم اگر کسی سیمین بدن کے حسن و جمال نے تیرا شکار کر لیا ہے تو بڑھاپے میں اس کا بدن دیکھ کہ سفید داڑھی اور سفید مونچھوں اور سفید بالوں سے روئی کے کھیت کے مشابہ ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے جس طرح ایک انسان کے حسن و جمال کا اختلال اور اُس کا زوال اس امر کی دلیل ہے کہ وہ معبود بنانے کے قابل نہیں اسی طرح آفتاب اور ماہتاب کے حسن و جمال کا اختلال اور اس کا زوال اس امر کی دلیل ہے کہ شمس و قمر معبود نہیں ہو سکتے (دیکھو مثنوی مولانا روم ص ۱۳۱/۱۴ دفتر چہارم) دور تک اسی قسم کی تمثیلات اور تشبیہات کا سلسلہ چلا گیا ہے۔

حکایت مولانا عبد الحق حقانی دہلوی رح اپنی تفسیر کے خلاصہ میں لکھتے ہیں کہ ایک معتبر تفسیر میں لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السّلام شہر میں تشریف لاتے اور نمرود کی ملاقات کے لیے آپ کے گھر والے اُس ناپاک ظالم کے دربار میں لے گئے نمرود ایک بہت بڑا کریہ المنظر شخص تھا آپ نے اس کے دربار میں جا کر دیکھا کہ تخت پر ایک نہایت بدصورت شخص بیٹھا ہے اور بہت سی حسین اور خوبصورت لونڈیاں اس کے تخت کے آگے صف بستہ کھڑی ہیں اس وقت ابراہیم علیہ السّلام اپنی ماں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے یہ کون شخص ہے جس کی ملاقات کے لیے مجھے لائی ہو ماں بولی ابراہیم ؑ یہ سب کا خدا ہے ابراہیم علیہ السّلام نے پوچھا اچھا یہ تخت کے ارد گرد جو صف باندھے کھڑے ہیں کون لوگ ہیں کہا اس کی مخلوق ہے حضرت ابراہیم ؑ یہ سن کر مسکرائے اور کہنے لگے اے ماں تعجب کی بات ہے کہ تمہارے اس خدا نے اپنی صورت تو ایسی بھونڈی اور کریہ بنائی اور اپنی مخلوق کو اپنے سے اچھا اور خوبصورت پیدا کیا، چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ خود مخلوق سے بہتر اور خوبصورت ہوتا۔ انتہیٰ کلامہ۔

تتمہ قصّہ مذکورہ

اب حضرت ابراہیم ؑ کے قصّہ مذکورہ کا تتمہ بیان فرماتے ہیں اور ابراہیم کی قوم نے ابراہیم سے جھگڑنا شروع کیا اور چاہا کہ بے ہودہ حجتوں سے ان پر غالب آجائیں اور یہ کہا کہ ایک معبود کا ہونا غلط ہے اور بت پرستی اور ستارہ پرستی یہ قدیم رسم ہے وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ابراہیم ؑ نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارہ میں جھگڑتے ہو اور تحقیق اللہ نے مجھ کو اپنی توحید اور معرفت کا راستہ دکھلا دیا ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز فانی اور ناقص ہے اور خدائی کے لیے کمال مطلق

اور بقاء اور دوام ضروری ہے اور میں اُن چیزوں سے نہیں ڈرتا جن کو تم خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو ابراہیم علیہ السّلام نے جب بُت پرستی کا رد کیا تو لوگوں نے اُن کو ڈرایا اور یہ کہا کہ تم بتوں کو بُرا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو کسی بلا اور مصیبت میں پھنسا دیں اور وہ کہیں تم کو سودائی نہ بنا دیں تو ابراہیم علیہ السّلام نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں وہ تو پتھر ہیں نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع ڈرنا تو اُس ذات سے چاہیئے جو نفع اور ضرر کی مالک ہو مگر یہ کہ میرا پروردگار کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو وہ پہنچ کر رہے گی۔ تو وہ تکلیف خدا کی طرف سے ہوگی نہ کہ ان بتوں کی طرف سے ہوگی بعض اوقات انبیاء کرام کو کوئی تکلیف پہنچتی تو مشرک اس کو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرتے حضرت ابراہیمؑ نے یہ کہہ کر اُن کے شبہ کو دور کر دیا کہ میرا پروردگار اگر کوئی تکلیف پہنچانا چاہے گا تو پہنچ جائے گی تو وہ تکلیف خدا کے ارادہ اور مشیت سے پہنچے گی نہ کہ بتوں کے وجہ سے میرا پروردگار علم کے لحاظ سے ہر شیئ کا احاطہ کیئے ہوئے ہے کوئی شئی اُس کے علم سے باہر نہیں پس تم کیا نصیحت نہیں پکڑتے کہ عاجز اور قادر کے درمیان فرق سمجھو ڈرنے کے قابل وہ ذات ہے کہ جس کا علم اور اس کی قدرت تمام کائنات کو محیط ہو اور تمہارے معبودوں میں یہ دونوں صفتیں مفقود ہیں کیونکہ تمہارے یہ بت پتھر ہیں نہ ان کو کسی چیز کی خبر ہے اور نہ کسی کو نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور میں کس طرح ڈروں اُن چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو وہ تو پتھر ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کو نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور تم اپنے اس جرم عظیم سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ اُن چیزوں کو شریک گردانا جن کی شرکت پر اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری محض بے دلیل اور ہوائے نفس اور اغواء شیطان سے ان کو پوجتے ہو مطلب یہ ہے کہ ڈرنا تم کو چاہیئے مگر الٹا تم ہمیں ڈراتے ہو پس اب تم ہی بتلاؤ کہ ان دونوں فریقوں یعنی موحدین اور مشرکین میں سے قیامت کے دن کونسا فریق امن کا زیادہ حق دار اور سزاوار ہے یعنی ہم موحد ہیں اور ایک واحد قہار اور قادر مقتدر پر ایمان رکھتے ہیں اور تم مشرک ہو ایک عاجز کو پوجتے ہو تو اب ہم اور تم میں نجات کا مستحق کون ہے اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ خیر تم تو کیا بتلاتے ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم یعنی شرک کے ساتھ نہیں ملایا ایسے ہی لوگوں کے لیے قیامت کے دن امن ہے اور وہی دنیا میں راہ راست پر ہیں یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ امن کا مستحق وہ ہے کہ جو ایمان لایا اور اُس نے اپنے ایمان کو شرک سے پاک رکھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مقولہ حضرت ابراہیمؑ ہی کا ہو۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ظلم سے مراد اس جگہ شرک ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا قیامت کے دن اُن کے لیے امن اور نجات ہے یعنی مومن موحد کا انجام

نجات ہے اور مشرک کبھی نہیں بخشا جائے گا اور یہ حجت اور دلیل جو ابراہیمؑ نے اپنی قوم پر پیش کی یہ ہماری تلقین کردہ حجت اور دلیل ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی گمراہ قوم کے مقابلہ میں عطاء کی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے یعنی ابراہیمؑ نے قوم کے مقابلہ میں جو دلائل اور براہین بیان کیے وہ ہماری تعلیم و تلقین تھی۔ کسی معلم بشری اور استاذ انسانی کی تعلیم کا اثر نہ تھا ہم جس کو چاہتے ہیں درجات اور مراتب کے اعتبار سے اتنا بلند کر دیتے ہیں کہ کسی کی مجال نہیں کہ اُس درجہ اور مرتبہ تک پہنچ سکے بے شک تیرا پروردگار حکمت والا ہے جس کو چاہتا ہے علم اور حکمت سے اور دلیل اور حجت سے نوازتا ہے۔

اب اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں چودہ پیغمبروں کا ذکر کیا کہ جو سب توحید کی دعوت اور شرک کا رد کرتے رہے اور حضرت ابراہیمؑ کے جد امجد حضرت نوحؑ کا بھی ذکر کیا تاکہ اصول اور فروع دونوں اعتبار سے ابراہیمؑ کی بزرگی اور خدا پرستی ثابت ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ یہ سب حضرات موحد اور توحید کے داعی اور شرک کے رد کرنے والے تھے چنانچہ فرماتے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اپنے پاس سے علم و حکمت عطا کیا بلکہ ہم نے اُن کو اسحٰقؑ جیسا بیٹا اور یعقوبؑ جیسا پوتا بخشا کہ جس کی اولاد میں ہزاروں نبی ہوئے اور سلسلہ توحید کا جاری رہا مطلب یہ ہے کہ ابراہیمؑ کو توحید اور اخلاص اور اہل شرک سے مباحثہ اور مناظرہ کے صلہ میں علاوہ رفع درجات کے ہم نے اُن کو نیک اور صالح اولاد عطا کی علم و حکمت کا فضل ذاتی تھا اور اولاد کا صالح اور متقی ہونا یہ فضل اضافی تھا ان سب کو ہم نے ہدایت دی یعنی ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ سب راہ حق پر تھے ان میں سے کوئی بھی مشرک اور یہودی اور نصرانی نہ تھا اور ابراہیمؑ سے دس قرن پہلے ہم نے نوحؑ کو ہدایت دی جو ابراہیمؑ کے جد امجد تھے اور موحد اور مخلص تھے اور باپ کا شرف بیٹے میں سرایت کرتا ہے گذشتہ آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے بعض فروع کا ذکر تھا اب اس آیت میں بعض اصول کا ذکر فرمایا اس لیے کہ نوح علیہ السّلام حضرت ابراہیمؑ کے جد امجد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ابراہیمؑ کو ہدایت دی اسی طرح ابراہیمؑ سے پہلے ہم نے نوحؑ کو ہدایت دی اور اُنکی ذریت صالحہ جو کشتی میں اُنکے ہمراہ سوار تھی اُنکو نجات دی اور باقی سب غرق کر دیئے گئے اور اس امن اور نجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے صرف ذریتِ نوح کو باقی رکھا اب سارے آدمی انہیں کی اولاد سے ہیں اس لیے نوح علیہ السّلام کو آدمؑ ثانی کہتے ہیں یہ تو حضرت نوحؑ کی خصوصیت ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے بعد جو نبی مبعوث ہوا وہ انہی کی اولاد میں سے ہوا کما قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وقال تعالیٰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وقال تعالیٰ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا

تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۔

اور ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہم نے ہدایت دی داؤدؑ اور سلیمانؑ کو اور ایوبؑ اور یوسفؑ کو اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق نیک کام کیئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو نیک کاموں کی جزاء دی اور اسی طرح ہم نیکوں کو جزاء دیا کرتے ہیں ظاہری سلطنت کے اعتبار سے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ دونوں ہمرنگ ہیں کہ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی اور شدائد اور مصائب پر صبر کرنے کے لحاظ سے حضرت ایوبؑ اور حضرت یوسفؑ میں خاص مشابہت ہے اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں بھائی ہیں ان میں کسی مناسبت کی ضرورت نہیں اس لیے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بطور وزیر تھے اسی لیے حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ترجمہ میں ان میں سے ہر دو ناموں کے بعد لفظ (کو) بڑھایا ہے تاکہ اسی مناسبت کی طرف اشارہ ہو جائے اور نیز ہم نے ہدایت دی زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو ہر ایک ان میں نیک بختوں میں تھا انبیاء کرام میں زہد اور قناعت اور درویشی اور دنیاوی لذات اور سامان عیش و راحت سے دوری اور بے تعلقی کے اعتبار سے حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت الیاسؑ کو خاص شانِ امتیازی حاصل ہے اس لیے ان چاروں کو علیحدہ ذکر کیا اور ہر ایک کو صلاح کے ساتھ موصوف کیا اور نیز ہم نے ہدایت دی اسمعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو اور ان سب کو ہم نے فضیلت دی تمام جہان والوں پر حضرت اسمعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوط علیہم الصلوٰۃ والسّلام اُن انبیاء کرام میں سے ہیں جن کے مخلوق میں زیادہ متبع اور پیرو نہیں ہوئے اور نہ ان کو ظاہری سلطنت اور دنیاوی ریاست و وجاہت تھی اور نہ حضرت عیسیٰؑ و یحییٰؑ کی طرح زہد اور قناعت میں شان امتیازی تھی اس لیے ان چاروں کو یکجا ذکر فرمایا۔

اور نیز ان حضرات مذکورین کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو طریق حق کی ہدایت دی اور ہم نے ان کو برگزیدہ بنایا اور راہ راست کی طرف ان کو ہدایت کی اور یہ ہدایت جو ان حضرات کو عطا ہوئی یہ اللہ کی خاص ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ ہدایت دیتا ہے اور اگر بفرض محال یہ لوگ شرک کرتے تو ان کے وہ عمل ضائع ہو جاتے جو وہ کرتے تھے کیونکہ خدا کے یہاں مشرک کے اعمال قبول نہیں یہاں تک توحید اور ہدایت کا مسئلہ بیان فرمایا۔

اب آگے مسئلۂ نبوت کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہ جماعت وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوّت عطاء کی جس کے ذریعہ طریقۂ حق کی ہدایت حاصل ہوتی ہے پس اگر یہ مکہ کے کافر آپ کے طریق ہدایت کا انکار کریں تو آپ غم نہ کیجیئے کیونکہ پس تحقیق ہم نے آپ کے طریق ہدایت کے قبول کرنے کے لیے ایسے گروہ کو مقرر کیا جو ان باتوں کے منکر نہیں

اس گروہ سے مراد مہاجرین اور انصار کا گروہ ہے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق ہدایت کو دل وجان سے قبول کیا یہ انبیاء مذکورین وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص ہدایت دی پس آپ ان کی روش اور طریقہ کی پیروی کیجئے مطلب یہ ہے کہ توحید اور ابطال شرک میں ان کے طریقہ پر چلو یا صبر اور تحمل میں ان کی چال پر چلو یا اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ میں اُن کا طریقہ اختیار کرو آپ صاف کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ قرآن پر کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت تمام جہان کے لوگوں کے لیے اور بس جو اس نصیحت کو قبول نہ کرے وہ اپنی بدبختی اور محرومی کا ماتم کرے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ان مقبولان خدا جن کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ان کی راہ راہِ ہدایت تھی اور یہ سب خدا تعالیٰ کے ہدایت یافتہ تھے حضرت ابراہیمؑ سے پہلے اُن کے جدِ امجد حضرت نوحؑ موحد اور مخلص تھے اور پھر ابراہیمؑ کے بعد اُن کی نسل میں سے یہ لوگ جن کی بزرگی بلاد عرب وعجم میں مشہور تھی وہ بھی سب موحد تھے مشرک نہ تھے پس جس کو راہ ہدایت مطلوب ہو وہ ان حضرات کی اقتداء کرے اور ان کی طرح توحید کا قائل ہو اور شرک سے اجتناب اور نفرت کرے اور اخلاق اور اعمال میں ان کی پیروی کرے اور توحید اور اطاعت خداوندی یہی صراط مستقیم ہے جس پر تمام انبیاء کرام چلتے آتے اے نبی کریمؐ آپؐ بھی انہی انبیاء کرامؑ کے طریقہ پر چلیئے اور ان ظالموں کی تکذیب کی ذرہ برابر پروا نہ کیجئے اور صاف کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا یہ صرف ایک نصیحت سراپا حکمت ہے جس کا دل چاہے قبول کرے اور جس کا نہ چاہے نہ قبول کرے وَاللّٰہُ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ۔

لطائف ومعارف

(۱) بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا چمک دار ستارہ زہرہ یا مشتری اور پھر چاند اور سورج کو دیکھ کر ہٰذا ربّی کہنا یہ ان کی ذاتی نظر وفکر تھی اور یہ ماجرا حضرت ابراہیمؑ کے بچپن کے زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ اُن کو یہ علم نہ تھا کہ میرا رب کون ہے مگر یہ صحیح نہیں تمام علماء ربانیین اور راسخین فی العلم کا مسلک یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول ہٰذا ربی بطور ذاتی نظر وفکر کے نہ تھا بلکہ اپنی قوم سے مناظرہ اور محاجّہ کے لیے تھا کہ اپنی قوم پر ہیاکل اور اصنام کی عبادت کا بطلان واضح کریں اول اصنام ارضیہ کی عبادت کا گمراہی ہونا بیان کیا کہ بتوں کی عبادت سراسر گمراہی اور جہالت ہے اور بعد ازاں کواکب سماویہ کی الوہیت کا بطلان واضح فرمایا اور بتلایا کہ کوئی چیز ان میں سے خدائی کی صلاحیت نہیں رکھتی غرض یہ کہ باپ اور قوم کے سامنے بت

پرستی اور کواکب پرستی دونوں ہی کی ضلالت کو آشکارا کیا۔

معاذ اللہ۔ معاذ اللہ یہ بات نہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کسی شک اور شبہ اور تردد میں پڑے ہوئے تھے کہ چاند اور سورج کی چمک اور دمک کو دیکھ کر اُن کو دھوکا لگا ہو اور یہ شبہ ہوا ہو کہ شاید یہ میرا رب ہو اور جب آفتاب غروب ہوتے دیکھا تب یہ شبہ دور ہوا حاشا ثم حاشا حضرات انبیاء کرامؑ کو خدا تعالیٰ کی ذات وصفات میں کبھی دھوکہ نہیں لگتا حضرات انبیاء کرامؑ ابتداء ولادت ہی سے اعلیٰ درجہ کے ولی اور عارف ہوتے ہیں حضرات انبیاء نبوت اور بعثت سے پیشتر اگرچہ نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر اعلیٰ درجہ کے اولیاء اور عرفاء ضرور ہوتے ہیں جن کی ولایت اور معرفت کے سامنے ہزاراں ہزار جنید اور شبلی کی ولایت اور معرفت بھی ہیچ ہوتی ہے حضرات انبیاء صفات خداوندی سے جاہل نہیں ہوتے اور نہ اُن کو کسی وقت صفات خداوندی میں کسی قسم کا دھوکہ اور مغالطہ ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کا شک اور شبہ پیش آتا ہے اور انبیاء کرام میں حضرت ابراہیمؑ کی تو خاص شان ہے وہ تو شَجَرَۃُ الانبیاء اور قُدْوَۃُ الحنفاء کے نام سے مشہور ہیں اور خداوند ذوالجلال کے خاص منظورِ نظر ہیں۔

قال اللہ عزو جل وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ	اور تحقیق ہم نے ابراہیمؑ کو ابتداء ہی سے اُن کی شان کے مطابق خاص رشد اور خاص ہدایت عطاء کی تھی اور ہم اُن کی استعداد اور فطرت کو پہلے ہی سے خوب جانتے تھے

حضرت ابراہیمؑ ابتداء فطرت ہی سے رشید اور مہتدی تھے اور آغاز طفولیت ہی سے شمس وقمر کو خدا تعالیٰ کی ادنیٰ مخلوق سمجھتے تھے قوم چونکہ کواکب پرستی میں مبتلا تھی اس لیے اُن کے عقیدۂ فاسدہ کے رد کرنے کے لیے فرمایا کہ اگر بطور فرض محال تھوڑی دیر کے لیے تمہارے زعم فاسد کے مطابق یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ستارہ میرا رب ہے تو اچھا تھوڑی دیر اس کے غروب اور اُفول کا انتظار کرو تم کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کواکب لائق الوہیت نہیں اس لیے کہ وہ سب حکم خداوندی کے مسخر ہیں ان کی چال اور سمت حرکت اور اس کی جہت اور مسافت سب معین ہے اُس کے خلاف حرکت نہیں کر سکتے کبھی طلوع ہے اور کبھی غروب ہے ایک حال پر قرار نہیں اُن کی روشنی اور اُن کی حرکت اور جہت اور سمت اپنے اختیار میں نہیں خدا تعالےٰ نے جس کوکب کو جتنی روشنی عطا کر دی ہے اتنی ہی مقدار اُن میں روشنی ہے اپنی ذات سے ہیں وہ کسی تصرف کے مالک نہیں پس وہ لائق الوہیت اور عبادت کیسے ہو سکتے ہیں بعد ازاں حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے معبودان باطلہ سے اپنی بیزاری اور علیحدگی بیان فرمائی غرض یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ تمام کلام از اول تا آخر بطور مباحثہ اور بطریق مناظرہ تھا معاذ اللہ اُن کی ذاتی نظر وفکر نہ تھی جیسا

کہ بعد کی آیتیں وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ اور آیۃ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ صراحۃً اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ تمام کلام کواکب پرستوں کے ساتھ مناظرہ اور محاجہ تھا حضرت خلیل اللہؑ کی ذاتی نظر و فکر نہ تھی حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ مناظرہ تھا ذاتی نظر نہ تھی (دیکھو تفسیر ابن کثیر ص۱۵۱ ج ۲)

(۲) آزر حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام ہے اور تارخ اُن کا لقب ہے یا اس کے برعکس تارخ نام ہے اور آزر لقب ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آزر اُن کے چچا تھے اور تارخ ان کے باپ تھے شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے فرماتے ہیں کہ کسی نبی کا باپ مشرک نہیں گذرا اور علامہ سیوطیؒ نے اس بارہ میں متعدد رسائل تالیف فرمائے ہیں جو طبع ہو چکے ہیں ان کو دیکھ لیا جائے۔

نکتہ عجب نہیں کہ نبی کے باپ یا چچا یا بیٹے کے گمراہ ہونے میں اشارہ اس طرف ہو کہ کسی کو ہدایت دینا نبی کے اختیار میں نہیں اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ. نبی کا کام فقط حق کی دعوت اور تبلیغ ہے اور کسی کو ہدایت دینا یا گمراہ کرنا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بیٹے کو ہدایت پر نہ لا سکے اور لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو ہدایت پر نہ لا سکے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کو مسلمان نہ بنا سکے وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(۳) معتزلہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ. میں ظلم سے مراد معصیت ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس نے اپنے ایمان کو معصیت کے ساتھ مخلوط نہیں کیا یعنی اپنے ایمان کو گناہوں سے محفوظ رکھا تو اس کے لیے امن ہے ورنہ نہیں۔

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ آیت میں ظلم سے مطلق معصیت مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی کما قال تعالیٰ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. گویا کہ ظُلْمٍ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو شخص بغیر شرک کے مرے گا اُس کا انجام یہ ہو گا کہ اس کو عذاب نار سے امن ملے گا یعنی مؤمن موحد کا انجام نجات ہے اور مشرک کبھی نہیں بخشا جائے گا۔

مطلب دیگر کہ امن کامل اور ہدایت کاملہ اُن لوگوں کو حاصل ہے کہ جن کا ایمان کبائر کی نجاستوں سے پاک اور منزہ ہے اور جن لوگوں کا ایمان کبائر اور معاصی سے آلودہ ہے ان کا امن خطرہ میں ہے۔

(۴) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ پیغمبروں کا ذکر فرمایا حضرت ابراہیم اور حضرت نوح اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کا (علیہم السلام) پھر ان چار کے بعد چودہ پیغمبروں کا ذکر

فرمایا حضرت داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط علیہم الصلوۃ والسلام

مطلب یہ ہے کہ توحید اور خدا پرستی حضرت ابراہیمؑ پر موقوف نہیں حضرت ابراہیمؑ سے پہلے اُن کے جدامجد حضرت نوحؑ اور ان کی ذریت ناجیہ سب موحد اور خداپرست تھے اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے بعد جتنے پیغمبر آئے جن کی بزرگی تمام بلاد عرب میں معروف و مشہور ہے وہ سب موحد تھے اور شرک سے بری اور بیزار تھے۔

(۵) ان اٹھارہ پیغمبروں کے علاوہ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ سات ہیں۔

حضرت آدمؑ اور ادریسؑ اور شعیبؑ اور صالحؑ اور ہودؑ اور ذوالکفلؑ اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم وعلیہم الصلوۃ والسلام ان سمیت سب پچیس ہوئے۔

(۶) حضرت آدمؑ سے لے کر دس قرن تک تمام لوگ توحید پر متفق رہے حضرت نوحؑ کے زمانہ میں شرک کا آغاز ہوا اور بت پرستی شروع ہوئی اور نوح علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی اور بت پرستی اور شرک کا رد کیا اس لیے ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ سے پہلے نوح علیہ السلام کی ہدایت کا ذکر فرمایا۔

(۷) تمام انبیاء کرام ایمان باللہ اور توحید اور اصول دین میں متفق ہیں جن میں نسخ جاری نہیں ہوتا اور شریعتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں کما قال تعالیٰ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا لہٰذا آیت مذکورہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ میں توحید اور اصول دین میں اقتدا اور اتباع مراد ہے شریعت ہر نبی کی علیحدہ ہے شریعت میں اقتداء اور اتباع مراد نہیں کیونکہ شریعتوں میں نسخ ہوتا رہا ہے اور نسخ کے بعد منسوخ کا اتباع ہدیٰ نہیں بلکہ ہوائے نفس ہے

❖ ❖ ❖

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور انہوں نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اتارا نہیں

عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ

کسی انسان پر کچھ تو کہہ کس نے اتاری وہ کتاب جو

جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ

موسیٰؑ لایا روشنی اور ہدایت لوگوں کی جس کو تم نے

قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا

ورق ورق کر کر دکھایا اور بہت چھپا رکھا اور تم کو اس میں سکھایا

لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ

جو نہ جانتے تھے تم نہ تمہارے باپ دادے کہہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ

فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ

دے ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری برکت

مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى

کی سچ بتاتی اپنے اگلے کو اور تاتو ڈراوے اصل بستی کو اور

وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ

آس پاس والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اس کو مانتے ہیں

بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار

منکرین نبوت کی تردید اور تہدید

قال اللہ تعالیٰ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ .. الیٰ.... وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ

(ربط) گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیا جو منکرین توحید کی تردید پر مشتمل تھا اب آئندہ آیات میں منکرین نبوت کے بعض ھفوات کی تردید فرماتے ہیں مالک بن صیف یہودی عالم اور دیگر بعض علماء یہود نے جوشِ عداوت میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب ہی نازل نہیں کی اور ایک روایت میں ہے کہ یہود نے یہ کہا کہ واللہ آسمان سے اللہ نے کوئی کتاب ہی نازل نہیں کی گویا کہ ان معاندین نے جوش عداوت میں انزالِ کتب وارسال رُسل کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کردی اور ظاہر ہے کہ انزال کتب کا انکار در پردہ اللہ کی صفت علم اور صفت کلام کا انکار ہے اس پر

حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور یہود پر یہ الزام قائم کیا کہ بتلاؤ موسیٰ علیہ السلام پر کس نے کتاب نازل کی آخر وہ بھی تو بشر تھے اور ان بدبختوں کی مذمت اور تہدید میں یہ فرمایا کہ بدنصیبوں نے ہماری نعمت کی قدر نہ کی ہم نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن جیسی مبارک کتاب نازل کی مگر انہوں نے اس سے اعراض کیا جن کے دل میں خوف خدا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کلام خداوندی ہے اور جن کو آخرت کا خوف نہیں وہ شرارت سے اس کا انکار کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور ان معاندین نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسی اس کی قدر چاہیے تھی جب کہ انہوں نے ضد اور عناد میں بے دھڑک یہ کہدیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کبھی کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت کا ذریعہ وہ صحیفۂ ہدایت ہے جو اللہ نے اپنے کسی برگزیدہ بشر پر نازل کیا عجیب بات ہے کہ مشرکین عرب تو سرے ہی سے نبوت اور رسالت کے منکر تھے اور بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے (مگر حجریت کو (یعنی پتھر ہونے کو) الوہیت کے منافی نہیں سمجھتے تھے اس لیے کہ وہ پتھروں کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھے۔ قال تعالیٰ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ وقال تعالیٰ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

اور یہود اگرچہ نبوت و رسالت کے قائل تھے مگر بعض یہودیوں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار کرتے ہوئے ضد اور جوشِ عناد میں یہ کہدیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نازل نہیں کی اور نزول کتاب کو خدا کی ناقدری اس لیے فرمایا کہ جو شخص انبیاء کرامؑ پر نزول کتاب کا قائل نہیں وہ خدا تعالیٰ کا قدرشناس نہیں اور اس کو خدا تعالےٰ کی صحیح معرفت نصیب نہیں خدا کی صحیح معرفت خدا کی نازل کردہ کتاب ہی سے ہو سکتی ہے نیز کلام۔ صفتِ کمال ہے جو متکلم نہیں وہ ناقص ہے پس جو شخص نزول وحی اور نزول کتاب کا منکر ہے وہ خدا تعالیٰ کو متکلم نہیں مانتا گویا وہ خدا کو ناقص قرار دے رہا ہے اور خدا کے نبیوں پر نزول کتاب کا انکار یہ خدا تعالیٰ کے غیر متکلم ماننے کی نشانی ہے اس سے بڑھ کر خدا کی گستاخی اور ناقدری کیا ہو سکتی ہے اسے نبیؐ آپ اُن کے جواب میں یہ کہدیجیے کہ اچھا بتلاؤ وہ کتاب کس نے اتاری جس کو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس لے کر آئے یعنی توریت جسکو تم بھی مانتے ہو درانحالیکہ وہ لوگوں کیلئے روشنی اور ہدایت تھی جسکو تم نے اپنی اغراض نفسانیہ کی بناء پر دو قسم کے ورقوں پر تقسیم کیا ہوا ہے بعض اوراق کو جو تمہاری غرض کے مطابق ہوتے ہیں ان کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سے اوراق کو چھپا کر رکھتے ہو علماء یہود نے توریت کے علیحدہ علیحدہ اوراق کر رکھے تھے جن میں کوئی امر ان کی خواہش کے خلاف نہ ہوتا اُن کو سب پر ظاہر کر دیتے اور جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت یا صفت مذکور تھی اُن کو چھپاتے تھے اور آیت رجم کو چھپاتے اور اسی خدا کی نازل کردہ کتاب

یعنی توریت کی بدولت تم کو وہ باتیں تعلیم کی گئیں جن کو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے آباء واجداد کو اُن کا علم تھا دین اور شریعت کی تمام باتیں تم کو خدا کی نازل کردہ کتاب یعنی توریت ہی کے ذریعہ تم کو معلوم ہوئیں اس سے پہلے تم سب جاہل تھے بتلاؤ یہ کتاب سراپا نور ہدایت کس نے اتاری خیر یہ ضدی لوگ تو کیا جواب دیں گے آپ کہہ دیجئے کہ یہ کتاب اللہ ہی نے اتاری ہے یعنی اس سوال کا ایک ہی جواب ہے جو ایسا ظاہر ہے کہ جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اس لیے آپ اُن کے جواب کا انتظار نہ کیجئے اور خود ہی کہہ دیجئے کہ اللہ نے اتاری ہے پھر بھی اگر وہ نہ مانیں تو اُن کو چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی بک بک اور کج بحثی میں کھیلا کریں آپ کا کام تو تبلیغ تھا وہ ہو چکا اور جس طرح توریت ہماری نازل کردہ کتاب تھی اسی طرح یہ قرآن ایک عجیب کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا ہے بڑی خیر و برکت والی ہے جس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا موجب فلاح دارین ہے کسی کی یہ مجال نہیں کہ اس جیسی بابرکت کتاب لاسکے قرآن مجید ہی کی برکت سے عرب کی کایا پلٹ ہوگئی علاوہ ازیں یہ کتاب اُن آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں یعنی یہ قرآن کتب سماویہ کی منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ توحید کی تعلیم سب میں موجود ہے اور تمام کتب سماویہ اس پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ شریک اور تمام عیبوں سے منزہ ہے اور ہم نے اس مبارک کتاب کو اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے اہل مکہ کو اور تمام روئے زمین کے لوگوں کو جو مکہ کے گرداگرد دنیا میں آباد ہیں سب کو ڈرائیں کہ جو اللہ کی کتاب کو نہیں مانے گا وہ مستحق عذاب ہوگا اُم القریٰ مکہ کا نام ہے جس کے معنی تمام بستیوں کی ماں اور جڑ کے ہیں اس لیے کہ مکہ وسط ارض میں ہے اور سارا جہان اسی کے گرد آباد ہے اور تمام روئے زمین کی بستیاں اسی کے گرداگرد اور جوانب میں ہیں یا یہ معنی ہیں کہ اس مبارک کتاب کے ذریعہ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو خاص طور پر ڈرائیے جیساکہ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ میں قریبی رشتہ داروں کو خاص طور پر ڈرانے کا حکم آیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مَنۡ حَوۡلَهَا سے مکہ کے آس پاس کی بستیاں مراد ہیں یا سارا جہان مراد ہے کیونکہ مکہ کی زمین تمام زمین کی ناف ہے اسی جگہ سے شرقاً و غرباً تمام زمین پھیلائی گئی اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں یعنی جن کو عذاب کا اندیشہ ہے اور جزاء وسزا کا ڈر ہے وہ اس مبارک کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور وہی اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ یہ نماز اُن کو آخرت میں کام آئے یعنی جن کو آخرت کا یقین ہے وہ تو نبی اکرم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر جو آپ پر نازل ہوا ہے ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ آخرت سے نڈر ہیں وہ کیوں ایمان لانے لگے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر

كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ

جھوٹ یا کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ

شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ

نہیں آئی اور جو کہے میں اتارتا ہوں برابر اس کے جو اللہ نے

اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ

اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بے ہوشی میں اور

الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ

فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تم کو

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

جزا ملے گی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتیں

غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ

اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم

جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ

ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو

مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

والے جن کو تم بتاتے تھے کہ ان کا تم میں ساجھا ہے ٹوٹ گئے تم آپس میں

وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۹۴﴾ ع

اور جاتے رہے جو دعویٰ تم کرتے تھے

مدّعیانِ نبوّت کی تہدید

قال تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ... الیٰ ... وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ

(ربط) گذشتہ آیات میں منکرین نبوت کی تردید تھی اب ان آیات میں مدعیان نبوت کی تہدید ہے منکرین نبوت، مختلف قسم کے تھے بعض نبوت اور نزول کے تو منکر تھے اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ مگر اپنے لیے بھی وحی اور نبوت کے مدعی نہ تھے اور بعض وہ تھے جو خود اپنے لیے نبوت اور وحی کے مدعی تھے جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ مسیلمہ کذاب کچھ تک بندی کرتا اور دعوی یہ کرتا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور اسی طرح صنعاء یمن میں اسود عنسی کو یہ خبط لاحق ہوا اور اُسنے بھی وحی اور نبوت کا دعویٰ کیا اور بعض مشرکین (جیسے نضر بن حارث) قرآن کریم کی آیتوں کو سنکر یہ کہدیا کرتے تھے لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم بھی قرآن جیسا کلام کہہ سکتے ہیں اور قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں یہ لوگ قرآن کریم کو کتاب سماوی اور مُنَزَّلٌ مِّنَ اللّٰہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے تھے اور یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بھی اس جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں اور نضر بن حارث یہ بھی کہتا تھا کہ اگر بالفرض مجھ پر کوئی عذاب نازل ہونے لگے تو لات وعزّیٰ میری شفاعت کر دیں گے ان تمام معاندین کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یعنی خدا کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جو اس کی شان رفیع کے لائق نہیں مثلاً خدا کا شریک ٹھہرائے یا اس کے لیے بیٹا یا بیوی تجویز کرے یا یوں کہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نازل نہیں کی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ یا یہ کہے اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا یا یہ کہے کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم غنی ہیں یا یہ کہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں وغیر ذلک من الخُرافات یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آتی یہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے پیغمبری کا دعویٰ کیا یا جیسا کہ اس زمانہ میں مرزا غلام قادیانی نے صدہا جھوٹ اللہ پر باندھے اور وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اسی طرح اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم جس نے یہ کہا کہ میں بھی ویسا ہی کلام اتار دوں گا جیسا کہ اللہ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے یہ نضر بن حارث اور مشرکین کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جو قرآن کی نسبت کہا کرتے تھے لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسا قرآن بنا سکتے ہیں اور اس زمانہ میں غلام قادیانی نے

بھی اپنے کلام کے معجزہ ہونے کا دعوی کیا اور قصیدۂ اعجازیہ کے نام سے ایک قصیدہ شائع کیا جو صرفی
اور نحوی اور عروضی غلطیوں سے بھرا ہوا ہے اور جو شخص قرآن کریم کی طرح اپنے کلام کے معجزہ ہونے
کا مدعی ہے تو وہ در پردہ مدعی الوہیت ہے کہ کلام خداوندی کی طرح میرا کلام بھی معجز ہے
غرض یہ کہ اس قسم کے تمام لوگ بڑے ہی ظالم ہیں اور ظلم میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ
کر ہیں جس نے نبوت اور نزول وحی اور نزول کتاب کا انکار کیا وہ بلاشبہ ظالم ہے اور اس سے
بڑھ کر ظالم وہ شخص ہے جو نبوت اور وحی کا اپنے لیے مدعی ہو اور اس سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو
اپنے کلام کو کلام خداوندی کی طرح معجز سمجھتا ہو اور اس طرح سے در پردہ الوہیت اور خداوند
قدوس کی ہمسری کا مدعی ہو یہ سب اعلیٰ درجہ کے ظالم ہیں اور ان کا انجام سخت خطرناک ہے اور کاش اے مخاطب تو اُس وقت کو
دیکھے کہ جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں گرفتار ہونگے اور موت کے فرشتے اُنکی جان نکالنے کیلئے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے اور اُن سے
بطور تمسخر اور تحقیر یہ کہتے ہوں گے کہ اپنی جانوں کو اپنے جسموں سے باہر نکالو آج تم کو ذلت کے
عذاب کی جزاء دی جائے گی اور ذلت و خواری کا یہ عذاب تمہارے تکبر کی جزا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ فرشتے کافروں کو مار مار کر جان نکالتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ آج تم
کو ذلت اور خواری کا عذاب دیا جائے گا اس لیے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور اللہ کی آیتوں
کے قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے یہ کیفیت اور شدت تو موت کے وقت ہو گی اور جب قیامت
کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ بطور سرزنش یہ فرمائیں گے البتہ تحقیق تم ہمارے پاس تن تنہا اور ایک ایک
کر کے آئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار دنیا میں پیدا کیا تھا کہ نہ بدن پر کوئی کپڑا تھا اور نہ کوئی جوتا
اور جو مال و متاع ہم نے تم کو دیا تھا جس کے غرہ اور گھمنڈ میں ہمارے احکام کے قبول کرنے سے
تکبر کرتے تھے آج وہ سب تم اپنی پیٹھ کے پیچھے ہی چھوڑ آئے یعنی دنیا میں تم کو جو مال و زر اور اولاد
اور حشم اور خدم ہم نے دیئے تھے جن پر تم کو گھمنڈ تھا وہ سب پیچھے ہی چھوڑ آئے کہ اب ان سے
کوئی چیز تم کو نظر بھی نہیں آتی اور آج ہم تمہارے ساتھ ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق
تمہارا یہ زعم اور اعتقاد تھا کہ تمہارے اندر یعنی تمہارے معاملہ میں خدا کے شریک ہیں بتوں کے متعلق
تمہارا خیال تھا کہ یہ اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے قیامت کے دن اُس خیال کی غلطی ظاہر
ہو جائے گی اور تمہارے درمیان قطع تعلق ہو جائے گا یعنی تم ایک دوسرے سے منقطع ہو جاؤ گے
وہ تم سے علیحدہ ہو جائیں گے اور تم اُن سے بری اور بیزار ہو جاؤ گے اور تم سے وہ سب کچھ گم ہو
جائے گا جو تم گمان کرتے تھے یعنی تمہاری ساری امیدوں پر پانی پھر جائے گا اور تم حیران اور پریشان
کھڑے رہ جاؤ گے اور کوئی تمہارا یار و مددگار نہ ہو گا۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

⁂ ⁂ ⁂

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی اور نکالتا ہے مردہ

مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ

سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے مردہ

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ

یہ ہے اللہ پھر کہاں پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی

وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

روشنی اور رات بنائی آرام، اور سورج اور چاند

حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي

حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبر دار نے اور اُسی نے بنا

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَ

دیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور

الْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ

دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہیں اور اس

الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ

نے تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہیں تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہیں سپرد رہنا

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِي

ہم نے کھول سنائے پتے اس قوم کو جو بوجھتے ہیں اور اُسی نے

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ

اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے اُگنے والی ہر چیز

فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ
پھر اُس میں سے نکالا سبزہ جس سے نکالتے ہیں دانے جڑے ہوئے اور کھجور

النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
کے گابھے میں سے گچھے لٹکتے ہیں اور باغ انگور کے

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا
اور زیتون اور انار آپس میں ملتے اور جدا جدا دیکھو

اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ
اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اس کا پکنا ان چیزوں میں سب پتے ہیں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾
یقین لانے والوں کو

ذکرِ مظاہر

قدرت و عجائب صنعت برائے

اثباتِ الوہیّت و وحدانیّت

قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ... الیٰ ..... لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ
(ربط) گذشتہ آیات میں اثبات نبوت کا بیان تھا اب اس کے بعد پھر اُسی مضمون توحید کی طرف رجوع فرماتے ہیں جو شروع سورت سے چلا آرہا ہے ان آیات میں حق تعالیٰ شانہٗ نے اشیاء متضادّہ و مختلفہ پر اپنی قدرت کاملہ کے آثار اور اپنی مخلوقات کے عجائب حالات کو بیان کیا تاکہ وجود صانع اور اُس کی کمال قدرت اور کمال علم و حکمت کی دلیل بنیں اور مشرکین پر یہ امر واضح ہو

جائے کہ اُن کے تمام معبودانِ باطلہ اور شرکاء مہملہ ان عجائب قدرت میں سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے بھی پیدا کرنے سے عاجز ہیں، پس وہ مستحق عبادت کیسے ہوسکتے ہیں اس سلسلہ میں حق تعالیٰ نے عالم علوی اور عالم سفلی سے پانچ دلیلیں بیان کیں تاکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہو اور یہ پانچ دلیلیں اہل بصیرت کے لیے بمنزلہ آئینہ کے ہیں جن میں سے خدا وند ذوالجلال کے جمال باکمال کا جلوہ نظر آتا ہے۔

دلیل اوّل إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ،،

بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کا اور گٹھلیوں کا یعنی جب دانہ اور گٹھلی کو زمین میں بو یا جاتا ہے تو اُس سے قسم قسم کے پھل اور پھول نمودار ہوتے ہیں جو باعتبار صورت اور شکل اور حرارت اور برودت اور کیفیت اور خاصیت اور تلخی اور حلاوت کے مختلف ہوتے ہیں حالانکہ مادہ اور طبیعت سب کی ایک ہے اور چاند اور سورج کی روشنی اور ہوا سب کی ایک ہے اور یہ ایسی عجیب وغریب صنعت ہے جو عقل انسانی سے کہیں بالا اور برتر ہے معلوم ہوا کہ یہ کسی بڑے صانع حکیم اور قادر علیم کی کارسازی ہے جو اسکی کمال قدرت اور کمال حکمت پر دلالت کرتی ہے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے یعنی ایک ضد کو دوسری ضد سے نکالتا ہے جیسے ایک نطفۂ بے جان سے انسان اور حیوان کو نکالتا ہے اور انسان اور حیوان سے نطفۂ بیجان نکالتا ہے اور انڈے سے مرغی کا بچہ اور مرغی سے انڈا نکالتا ہے اور مؤمن زندہ ہے اور کافر مردہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کافر سے مؤمن کو اور مؤمن سے کافر کو نکالتا ہے یعنی پیدا کرتا ہے یہ ہے اللہ جو ایک ضد کو دوسری ضد سے نکالتا ہے اور عدم کو پھاڑ کر اس میں سے موجود کو نکالتا ہے یہ مادہ اور نیچر اور طبیعت کا کام نہیں کہ صنعت کے ایسے عجیب وغریب کرشمے دکھا سکے پس تم کہاں حق سے بچھرے جاتے ہو یعنی خدا تو یہ خالق ہے جس کی صنعت سے عقل حیران ہے ایسے خدا کی عبادت کرو مادہ اور طبیعت اور اینچر کا کیوں نام لیتے ہو۔

دلیل دوم فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ وہ صبح کا پھاڑنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ رات کی ظلمت اور تاریکی کو پھاڑ کر صبح کا ستون نکالتا ہے یعنی رات ختم ہوجاتی ہے اور صبح صادق نمودار ہوجاتی ہے اور رات کے اندھیرے میں سے صبح صادق کا اجالا نکالنا یہ بھی اس کے کمال قدرت کی دلیل ہے اور اس نے رات کو راحت اور سکون کا ذریعہ بنایا کہ دن کا تکان رات کے سونے سے جاتا رہتا ہے اور اُس نے چاند اور سورج کو حساب کا ذریعہ بنایا جس سے لوگوں نے

مہینے اور سال مقرر کیے یہ اندازہ ہے زور آور علم والے کا جس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی گھڑی غلط ہو جاتی ہے مگر خدا کی گھڑی یعنی چاند اور سورج اپنے طلوع اور غروب میں غلطی نہیں کرتی۔

دلیل سوم | وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ.

اور وہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے نفع اور فائدہ کے لیے ستارے بنائے تاکہ تم اُن کے ذریعہ جنگل اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو اندھیری رات میں ستاروں کے ذریعہ راستہ کی سمت معلوم ہوتی ہے تحقیق ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دی ہیں جو علم اور عقل رکھتے ہیں یعنی علم اور عقل والوں کو ہم نے استدلال کا طریقہ بتلا دیا کہ وہ ان چیزوں سے خدا کی وحدانیت اور قدرت پر استدلال کر سکتے ہیں ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ آسمان کی زینت ہوں اور شیاطین کے رجم کا سامان ہوں اور رات کی تاریکیوں میں اُن سے راستہ اور سمت معلوم ہو سکے باقی ستاروں کی تاثیرات کا قائل ہونا بالکل غلط ہے تاثیر کے معنی کسی چیز میں اپنی قدرت سے اثر کرنے کے ہیں تو ستارے بالذات تو کسی چیز میں مؤثر نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ستارے مخلوق ہیں اور مخلوق بالذات کسی چیز میں مؤثر نہیں ہو سکتی اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے تو اس کے لیے کوئی دلیل نہیں اور اسباب ظاہری کی طرح ان میں تجربہ اور مشاہدہ مفقود ہے اور اگر بالفرض اللہ نے ان میں کوئی تاثیر رکھی ہے تو وہ اللہ ہی کو معلوم ہے ہمیں اس تاثیر کا کوئی علم نہیں اللہ تعالیٰ نے جتنا بتلا دیا وہ حق ہے اُس کے سوا سب وہم و گمان ہے۔

دلیل چہارم | وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ اور وہ وہ ہے کہ جس نے تم کو ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور سلسلہ توالد اور تناسل کا جاری کیا پھر تمہارے لیے ایک مستقر یعنی جائے قرار ہے یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے اس سے مراد دنیا ہے اور ایک مستودع یعنی سونپے جانے کی جگہ ہے اس سے مراد قبر ہے جہاں انسان عارضی طور پر ودیعت رکھا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ پیدا کرنے کے بعد ایک مدت تک تم کو دنیا میں رکھتا ہے قال تعالیٰ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ پھر اس کے بعد تم کو مارنا ہے اور مرنے کے بعد تم کو قیامت تک قبروں میں رکھنا ہے اور اس کے بعد تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مستودع سے چند روزہ دنیا مراد ہے اور مستقر سے قبر مراد ہے جس میں ایک طویل عرصہ تک ٹھہرنا ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مستقر سے پشت پدر مراد ہے اور مستودع بمعنی جائے امانت سے رحم مادر مراد ہے تحقیق ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں اُن

لوگوں کے لیے بیان کر دیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں سمجھ جائیں کہ ایک اصل (یعنی نفس واحدہ) سے بے شمار مختلف الانواع اور مختلف الاشکال اشخاص کا پیدا کرنا کمال قدرت اور کمال حکمت کی دلیل ہے جس پر سوائے خداوند قدوس کے کوئی قادر نہیں اور فلاسفہ اور سائنس دانوں کا یہ دعویٰ کہ یہ تمام تغیرات اور انقلابات محض مادۂ بسیطہ اور اس کے اجزاء لا تتجزی کی حرکت قدیمہ سے ظہور میں آتے ہیں دعویٰ بلا دلیل ہے جیسا کہ اس ناچیز نے اپنے رسالہ (اثبات صانع عالم وابطال دہریت ومادیت) میں تفصیل کے ساتھ اس دعوے کا مہمل ہونا واضح کر دیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

دلیل پنجم وَهُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ ..... الی ..... إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَأٓيَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔

اور جس طرح خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک نفس واحدہ (آدم) سے مختلف قسم کے انسان پیدا کیے اسی طرح اُس خدا نے آسمان یعنی بادل سے ایک قسم کا پانی اتارا پھر ہم نے اُس پانی کے ذریعہ سے باوجود اُس پانی کے ایک ہونے کے ہر قسم کی اُگنے والی چیزیں اُگائیں جن کے اقسام اور انواع کی شمار بھی انسان کی قدرت اور اختیار سے باہر ہے پھر ہم نے اُس میں سے سبزہ نکالا جس سے ہم اناج کے دانے نکالتے ہیں جو تو بر تو ہوتے ہیں یعنی اُس سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہوتے ہیں بہ تو غلوں کی کیفیت کا بیان ہوا جنکا اجمالی طور پر فَالِقُ الْحَبِّ میں ذکر آچکا ہے اب آئندہ آیات میں درختوں اور پھلوں کا ذکر کرتے ہیں جو گٹھلیوں سے پیدا ہوتے ہیں جنکا اجمالی ذکر وَالنَّوٰی میں آچکا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی اُسکے گابھے سے بعض خوشے ایسے ہوتے ہیں جو لٹکے اور جھکے ہوتے ہوتے ہیں جس تک آدمی کا ہاتھ باسانی پہنچ سکتا ہے اور بعض بلندی پر ہوتے ہیں اس سے بھی خدا کی قدرت کا کمال ظاہر ہوتا ہے اور اسی ایک پانی سے ہم نے انگوروں کے باغ نکالے اور زیتون اور انار کے درخت نکالے اس حال میں کہ اُن کے بعضے پھل صورت اور شکل اور رنگ اور مزہ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں یعنی یکساں اور ملتے جلتے ہوتے ہیں اور بعض مختلف اور جدا ہوتے ہیں بعضے پھل تاثیر اور خاصیت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض مختلف ہوتے ہیں اس سے بھی خدا تعالےٰ کی کمال قدرت کا پتہ چلتا ہے کہ مادہ ایک ہے اور خواص اور آثار مختلف ہیں ذرا ان درختوں کے پھلوں کی طرف نظر تو کرو جب درخت پھل لاوے کہ اس کا رنگ اور مزہ کیسا اور بو کیسی اور اُس کے پکنے کو دیکھو کہ کس طرح بتدریج پکتا جاتا ہے اور اس کا رنگ اور مزہ بدلتا جاتا ہے اس سے بھی خدا تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا اندازہ لگاؤ بے شک ان امور مذکورہ بالا میں خدا تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں ذرا سے غور سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تمام تغیرات کسی قادر مختار کی قدرت کے کرشمے ہیں

بے جان اور بے شعور طبیعت اور مادہ سے ایسی عجیب وغریب صنعتوں کا ظہور عقلاً محال ہے۔
ان آیات میں حق تعالیٰ نے کھیتی کے بعد چار قسم کے درخت ذکر فرمائے کھجور، انگور زیتون، انار اور کھیتی کو اس لیئے مقدم کیا کہ وہ انسان کی غذا ہے اور یہ پھل ہیں اور یہ چاروں میوے تمام میووں سے افضل ہیں اور فوائد اور منافع میں سب سے بڑھ کر ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے صرف ان چار کے ذکر پر اقتصار فرمایا ہے

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ÷ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ظاہر میں توحید کے پانچ دلائل ذکر کیئے مگر درحقیقت ہر دلیل بے شمار دلیلوں پر مشتمل ہے

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا
اور ٹھہراتے ہیں شریک اللہ کے جن اور اس نے ان کو بنایا اور تراشتے

لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
ہیں اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں بن سمجھے وہ اس لائق نہیں اور بہت دور اُن باتوں سے

يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع
جو بتاتے ہیں

ابطال شرک و تشنیع اہل شرک

قال تعالیٰ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ .... الی .... سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ
امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ گذشتہ آیات میں حق جل شانہ نے توحید اور الوہیت اور کمال قدرت کی پانچ دلیلیں ذکر فرمائیں اب آئندہ آیات میں ان لوگوں کی تردید اور تہدید فرماتے ہیں جنہوں نے خدا کے لیے شریک اور سہیم ٹھہرائے اور خدا کے شریک ٹھہرانے والے تین گروہ ہیں ایک گروہ بت پرستوں کا ہے جن کا شروع سورت سے لے کر برابر رد ہوتا چلا آیا اور دوسرا گروہ کواکب پرستوں کا ہے جن کا حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں رد ہو چکا ہے اور مشرکین

کا تیسرا گروہ مجوس کا ہے جو عالم کے لیے دو خدا کے قائل ہیں ایک خیر کا خالق اور ایک شر کا خالق اب اس پہلی آیت یعنی وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَھُمْ میں مشرکین کے تیسرے گروہ یعنی مجوس کا رد ہے۔

جیسا کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت مجوس کے رد میں نازل ہوئی امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دراصل مجوس کے بارہ میں ہے اور مقصود ان بیوقوفوں پر تشنیع کرنا ہے جو اس عالم کے لیے دو خدا مانتے ہیں (تفسیر کبیر ص۱۱۱ ج۴ وص۱۱۲)۔

اور بعض علماء تفسیر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین عرب کے رد میں ہے اور چونکہ کفر اور شرک کا ارتکاب اغواء شیطانی سے ہوتا ہے اس لیے اُن کے اغواء اور اضلال سے غیر اللہ کی عبادت کرنا گویا کہ شیاطین ہی کی عبادت کرنا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کا رد کرتے ہوئے فرمایا یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اور دوسری جگہ ارشاد ہے اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وقال تعالیٰ اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ

امام رازی کے نزدیک اس آیت کی تفسیر میں راجح قول یہی ہے کہ یہ آیت مجوس کے بارہ میں نازل ہوئی اور اسی کو شاہ عبدالقادرؒ نے موضح القرآن میں اختیار فرمایا۔

اب آیت کی تفسیر سنیے اور ان مشرکوں میں سے بعضوں نے جنوں کو اللہ کا شریک اور سہیم ٹھہرا لیا ہے حالانکہ خود ان لوگوں کے اقرار کے موافق بھی اللہ ہی نے ان جنوں اور ان شریک ٹھہرانے والوں کو پیدا کیا ہے سب اُسی کی مخلوق ہیں جیسا کہ خود ان کو بھی اقرار ہے کہ جنات اور شیاطین سب اللہ ہی کی مخلوق ہیں پس کس قدر ظلم ہے کہ مخلوق کو خالق کا شریک ٹھہراتے ہیں آیت میں جن سے مراد شیاطین ہیں اور یہ آیت مجوس کے متعلق ہے جن کا اعتقاد یہ تھا کہ نور کا خالق خدا ہے اور ظلمت کا خالق شیطان ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں مجوسیوں نے کہا تھا کہ شیطان خدا کا شریک ہے نیکی کو خدا پیدا کرتا ہے اور اس کو یزدان کہتے تھے اور بدی کو شیطان پیدا کرتا ہے اور اس کو اھرمن کہتے تھے (موضح القرآن) اور یزدان کی فوج کو ملائکہ یعنی فرشتے اور اھرمن (یعنی ابلیس) کی فوج کو جن اور شیاطین کہتے تھے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مجوس کا مذہب نقل کیا اب آئندہ آیت میں اُن لوگوں کا مذہب نقل کرتے ہیں جو خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں ثابت کرتے ہیں اور پھر اس کا رد فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور بعض مشرکین نے بغیر علم کے محض جہالت سے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تراشی ہیں نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور بعض یہود کہتے ہیں کہ عزیرؑ خدا کا بیٹا ہے اور مشرکین عرب یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں حق تعالیٰ نے اس آیت میں

ان تینوں کی تردید کی اور بتلا دیا کہ یہ ان لوگوں کا خدا پر بہتان ہے جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اولاد اپنے باپ کا جزء ہوتی ہے اور اس کے مشابہ ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ تجزیہ اور مشابہت سے پاک اور منزہ ہے اور وہ ان تمام باتوں سے بلند اور برتر ہے کہ جو یہ لوگ خدا کی نسبت بیان کرتے ہیں وہ خداوند قدوس تو بے چون وچگون ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اور وہ چیزیں جن کو ان لوگوں نے خدا کا شریک اور سہیم ٹھہرایا ہے وہ چونی اور چندی ہیں گرفتار ہیں وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں عبادت کی مستحق تو وہ ذات بابرکات ہے جس کے صفات اور کمالات کا اوپر ذکر ہوا۔

⁂

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ

نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اُس کو کہاں سے ہو

وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ

بیٹا اور اُس کو کوئی عورت نہیں اور اس نے بنائی ہر

شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے یہ اللہ ہے

رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ

رب تمہارا اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں۔ بنانے والا ہر چیز کا سو تم اُس کی بندگی کرو

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ

اور اُسی پر ہر چیز کا حوالہ ہے اس کو نہیں پاسکتیں آنکھیں

وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ

اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو اور وہ بھید جانتا ہے

الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

خبردار

ابطال عقیدۂ ابنیت

قال تعالیٰ بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ ... الیٰ .... وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ۝

(ربط) گذشتہ آیات میں جب توحید کی پانچ دلیلیں بیان کیں اور مشرکین کے عقائدِ مشرکیہ کی تردید کی تواب آیندہ آیات میں خاص طور پر نصاریٰ کے عقیدۂ ابنیت کا ابطال فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد سے پاک اور منزہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں وہ بغیر مادہ اور بغیر نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا موجد ہے یعنی محض نیست سے ہست کرنے والا ہے یعنی یہ آسمان و زمین جو تمام عالم کو احاطہ کیے ہوئے ہیں سب اسی کا پیدا کیا ہوا اور بنایا ہوا ہے جس میں "اھرمن" بھی داخل ہے اور حضرت عزیرؑ اور عیسےٰؑ اور اُن کی والدہ مریم صدیقہؑ اور آسمان و زمین کے تمام فرشتے بھی اس میں داخل ہیں اُس کے لیے اولاد کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اُس کے کوئی بیوی نہیں اور اولاد کے لیے بیوی کا ہونا ضروری ہے اور نصاریٰ اگرچہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں لیکن یہ جرأت اور جسارت وہ بھی نہیں کر سکے کہ معاذ اللہ حضرت مریمؑ کو خدا تعالیٰ کی بیوی قرار دے سکیں اور خدا تعالےٰ کے لیے بیٹے اور بیوی کا ہونا اس لیے محال ہے کہ بیٹا باپ کے اور بیوی شوہر کے ہم جنس ہوتی ہے اور خدا کا ہم جنس کوئی نہیں اور اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے پس اگر کسی ایک مخلوق کا خدا کا بیٹا ہونا جائز اور ممکن ہو تو پھر ایک کی خصوصیت کیا ہر مخلوق کا بیٹا بننا ممکن ہوگا اور جس طرح وہ ہر شئ کا پیدا کرنے والا ہے اسی طرح وہ ہر شئ کا جاننے والا ہے کسی شئ کی حقیقت اور اُس کی صفت اور حالت اُس سے ذرہ برابر پوشیدہ نہیں جس طرح اُس کی تخلیق اور ایجاد تمام کائنات کو محیط ہے اسی طرح اُس کا علم بھی سب کو ہر طرح سے محیط ہے کیونکہ بغیر علم کے پیدا کرنا ناممکن ہے اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ۔ پس معبود وہی ہو سکتا ہے کہ جس کی قدرت اور جس کا علم تمام ممکنات کو محیط ہو یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار یعنی جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں وہی اللہ ہے اور وہی قابل عبادت ہے اور جو ایسا نہیں وہ نہ اللہ ہے اور نہ قابل عبادت ہے پس مشرک جو بتوں کو پوجتے ہیں اور نصاریٰ جو خدا کے لیے بیٹا ٹھہراتے ہیں وہ دونوں غلطی پر ہیں جس کے بیٹا ہو وہ خدا ہی کیا ہوا ہم ہی جیسا آدمی ہوا اور بت جو کسی چیز کے خالق نہیں اور نہ اُن کو کسی چیز کی کوئی خبر اُن کے پوجنے سے کیا حاصل پس خوب سمجھ لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر شئے کا پیدا کرنے والا ہے پس اسکی بندگی کرو اور وہی ہر چیز کا کارساز اور محافظ اور نگہبان ہے مطلب یہ ہے کہ خدا وہ ہے جو کہ بے نظیر اور بے مثال ہو کوئی اُس کا ہم جنس نہ ہو اور ہر چیز کا خالق اور محافظ اور نگہبان اور کارساز ہو اور اُسکی تخلیق اور تکوین اور اسکا علم تمام ممکنات کو محیط ہو اور جسمیں یہ صفت نہ ہو وہ لائق عبادت نہیں اور اس معبود برحق کی عُلُوِّ شان کا یہ حال ہے کہ نگاہیں اسکو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں

کو پاتا ہے یعنی سب نگاہیں اُس کے ادراک اور احاطہ سے عاجز اور درماندہ ہیں آنکھوں میں یہ طاقت اور قوت نہیں کہ وہ اسکو دیکھ سکیں اور وہ سب آنکھوں اور نگاہوں اور بینائیوں کا محیط ہے اور وہ نہایت لطیف اور باریک بین خبردار ہے وہ ان چیزوں کا بھی ادراک کرتا ہے جن کے ادراک سے تمام نگاہیں قاصر ہیں باریک بین سے مراد یہ ہے کہ وہ اشیاء کے اندرونی حالات سے بخوبی واقف ہے کوئی شئ خواہ کیسی ہی دقیق کیوں نہ ہو وہ اس سے مخفی نہیں اس بیان سے یہ ظاہر ہوگیا کہ لطیف کا تعلق لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے ہے خبیر کا تعلق هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ سے ہے بلا تشبیہ اور بلا تمثیل کے ایسا سمجھو کہ جیسے روح ہے کہ نگاہیں اُس کے ادراک سے قاصر ہیں اور روح نگاہوں کا اور تمام چیزوں کا ادراک کر سکتی ہے اسی وجہ سے افعال انسانی کو روح کی طرف نسبت کیا جاتا ہے کسی اور شئی کی طرف نسبت نہیں کی جاتی اس سے کافروں کے اس شبہ کا بھی جواب ہوگیا کہ خدا ہم سے غائب کیوں ہے اور وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔

جواب اس طرح ہوگیا کہ وہ معبود برحق لطیف وخبیر ہے کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتا جیسے روح کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی اسی طرح وہ لطیف وخبیر بھی نظر نہیں آتا اور اس عالم اجسام میں ہوا بھی ایک جسم لطیف ہے اپنی لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ معبود برحق وہ ہے کہ جو علیم و قدیر اور لطیف وخبیر ہو اور یہ صفت سوائے اللہ کے کسی کے لیے ثابت نہیں پھر کیسے کوئی اس کا شریک اور سہیم ہو سکتا ہے۔

اس آیت یعنی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے معتزلہ اور خوارج اور شیعہ اور مرجیہ وغیرہ بدعتی فرقوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بہشت میں حق تعالیٰ شانہٗ کا دیدار نہ ہوگا معتزلہ نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کا دیدار ناممکن ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اعتقاد اس بارہ میں یہ ہے کہ بہشت میں خدا تعالیٰ کا دیدار افضل ترین نعمت ہے اور اگر سچ پوچھا جائے تو اصل بہشت اُس کے دیدار کی لذت ہی کا نام ہے وہ بہشت ہی کیا ہوئی جس میں محبوب حقیقی کا دیدار نصیب نہ ہو علاوہ ازیں جنت میں رؤیت باری آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جن کا انکار در پردہ شریعت کا انکار ہے۔

آیاتِ قرآنیہ

(۱) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲) لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ
(۳) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

(۴) وَاِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا (ای الحق سبحانہ) (۵) كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے کفار کو عار دلائی ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پروردگار سے محجوب ہوں گے یعنی اُن کے اور خدا کے درمیان حجاب یعنی پردہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اس کو بے حجاب دیکھیں گے کیونکہ وہ بھی اگر کافروں کی طرح حجاب میں رہے تو اُن میں اور کافروں میں کیا فرق رہا اور محجوب ہونے میں کافروں کی کیا تخصیص ہوئی۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جو رؤیت باری تعالیٰ کے امکان اور وقوع پر دلالت کرتی ہیں ان آیات کی تفسیر کے موقع پر اس مقصد کو وضاحت کے ساتھ بیان کریں گے۔

احادیثِ نبویہ

رہی سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سو احادیث متواترہ جو صحابہؓ کی ایک کثیر جماعت سے مروی ہیں اُن سے بطریق تواتر یہ ثابت ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دار آخرت میں بلا اشتباہ اور بلا مزاحمت کے اس طرح دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو بلا مزاحمت دیکھتے ہیں۔

کتب احادیث میں رؤیت باری تعالیٰ کا ایک مستقل باب ہے اور حافظ ابن قیمؒ نے حادی الارواح میں اور جلال الدین سیوطیؒ نے البدور السافرہ میں دیدار خداوندی کی احادیث کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے حضرات اہل علم اس کی مراجعت کریں

اب رہی آیت زیر تفسیر سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اہل سنت کے مسلک کے منافی نہیں اس آیت میں حق تعالےٰ نے رویت کی نفی نہیں کی بلکہ ادراک ابصار کی نفی ہے اور ادراک اور رؤیت میں بڑا فرق ہے ادراک کے معنی لغت میں کسی چیز کو اپنے احاطہ میں لے لینے کے ہیں خدا تعالیٰ موسیٰ علیہ السّلام کے قصّہ میں فرماتے ہیں قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ یعنی جب فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کا تعاقب اور پیچھا کیا تو موسیٰ علیہ السّلام کے اصحاب نے کہا کہ اے موسیٰؑ اب تو ہم پکڑ لیئے گئے اور گھیر لیئے گئے تو موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کَلَّا وہ ہر گز نہیں پکڑ سکتے معلوم ہوا کہ ادراک کے معنی رؤیت کے نہیں بلکہ احاطۂ تام کر لینے اور قبضہ میں لے لینے کے ہیں کیونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو دیکھ تو لیا تھا مگر ادراک یعنی پکڑنے سے قاصر اور عاجز رہے معلوم ہوا کہ ادراک اور شئی ہے اور رؤیت اور شئی ہے ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی پس آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر

سکتی البتہ وہ لطیف و خبیر تمام ابصار اور مبصرات کا احاطہ کیے ہوتے ہے لہذا آخرت میں حق تعالیٰ کی رؤیت ہوگی مگر احاطہ نہ ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا بندے اللہ تعالیٰ کا باعتبار علم کے احاطہ نہیں کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ کو جانتے اور پہچانتے سب ہیں احاطہ کی نفی سے مطلق علم کی نفی لازم نہیں آتی اور حدیث میں ہے لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک. کوئی بندہ اللہ کی ثناء اور توصیف کا احصاء اور احاطہ نہیں کر سکتا مگر اس سے مطلق ثناء کی نفی لازم نہیں آتی امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ کے معنی یہ ہیں کہ نگاہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہیں مگر اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ تمام ابصار کو احاطہ کیے ہوتے ہے اور زجاجؒ امام نحو یہ کہتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اللہ کی کُنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا سو آنکھیں اُس کو دیکھیں گی مگر احاطہ نہیں کر سکیں گی جس طرح دل اللہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں مگر محیط نہیں اسی طرح آنکھیں اللہ کو دیکھ سکتی ہیں مگر احاطہ نہیں کر سکتیں خلاصۂ کلام یہ کہ آیت میں ادراک بمعنی احاطہ اور تحدید کی نفی ہے مطلق رؤیت کی نفی نہیں۔

مطلق رؤیت باری آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے آنکھیں شمس و قمر کو دیکھتی ہیں مگر اس کی حقیقت اور کنہ کا ادراک نہیں کرتیں تو اسی طرح خداوند قدوس کے دیدار پُر انوار کو سمجھو کہ نگاہیں نور السموات والارض کو دیکھیں گی مگر اس کی کنہ اور حقیقت کے ادراک سے عاجز اور درماندہ ہوں گی (دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۱ ج ۲ و تفسیر قرطبی ص ۵۴ ج ۷ و تفسیر کبیر ص ۱۲۰ ج ۴)۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں پس اس سے آخرت کے نہ دیکھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ دنیا کی آنکھیں ضعیف ہیں اور آخرت کی آنکھیں قوی ہیں اس میں کیا استبعاد ہے کہ جو بات دنیا میں ناممکن ہو وہ آخرت میں ممکن ہو جائے۔

اور شاہ عبد القادرؒ یہ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ سکے ہاں اگر وہ خود از راہ لطف و کرم اپنے کو دکھانا چاہے گا تو آنکھوں میں ویسی قوت پیدا کر دے گا کہ جس سے اہل ایمان حسب مراتب خدا تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے انتہیٰ

∴ ∴ ∴

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۚ

تم کو پہنچ چکیں سوجھ کی باتیں تمہارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے

وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾

اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو اور میں نہیں تم پر نگہبان

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ

اور یوں پھیر پھیر سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور تا کہیں کہ تو پڑھا ہے اور تا واضح

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ

کریں ہم اس کو واسطے سمجھ والوں کے تو چل اس پر جو حکم آوے تجھ کو تیرے رب سے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ

کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے اور جانے دے شریک والوں کو اور اگر اللہ

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ

چاہتا تو شریک نہ کرتے اور تجھ کو ہم نے نہیں کیا ان کا نگہبان اور تجھ پر

اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

نہیں ان کا حوالہ اور تم لوگ برا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ

اللہ کے سوا کہ وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھے اسی طرح

زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ

ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو ان کے کام پھر ان کو اپنے رب کے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

پاس پہنچنا ہے تب وہ جتا دے گا جو کچھ کرتے تھے

www.ahlehaq.org

اتمام حجت بر منکرین نبوت

قال تعالیٰ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ .... الیٰ ... فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(ربط) حق جل شانہ نے جب اپنے وجود اور کمال قدرت اور وحدانیت کی دلیلیں بیان کر دیں تو اب منکرین نبوت کے چند شبہات نقل کر کے اُن کا جواب دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ حجت پوری ہو چکی اور دلائل اور بصائر تمہارے سامنے آچکے ہیں جو اُن سے بصیرت حاصل کرے گا وہ فائدہ اٹھائے گا اور جو اندھے پن کی حالت میں پڑا رہے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا مشرکین عرب، قرآن کریم میں ایک شبہ تو یہ پیش کرتے تھے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے اُمّی ہیں آپؐ نے علماء اہل کتاب سے یہ مضامین پڑھ کر اور اُن سے انبیاء سابقینؑ کے قصص کو سن کر یاد کر لیا ہے آپ اُن سے پڑھ کر اور سن کر یہ مضامین ہمارے سامنے بیان کر دیتے ہیں ورنہ آپ کو انبیاء سابقینؑ کے حالات کا کیا علم اور وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ میں اسی شبہ کا ذکر ہے (دیکھو تفسیر کبیر ص۱۲۴ ج ۴)

دوسرا شبہ ان کا یہ تھا کہ یہ نبی ہماری خواہشوں کے موافق معجزات کیوں نہیں دکھاتا اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ بخدا اگر ہم کو ہمارے یہ فرمائشی معجزات دکھا دیئے جائیں مثلاً کوہِ صفا کو ہمارے لیے سونا بنا دیا جائے وغیرہ وغیرہ تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے اور وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا میں اسی شبہ کا جواب دیا گیا ہے (دیکھو تفسیر کبیر ص۱۲۸ ج ۴) کہ اُن کی یہ قسمیں جھوٹی ہیں یہ جھوٹے لوگ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اس سے پہلے جو معجزے اُن کی فرمائش کے مطابق اُن کو دکھائے گئے مثل شق القمر وغیرہ ان پر یہ کب ایمان لائے اسی طرح اب بھی ایمان نہ لائیں گے چنانچہ فرماتے ہیں (اے لوگو) تحقیق تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے دل کو بینا کرنے والی چیزیں آچکی ہیں یعنی توحید اور رسالت اور قیامت کی ایسی روشن دلیلیں آچکیں ہیں جن کو دیکھ کر دل کی آنکھیں کھل جائیں اور ہدایت اور گمراہی کا فرق آنکھوں کے سامنے آجائے بصر اُس نور کو کہتے ہیں جس سے سر کی آنکھ روشن ہو جاتے اور بصیرت اُس نور کو کہتے ہیں جس سے دل کی آنکھ روشن ہو جاتے اور بصائر جمع بصیرت کی ہے جس کے معنی دل کی بینائی کے ہیں پس جس نے دل کی آنکھ سے حق اور ہدایت کو دیکھ لیا سو اُس نے اپنے نفع کے لیے دیکھا اور جو شخص اندھا بن گیا اور حق کی طرف سے اُس نے آنکھیں بند کر لیں سو اُس نے اپنا ہی نقصان کیا اور میں تم پر نگہبان نہیں کہ جبراً و قہراً تمہیں حق دکھلا ہی دوں

نظر اٹھا کر دیکھنا یہ تمہارے اختیار میں ہے میرا کام صرف تبلیغ اور دعوت ہے اور اسی طرح ہم اپنے دلائل اور براہین کو پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ مخالفین پر حجت پوری ہو جائے اور تاکہ یہ معاندین ضد اور عناد میں آکر یہ کہیں کہ اے محمد آپؐ نے ان آیات بینات اور ان مضامین کو علماء یہود سے پڑھ لیا ہے اور آپ اُن سے پڑھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی وحی اور ان کا یہ کہنا محض عناد کی بناء پر تھا جس کا بطلان بالکل ظاہر ہے اس لیے کہ اگر اُن کے نزدیک یہ قرآن اللہ کا کلام اور اس کی وحی نہیں بلکہ علماء یہود کا پڑھایا ہوا سبق ہے تو آپ لوگوں کو کس نے پڑھنے سے منع کر دیا ہے آپ بھی انہیں علماء یہود کے پاس جا کر اس قسم کی آیتیں بنوا لایئے اور قرآن کے مقابلہ میں اُن کو پیش کر دیجیئے خاص کر جب کہ علماء یہود آپ کے تو خاص دوست ہیں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ کے دشمن ہیں آپ کو پڑھانے سے کب انکار کر سکتے ہیں اور ہم دلائل اور براہین کو پھر پھیر کر اس لیئے بیان کرتے ہیں تاکہ ہم اس دین کو اہل عقل کے لیے واضح کر دیں یعنی تاکہ اہل دانش جن کا دل عناد سے خالی ہے وہ ان آیات کو دیکھ کر سمجھ جائیں کہ حق کس طرف ہے الغرض ان آیات کی تصریف میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ معاندین کا عناد خوب ظاہر ہو جائے اور ان پر اللہ کی حجت پوری ہو جائے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہیں اور ناواقف ہیں اور معاند نہیں وہ سمجھ جائیں اور حق ان پر واضح ہو جائے اور اگر کچھ سمجھے ہوئے ہیں تو بار بار بیان کرنے سے اُن کو بصیرت حاصل ہو جائے کیونکہ ایک مضمون جب بار بار مختلف عنوانات سے بیان کیا جاتا ہے تو وہ خوب دل نشین ہو جاتا ہے پس اے نبی۔ آپ اُس چیز کی پیروی کیجیئے کہ جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیری جانب وحی کی گئی ہے اور لوگوں کے اس کہنے کی پرواہ نہ کیجیئے کہ تو نے یہ قرآن یہود سے پڑھ لیا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں الوہیت میں کوئی اس کا شریک نہیں اور اگر مشرکین اپنے شرک پر اصرار کریں تو آپ غمگین نہ ہوں بلکہ ان مشرکوں سے منہ پھیر لیجیئے ان کی خرافات کی طرف التفات نہ کیجیئے اور نہ ان کی ہدایت کی فکر میں پڑیئے کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر خدا کو منظور نہیں اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ لوگوں کو زبردستی مومن بنا دیا جائے اللہ تعالیٰ نے عقل دی اور قدرت اور اختیار دیا اور حق اور باطل کا فرق واضح کر دیا اب جس کا جی چاہے عرقِ گلاب پیئے اور جس کا جی چاہے پیشاب پیئے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں مقرر کیا اور نہ آپ ان پر داروغہ مقرر کیئے گئے ہیں آپ کا کام صرف سمجھا دینا ہے اور نہ ماننا ان کا کام ہے آپ کا فرض تبلیغ ہے وہ آپؐ ادا کر چکے، رہے اُن کے اعمال سو وہ خود اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور اب مسلمانوں کو یہ ہدایت کر دیجیئے کہ تبلیغ اور دعوت اور موعظت کو ملحوظ رکھیں کہ اے مسلمانو تم ان معبودان باطلہ کو بُرا مت کہو جن کو یہ مشرکین اللہ کے سوا پکارتے

ہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے مطلب یہ ہے کہ تم مشرکین کے معبودوں کو برا مت کہو مبادا کہ وہ لوگ ضد میں آکر اپنی جہالت سے خدا اور اس کے رسول کو برا کہنے لگیں اور تم اس کے سبب بنو۔

ف جاننا چاہیئے کہ سب وشتم اور دشنام دہی یعنی گالیاں دینا اور چیز ہے اور معبودان باطلہ کے معایب اور اُن کے نقائص اور اُن کے عجز اور درماندگی کو اس لیے بیان کرنا کہ یہ بے حقیقت اور حقیر چیزیں ہیں قابل الوہیت اور لائق عبادت نہیں یہ اور چیز ہے مناظرہ اور مباحثہ میں تحقیق حقیقت کے لیے کسی شئی کے اوصاف اور نقائص بیان کرنا اور چیز ہے اور گالیاں دینا اور چیز ہے قرآن کریم نے مشرکوں کے معبودوں کو برا کہنے سے منع کیا جس سے مسلمانوں کو حسنِ اخلاق کی تعلیم دینا ہے اور قرآن کریم میں جا بجا معبودان باطلہ کی جو تنقیص اور تحقیر مذکور ہے اُس سے مقصود اُن کی الوہیت اور معبودیت کا باطل کرنا ہے (بلاغ) حضرات اہل علم اس مقام پر روح المعانی ص ۲۱۹ ج ۷، پر امام ابو منصور ماتریدیؒ کا کلام معرفت اللیام ملاحظہ کریں فانہ نفیس جدًا۔

جس طرح ہم نے ان مشرکین کے دلوں میں شرک کا خیال جما دیا ہے اسی طرح ہم نے ہر قوم کے عمل خیر و شر کو اس کی نظر میں مزیّن اور مستحسن کر دیا ہے ہر قوم کو اپنا ہی طریقہ پسند ہے اور اس پر نازاں ہے حق تعالیٰ نے انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ جو حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو جائے یہ دنیا دارِ ابتلاء اور دارِ امتحان ہے اُس میں بُرے اعمال پر سزا نہیں ملے گی پھر ایک دن ان سب کا اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے سو وہ ان کو بتلا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے اور اُن کے نیک و بد اعمال کی اُن کو جزا سزا دیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر اُن کو ایک نشانی

لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

پہنچے البتہ اس کو مانیں تو کہہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم مسلمان

يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ

کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آویں گی تو یہ مانیں گے اور ہم الٹ

www.ahlehaq.org

اَفۡـِٕدَتَہُمۡ وَاَبۡصَارَہُمۡ کَمَا لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٖۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ

دیں گے ان کے دل اور آنکھیں جیسے منکر ہوئے ہیں اس سے پہلی بار

وَّنَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ١٣ ٦ ١٨

اور چھوڑ رکھیں گے اُن کو اپنی خوشی میں بہکتے

کفار کے دوسرے شبہ کا جواب

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ ..... الیٰ .... وَنَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ٥

اور ان معاندین نے اپنی سخت ترین قسمیں (یعنی نہایت پکی قسمیں) اللہ کی کھائی ہیں کہ اگر اُن کے پاس اُن کی مطلوبہ نشانی یعنی فرمائشی معجزہ آجائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے یعنی اُس نشان کے ظاہر ہونے کے بعد آپکی نبوت کو مان لیں گے کافروں نے اللہ کی بڑی پکی قسم کھا کر کہا تھا کہ اے محمدؐ اگر تو کوہ صفا کو سونے کا کر دے تو ہم تجھ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اس پر بعض مسلمانوں کو بھی خیال ہوا کہ اگر ایسا ہو جائے تو اچھا ہے کفار ایمان لے آئیں گے آپ اُن کے جواب میں کہہ دیجئے کہ جز ایں نیست نشانیاں اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں یعنی میرے اختیار میں نہیں خدا کے اختیار میں ہے وہ اپنی حکمت سے جس نشانی کو چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے اور ان کی یہ قسمیں جھوٹی ہیں اور یہ لوگ ضدی اور عنادی ہیں اور اے مسلمانو! تم کو کیا معلوم ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ ان کی فرمائشی نشانیاں آجائیں گی تو یہ نہیں ایمان لائیں گے یعنی ہم کو معلوم ہے کہ وہ نشانی دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے پس اُن کی درخواست کا پورا کرنا بے فائدہ ہے اور چونکہ یہ لوگ کفر اور سرکشی اور ضد اور عناد میں حد سے گذر چکے ہیں اس لیے اے مسلمانو تم کو کیا معلوم کہ ہم اُس وقت اُن کے دلوں کو قبول حق سے اور ان کی آنکھوں کو حق کے دیکھنے سے الٹ دیں گے اور اُن نشانیوں کو دیکھ کر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ اس سے پہلی مرتبہ بھی وہ اس پر ایمان نہیں لاتے شق قمر کا معجزہ ان کی فرمائش کے مطابق دکھلایا گیا مگر اس پر ایمان نہیں لائے اور اس کو جادو کہہ کر رد کر دیا اسی طرح دوبارہ نشانی دیکھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے ان کو بار بار نشانی دکھانے سے کیا فائدہ جب دل الٹ دیا جاتا ہے تو سیدھی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی اور جب آنکھ اُلٹ جاتی ہے تو کچھ کا کچھ نظر آنے لگتا ہے اور ہم اُن کو اُن کی گمراہی اور سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے

کہ ان کا دل اور آنکھ حق اور ہدایت کی طرف متوجہ ہی نہ ہو اور کبھی ایمان کی توفیق ہی نہ ہو مطلب یہ ہے کہ ان سرکشوں کو دنیا میں بلا عقاب اور بلا عذاب کے چھوڑ دیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں اور حیران رہیں اور ایمان نہ لائیں شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں یعنی جن کو اللہ ہدایت دیتا ہے اوّل ہی حق کو سن کر انصاف سے قبول کر لیتے ہیں اور جس نے پہلے ہی ضد کی اگر نشانی بھی دیکھے تو کچھ حیلے بنائے فرعون اُن نشانیوں پر بھی ایمان نہ لایا (موضح القرآن)

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب آمین یا رب العٰلمین

الحمد اللہ آج بروز دوشنبہ بوقت ایک بجے دن کے بتاریخ ۵ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ پارۂ ہفتم کی تفسیر سے فراغت ہوئی فللہ الحمد اولا وآخرا۔

الحمدللہ جلد دوم مکمل ہوئی ہے

www.ahlehaq.org

تصدیق نامہ

ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر

مکتبۃ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور کی مطبوعہ تفسیر "معارف القرآن" مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی جلد دوم از پارہ ۴؍ تا انتہاء پارہ ۷؍ کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا تصدیق کی جاتی ہے کہ اس کے متنِ قرآن کریم میں کوئی کمی بیشی یا اعراب کی غلطی نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد لقمان شہدادپور

۲۱ محرم ۱۴۲۱ھ

www.ahlehaq.org